حیاتِ طیبہ

حضرت

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

تالیف: مرزا حیرت دہلوی

اسلامی اکادمی، اردو بازار۔ لاہور

www.KitaboSunnat.com

حیاتِ طیّبہ

سوانح عمری

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

مرزا حیرت دہلوی

ناشر

اسلامی اکادمی ناشران کتب اردو بازار، لاہور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ مضامین

حیاتِ طیّبہ سوانح عمری شاہ اسمعیل شہیدؒ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حصّہ دوم	۳۸۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

اس لحاظ سے خوش نصیب ہے کہ اسے اپنی عمر کے ابتدا میں ہی چند ایسی کتابیں شائع کرنے کا شرف حاصل ہو گیا جن کی اس وقت شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اور جو بازار میں کسی قیمت پر دستیاب نہ ہوتی تھیں۔

لِلّٰہ الحمد کہ ادارہ نے سب سے پیشتر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی صراطِ مستقیم اور کتاب الوسیلہ شائع کی۔ پھر قادیانی قول وفعل اور برصغیر پاک و ہند میں اہل حدیث کے سرخیل اور مشہور مناظر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آرار تفسیر قرآن موسومہ بہ تفسیر ثنائی اردو ۳ر خوب صورت جلدوں میں اور فتاوے ثنائیہ ۲ر جلدوں میں شائع کیا۔ ابھی ان سے فراغت نہ ہوئی تھی کہ امام العصر مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی سورۃ فاتحہ پر بے نظیر تفسیر واضح البیان فی تفسیر ام القرآن اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سورۃ فاتحہ ام الکتاب بہت خوب صورت انداز میں چھاپ کر اہل ذوق کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اسی طرح مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پر ایک کتاب نقوش ابوالوفاء اور مرزائیت پر علامہ احسان الٰہی ظہیر کے بے مثال مضامین کا مجموعہ مرزائیت اور اسلام کے نام سے ادارہ کی طرف سے شائع کیا گیا۔

اب قارئین کے سامنے ہم مرزا حیرت دہلوی کی مشہور ومعروف کتاب حیات طیبہ جو بطلِ حریت حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پر خوب صورت کتاب پیش کر رہے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بارہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ مستقلاً شاہ شہید علیہ الرحمۃ پر اس سے بہتر اور جامع کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔

اس کے ساتھ ہی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر مولانا رحیم بخش دہلوی رہ کی کتاب حیاتِ ولی بھی ادارہ کی طرف سے شائع کی جارہی ہے امید ہے کہ ہمارے احباب اس نیک کام میں ہمارا ہاتھ بٹا کر ان کی اشاعت کے حلقہ کو وسیع تر کریں گے اور اپنی آرا سے ہمیں مطلع فرمادیں گے۔

مینجر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اسلامی دنیا کے مذہبی اور ملکی عظیم الشان تغیر کی بھری ہوئی عبرت ناک دلچسپ تاریخ اپنے ساتھ ندرت مآب واقعات کا ایک لاثانی انبار رکھتی ہے۔ جس نے مسلمانوں کی اعجاز نما ترقی کا رنگ ملاحظہ کیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ دنیا میں یہی ایک ایسی قوم ہوئی ہے کہ جس نے اپنے سچے ہادی کے طفیل سے آناً فاناً میں ہزاروں برس کی پرشوکت سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اپنے عجیب وغریب فتوحات کی لین ڈوری جزیرہ نمائے عرب سے نکال کر یورپ کے جگر میں اپنے رعب کا بھالہ گاڑ دیا، دریائے فرات سے بلیک سی تک اسلامی پھریرا فراٹے بھر رہا تھا، اور دریائے نگرس سے جمنا تک اسلامی ہلال کا جھمکیلا پرتو چشم زدن میں پڑتا ہوا معلوم ہونے لگا تھا۔

وہ سول جنگیں جو خلیفہ دوم کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں بدقسمتی سے مسلمان خلفا میں بھڑک اٹھی تھیں اور جن کا دہشت ناک رنگ آئندہ خونی نتائج کا (اسلام کے لئے) پیشین گوئی کرتا تھا مگر الحمد للہ کہ بہت جلد یہ فانی اور اسلامیوں کو تباہ و برباد کرنے والا نقشہ خوش آئندہ نولو سے بدل گیا اور پھر مسلمان اپنی غلطی سے آگاہ ہو کے دینی اور دنیاوی ترقی کے ذہن میں کہاں کے کہاں پہنچ گئے اور انہوں نے وہ وہ علوم اپنی سلطنت کے ساتھ ایجاد کیے جن کی یادگار ہنوز ناظر کے رلا دینے کے لئے اپنے میں کافی مادہ رکھتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامیوں کی خوش قسمتی کا چاند کچھ دن تک افق پر چمکتا رہا اور وہ خاندان جو خلیفہ دوم کی شہادت کے بعد خونریزی سے جنگ کرنے میں مشغول ہوئے تھے، یک لخت صلح اور اتحاد سے ان کی حالت بدل گئی۔ بیت المقدس کے مذہبی جنگوں میں عیسائی سلطنتوں کے مقابلہ میں سب نے یک جان ہو کے دلچسپی سے حصہ لیا، اور ذاتی اغراض کا بدنما پرتو کہیں دیکھے بھی نظر نہ آتا تھا۔

قومی اور ملکی بہبودی کی اسپرٹ نے مسلمانوں کو عیسائی حکمرانوں کے مقابلہ میں فتح پر فتح دلوائی اور رچرڈ شیر دل جیسے لڑاکو شاہ کو آخر اپنی بھتیجی درجینا مصلح الدین کے حوالہ کرتے بن پڑی تاریخی واقعات کا یہ عجیب وغریب اُتار چڑھاؤ موجودہ اور آئندہ اسلامی نسلوں کے لئے بہت کچھ سبق اپنے ساتھ رکھتا ہے بشرطیکہ ان واقعات کو معمولی نظروں سے نہ دیکھا جائے۔

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور کبھی ایک حالت نہ کسی قوم کی رہتی ہے نہ کسی ملک کی مگر مسلمانوں کی بدقسمتی نے اس معمولی تغیر کو اپنے لئے خاص کر لیا اور اُس کے دائرہ میں آ کے وہ بہت جلد جلد اپنی حالت بدلنے لگے اور ان میں ذاتی اغراض اور خودغرضی کوٹ کوٹ کے بھر گئی، اور پھر سوائے بربادی اور تنزل کے کچھ بنائے بن نہ پڑی۔ جب بنی امیہ کا خاندان اسپین میں تباہ ہو رہا تھا اور فرڈی نینڈ مسلمانوں کو پسپا کرتا ہوا اندلس کو ہڑپ کرتا چلا جاتا تھا اور قرطبہ کے سنہری قبے اور طلائی محلات کی طرف اس کی ظفر موج فوج صلیبی نشان لئے ہوئے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور عنقریب اسلامی ہلال کا پھریرا فرڈی نینڈ کے قبضہ میں آنے کو تھا، اس وقت عبداللہ نے جو اپنے باپ سے لڑ لڑ کے کمزور ہو گیا تھا، بنی فاطمہ کو مصر میں لکھا کہ میری کچھ مدد کرو لیکن وہاں سے سوائے خاموشی یا انکار کے اور کچھ جواب نہ تھا، پھر اُس نے عثمانیہ گورنمنٹ کو لکھا وہاں سے بھی وہی جواب ملا جو بنی فاطمہ نے دیا تھا۔ اب یہاں سے مسلمانوں کی قومی بہبودی اور مذہبی حمایت کی صاف حالت معلوم ہوتی ہے کیا تو وہ گرما گرمی تھی یا یہ سرد بازاری ہو گئی، مسلمان سلطنتیں ایک اسلامی سلطنت کو عیسائیوں کے جابرانہ ہاتھوں سے برباد ہوتا ہوا دیکھتی ہیں اور ان سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

آخر فرڈی نینڈ نے قرطبہ کو فتح کر لیا یا بہ تبدیل الفاظ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صلیبی نشان نے ہلالی پھریرے کو جھکا دیا۔ اندلس چھنتے ہی جو پتا کہ مسلمانوں پر پڑی خدا کسی قوم پر نہ ڈالے، دس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہ لاکھ مسلمان ملکہ انابلہ کے ناقابل برداشت مظالم اور بے رحم سنگین دل درشت اور خونخوار جبر سے جلاوطن کئے گئے اور کئی لاکھ مسلمان جبراً عیسائی بنائے گئے، اور تین لاکھ مسلمان بغاوت کے جرم میں بکروں کی طرح حلال کر دیئے گئے، اُن کا خونبہا افسوس ہے کسی اسلامی سلطنت نے نہ لیا نہ کوئی اُن کی حمایت کے لئے کھڑا ہوا یا وہ دن تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے "مسلمان کے خون کی ایک بوند میں کسریٰ اور قیصر کی سلطنت سے قیمتی سمجھتا ہوں" ایرانی سرحدوں میں ایک مسلمان ایلچی کا مارا جانا کل مسلمانوں کے بھڑکانے کے لئے کافی تھا یا یہ زمانہ آگیا کہ لاکھوں مسلمانوں کی بے گناہ گردن پر سخت بے رحمی سے ملکہ انابلہ نے چھری پھروادی اور کوئی ان کی حمایت کے لئے کھڑا نہ ہوا۔

یہ تو سب کچھ ہوا اور تمام آفتیں جو انسان پر نازل ہوسکتی ہیں مسلمانوں پر نازل ہو گئیں، بایں ہمہ پھر بھی مسلمانوں میں جان باقی تھی اور ابھی بڑی بڑی سلطنتیں ایشیا اور یورپ میں ان کی موجود تھیں مگر جب زمانہ نے ان کی بربادی پر کمر باندھی تھی اس کو بچانے والا کون تھا یہ تو ضرور اُن کے اعمال کی وجہ سے ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ بغداد اس سے زیادہ بے رحمی سے ہلاکو خان بت پرست کے ہاتھ سے محض شیعہ سنیوں کے جھگڑے میں تباہ کر دیا گیا، اور خاندان عباسیہ پر وہ آفت برپا ہوئی کہ جو دیدنی تھی نہ شنید تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان بربادیوں اور خرابیوں کا باعث کیا تھا؛ اور کس نے مسلمانوں کو یوں تباہ و برباد کر دیا؟ اس سوال کے جواب دینے میں مسلمانوں نے بہت بہت کچھ موشگافیاں کی ہیں اور اس بے نظیر بربادی کے اسباب کا حتی الوسع خوب خوب پتہ لگایا ہے اور تحقیق و تفتیش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے آخر بڑی تلاش اور جستجو کے بعد اس قدر معلوم ہوا جیسا کہ تاریخ الدول میں علامہ امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے "علماء کے خلفشار اور باہمی جھگڑوں اور بدعتوں کے ایجاد نے اسلامی سلطنتوں میں وہ کام دیا کہ جیسے گھن لکڑی میں کام کرتا ہے۔ اگر ان ایسے علماء کے ہاتھوں سے جو بدعتوں کے بانی ہیں موجودہ سلطنتیں نہ بچائی گئیں تو کہیں ڈھونڈھے سے بھی نام و نشان کسی اسلامی سلطنت کا نہ ملے گا۔"

فاضل امام کی یہ رائے از حد قابل وقعت اور لائق تحسین ہے، اس میں شک نہیں جس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خدا و رسول کے خلاف رستہ اختیار کیا وہ کبھی منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے گا۔

یہ تغیر و تبدّل اور ترقی و تنزل ابھی ہندوستانی حدود کے باہر مسلمانوں میں ہو رہا تھا ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت زیادہ ترقی پر تھی لیکن افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ اُن کی ملکی ترقی کے آگے مذہبی بہبودی برابر کم ہوتی چلی جاتی تھی۔ اور اُس کی وجہِ خاص وہ عظیم الشان اتحاد تھا جو ہندو مسلمانوں میں قائم ہوتا جاتا تھا جب سے مسلمان ہندوستان میں آئے تھے آخر دم تک ان کے ہوس ناک طبائع فتوحات کی طرف مائل رہے، اس لئے نہ کوئی اسلامی کالج کی بنیاد پڑی اور نہ بغداد کی طرح دار العلوم بنائے گئے۔

پہلے ہی صورت خاندان عباسیہ کی بغداد میں تھی کہ ملکی فتوحات اور سول جنگوں کے آگے انہیں علمی ترقی کی مطلق خبر نہ رہی تھی مگر وہ اپنی غلطی پر بہت جلد آگاہ ہو گئے تھے، اور انہوں نے علمی دنیا میں وہ نمایاں ترقی کی تھی جو اب تک یورپ میں وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے افسوس ہے ہندوستان کی تعیش خیز آب و ہوا نے مسلمانوں کی اس حالت کو بدل دیا اور وہ ایسے عظیم الشان سلطنت کے یکایک ہاتھ لگ جانے سے کچھ ایسے سرغوش اور بے خود ہوئے کہ اپنی آئندہ نسل کی بہبودی کا خیال ان کے دلوں سے بالکل نسیاً منسیا ہو گیا۔

ہندوستان میں اکبر کی سلطنت ایک پُرامن اور پُر شوکت سلطنت کہلائی جا سکتی ہے مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ بنی فاطمہ اور بنی امیہ اور خاندان عباسیہ کے علوم کی لینڈ وری ہمالیہ پہاڑوں کو پھلانگ کے نہ آسکی، اور ہمیشہ مسلمانوں نے تلوار ہی پر اپنی قسمت کا فیصلہ دیکھا۔ بظاہر ہندوستان میں دنیاوی جاہ و جلال اور سلطانی جبروت کو شوکت ہوتی جاتی تھی، لیکن اسلامی علوم مٹتے جاتے تھے، اور اُن کی طرف توجہ کم ہوتی جاتی تھی۔ اکبر کے بعد اس کے بیٹے جہانگیر کی گورنمنٹ گو پُرامن گورنمنٹ تھی مگر نورجہاں کے ہاتھوں میں پڑ کر اس کی بنیادیں متزلزل ہوتی چلی تھیں، وہی شیعہ سُنی کا پُرانا مہیب جھگڑا پھر تازہ ہو چلا تھا لیکن جہانگیر کی قبل از وقت وفات نے اس کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد شاہ جہان کی گورنمنٹ نے گو وہی اکبری رنگ کو قائم رکھا پھر بھی ہندوستان کی نئی صورت بدل دی۔ اور فن عمارت کی ایک شان معلوم ہونے لگی، اس کی یادگار تاج بی بی کا مقبرہ اور جامع مسجد وغیرہ اب تک قائم ہے، ساتھ ہی اس کے یہ حسرت د

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ مذہبی علوم کی اتنی ترقی نہ ہوئی، یہ سلاطین برائے نام حنفی المذہب تھے، لیکن حضرت ابوحنیفہؒ کے فقہی اصول جن کا تعلق ملکی معاملات سے تھا، بہت کم فوجداری اور دیوانی معاملات میں دخیل تھے۔ یہ بادشاہ اپنی ملکی شوکت تلوار کے زور سے قائم رکھنا چاہتے تھے، انہیں کبھی یہ خیال نہ گزرا کہ علوم جدیدہ سے جو اندلس اور بغداد میں مسلمانوں نے ایجاد کئے تھے اپنی شوکت بڑھاتے۔ پھر عالمگیری دور دَورہ آیا یہ اور بھی زیادہ آئندہ نسلوں کے لئے خوفناک ثابت ہُوا، گو عالمگیر کی ملکی پالیسی بڑی زبردست اور پر رعب تھی مگر اس کی یہ خواہش کہ ہندی گورنمنٹ کو مذہبی گورنمنٹ بنادوں بر نہ آئی۔ گویا اس نے سنگلاخ چٹانوں پر بغیر ہل چلائے بیج ڈالا اور اس کے بار آور ہونے کی امید کی، چونکہ اس کا یہ کام خلافِ قانونِ قدرت تھا، اس لئے وہ کامیاب نہ ہوُا، اور اس کا زہریلا نتیجہ سلطنت مغلیہ کو ہڑپ کر گیا۔

عالمگیر بے شک علم دوست تھا، اس کا مذہب حنفی تھا اور جس سلطنت کی اس نے بنیاد ڈالی تھی اس کے قائم رکھنے کے لئے عالمگیر سے بھی زیادہ پر رعب، سنجیدہ، اولوالعزم، عاقل، مدبر سلطان کی ضرورت تھی مگر بدقسمتی سے اُس کے بیٹے بہادر شاہ میں عالمگیر کی عقل ورائے اور زبردست طبیعت کا ایک سواں حِصّہ بھی نہ تھا، بھلا وہ کیونکر اپنے باپ کی نئی سلطنت کو سنبھالتا دوسرا بڑا غضب یہ تھا کہ وہ شیعہ المذہب تھا، اور اس نے اپنی قلیل مُدت حکومت میں شیعہ گروہ کو سُنیوں پر سبقت دی، اس تدبیر نے اور بھی ایک تخلل عظیم اسلامی ہندی سلطنت میں برپا کر دیا، بنی بنائی عمارت کی بنیادیں چرچرا گئیں، اور عالمگیر کی اکیاون برس کی محنت اس کے بیٹے بہادر شاہ نے ملیامیٹ کر دی۔

حنفی مذہب جو فاتحان ہند اپنے ساتھ ہندوستان میں لائے تھے، بجائے اس کے کہ وہ فتوحات ملکی کے ساتھ ہندوستان میں ترقی کرتا الٹا کچھ ایسا بُت پرستی اور ہندوانی رسوم کے ساتھ خلط ملط ہوگیا کہ پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کا علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا۔

سلطانی حرم سراہیں، جہاں بہت کچھ اسلامی رسومات کی اشاعت کی اُمید کی جاتی تھی۔ زیب النساء کی جدت پسند طبیعت نے ہندوانی رسومات کے جگر سے نئی نئی باتیں تراش کے خواتین اسلام میں ان کو رواج دیا، کنا گت جو ہندوؤں کے ہاں مردوں کی فاتحہ کے لئے سالانہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلوہ پوری پکائی جاتی ہے، شب برات کے حلوہ پوری سے اس کا تبادلہ کر دیا۔ اسی طرح سے اور بیہودہ رسمیں شادی بیاہ کی جو ہندوؤں کے ہاں خاص تھیں وہ دوسرے ناموں سے مسلمانوں کے ہاں داخل ہوگئیں، ان کی اشاعت کی وجہ صرف خدا اور رسول کے احکام سے ناواقفیت تھی جو ہندو مسلمان ہوتے تھے ان کو تلقینِ دینی کرنے کے لئے نہ کوئی اسلامی کالج تھا نہ دار العلوم تھا وہ بیچارے مسلمان ہوتے ہی جو اپنے بھائی مسلمانوں کو دیکھتے تھے کرنے لگتے تھے اور شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ ہندوانی رسمیں اسلامی رسومات کہلانے لگیں اور بغیر کئے کسی مسلمان کو چارہ نہ تھا۔

شخصی تقلید کے دوسرے معنے لے کے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا یہ عمل بھی ایک برائے نام عمل تھا کاش حضرت ابو حنیفہ کے ہی اقوال پر عمل ہوتا تو اتنے مسلمان نہ بگڑتے۔

عالمگیر تک تو حنفی المذہب میں کچھ جان باقی تھی اور عالمگیر کو بھی اس طرف خیال تھا کہ کل دربار کا مذہب حنفی ہو جائے، لیکن اس کے جانشینوں کی تعیش خیز حالت نے اس خواہش کو بھی مسلمانوں کے دل سے نکال لیا اور اسلام ہندوانی مذہب کے ساتھ مل کر کچھ ایسا گھی کھچڑی ہو گیا کہ ذرا بھی شناخت قائم نہ رہی، کلام مجید کی آیتیں جو خاص ہدایت کے لئے ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے نازل ہوتی تھیں، جھاڑا پھونکی میں ان کا استعمال ہونے لگا اور جیسا برہمن گیتا کے درس پڑھ پڑھ کے کسی بیمار پر پھونکتے تھے، اسی طرح مسلمان بھی قرآن شریف کی آیتیں بڑبڑا کے بیماروں اور مستانوں پر پھونکنے لگے۔ بدعت کی صدہا شاخیں پھوٹ آئیں، اور ہر شخص طرح طرح کی بدعتوں کا موجد بن گیا۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ہندوستان میں اسلامی ارکان کو اول دن سے ضعف تھا، اور بے چارہ حنفی مذہب کبھی کا یہاں سے رفو چکر ہو گیا تھا۔ اس کا ثبوت ڈاکٹر برنیز کا سفرنامہ دے رہا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"میں نے عالمگیری دربار کو جیسا پر شوکت پایا اسی قدر اس کے امراء کو مذہب اسلام کی طرف سے ضعیف دیکھا کوئی امیر ایسا نہیں ہے جس کے ہاں دس دس بارہ نجومی ملازم نہ ہوں، جو کام وہ کرتا ہے جب تک نجومی نہیں بتا دیتا اسے اس کام کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے کی مبادرت نہیں ہوتی، میرے آقا کے ہاں جس کے ہاں میں ملازم ہوں ایک درجن جوتشی اور نجومی ملازم ہیں، بھلا جب عالمگیر جیسے پابند شرع کی سلطنت میں یہ بدعت پھیلی ہوئی تھی تو اس کے کمزور جانشینوں کے زمانہ کا کیا کہنا۔"

علماء کا گروہ سخت حقارت کی نظر سے دیکھا جانے لگا تھا، اور علوم دین کی انتہا شرح ملا پر رکھی گئی تھی۔ ساتھ ہی اس مذہبی تنزل کی بیہودہ تصانیف کا زور ہوا، اور وہی کتابیں درس میں داخل ہوگئیں، بڑے بڑے شرفاء اور عمائد جو بڑے ڈینگ کی لیتے تھے، اور کوئی اپنے کو نجدی کوئی بغدادی، کوئی مکی، کوئی مدنی بخاری بتاتا تھا، ان کی خواتین ستیلا ماتا کی پرستش کرتی تھیں۔ دسہرہ ان کے ہاں پوجا جاتا تھا، بت پرستی خوب دھڑاکے سے ہوتی تھی، عیدین میں بھی ہنود کی رسمیں ایسی ملا دی تھیں کہ عید عید نہ رہی تھی۔ مسجدوں کا ادب مطلق نہ رہا تھا، اور وہ شہنشاہ جو اپنے کو ظل اللہ اور نائب رسول اللہ کہنا بڑا فخر جانتے تھے، سالانہ نوروزی جشن میں ہاتھوں میں کنگنا بندھوانا اپنی شوکت کی بانگی جانتے تھے۔

کلام مجید کی وہ گت بنی تھی کہ العظمۃ للہ۔ اس کی روشن آیتیں بیہودہ اور خرافات مشاعروں میں شاعر بطور مضحکہ استعمال کرتے تھے، اور کوئی روکنے والا نہ تھا۔

اب ہم محمد شاہ رنگیلے کے زمانہ میں آتے ہیں جو انتہا درجہ کا ملکی اور مذہبی پہلو سے تاریک تر اور ناپاک تھا، شریعت محمدی پر مضحکہ خیز نکتہ چینیاں عین دربار میں ہوتی تھیں، اور مے نوشی کی لذتوں اور سرخوشانہ اور بیخودانہ حالتوں کے آگے احادیث نبوی پر قہقہے اڑائے جاتے تھے، چند بیچارے عامل حدیث اپنی جانیں چھپائے ہوئے کہیں کسی گوشہ میں پڑے ہوئے اور اپنی جانوں کے خوف سے ذرا بھی اُگس نہ سکتے تھے۔ وہ ڈوم دہاری جو محمد شاہ کے ارکان دولت تھے، روز مذہبی نقلیں کرتے تھے، اور ان نقلوں میں خدا اور اس کے پاک نبی کی توہین کی جاتی تھی۔ جھوٹے جھوٹے فتوے لکھے جاتے تھے اور انہیں قلعہ کی چاردیواری میں مشتہر کیا جاتا تھا، گویا یہ سلسلہ تھا خدا اور نبی پر جھوٹے طوفان اٹھانے کا۔ شریعت غرا میں جن امور کو سختی سے منع کیا ہے وہ بہت شوق اور دھوم دھام سے کئے جاتے تھے، اور ان کا کوئی روکنے والا نہ تھا، درباریوں کی ہمہ دانی کی ایک یہی مثال کافی ہے کہ جب نادر شاہ کا ایلچی آیا اور اس نے نادر کا رقعہ دیا تو تین برس تک اس میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھگڑا ہوتا رہا کہ نادر کو القاب کیا لکھا جائے۔ ایسے ایسے ہمہ دان لوگ دربار کے زیور بنے ہوئے تھے۔ یہ اسلامی سلطنت تھی اور یہ اُس کا مذہب تھا۔

ڈومبوں کے عروج نے تصوف کو رونق دی، اور صوفیوں نے وہ ہاتھ پیر پھیلائے کہ رہا سہا اسلام کا نام اور بھی مٹ گیا، مذہب تصوف گو عیسی فرقہ رومن کیتھلک سے نکلا ہے، پھر بھی یہ مذہب ہر طرح سے قابل وقعت ہے، اس کا پہلا اصول انکساری ہے جو اسلام میں بڑا رکن مانی گئی ہے، گو شریعت محمدؐی کی پوری تقلید کرنے میں مذہب تصوف ہمیشہ قاصر رہا، پھر بھی اس مذہب نے جو پہلو اسلام کا اختیار کیا ہے، اس سے کوئی دھبہ اسلام کے دامن پر نہیں لگتا۔ مگر یہاں جلیل القدر صوفیوں کا ذکر ہے۔ جن کے پاک نفوس سے اسلامیوں کو بہت کچھ فائدہ پہنچا، اور انہوں نے اپنی وہ اعلےٰ اعلیٰ تصانیف چھوڑی ہیں جو اب تک موجودہ نسلوں کو فائدہ پہنچا رہی ہیں، مگر ہندوستان میں محمد شاہ کے وقت میں جس تصوف نے رنگ جمایا تھا وہ اسلامی توہین کا اپنے میں بہت بڑا مادہ رکھتا تھا۔ امرد پرستی اور ناپاک عشق کا صوفیوں کی مجلسوں میں عروج ہوا، اور اس قبیح زبوں تر رسم امرد پرستی نے یہاں تک زور کیا کہ علماء کو لغات کی کتاب میں لفظ علت مشائخ بڑھانا پڑا۔ مسلمانوں کے لئے یہ ایک نہایت شرم اور ذلت کی بات ہے کہ ان کے لغات کی کتابوں میں ایسا لفظ جس کا مفہوم یہ ناپاک اور غلیظ ہو کہ جس کو زبان پر لاتے ہوئے سخت شرم آتی ہے، اور بے غیرت سے بے غیرت آدمی عرق عرق ہو جاتا ہے، موجود ہو۔ محمد شاہ کے زمانہ میں اس جھوٹے تصوف اور قابل تنفر صوفیوں کو جس قدر عروج ہوا وہ تاریخ میں ایک نامور زمانہ ہوا ہے، اکثر عظیم الشان جلسوں میں اللہ ہو کی صدائیں اور جھوٹے صوفیوں کے چٹخاروں کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی سنائی دیتی تھیں اور ان میں وہ وہ خرافات باتیں ہوتی تھیں کہ جو قابل بیان نہیں نہ قانون انگلشیہ اجازت دیتا ہے کہ ان کی پوست کندہ حالت لکھی جائے نہ ہماری محمدی تہذیب حکم دیتی ہے کہ ہم ان غلیظ حالات کا ایک فقرہ بھی معرض تحریر میں لا سکیں۔

ان مکتبوں میں جو برائے نام شاہجہان آباد (دہلی) میں قائم تھے، سوائے کاٹیتوں کی بے معنے تصانیف کے اور کچھ نہ پڑھایا جاتا تھا نہ علم حدیث تھا نہ تفسیر نہ فقہ کچھ بھی نہیں۔ دیوان حافظ کی تلاوت (مطالعہ) قرآن مجید کی طرح صوفیوں کی مجلسوں میں کی جاتی تھی، اور اسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ادب سے پڑھا جاتا تھا گویا یہی الہامی کتاب ہے، وہ تہذیب اور شائستگی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سکھائی تھی، اس پر قہقہہ اڑایا جاتا تھا، نیچی ڈاڑھی محمد شاہی دربار میں بازی گاہ طفلاں بن رہی تھی۔ نہ حیا تھی نہ شرم۔ اگر تھی تو میخواری اور عیاشی، کوئی امیر ایسا نہ تھا کہ جس کے گھر میں شراب کی کشید نہ ہوتی ہو، اور صوفیوں کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی کہ جہاں خم کے خم شراب کے نہ لنڈھتے ہوں۔ شراب ان کی گھٹی میں پڑ گئی تھی، اور زناکاری گویا ان کا روزمرہ ہو گیا تھا۔

عرب کی وہ کیفیت جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ طفلی میں تھی، اس عہد محمد شاہی سے بہت مشابہ تھی، بڑے بڑے شریف زادے اور مغل بچے اپنا نشیمن تکیوں میں رکھتے تھے، اور رات دن بھنگ اور چرس اور گانجہ میں مبتلا رہنا یہ ان کی قیمتی زندگی کا جزو اعظم تھا۔

نہ کسی کو محمدی مذہب کی خبر تھی، نہ کوئی حنفی مذہب کو جانتا تھا نہ کوئی امام مالک کا سچا پیرو تھا، اور نہ امام شافعی کے اصول فقہ کا کسی کو علم تھا، اور نہ امام حنبل کی کوئی تقلید کرتا تھا ایک عجب اندھیر مچا ہوا تھا۔ بدعت اور وہ بھی زبوں تر بدعت کا گھر گھر رواج تھا، شاہ سے لے کے فقیر تک اور شریف سے لے کے رذیل تک سب ایک ہی مہلک مرض میں گرفتار تھے۔

اسلام کے چند ارکان باقی رہ گئے تھے مثلاً روزہ، نماز اور نکاح مگر ان روشن ارکان میں بھی بدعت نے ایسی رنگ آمیزی کی تھی کہ فرائض سخت بدعت کی صورت میں جلوہ دینے لگے تھے مثلاً روزہ، شراب اور بھنگ کے پیالہ سے کھولا جاتا تھا، اور نماز حالتِ مخموری میں پڑھنا بُرا کام نہ خیال کیا جاتا تھا، رہا نکاح اس کی تو سب سے بُری کیفیت تھی، جتنی رسمیں کہ اہل ہنود کے ہاں جاری تھیں وہ سب نکاح میں برتی جاتی تھیں۔ پھیرے ہونا پنڈت کا آکے اشلوک پڑھنا وغیرہ جن رسموں کا کچھ کچھ نشان اب مسلمانوں کی شادی بیاہوں میں پایا جاتا ہے، جوں جوں اسلامی ہندی سلطنت کو ضعف ہوتا گیا، بدعتوں کا جاہ و جلال بڑھتا گیا، اور وہ وہ ناقابل بیان عادتیں مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا بن گئیں کہ جن کی پہلے کبھی اُمید نہ کی جاتی تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی جدت پسند طبائع اُن رسومات میں جو انہوں نے ہندوؤں سے لی تھیں، روزمرہ نئی نئی تراش خراش پیدا کرتی تھیں، اور ان کو کفر و الحاد کی ایسی خوشنما رنگ آمیزی میں رنگتی تھیں کہ ہر برنا وپیران پر شیدا و والہ دکھائی دیتا تھا۔

محمد شاہی دربار میں تین سو برہنہ کسبیاں ہر وقت ناچا کرتی تھیں، اور جب وہ تھک جاتی تھیں تو اور تین سو ان کی جگہ لے لیتی تھیں۔ شراب کا دور ہر وقت جاری رہتا تھا۔ اور قلعہ میں بیگموں کے چال چلن کی جو کچھ کیفیت تھی، وہ پیرس کے تماشہ گاہ سے بہت کچھ مناسبت رکھتی ہے۔ بیگمیں کون تھیں؟ اکثر ڈومنیاں، بازاری کسبیاں، راجپوتنیاں، میواتنیاں تھیں، جن پر کسی زمانہ میں محمد شاہ نے فریفتگی ظاہر کی تھی، اور وہ بیگم بن کے قلعہ کی چار دیواری میں مقید ہو گئیں تھیں، قلعہ میں عموماً نصف برہنہ عورتوں کا پہرہ رہا کرتا تھا، یعنے ناف سے اوپر تک تو وہ زرق برق پوشاک میں آراستہ ہوتی تھیں، پانچوں ہتھیار زیب تن رہتے، اور ناف سے نیچے تک کا جسم بالکل برہنہ ہوتا تھا۔ گو یہ بات بظاہر سخت تعجب اور حیرت کی معلوم ہوگی، لیکن وہاں یہ ارذل حالت انسانی ایک معمولی حالت تھی اور کوئی عیب بھی نہ سمجھتا تھا۔

شرع محمدی میں تو شاید (جیسا کہ مشہور ہے) چار نکاحوں کا حکم ہے لیکن وہاں کوئی امیر ایسا نہ تھا کہ جس کا گھر سو سو پچاس پچاس بیویوں سے نہ بھرا ہوا ہو۔ ان پر وہ شدید شدید مظالم توڑے جاتے تھے کہ جن کے سننے سے کلیجہ شق ہوتا ہے۔ ایک بے گناہ خاتون کے لئے اپنے خاوند کی ذرا سی خفگی سبب موت ہو جاتی تھی، برائے نام فوجداری اور دیوانی عدالتیں قائم تھیں اور یہ بھی مشہور تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عمل ہوتا ہے مگر یہ سارا دھوکا ہی دھوکا تھا، عالمگیر کے زمانہ میں تو ایک آدھ جگہ فقہ حنفی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، لیکن اب تو حنفی مذہب کا نام عنقا صفت ہو گیا تھا۔ یہ دستور تھا کہ جب تک برہمن حکم نہ کرے قاضی کسی مقدمہ کے فیصلہ کرنے کی مبادرت نہ کرتا تھا، آخر اُن بیہودہ اعمال کی سزا اہل دہلی اور محمد شاہی دربار کو خدا کی طرف سے دی گئی کہ نادر شاہ آدھمکے اور عین بقر عید کے دن وہ سخت قتل عام ہوا جس کے حالات کے خونی حروف اب تک زمانہ کی پیشانی پر لکھے ہوئے ہیں۔

خدا کی طرف سے گویا مسلمانوں کو یہ ایک تازیانہ تھا کہ اب بھی وہ اپنی حالت کو سنبھالیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ قوم کچھ ایسی اپنی بدنصیبی کے نشہ میں مخمور تھی کہ ایسے سخت تازیانہ سے بھی نہ چونکی پر نہ چونکی ۔

اب ہم دو تین محمد شاہ کے جانشینوں کا حال قلم بند کرتے ہیں، اور دہلی کی تاریخی تباہی کا بیان کر کے اپنے ناظرین کا وقت نہ لیں گے، صرف اس زمانہ کا حال بیان کرتے ہیں کہ جب بادشاہ دہلی سرکار انگلشیہ کے پنشن خوار بن کے قلعہ میں رہتے تھے اور جلیل القدر علماء کا ایک خاندان اپنی تابانی دکھا رہا تھا ۔

یہ زمانہ اکبر شاہ کا ہے، جب ہمارے شہیدِ دینِ محمدی کا ظہور ہوا تھا ۔ اس زمانہ کی کیفیت بھی قابل بیان ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ ایسے وقت میں شیر اسلام (شاہ اسمٰعیل صاحب) کا ہونا کس قدر ضروری اور لابدی تھا ۔ اکبر شاہ گو پنشن خوار سرکار انگریزی کے تھے، لیکن ان سے برتاؤ بہت اچھا ہوتا تھا اور ان کی درباری عزت وہی قائم تھی کہ جیسے کسی خود مختار رئیس کی قائم ہوتی ہے، مرہٹوں نے بے چارے شاہ عالم سے جو کچھ ذلیل برتاؤ کیا تھا اس کو انگریز سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور بادشاہ کی عزت قائم رکھنی اپنا اصولِ سلطنت مانتے تھے، اس زمانہ میں مسلمان گویا بالکل تباہ و برباد ہو چکے تھے، اور اب ان کی سلطنت بھی باقی نہ رہی تھی بجائے اس کے کہ وہ اپنی زبوں حالت سے کچھ عبرت پکڑتے، اُلٹا وہ اور بھی بدتر حالت میں اپنی زندگی گزارنے لگے اور جو کیفیت کہ مسلمانوں کی محمد شاہ کے وقت میں تھی اس سے زبوں تر اب ہو گئی ۔

علماء کا خاندان گو بہت کچھ اصلاح کر سکتا تھا، لیکن وہ کچھ ایسا دبا ہوا تھا کہ سوائے معمولی فتویٰ دینے کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا، شاہزادوں کی عجیب و غریب کیفیت تھی، انہوں نے جامع مسجد کو جو ایک پاک اور برتر مقام مسلمانوں کا گنا جاتا ہے، اپنا دیوان خانہ اور عیش و عشرت کی جگہ بنا رکھا تھا ۔ ہر سال نوروز میں رنگ برنگ کے انڈے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر لڑائے جاتے تھے اور اُن پر جُوا کھیلا جاتا تھا ۔ جامع مسجد کے اندر حوض کے گرداگرد خوانچہ والوں کی کثرت اور خریداروں کی جماعت عجیب کیفیت پیدا کرتی تھی ۔ شہزادے، امیرزادے عوام الناس دونے لے لے کے اُڑاتے تھے، اور پھر دونے وہیں پھینک دیا کرتے تھے، صبح کو روزمرہ دونوں کا ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھیر ملتا تھا۔ کوئی عالم یا فاضل یا قاضی یا مفتی یہ کہنے والا نہ تھا کہ جامع مسجد کی کیسی توہین کی جاتی ہے۔ اور خدا کے گھر کی کیسی بے ادبی ہے کہ یہاں سودے والے سودے بیچتے ہیں اور کوئی منع نہیں کرتا۔

قلعہ میں قرآن مجید کی آیتوں کے نئے نئے حقارت انگیز نام رکھ لئے تھے، اور ان ہی ناموں سے وہ آیتیں پکاری جاتی تھیں، مثلاً سورہ یٰسین کا نام نناوی[1] سورۃ رکھا تھا، اسی طرح ہر سورۃ کا نام یوں ہی قرار دے لیا گیا تھا، قرآن شریف کی تلاوت یا نماز پڑھنا قلعہ میں توخصوصاً عیب ہی گنا جاتا تھا، ہر شہزادے کے ہاں دو دو تین تین ڈوم سارنگی اور ستار یا طبلہ بجانے کی تعلیم کے لئے ملازم تھے، اور وہ اُستاد اُستاد کے نام سے ہر انجمن میں پکارے جاتے تھے یہ وہ زمانہ تھا جس میں حرام و حلال کی ذرا بھی شناخت نہ رہی تھی، اور ہر فرد بشر خواہ کسی درجہ اور طبقہ کا ہو رندی اپنا مذہب جانتا تھا۔

غرض کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں اسلام کی ذرا بھی بو آتی ہو، ہاں عیدین کو شاہی سواری کی دھوم دھام کسی قدر اسلامی گزشتہ شوکت کو یاد دلاتی تھی۔ ملانوں نے جہلاء پر غضب کی ہاتھ چھانٹی کر رکھی تھی نئی نئی قسم کی بدعتوں میں انہیں پھنسا کے اپنا اُتو سیدھا کرتے تھے، شب برات کے حلوے اور عید کی سویاں تو ایک معمولی بات تھی، لیکن بیوی کی صحنک، شیخ سدو کا بکرا، سید احمد کبیر کی گائے، بڑے پیر کی گیارھویں، مردوں کی ناواجب فاتحہ، پھول، دسواں، چہلم وغیرہ وغیرہ وہ قابل تنفر رسمیں تھیں جنھوں نے ملانوں کے صدقہ میں ان پڑھ مسلمانوں میں گھر کر رکھا تھا۔ ہر مہینہ بڑے پیر کی گیارھویں بڑے شد و مد سے کی جاتی تھی، اور اسے دین اسلام کا ایک رکن عظیم جان کے انجام دیا جاتا تھا، یہ مجلسیں جو مذہبی مجلسیں کہلاتی تھیں، ان میں غرباء کا کوئی استحقاق نہ تھا، اُن کو دھکے دیئے جاتے تھے، اور وہاں ان کا قدم تک آنا سخت

---

[1] نناوی عورتوں کی بولی میں یٰسین کو کہتے ہیں چونکہ یہ ایک رسم پڑ گئی ہے کہ ایسے شخص کے سرہانے بیٹھ کے جو جان کندنی کی حالت میں ہوا اور اس کا دم نہ نکلتا ہو سورۃ یٰسین پڑھا کرتے ہیں اور یہ مشہور ہے کہ یٰسین کی سورۃ ختم ہوتے ہی مریض مر جاتا ہے۔ اس لحاظ سے قلعہ میں سورہ یٰسین نناوی کی سورۃ مشہور تھی، اس کا نام لینا سخت زبون منحوس اور بدشگون سمجھا جاتا تھا۔ بھلا جہاں الہامی سورتوں کی یوں توہین کی جائے وہ بلد کیوں نہ غارت ہو گی ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منحوس خیال کیا جاتا تھا۔ جاہل امرا گیارہویں کرتے تھے، اور اس پہلو میں اپنے عیاش دوستوں کی دعوت کرنا مقصود ہوتا تھا۔ گیارہویں بظاہر ایک بزرگ اسلام کی یادگار کا ایک جلسہ ہے اگر اسے مذہب اسلام کا جامہ نہ پہنایا جاتا اور دنیاوی صورت میں بطور ایک یادگار کے سالانہ جلسہ کیا جاتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا، لیکن کٹ ملاؤں نے غضب یہ کیا کہ بڑے پیر کی گیارہویں کو فرمودۂ خدا ورسول ٹھہرا دیا، اور جاہلوں کو اس طرح ورغلایا کہ وہ گیارہویں کو عین اسلام سمجھنے لگے تھے۔

قرآن عموماً رمضان میں یا یوں ہی معمولی طور پر مسلمان پڑھتے تھے، لیکن بیچارے معنے نہ جاننے کی وجہ سے خدا کے احکام سے محض نابلد تھے، کٹ ملاؤں نے یہ سمجھا دیا تھا کہ قرآن شریف کے معنے پڑھنے گناہ مول لینا ہے، چنانچہ اس کی شہادت وہ بُرا برتاؤ دیتا ہے جو شاہ ولی اللہ صاحب کے ساتھ فتحپوری میں ملاؤں نے کیا تھا۔ جب شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور اس کی اشاعت ہوئی تو ایک تہلکہ عظیم کٹ ملاؤں کے گروہ میں برپا ہوگیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈہا دی گئی، اب جہلا کبھی قبضہ میں نہ آئیں گے اور وُہ ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہو جائیں گے، اس خیال نے اُن کے دل میں ایک آگ بھڑکا دی اور وہ علاوہ کفر کے فتوے دینے کے شاہ ولی اللہ صاحب کے جانی دشمن ہو گئے، اور اب ان میں مشورے ہونے لگے کہ شاہ صاحب کو کیونکر قتل کیا جائے۔ ان کٹ ملاؤں نے جن کا بہت کچھ اثر شہر کے بد وضع لوگوں، اکھاڑوں، پٹے بازوں پر پھیلا ہوا تھا، چند بدمعاش جمع کئے، اور اب وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تاک میں رہنے لگے۔ ہمارا فاضل ان کے اس غیر خوش آئندہ مشورہ سے بالکل ناواقف تھا، اس محبِ رسولؐ کا خیال مسلمانوں کی اصلاح کی طرف مائل تھا اس لئے اسے چنداں ملاؤں کی سازش کی نہ پرواہ تھی نہ یہ خیال تھا کہ یہ کسی نہ کسی وقت باعث مضرت ہوں گے، چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ عصر کی نماز فتحپوری میں پڑھ رہے تھے، اور آپ گویا محمدیوں کی جماعت کے امام تھے، ابھی آپ نے سلام پھیرا ہی تھا کہ دروازوں پر غل وشور کی آوازیں کانوں میں آنے لگیں اور لوگ کچھ غیر معمولی طور پر غپر شپر کرتے ہوئے معلوم ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب کو کھٹکا ضرور تھا کہ شہر کے کٹ ملانے کبھی نہ کبھی کچھ آفت برپا کرینگے۔ اور اب آپ نے اس کا ظہور ہوتا ہوا دیکھا، آناً فاناً میں یہ خبر ان کے ساتھیوں کو جو آپ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس بیٹھے تھے پہنچ گئی، اور اب وہ سٹ پٹائے، کیونکہ ان کی تعداد بہ نسبت مفسدوں کے بہت کم تھی وہ پانچ چھ سے زیادہ نہ تھے اور مفسدوں کی تعداد سو سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ یہ مفسد گو پورے عزم سے آئے تھے لیکن ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مسجد میں گھس کے شاہ صاحب کو شہید کر سکتے۔ جب شاہ صاحب کو بہ تحقیق معلوم ہوگیا کہ یہ میرے قتل کے لئے نرغہ کر آئے ہیں، انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تم جان بچا کے چلے جاؤ اور مجھے ان منافقوں کے ہاتھوں شہید ہونے دو، لیکن ان کی حمیت اسلامی نے یہ گوارا نہ کیا اور وہ تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ کے کہنے لگے کہ جب تک بدن میں جان باقی ہے آپ پر آنچ نہ آنے دیں گے، نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب جن کے ہاتھ میں صرف ایک پتلی سی لکڑی تھی اللہ اکبر کہہ کے اُٹھے اور کھاری باولی والے دروازہ کی طرف چلے۔ دونوں دروازوں سے سمٹ کے منافقوں نے اس دروازہ پر روک لیا اور بآواز بلند کہا دیکھو ولی اللہ نکل نہ جائے۔ شاہ صاحب نے یہ آواز سن کے نہایت دلیری اور متانت سے یہ سوال کیا کہ میں نے تمہارا کیا گناہ کیا ہے جس سے تم میری جان کے دشمن ہو گئے ہو اور میرے قتل پر آمادہ معلوم ہوتے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ تو نے قرآن کا ترجمہ کر کے بالکل عوام الناس کی نگاہوں میں ہماری وقعت کو کھو دیا۔ دن بدن ہماری روزی میں خلل پڑتا جاتا ہے اور ہمارے معتقد کم ہوئے جاتے ہیں، یہ بہت بڑا سدمر تو نے نہ صرف ہمیں پہنچایا بلکہ ہماری آئندہ نسلوں کو پہنچایا ہماری اولاد کی آئندہ زمانہ میں اتنی بھی وقعت نہ رہے گی جتنی اب ہماری ہے۔ اس پر شاہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ خدا کی نعمت تم خاص کرنا چاہتے تھے میں نے عام کر دی، کچھ دیر تک یہ رد و بدل ہوتی رہی، آخر شاہ صاحب نے مع ساتھیوں کے جو آپ کو حلقہ کئے ہوئے تھے دروازہ کی طرف قدم بڑھایا، کٹ ملانے سینہ تان تان کے آ آ کے کھڑے ہوئے کہ ہم نہ جانے دیں گے، اس پر شاہ صاحب کے ایک ساتھی نے تلوار کا وار کرنا چاہا بدمعاش جو سب ہتھیاروں سے آراستہ تھے محمدیوں کو آمادہ دیکھ کے جھجکے، اور اب ان کے ہوش پران ہوئے وہ بدمعاش اکھاڑے کے پہلوان خانہ جنگیوں میں زیادہ غلو رکھتے تھے، بھلا وہ ایسی قلیل جماعت کی برہنہ تلواروں کے آگے کیوں کر قائم رہ سکتے تھے جو سچے دل سے اسلام پر جان دینے کو تیار تھے، اس وقت شاہ صاحب کو بھی جلال آگیا تھا۔ اور ابراہیمی مصفا خون آپ کی رگوں میں زور زور سے حرکت کرنے لگا تھا، آپ نے اپنے غیر معمولی جوش کی حالت میں اللہ اکبر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ایک نعرہ مارا، اور اس جماعت کو چیرتے پھاڑتے نکلے چلے گئے، کل بدمعاش اور منافق کٹ ملاّ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ کوئی حملہ شاہ صاحب پر کرتا، حقیقت میں یہ بہت صحیح ہے سعہ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است ، جب شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہ سُنا تو انہیں بہت رنج ہوا۔ رنج کے سوا بیچارے کر ہی کیا سکتے تھے، قلعہ میں ان کی اتنی وقعت نہ تھی جتنی کہ ان کے علم وفضل کی ہونی چاہیئے جو اثر شاہ ولی اللہ صاحب کا مدینہ مکہ اور نجد پر تھا افسوس ہے کہ وہ دہلی میں نہ تھا، ہاں کسی ڈوم اور کسبی کی سفارش بہت جلد چل جاتی تھی، اور بے چارے شاہ صاحب کی کوئی نہ سُنتا تھا۔

اُسی شب تمام کنبہ کے ممبر جمع ہوئے، اور انہوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ یہ صاف معلوم ہوگیا تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کٹ ملاّ نے جانی دشمن ہوگئے ہیں اور انہیں شیعہ سرداروں نے بھی اُکسایا ہے کہ وہ شاہ صاحب کو یا تو شہید کر ڈالیں یا شہر دہلی سے نکال دیں، قصہ مختصر یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے سفر عرب اختیار کیا اور منافقان اسلام کو دانت پیستا ہُوا اور ہاتھ سے ہاتھ ملتے ہوئے چھوڑا، جب شیر اسلام (شاہ اسمٰعیل) کا ظہور ہوا ہے، دربار دہلی اور اہل دہلی کی یہ کیفیت تھی، ارکان اسلام بدعتیوں کے پیروں کے نیچے پامال کئے جا رہے تھے اور نئی نئی بدعتیں روز روز ایجاد ہوتی تھیں، لیکن کوئی منع کرنے والا نہ تھا۔ اس زمانہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے علوم کا مہر جہاں تاب اپنی خوب تابانی دکھا رہا تھا، لیکن اس کی تابانی نہ اہل قلعہ پر پڑتی تھی اور نہ عمائد شہر پر، اکثر پردیسی اور چند غریب شہری آپ کے معتقدین میں سے تھے، شاہ عبدالعزیز صاحب کے علم و فضل کا سکہ گو دہلی کے ہر فرد بشر پر بیٹھا ہوا تھا، لیکن اس کا یہ اثر نہ تھا کہ جو بدختیں ملاّؤں کے کہنے سے عوام الناس اور عمائدین شہر کرتے تھے، ان میں کچھ کمی آتی۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنے والد بزرگوار کی مخالفت کا خوفناک نظارہ ملاحظہ کر لیا تھا، اس لئے آپ احتیاطاً وہی باتیں اپنے وعظ اور تلقین میں بیان فرمایا کرتے تھے، جن پر اکثر الناس کا اتفاق ہو، اور کوئی اُس سے کسی حالت میں مخالفت نہ کر سکے۔

ایسے بدعت خیز و شرک انگیز زمانہ میں ضرور ایک ایسے نفس کی ضرورت تھی جو سچّے اسلام کا نور چمکائے، اور ارکانِ اسلام کی خوب دھوم دھام سے اشاعت ہو وہ باتیں جن سے سراسر اسلام اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہادیٔ اسلام کی توہین ہوتی ہے مٹا دی جائیں، بدعت اور سنت کو علیحدہ کر لیا جائے، اور اس بُت پرستی کی بیخ و بنیاد اکھیڑ کر پھینک دی جائے، جس میں دہلی کا خصوصاً اور ہندوستان کا عموماً بچہ بچہ بتلا تھا۔

ناقابلِ برداشت بدعتوں اور شرمناک شرکوں کی حد ہو چکی تھی، اور کہیں برائے نام دیکھنے سے بھی اسلام کا پتہ نہ رہا تھا، اکبر شاہ گور پرست اور پیر پرست تھا، اور وہ ایسے لوگوں کو پیر بناتا تھا اور انہیں ولی اللہ جانتا تھا کہ جن کے ہاتھوں مہندی لگی ہوئی ہو، جن کی زلفیں لمبی لمبی اور عطر میں ڈوبی ہوئی ہوں، جو پور پور چھلّے پہنتے ہوں جن کے کپڑے نفیس گیروا رنگے ہوئے ہوں، اور جو طبلہ کی چوٹ اور قوال کی ہائے ہائے پر لطافت سے گتیں بھرنا جانتے ہوں، جن کے ماتھے قبروں پر ٹکتے ہوں، ایسے نفوس کی تعظیم قلعہ میں بہت دھوم دھام سے کی جاتی تھی، بادشاہ مع بیگموں کے ان کے پاس خود آیا کرتے تھے، بیگمیں ان پر اور ان کی اولاد پر حلال تھیں، اور وہ ایک نگہ کی محتاج رہا کرتی تھیں یہ زبوں حالت تھی اہل قلعہ کی، بھلا پھر حامیٔ دین علمائے کبار کی اُن لوگوں کے آگے کیا خاک عزت ہوگی۔ جب مولانا فخر الدین صاحب۔ جن کی ہیئت بالکل وہی ہوتی تھی جو اوپر بیان ہوئی نماز پڑھنے آتے تھے تو لوگوں کا اس قدر مجمع ہوتا تھا کہ تل رکھنے کو بھی جامع مسجد میں جگہ نہ ملتی تھی، بڑے بڑے رئیس یہ آرزو کرنے سے رہی طرح مولانا صاحب کے جامہ کا دامن ہی مس کر لیں اور اُن کے مقابلہ میں جب شاہ عبد العزیز صاحب جامع مسجد تشریف لے جاتے تھے تو سوائے چند محمدیوں کے اور کوئی اُن کے ساتھ نہ ہوتا تھا۔

اس کی بالکل وہی مثال ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے جب ہجرت کی ہے تو صرف حضرت صدیق اکبرؓ ساتھ تھے مگر اس کے مقابلہ میں ابو سفیان کا بہت بڑا گروہ تھا۔ عوام الناس ایسے مجمعوں کو خدا کی طرف سے مقبولیت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے وہ نری شیطانی باتیں ہیں اور انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام کے اصول سے کوئی تعلق نہیں دامن چومنا یا دامن پر بوسہ دینا یہ رومن کیتھلک کے عیسائیوں کا شعار ہے جو ان کے ہاں دو ہزار برس سے اب تک جاری ہے اسلام ان باتوں سے کوسوں دور ہے نہ کبھی آنحضرتؐ نے اپنے دامن چھوائے نہ آپ کے چار خلفا نے ایسی زشتی اور زبونی میں پھر غیرت حق کو حرکت ہوئی، اور ایسی حالت میں کہ جب علم دین بالکل مٹ چکا تھا، اور ہندوستان میں اسلام کا خاتمہ ہو چکا تھا، شیر اسلام (شاہ اسمعیلؒ) کا ظہور ہوا، اور اس نے اپنے قوت بازو اور تائید ایزدی سے شرک و بدعت کی تمام ظلمت کو مٹا کے حق کا نور چمکا دیا اور بدعت سنت میں فرق کر کے دکھا دیا یہ ایک زبردست خدا کی امانت تھی کہ سوائے شیر اسلام کے اور کوئی نہ اٹھا سکتا تھا، اسی بہادر نے اٹھائی اور اس میں کامیاب ہوا، فقط۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

نام لقب، خطاب، ولادت، تعلیم

اسمٰعیل نام، شاہ صاحب لقب، شہید خطاب، قاطع بدعت کنیت، شاہ صاحب کی تاریخ ولادت میں کسی قدر اختلاف ہے، مختلف روایتوں کو دیکھ کر ۱۲ ماہ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ ہجری صحیح معلوم ہوتی ہے۔ فطرت کو پہلے ہی سے منظور تھا کہ آپ کی پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہو جو اپنے علم وفضل کے لحاظ سے ہندوستان میں لاثانی ہو اور اس خاندان کا ہر ممبر آسمانِ علم کا مہر جہاں تاب ہو یہ خاندان جس کی نسبت میں چند جملے تحریر کرنا چاہتا ہوں اپنی خاص نوعیت اور ذاتی صفات اور عام نفع رسانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ مہذب ممالک میں جہاں تہذیب وشائستگی نے قول ہار دیا ہے ایسے خاندان بہت کم دکھائی دیتے ہیں کہ جس کے ہاں کئی پشت سے علم وفضل کی ایک حالت رہی ہو، اور صدی ڈیڑھ صدی تک جب تک کہ اس خاندان کا خاتمہ ہو جائے ہر ممبر اپنی لیاقت اور ضمیری جوہروں میں لاثانی اور عدیم المثال ہو۔

فطرت نے یہ عظیم الشان شرف شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کے خاندان کو دیا تھا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے دادا تھے، ایک عجیب لیاقت اور غریب قابلیت کے شخص تھے، آپ کے ضمیری اور روحانی جوہر اپنے میں گہری ممتازیت کی تہ رکھتے تھے، آپ جیسے علم تفسیر میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، اسی طرح علم حدیث اور فقہ بھی آپ کو پانی تھا۔ جس نے ہندوستان میں پہلے حدیث کی درس وتدریس کی بنیاد جمائی ہے وہ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ تھے۔ وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو قرآن وحدیث کے لفظ لفظ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں، انہیں مسلمانوں پر ظاہر کیا، اور علم رسولؐ کی طرف سب کی دعوت کی، لیکن صدیوں کی خرابی جو مسلمانوں کے دلوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیٹھی ہوئی تھی، معمولی تلقین اور وعظ سے نہیں جاتی، شاہ عبدالرحیم صاحب نے ہرچند کوشش کی لیکن آپ کی کوشش بدعت اور شرک کے دریا کی خوفناک موجوں اور دہشت انگیز لہروں سے نبرد آزما نہ ہوسکی، اور پس پا ہو کے کنارہ پر واپس چلی گئی، اس ناکامیابی پر بھی یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ نے ایک ایسا بیج بو دیا کہ بعدازاں آپ کی اولاد کی کوشش سے وہ پھلا پھولا اور لہلہایا اور آخر شاہ اسمٰعیلؒ صاحب کی بیش بہا کوششوں سے اس درخت میں پھل لگا اور الحمدللہ کہ وہ اب تک پھل دے رہا ہے اور تروتازہ ہے۔

ہندوستان کی قسمت میں اول دن سے لکھا ہوا تھا کہ یہ مسلمانوں کے دینی اور دنیادی علوم کا حصّہ نہ لے اور نہ اندلسی اور بغدادی علوم کی جان بخش ہوائیں کیا تو ایک طرف سے ہمالیہ کی برفانی چوٹیوں سے ٹکرا کے رہ جائیں یا بحرِ ہند کی موجوں میں دوسری طرف غرق ہو جائیں یا تیسری جانب سے ہندوکش کے خوفناک دروں سے گر گرا کے وہیں گم ہو جائیں۔

شاہ عبدالرحیم صاحب جنہوں نے پہلی ضرورت ہندی مسلمانوں میں علم نبوی کی اشاعت کی دیکھی واقعی ایک برتر الہامی خیال تھا جو بجلی کی طرح آپ کے دماغ میں کوندا، شاہ عبدالرحیم صاحب نے ایک مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی، اور اس میں علم حدیث کی تعلیم دینی شروع کی، اس تعلیم نے چند سال میں اپنا قیمتی اثر مسلمانوں پر ڈالا اور اب جوق در جوق آپ سے حدیث سیکھنے کے لئے آنے لگے، گویا اسی تاریخ سے مذہب بدعت اور شرک کے ساکن سمندر میں ایک تحریک سی پیدا ہونے لگی، مگر یہ خفیف تحریک ایسی نہ تھی کہ ایسے بڑے عظیم الشان سمندر میں کچھ معلوم ہوتی، اور ایک تموج خیز طوفان اس میں پیدا ہوتا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب قوانین فطرت کی باریکیوں اور مفہوم کو خوب سمجھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ معمولی تختہ پر جب تک کہ اُسے خراد نہ کیا جائے اور اس پر ملتانی نہ پھیری جائے، کبھی صفائی اور آسانی سے لکھا نہیں جا سکتا، اس لئے اُنہوں نے اپنی کوششوں کو بظاہر ناکامی کا جامہ پہنتے ہوئے دیکھ کے کچھ ہراس نہ کیا اور ہمیشہ دل میں یہ یقین رکھا کہ یہ ناکامیاں خوش آئندہ ہیں کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ ہر مرض ہر طرح بُرا ہوتا ہے، لیکن اس مرض کو مبارک کہنا چاہیئے، جس کا انجام صحت ہو، انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ کام تھوڑا کرنا چاہتی ہے مگر صلہ زیادہ چاہتی ہے، اس فطرت پر جب محنتوں کا صلہ بظاہر ناکامی ملے تو ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت طبیعت کی کیا کیفیت ہوگی اور وہ کب اولوالعزمانہ روح کے ساتھ شوق کے میدان میں قدم بڑھائیگی مگر وُہ پاک نفوس جنہیں فطرت سے ممتازیت کا حصّہ ملا ہے، اور ربانی جلال پورا ان کے جملۂ دل میں چمک چکا ہے وہ کبھی ظاہراً ہراس سے مایوس نہیں ہوتے، اور ہمیشہ اپنی قیمتی محنتوں کا صلہ اپنی آئندہ نسلوں کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔

شاہ عبدالرحیم صاحب جنہوں نے مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی تھی، گو گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے ان کی مطلق سرپرستی نہیں کی گئی، اور نہ شاہ کی طرف سے طلبہ کے کچھ وظائف مقرر ہوئے، پھر بھی اس مدرسہ کو خاصی رونق ہوگئی، اور اب بعضے لوگوں کی زبان پر یہ مقدس الفاظ آنے لگے کہ بخاری میں یہ حدیث آئی ہے، اور ابوداؤد یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ بات قابل ریمارک ہے، ایسے بہت کم علماء تھے کہ جن کے پاس بخاری ہوتی، یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کو تفسیر کبیر کے دیکھنے کی جب ضرورت ہوتی تھی تو شاہی کتب خانہ میں آپ تشریف لے جاتے تھے، یہ دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علم تفسیر اور حدیث کا کس درجہ کم رواج ہندوستان میں تھا کہ ایسے جلیل القدر علماء کے پاس تفسیر کبیر تک نہ تھی۔

شاہ عبدالرحیم صاحب اتنے بڑے فاضل تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب جیسا فاضل اجل شخص یہ کہا کرتا تھا کہ میں اپنے باپ کے علم کے آگے ایسا ہوں کہ جیسے بحر کے آگے قطرہ۔ یہ کچھ شاعرانہ مبالغہ اور جھوٹی تعریف نہیں ہے، بلکہ جس نے شاہ عبدالرحیم صاحب کی تصانیف اور حواشی کو دیکھا ہے جو آپ نے معقول اور حدیث وفقہ کی کتابوں پر چڑھائے ہیں وہ ان سے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اس قول کی صداقت پوری پوری اندازہ کر سکتا ہے۔ اس بدعت و شرک کے زمانہ میں جب لوگوں نے علم نبوی کو بالکل بھلا دیا تھا، اس خاندان کے علم وفضل کی آوازیں ہندوستان کی چار دیواری سے نکل کر مسلمانوں کے ممالک روم و شام میں پہنچتی تھیں اور جس مسئلہ میں مکہ مدینہ کے علماء میں جھگڑا پڑتا تھا وہ ثالث بالخیر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز کو بناتے تھے۔ ملا رشیدی مدنی اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے جو خط کتابت ہوئی ہے، اس سے ہم اپنے دعویٰ کی سند دے سکتے ہیں، ایک خط میں ملا رشیدی نے یہ لکھا ہے " شاہ صاحب آپ کا کچھ ایسا اثر بلادِ اسلامیہ میں ہوا ہے کہ جب کوئی فتوےٰ دیا جاتا ہے اور علماء اس پر اپنی مُہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مہر کا متلاشی رہتا ہے، اور وہ فتویٰ جب تک اس پر آپ کی مہر نہ ہو زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا۔ اگر آپ یہاں تشریف لے آویں تو ہم لوگوں کے لئے بڑے افتخار کی بات ہے، اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بہت بڑی عزت کریں۔"

اس خط سے اُس مقبولیت کی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے جو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی بلادِ اسلامیہ میں تھی اس کو ربانی مقبولیت کہتے ہیں اور یہ اصلی علم و فضل ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبول انام تھا اور اس محترم خاندان کا ہر ممبر اپنی معاشرت کچھ اس طرز کی رکھتا تھا کہ کٹ ملاؤں کا دستِ تظلّم دراز ہونے کا موقع نہ پاتا تھا۔ آخر اسلام کا نصیبہ جاگا اور شاہ اسمٰعیل صاحب جیسا شیرِ اسلام پیدا ہوُا۔

فطرت نے پہلے ہی سے شاہ صاحب کے لئے قاطع بدعت کی کیفیت موزوں کر رکھی تھی، ایسے جلیل القدر خاندانِ علماء میں یہ شرف آپ ہی کی قسمت میں لکھا تھا۔ آپ کھلّم کھلاّ بدعتیوں اور مشرکوں سے مخالفت کریں، اور اپنی خطرناک جرأت سے صاف طور پر احادیث نبویؐ کی تلقین کریں۔

جب حد پر مسلمانانِ ہند کی خراب حالت پہنچ گئی تو فطرت نے شاہ عبدالغنی صاحبؒ کے ہاں آپ (اسماعیل) کو پیدا کیا، آپ کی طفلانہ نظریں جب آپ اپنے گہوارہ میں تھے، اس آئندہ اصلاح کی جو مسلمانوں میں ہونے والی تھی پیشین گوئی کرتی تھیں، گو آپ دبلے پتلے اور نحیف پیدا ہوئے تھے، لیکن آپ کی فراخ پیشانی اس بڑے نصیبہ کی شہادت دے رہی تھی جو آپ کو آئندہ حاصل ہونے والا تھا۔ شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی یہ رائے ہوئی کہ اس بچہ کو کسی شریف انّا کا دودھ پلایا جاوے لیکن آپ کی والدہ بی فاطمہ نے (باوجودیکہ وہ بہت ضعیف تھیں) یہ منظور نہ کیا۔ اور ایسے ہونہار بچہ کو خود حد شرع تک دودھ پلایا، بچپن میں آپ حد سے زیادہ غریب اور خاموش تھے، شاہ عبدالغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ کچھ ایسا چپ اور غریب ہے کہ رونا مطلق نہیں جانتا۔ اس نجیب اور شریف بچہ کی بچپن میں ایسی دھیمی اور حلیم فطرت تھی، لیکن جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے، مزاج میں انکساری آتی گئی، جن سوانح لکھنے والوں نے آپ کو تیز مزاج لکھا ہے، ان کی غلطی اور اصلی واقعات سے کم علمی ہے۔ آپ کا خُلق جب آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھ برس کے تھے ایسا تھا کہ کل بچے آپ کے ساتھ کھیلنے میں خوش رہتے تھے۔ آٹھ برس کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا، اور یہ حفظ طوطے کی طرح نہ تھا بلکہ آپ کو کل قرآن مجید کے معنے پڑھائے گئے تھے، گو اس زمانہ معصومیت میں ربانی نکات اور الہامی غوامض کو سمجھنا تو بہت مشکل تھا، پھر بھی اکثر موقعوں پر جب اپنے ہمعصروں میں کھیلتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا ہے اور تم یہ کرتے ہو۔

ظاہری کتابی تعلیم جو ہر بچہ کو دی جاتی ہے یہ ضرور نہیں ہوتا کہ ہر بچہ اس تعلیم سے مصلح قوم بن جائے مگر جسے فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے، اس کے ضمیر کو پہلے ہی ربانی قابلیتوں اور ضمیری جوہروں سے آراستہ کر دیتی ہے، ایسی حالت میں اگر اسے ظاہری تعلیم نہ بھی دی جائے جب بھی کچھ حرج واقع نہیں ہوتا، اور اس کے ضمیری جوہر ایک نہ ایک دن اصلی تابانی اور درخشانی دکھا کے رہتے ہیں۔

اس جلیل القدر خاندان میں جس میں شیر اسلام کا ظہور ہوا ایک عجیب بات یہ تھی کہ کوئی بچہ کسی غیر مولوی کا شاگرد نہ تھا، شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کچھ پڑھا، اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم سے پڑھا، اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو کچھ تعلیم پائی وہ اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے غرض اس واجب الاعتصام خاندان کا ہر ممبر اپنے ہی باپ یا چچا کا شاگرد ہوتا تھا، اور حقیقت میں جب یہ بات تھی کہ یہ خاندان سرچشمہ علوم تھا، پھر یہاں کا بچہ کیوں کسی بیرونی عالم سے تعلیم پانے لگا یہ افتخار بھی ہندوستان میں اسی خاندان کو حاصل ہے۔ ریاضی پڑھنے کے بعد جس کو ہم آئندہ بالترتیب بیان کریں گے۔

شاہ اسمٰعیل صاحبؒ نے دو تین برس میں معمولی صرف و نحو کی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے نکال لیں، اور ابھی آپ کی گیارہ بارہ ہی برس کی عمر تھی کہ آپ کو علم صرف و نحو کچھ ایسا پانی ہو گیا کہ بڑے بڑے تجربہ کار لگانہ کھاتے تھے، اس کے بعد آپ کو معقول کی کتابیں پڑھائی گئیں بھلا جس کا دماغ کامل عقل سے پہلے ہی فطرت نے آراستہ کیا تھا، اسے ان معمولی کتابوں کا پڑھ لینا کیا مشکل تھا آپ کو بارھواں سال شروع تھا جب آپ صدرا پڑھتے تھے، آپ کے ساتھ اور بھی کئی بڑی عمر کے طلبہ شریک تھے مگر قادی آپ ہی تھے، صدرا جو ملانوں میں ایک بڑی لاانحل کتاب مشہور ہے، اقلیدس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پانچویں مقالہ کے اس کے بہت سے مقامات محتاج ہیں، چونکہ عام علماء میں سے ریاضی کا علم بالکل اٹھ گیا اس لئے وہ ایسی ایسی کتابوں کو جن کا کچھ بھی تعلق ریاضی سے ہوتا ہے بہت مشکل سمجھتے ہیں۔

شاہ اسمٰعیل صاحبؒ آٹھ آٹھ دس دس صفحے صاف پڑھ جایا کرتے تھے، لیکن کبھی کسی مقام پر رکتے نہ تھے نہ کوئی بات دریافت کرتے تھے، نہ آپ مطالعہ کتاب کرتے تھے نہ گھر میں جا کے سبق یاد کرتے تھے تو اکثر یہ ہو جاتا تھا کہ جب آپ دوسرے دن سبق پڑھنے کے لئے کتاب کھولتے تھے تو یہ بھول جایا کرتے کہ کل سبق کہاں تک پڑھا تھا۔ ایک سن رسیدہ شخص عبد الکریم بخاری آپ کا ہم سبق تھا، وہ شاہ صاحب کے لگاتار بے پوچھے گچھے پڑھنے سے بہت جلتا تھا، اور بہت سے مقامات بغیر سمجھے رہ جاتے تھے، ایک دن شاہ صاحب ورق گردانی کرنے لگے اور انہیں اپنے کل کے سبق کا پتہ نہ لگا، اس پر وہ بخاری ہنس کے کہنے لگا میاں صاحبزادے مکھی مار کے رکھ لیا کرو تاکہ کتاب کھولتے ہی تمہیں معلوم ہو جائے۔ کہ میں نے کل یہاں تک سبق پڑھا تھا۔ یہ سُن کر شاہ اسمٰعیل صاحب ہنسے اور کچھ جواب نہ دیا۔

جتنے طلبہ شاہ صاحب کے ساتھ پڑھتے تھے خوش ایک بھی نہ تھا وجہ یہ تھی کہ ہر طالب علم صدرا کے ہر ہر مقام پر بحث کرنا اور اسے سمجھنا چاہتا تھا، اور یہاں سوائے روان عبارت پڑھنے کے نہ کہیں رکنا تھا نہ کسی مشکل مقام کو دریافت کرنا تھا۔

جب آپ ایک روز صدرا کے مشکل مقام کو پڑھ رہے تھے تو بخاری کو یقین تھا کہ یہاں یہ لڑکا ضرور ٹھہرے گا اور اس مقام پر ضرور رد وقدح ہوگی، لیکن جب اس نے دیکھا کہ صاحبزادے صاحب کی یہاں بھی وہی کیفیت ہوئی جو اور مقامات میں ہوئی تھی تو وہ جھلا گیا اور اس نے جل کے یہ سوال کیا "صاحبزادہ تم کچھ سمجھے بھی یا یونہی گھاس کاٹتے چلے جاتے ہو" شاہ صاحب نے نہایت حلیمی اور انکساری سے جواب دیا، آپ کی سمجھ میں اگر کوئی بات نہ آئی ہو تو آپ دریافت فرمالیں، اس نے فوراً یہ سوال کیا کہ اسی مقام کو سمجھا دیجئے جس کو بلا دریافت کئے آگے بڑھ گئے، شاہ عبد الغنی صاحب اور کل طلبہ کی نظریں آپ کی طرف گڑ رہی تھیں اور ہر متنفس یہ دیکھتا تھا کہ دیکھیں اسمٰعیل بغیر استاد کے سمجھے اس مشکل مقام کو کیونکر حل کرتا ہے، گویا یہی دن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی علمی قابلیت کے امتحان کا تھا۔ اس ہونہار بچہ نے اس عمدگی اور صفائی سے اس مقام کو چٹکیوں میں سلجھا دیا اور وہ وہ معنے بتائے کہ سب دنگ رہ گئے، پھر صدرا کے حاشیہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ اس نے جو کچھ معنے لکھے ہیں وہ غلط ہیں۔ میں یہاں اس تقریر کو نقل کر کے زیادہ وقت ناظرین کا نہ لوں گا، ہاں اس قدر لکھنا ضروری جانتا ہوں کہ یہ وہ عالم فطرت تھے کہ اگر میر باقر داماد ہوتا تو زانوے شاگردی طے کرتا۔

جب آپ اس قریب قریب لاینحل مطالب کا حل کر چکے اور اپنے ضمیری جوہروں کی سب کو بانگی دکھا دی تو شاہ عبدالغنی صاحب کی خوشی کا کچھ اندازہ نہ تھا۔ طلبہ شرمندہ ہو گئے، اور بخاری صاحب تو ایسے ذلیل ہوئے کہ پھر اُنہوں نے سیدھا بخارا کا راستہ لیا۔

جب منطق کی وہ معمولی کتابیں جو اس وقت درس میں تھیں شاہ صاحب نے ختم کر لیں تو حدیث شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے آپ نے پڑھنی شروع کی، علم حدیث ایک بڑا دشوار گزار علم ہے۔ اس کی اہمیت کو وہی شخص جانتا ہے جسے حدیث کا کچھ علم ہے۔ بایں ہمہ شاہ صاحب کو یہ مشکل علم بھی پانی تھا، مولوی کرامت علی صاحبؒ حیدر آبادی فرمایا کرتے تھے۔ میں مولانا شہیدؒ کا حدیث میں ہم سبق تھا مجھے خوب معلوم ہے اُنہوں نے کبھی مطالعہ نہیں کیا، نہ پڑھے ہوئے کو کبھی پھیرا، عام طلبہ جو آپ کے ساتھی تھے مولانا شہید کو بے پروا کہتے تھے، اور اُنہیں یقین تھا کہ پڑھنے کی طرف مولانا کی توجہ نہیں ہے، شب و روز تیر اندازی، گولی چلانا اور گھوڑے پر چڑھنے کے سوا وہ کبھی کتاب کو کھول کے بھی نہیں دیکھتے۔ روزمرہ اس قسم کی باتیں سن سن کے شاہ عبدالعزیز صاحب نے طلبہ کے مجمع میں مولانا شہید سے یہ شکایت کی کہ تم کھیل کود میں زیادہ وقت صرف کرتے ہو لیکن مطالعہ کتب نہیں کرتے، شاہ صاحب نے عرض کیا آپ مجھ سے پڑھا ہوا کچھ دریافت فرمائیں، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے طلبہ کے سامنے مولانا شہیدؒ سے دریافت کیا، آپ نے فر فر بتا دیا، اور اس عمدگی سے بیان کیا کہ طلبہ کا کل مجمع دنگ ہو گیا۔

ذہانت اور حافظہ یہ فطرت کی خاص بخششیں ہیں جو بعض بعض نفوس کو عطا ہوتی ہیں، مولانا شہید کا خمیر کچھ ایسا قابل بنا تھا کہ اس پر تجلیات ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکتا تھا اور ہمیشہ وہ قوت جو ربانی نکات کے سمجھنے میں ید طولی رکھتی ہے، وقتاً فوقتاً اس کا جوش اس روشن ضمیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پیدا ہوتا رہتا تھا۔ ایسی صورت میں نہ کسی کی تعلیم کی اتنی ضرورت تھی نہ مطالعہ دیکھنے اور مغز پچی کرنے کی حاجت تھی۔ جو لوگ ضمیری جوہروں سے کسی قدر بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ میرے قول کی تصدیق خود بخود کریں گے اور جو قلب کے اُتار چڑھاؤ اور اس کی پیاقتوں صفتوں سے محض نابلد ہیں نہ اُن سے میرا کلام ہے نہ وہ اس باریکی کو سمجھ سکتے ہیں۔

اگر ہم چشمِ بصیرت کھولیں تو ہمیں معلوم ہو کہ روزمرّہ ہماری آنکھوں کے آگے ایک ہی جماعت میں ایک ہی قسم کی تعلیم ہوتی ہے، پھر کیا وجہ ہے ایک ہی قسم کی تعلیم پانے والوں میں سے کوئی تو علامۂ دہر بن جاتا ہے، اور بیسیوں قیمتی تصانیف کر ڈالتا ہے، اور اکثر طلبہ یوں ہی بیچ میں ٹپّے ٹوئیاں مارتے رہ جاتے ہیں نہ اُنہیں کچھ حاصل ہوتا ہے نہ کسی قسم کی قابلیت آتی ہے، حتی کہ بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔

یہ صحیح ہے کہ محنت عجب چیز ہے اور کیسا ہی غبی شخص ہو محنت سے کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی جاتا ہے مگر پھر بھی فطرتی ضمیری جوہروں کی وہ تابانی جو لاکھوں میں کسی قلب پر چمکتی ہے، نہ محنت سے حاصل ہوتی ہے نہ عرق ریزی کچھ کام دیتی ہے، وہ تو ضمیر اور دماغ پہلے ہی سے ان جوہروں سے آراستہ ہوتا ہے جو فطرت کی عین بخشش سمجھنا چاہیئے۔

زمانہ میں ہر ملک اور ہر شہر میں بڑے بڑے مصلح ملک و قوم گزر گئے کیا انہوں نے ابجد خوانوں کی طرح اپنا سبق جپا تھا یا فعل یفعل کی گردان کی تھی نہیں کچھ بھی نہیں؟ ان کے تھوڑی تعلیم ایسی کافی تھی جیسے کئی صدی تک کسی ذہین شخص کو تعلیم دیئے چلے جاؤ، اور بعد ازاں اس کی واقفیت کا اندازہ کرو ان کی آواز میں اثر، لوچ، درد خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی نگاہ میں وہ قدرت ہوتی ہے کہ جس کی طرف نگاہ بھر کے دیکھا اور اپنا رام بنالیا، یہی کیفیت شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کی تھی، آپ کے ضمیری جوہر عجیب وغریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے، اور خدا کی طرف سے آپ کو ایک ایسی خاص بخشش عطا ہوئی تھی، جس کی ایک زمانہ تک خود مولانا شہید کو خبر نہ تھی، پھر دوسرے اس جوہر کی کیونکر شناخت کر سکتے۔

یوں تو اس واجب الاحترام جلیل القدر خاندان کا ہر ممبر یکتائے روزگار اور فرید العصر تھا لیکن مولانا شہید کی تعلیم کا ڈھنگ سب سے نرالا اور جدا تھا۔ گو ۱۶ برس کی عمر میں آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارغ التحصیل ہو گئے تھے، پھر بھی یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ اتنی سی عمر میں فارغ التحصیل ہونا اور پھر ہر کتاب کو ازبر یاد رکھنا اوران سے صدہا نکات اور باریکیاں پیدا کرنا یہ خاص صفت خدا کی طرف سے مولانا شہید ہی کو عطا ہوئی تھی۔

فطرت کو چونکہ آپ سے ایک عظیم الشان کام لینا تھا، اس لئے جتنی صفتیں کہ ایسے پاک نفس کے لئے لازم ہوتی ہیں وہ سب آپ میں موجود تھیں۔

تمام دینیات کی کتابوں کو اس چھوٹی سی عمر میں پانی کر کے پی جانا گو بادی النظر میں مولانا شہید کی ذہانت اور حافظہ پر دال ہے، لیکن غمیض اور عمیق نظریں خوب سمجھ سکتی ہیں کہ ایسے ایک پاک نفس کا پیدا ہونا خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا بھید تھا۔ جس کی کنہہ کو کسی قدر وہی پاک نفوس پہنچ سکتے ہیں، جنہیں کلام ربانی سے دلچسپی ہے، اور جنہوں نے وہی تعلیم روحانی ذریعہ سے پائی ہے، حقیقت میں یہ بہت صحیح ہے ؎

تیغ ابرو کی صفت گھائل سے پوچھا چاہیئے ... جس نے اس کا زخم کھایا ہے اُسے معلوم ہے

مولانا شہید جب فارغ التحصیل ہوئے تو لوگ آپ کے پاس تعلیم پانے کے لئے آنے لگے اور اسی چھوٹی سی عمر میں سب نے آپ کو اپنا مقتدیٰ تسلیم کر لیا۔

تقریر نہایت شائستہ اور منجھی ہوئی تھی، اور آپ ہر مطلب کو اس عمدگی سے بیان فرماتے تھے کہ لوگ ہونٹ چاٹتے ہی رہ جاتے تھے، شاہ عبد العزیز صاحب کی تقریر اور بیان مشہور انام تھا اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی، شاہ عبد العزیز صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہے ان کے وعظ سے ہر مذہب اور ملت کا شخص خوش ہو کے اٹھتا ہے۔ حقیقت میں یہ پالیسی عمدہ اور لائق ہے اور ہر شخص اس امر کی تعریف کرتا ہے، لیکن مولانا شہید کی تقریر میں جو صفت تھی وہ عجیب تر اور غریب سحر سے بھری ہوئی تھی، لوگ گھروں سے ارادہ کر کے جاتے تھے کہ مولانا شہید کی مخالفت عین وعظ میں کریں گے، لیکن وہاں سوائے خاموشی کے کسی کو یارا نہ ہوتا تھا۔ سامعین میں سکوت سلطنت کرتا تھا کیا مقدور تھا کہ وعظ کے بیچ میں کوئی کسی کی طرف اشارہ بھی کرے۔ مولانا شہید کے زمانہ میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ بالکل غارت ہو گیا تھا، شرفاء اپنے بچوں کو مکتبوں میں بھیجنا عیب خیال کرتے تھے اور شہزادے تو گویا دشمن تعلیم ہی مشہور تھے، اس لئے تعلیم کا کوئی اسٹینڈرڈ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ تھا نہ کوئی ایسی ترتیب تھی جس کے موافق بچوں کو تعلیم دی جاتی۔

مگر مولانا شہید کے خاندان میں پہلے بچہ کو ریاضی پڑھایا کرتے تھے تاکہ اس کی طبیعت میں سلامت روی آجائے، گو یہ طریقہ شہر میں اور کسی خاندان میں جاری نہ تھا، لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان میں ابھی تک اس کی مضبوطی سے پابندی کی جاتی تھی۔

اس لحاظ سے ضرور ہوا کہ پہلے مولانا شہید بھی ریاضی پڑھیں، چنانچہ انہیں اول اقلیدس کے اصول موضوعہ و علوم متعارفہ پڑھائے گئے۔ اس وقت مولانا شہید کی عمر مشکل سے چھ یا ساڑھے چھ برس کی ہوگی، مولانا شہید کی معصوم فطرت نے بہت جلد اقلیدس کے یہ لازمی اصول نقش دل کرلئے اور انہیں کچھ ایسی دلچسپی ہوئی کہ وہ کھیل کود میں بھی اصول اقلیدس کو کھپانے لگے۔ مولانا شہیدؒ کی معصوم طبیعت کا اس لاجواب دلچسپی سے پورا امتحان ہوگیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کے چچا نے یہ سمجھ لیا کہ اسمٰعیل کی طبیعت میں معتدل سلامت روی ہے، اور اس کی ذات سے یہ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ضرور جوانی میں ہر علم کے حاصل کرنے میں زیادہ سرگرم ہوگا، اور اس کی لیاقت و قابلیت فخر خاندان خیال کی جائے گی۔

بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ مولانا شہید نے ایک مہینہ کے عرصہ میں اقلیدس کے چار مقالے ازبر کرلئے، طوطے کی طرح سے نہیں، بلکہ ان سے نئی نئی شکلیں بھی حل کرنے لگے۔ ایک تو شاہ عبدالعزیز جیسا اُستاد اور دوسرے مولانا شہید جیسا ذہین، نَطباع، عالی دماغ بچہ پھر بھلا وہ سحر نما ترقی کیوں نہ کرے گا، اور لاکھ دو لاکھ طلبہ میں اپنے کو افضل کرکے کیوں نہ دکھاتے گا۔

پانچواں مقالہ شروع کرانے سے پہلے ضرور تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب حساب پڑھائیں تاکہ پانچواں چھٹا مقالہ جس سے اربعہ متناسبہ بنا ہے بخوبی سمجھ میں آسکے۔ حساب کے پورے قواعد مولانا شہید نے پندرہ دن میں ضبط کرلئے، لیکن عملی ضبط کے لئے ابھی دو ڈھائی مہینے کی اور ضرورت تھی جو پیارے شہید نے نہایت سرگرمی سے اپنی معمولی محنت سے حاصل کیا، اسی طرح جبر مقابلہ علم مثلث، مساحت وغیرہ وغیرہ، غرض ریاضی کی جتنی شاخیں تھیں سب واجب الاحترام شہیدؒ نے طے کرلیں اور اب ریاضی میں لاجواب ہوگیا۔

ریاضی کے بڑے بڑے مسائل واجب التعظیم شہید چٹکیوں میں سلجھا دیتا تھا، اور لاکھوں روپیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رقموں کا جوڑ صرف دو چار منٹ کے تامل سے فوراً بتا دیتا تھا۔

علاوہ اور بدعت و شرک کی آفت ناک صورت کے ایک غضب عام مسلمانوں میں اور بھی ساری ہو رہا تھا اور وہ یہ تھا کہ سوائے تفسیر و حدیث و فقہ کے دوسرا علم پڑھنا حرام ہے پڑھنے والا شخص مردود ہے مثلاً تفسیر مدارک والے کا یہ قول ہے ؎

علم دین فقہ است تفسیر و حدیث ہر کہ خواند بیش ازیں گردد خبیث

جہلا میں اس خیال کا بڑا اثر تھا اور انہوں نے صدہا روایتیں اس قسم کی بنائی تھیں کہ دنیاوی علوم مثلاً تواریخ و جغرافیہ، ریاضی، طبقات الارض، ہیئت، کیمیا وغیرہ وغیرہ کفر ہے، چنانچہ یہی خیال اب تک علماء کے گروہ کا چلا آتا ہے، کل روایتوں میں مشہور روایت حضرت شاہ نظام الدین صاحبؒ اولیاء کی بیان کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ صدہا برس سے پہلے اسلام کا رنگ ہندوستان میں کیا تھا جو اپنا آبائی بُت پرستی کا اثر لے کے آئے تھے، اور اُنہوں نے اسلامی عقلی اور نقلی علوم میں مطلق ترقی نہ کی تھی بلکہ اپنی تیغ زنی کی دُھن میں وہ رہا سہا جو کچھ دین کے علوم اپنے ساتھ لائے تھے کھو بیٹھے۔ شاہ نظام الدین صاحب اولیا (جیسا کہ ان کے چند مقلدوں میں مشہور ہے) ایک دن اپنے ایک مرید کے مکان پر تشریف لے گئے، اس نے اپنے روحانی باپ کی اسی تعظیم اور تکریم سے خاطر کی جتنی کہ ایک حد سے زیادہ خوش اعتقاد مرید کو سزاوار ہونی چاہیئے، کھانا کھانے کے بعد اولیاء صاحبؒ نے اپنے مرید کی تمام چیزیں دیکھنی شروع کیں، اور بھی کئی مرید آپ کے ہمراہ تھے، بڑی دیر کے بعد کتب خانہ دیکھنے کی باری آئی، کتابیں دیکھتے دیکھتے کہیں ایک کتاب جس کی سنہری جلد بندھی ہوئی تھی اولیاء صاحبؒ کے ہاتھ میں آگئی، جوں ہی اس کتاب کا نام ورق اُلٹ کے پڑھا تو آپ لال ہو گئے، طیش اور غیظ کے شعلے آنکھوں سے بھڑکنے لگے، غصہ سے ہاتھ پیروں میں رعشہ پڑ گیا، اور مُنہ میں کف بھر آئے۔ یہ غیر معمولی حالت دیکھ کے مریدوں کے ہوش اڑ گئے، اور ہر مرید اپنے دل میں سخت شرمندہ اور مخوف ہوا کہ کہیں مجھ سے تو کوئی خطا سرزد نہیں ہو گئی جو پیر صاحب ایسے ناراض اور آزردہ خاطر ہو گئے، یہ فانی اور قاتل خوف چند سیکنڈ مریدوں میں دَورہ کرتا رہا۔ بعد ازاں اولیاء صاحبؒ اپنے میزبان مرید کی طرف طوفانی اور غضب خیز لہجہ میں یہ بولے، "مجھے سخت رنج اور غصہ آیا کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اپنے کتب خانہ میں تفسیر کشاف[1] رکھتا ہے۔ یہ کہہ کے اولیا۔صاحب خاموش ہو رہے اور کہا کہ ابھی اس کتاب کو ضائع کردو حکم کی دیر تھی وہ کتاب مع اور معقولی کتابوں کے ضائع کر دی گئی اور پھر مریدوں نے توبہ کرلی کہ آئندہ کبھی اس نوعیت کی کتابوں کی طرف توجہ مبذول نہ کریں گے نہ کبھی انہیں ہاتھ لگائیں گے۔

یہ خیالات تھے جنہوں نے مضبوطی سے مسلمانوں کے دلوں میں جڑ پکڑلی تھی اور جس کا اثر مگر قوی اثر اب تک جب پیارے شہید نے تعلیم پانی شروع کی باقی تھا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان میں علوم نقلیہ کے ساتھ علوم عقلیہ کا بھی رواج تھا، اور ملانوں کو بھی کچھ مساوات ہوگئی تھی، وہ بھی اتنی غرفش نہ کرتے تھے گو انہیں ایسے علوم کی (اس لئے کہ اُنہیں نہ آتے تھے) تعلیم بُری لگتی تھی اور حتی الوسع وہ اپنے وعظوں میں لوگوں کو روکتے تھے کہ سوائے تفسیر وحدیث وفقہ مسلمان کو دوسری چیز پڑھنا حرام ہے۔

ان بیہودہ خیالات پر جس میں شہر دہلی کا ایک بہت بڑا حصّہ پھنسا ہوا تھا، پیارا شہید چھوٹی سی عمر میں لائق ریاضی داں بن گیا۔ اس کے بعد اُس نے منطق وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ تواریخ اور جغرافیہ کا بھی اس والا شان خاندان میں رواج تھا، کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک قصیدہ میں سوڈان کا حال بیان کیا ہے، اور اس ملک کی مشرح کیفیت ادا کر دی ہے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اعلیٰ درجہ کے جغرافیہ داں تھے، اور یہ ہمیں تحقیق ہوا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب علم جغرافیہ اور تاریخ سے کامل ماہر تھے، جس کی شہادت اُن کی تصانیف دے رہی ہیں:۔

مولانا شہید کی پرشوق نظریں علم دین پر زیادہ پڑ رہی تھیں، اور آپ کو دنیوی علوم سے اتنی دلچسپی نہ تھی، گو آپ ان کی تحصیل اشد ضروری اور انسان کے لئے لابد خیال فرماتے تھے۔

---

[1] تفسیر کشاف جاراللہ زمخشری کی تصنیف سے ہے جو ایک معتزلی تھا۔ اس کی لاجواب نحوی تفسیر کا مطلب چونکہ کٹ ملانے نہیں سمجھ سکتے، اس لئے اس کو خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اتنے بڑے مصنف کی قدر مطلق نہیں کی جاتی اور اس کو معتزلی سمجھ کے علیٰحدگی اختیار کی ہے۔ معتزلی ہونا منافی علم ولیاقت نہیں ہوسکتا جاراللہ زمخشری ایک فاضل اجل عالم تھا ایسا عالم کہ جس پر اسلام ہمیشہ فخر کرے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زمانہ میں مختلف قسم کے جغرافیے[1] مسلمان مصنفوں کے درس میں داخل تھے، اور وہی جغرافیہ

---

[1] جو جغرافیے کہ مسلمانوں کے درس میں جاری تھے حسب ذیل ہیں۔ (۱) جغرافیائے مسعودی جس کو طلائی چراگاہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ فاضل مسعود نے ۹۵۶ء میں وفات پائی، ورلڈ گنگیس نے اس کتاب کا ترجمہ کیا، اس کتاب یا طلائی چراگاہ میں یورپ، ایشیا، افریقہ اور ہندوستان کا جغرافیائی حال بڑے شرح وبسط سے لکھا گیا ہے گو بعض باتیں کسی قدر موجودہ زمانہ میں اختلاف رکھتی ہیں، لیکن پہلے اہل یورپ کو جس نے دنیا کا جغرافیہ سکھایا وہ طلائی چراگاہ کتاب ہے۔ مسعودی لکھتا ہے میں بصرہ سے کاروان کی سڑک سیدھا کنٹن (چین) میں پہنچا اور خراسان، تبت اور الستان میں ہوتا ہوا پھر عرب میں چلا آیا۔

دوسری کتاب المالک پڑھائی جاتی تھی، اس لاجواب کتاب کا مصنف ابن قرطبہ تھا، ۹۱۲ء میں اس فاضل جغرافیہ داں کا انتقال ہو گیا۔ ان سے علاوہ سڑکوں اور شہروں کی دوری کے مختلف اسلامی شہروں کے محاصل اور خراج تک تحریر کئے ہیں۔

تیسری جغرافیہ کی کتاب قانون المسعودی تھی جس کا فاضل مصنف مشہور سنسکرت دان البیرونی ہوا ہے، جس نے شہزادہ مسعود کے نام جو خاندان غزنی کا تیسرا حکمران تھا یہ کتاب تصنیف کی تھی۔

چوتھی کتاب عجائبات فطرت وفنون اسی فاضل مصنف البیرونی کی تصنیف سے درس میں داخل تھی جس سے سیاحوں اور تاجروں کو بہت مدد پہنچتی تھی اور دنیا کا حال آئینہ کی طرح معلوم ہوتا تھا۔

پانچویں کتاب نہضت الابصار درس میں تھی، جسے بارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں الشریف سہیل نے بڑی جانفشانی اور لاکھوں روپیہ صرف کرنے کے بعد تصنیف کی تھی اور پھر اس کتاب کو راجر شاہ سہیل کے نام پر کر دیا تھا جس کا فوراً لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی تحقیق اور تفحص سے فائدہ اٹھایا۔

چھٹی کتاب شریف ادریسی مشہور ومعروف جغرافیہ دان کی تھی، ۱۱۰۰ء میں اس کتاب کی اشاعت تمام یورپ میں ہو گئی تھی اور ہر زبان میں اس بیش قیمت کتاب کا ترجمہ کیا گیا۔ ادریسی نے زمین کو حصوں اور طبقوں میں تقسیم کیا ہے، اور نہایت ہی قیمتی اطلاعیں ہمیں دی ہیں، انگریزی مصنفوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ادریسی نے ٹولیمی کی پوری تتبع کی ہے۔ رہا یہ صحیح بات کے ساتھ ہم آہنگی کرنا کچھ منافی علم وتحقیق نہیں ہو سکتا اور جہاں موقع ہوا ہے وہاں اس نے مخالفت بھی کی ہے اور یہی ہر فاضل کی شان ہونی چاہیئے کہ سچ کی تائید اور جھوٹ سے مخالفت کرے۔

ساتویں کتاب سب سے زیادہ نامور ابوالفداء جغرافیہ دان کی بھی درس میں شامل تھی پس یہی (بقیہ بر صفحہ ۳۸)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شہید نے پڑھے تھے، ہمیں تحقیق ہوا ہے کہ مولانا شہیدؒ کی توجہ ہندوستان کے علم جغرافیہ کی طرف بہت مبذول رہی، اور آپ اپنی طالب علمی کی حالت میں ہندوستان خصوصاً پنجاب کے جغرافیہ کو زیادہ دیکھا کرتے تھے، اور آپ کے آئندہ ارادہ کے لئے گویا یہی جغرافیہ زیادہ مفید تھا۔

جغرافیہ اور تاریخ جو مسلمانوں کے ایجاد کردہ نہ سہی ایجاد کردہ علوم کے برابر ہیں اور جن کی اشرفیت اور فضیلت تمام علوم سے زیادہ تسلیم کی گئی ہے اور علمائے کبار کا ہمیشہ یہی شعار رہا ہے کہ وہ جغرافیہ اور تاریخ میں زبردست قابلیت پیدا کریں مگر افسوس یہ ہے کہ ہندوستان سدا سے ان علوم کی طرف سے بدنصیب رہا ہے، چنانچہ جب سر تھامس رو جہانگیر کے دربار میں آیا تو (بقول وُیلر) اس نے دنیا کا ایک جغرافیائی نقشہ پیش کیا، دربار میں اس نقشہ کی ذرا بھی وقعت نہیں ہوئی اور اس سے کہہ دیا گیا کہ ہندوستان میں یہ باتیں فضول گنی جاتی ہیں اس سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان ہمیشہ سے ان قیمتی علوم سے بدنصیب رہے ہیں مگر یہ بات تعجب سے دیکھی جاتی ہے کہ ہندوستان میں (شاید اور کہیں بھی ہو) شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے خاندان میں ان علوم کی قیمتی کتابیں درس و تدریس میں داخل تھیں اور اس والاشان خاندان کا بچہ بچہ ان مذکورۂ بالا علوم کا سرپرست سمجھنا چاہیئے۔

مولانا شہید جنہیں اول دن سے تعلیم دی گئی تھی، سب سے زیادہ تواریخ سے دلچسپی رکھتے تھے اور چونکہ بغیر جغرافیہ جانے تاریخ فضول ہے، اس لئے پیارے شہید نے علم جغرافیہ کے حاصل کرنے میں بھی سعی بلیغ کی، اور یہ خوشی سے دیکھا ہے کہ ہمارا واجب الاحترام شہید جغرافیہ میں کسی طرح قاصر نہ تھا۔

اس کے بعد یا اس تحصیل سے پہلے جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مولانا صاحب نے منطق کی کتابیں پڑھیں، کیونکہ اصول فقہ کے لئے منطق پڑھنا ضروری ہے۔

بظاہر یہ تعلیم اس آئندہ ارادہ کو جو پیارے شہید کے دماغ میں مثل بجلی کے کوندرہا تھا کچھ سہارا

(بقیہ صـ۳۷) چند جغرافیہ کی کتابیں تھیں جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان میں عموماً پڑھائی جاتی تھیں، گو عام طلبان کتابوں سے نفرت کرتے تھے اور ان قیمتی علوم کو فضول جانتے تھے (یوں تو مسلمانوں کی اور صدہا کتابیں صرف علم جغرافیہ میں تالیف سے موجود ہیں مگر یہاں صرف ان ہی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا جو مولانا شہید کو پڑھائی گئی تھیں۔ اور ان کتابوں میں سے بعض بعض کتاب قلعہ کے کتب خانہ سے بوقت ضرورت منگائی جاتی تھی۔ علما نے چونکہ ان روشن علوم کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں اس لئے انہوں نے غریب مسلمانوں میں سے ان ضروری اور شریف علوم کو ایسا مٹایا کہ اب بڑے سے بڑا لکھا پڑھا آدمی بھی ان کتابوں کا نام تک نہیں جانتا"

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے والی نہ تھی، پھر بھی یہ ضرور تھا کہ آئندہ اہم معاملات کو سلجھانا اور نئے نئے الجھیڑوں میں سے موشگافیاں کرنا قسمت ہو چکی تھیں، اس لئے لازمی تھا کہ آپ کتب معقول کی تعلیم پا کے ان پر عبور حاصل کرتے۔

القصہ مولانا شہید نے اس زمانہ بے ترتیب میں اس عمدگی اور قاعدہ سے تعلیم پائی، اور اسے پانی کر لیا جو آئندہ آپ کے اور آپ کی جماعت کے کام آیا اور جس مبارک تعلیم نے اب تک اپنا شیریں اور مقدس اثر لاکھوں بندگان خدا پر ڈال رکھا ہے۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوگا کہ مولانا شہیدؒ نے کبھی کسی علم کے سیکھنے میں اور طلباء کی طرح سے محنت نہ کی۔ بلکہ جو کچھ اُستاد کے آگے پڑھا اُسے پھر اُلٹ کے گھر میں نہیں دیکھا۔ اس ذہین اور چونچال تیز طبیعت پر بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے، ایسے طباع طلبہ کئی صدی کے بعد پیدا ہوتے ہیں، جن کو معمولی تعلیم آسمان فضل پر پہنچا دیتی ہے۔ ارسطو جیسا فاضل حکیم جب پڑھنے بیٹھتا تھا تو ایک لوہے کا گولہ ہاتھ میں رکھ لیتا تھا اور پلنگ کے نیچے جست کا طاش رکھ لیتا تھا کہ جہاں نیند آئی اور وہ گولا ہاتھ سے چھوٹ کے طاش میں گر پڑتا، اُس کی آواز سے فوراً ارسطو بیدار ہو جاتا تھا اور پھر اپنا سبق یاد کرنے لگتا تھا۔ بعض شب اسے پوری محنت کرتے ہوئے گزر جاتی تھی، اور مہینوں ہوش نہ رہتا تھا کہ رات اور دن کہاں گزرتی ہے، اس کے مقابلہ میں مولانا شہید کی بے پروائی یاد کرنے کی ایسی حیرت انگیز ہے کہ جس نے قوانین فطرت کا مطالعہ نہیں کیا ہے وہ یکایک ان باتوں کو باور نہیں کر سکتا۔ مگر جو کھوپریوں کے علم اور بناوٹ سے آگاہی رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ روز ازل ہی میں خاص خاص صفتیں خاص خاص نفوس میں ودیعت کی گئی ہیں۔ کروڑوں مر گئے اور روزمرہ مرے چلے جاتے ہیں، لیکن ہر قوم میں جو ممتاز لوگ ہو گئے، اُن کا ثانی کئی صدی میں بھی مشکل سے دیکھنے میں آیا، مثلاً اسلام میں چار امام اور بڑے بڑے مفسر گزر گئے، مگر فطرت نے ان کے گزرنے کے بعد کسی کو یہ شان علمی نہیں بخشی، نہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سا کوئی پیدا ہوا، نہ امام شافعی اور امام مالک اور حنبل کا ثانی دیکھنے میں آیا، نہ حضرت امام بخاریؒ جامع اور احادیث نبویہ جیسا حامی دین متین پھر زمانہ کو دوسرا پیدا کرنا نصیب ہوا اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ نہیں یہ قانون فطرت کے خلاف ہے کہ ایک کے مرنے کے بعد دوسرا ویسا پیدا ہی ہو تو لا محالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی سی مقبولیت نصیب نہ ہوئی یہ کچھ ضرور نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قوم اسلام ہی میں یہ بات ہو، نہیں، بلکہ یورپ میں جو دن بدن ترقی کرتا جاتا ہے یہی کیفیت ہے پہلے شیکسپیر ہی کو لو جو ڈراما ای نظم کا بجائے خود ایک موجد ہے، جوں جوں صدیاں گزرتی گئیں اس کی ڈرمیٹک نظم کو مقبولیت ہوتی گئی، اور آخر ایسے زمانہ میں جب ترقی کا تنت ہے یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ اس قسم کی نظم کوئی نہیں لکھ سکتا۔ نہ ملٹن کی سی لاس آف پیریڈائز کسی کو اب تک لکھنی نصیب ہوئی، اہل ہنود میں آج تک کالی داس جیسا شاعر اور بیاس جیسا جامع وید کوئی پیدا ہوا نہ آئندہ پیدا ہونے کی امید ہے۔

گو ہر صدی میں ہر قوم میں بڑے بڑے طباع اور ذہین پیدا ہوئے ہیں مگر مقبولیت ایک دوسری چیز ہے جسے مولی بنائے وہی مقبول انام بنتا ہے۔ حالانکہ یہ ہم مانتے ہیں۔

نکوئی گر رود زین بحر نیکو تر شود پیدا چو گیرد قطرۂ راہِ عدم گوہر شود پیدا

یہ سچ ہے خدا تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے "ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔" یہ خدا ہی کی ودیعت تھی جو مولانا شہید کو عطا ہوئی تھی، اور اس بخشش کے لائق بھی وہی برترذات مولانا شہید کی تھی۔

جہاں تک ہمیں تحقیق ہوا ہم نے مولانا شہید کی تعلیم کی نسبت لکھ دیا۔ اس کے بعد میں صرف یہ لکھ کے اس بات کو ختم کرتا ہوں کہ جو کچھ مولانا شہید نے حاصل کیا وہ چودہ یا پندرہ برس کی عمر تک اور بعد ازاں آپ فارغ التحصیل ہو گئے، کچھ مولانا شہید ہی پر چودہ پندرہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہونا موقوف نہ تھا، بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور آپ کے والد ماجد بھی پندرہ ہی برس کی عمر میں تحصیل علوم عقلیہ اور نقلیہ سے فارغ ہو گئے تھے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ محمد اسحٰق صاحب غرض اس واجب الاحترام خاندان کے کل ممبر پندرہ پندرہ چودہ چودہ ہی برس کی عمر میں پڑھ پڑھا کے فارغ ہو ہو گئے تھے۔ اس خاندان پر کیا مقرر ہے، جتنے اسلام کے ارکان گزر گئے، انہوں نے اتنی ہی عمر میں تحصیل سے فراغت پائی تھی۔

صرف ان ہی الفاظ پر ختم باب کرتا ہوں کہ ہر علم کی جتنی کتابیں درس میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے ہاں مقرر تھیں وہ سب مولانا شہیدؒ کو ازبر ہو گئی تھیں، اور یہ آپ کی فرصت اور خوشی پر موقوف تھا کہ آپ اور غیر معمولی کتابیں مطالعہ کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

مولانا شہیدؒ کی ورزشیں

ہندی اسلامی سلطنت کی ملکی اور مذہبی قوت کے ضعف نے سپاہیانہ فنون کو بھی مسلمانوں میں کمزور کر دیا تھا، روزمرہ کی خونخوار جنگوں سے امن مل گئی تھی، اور اب اسلامی تلوار مضبوطی سے میان میں دے دی گئی تھی، اور پھر یہ عہد و پیمان تلوار اور میان میں ہو گیا تھا کہ باہم کبھی مفارقت نہ ہو گی۔

اکبر شاہ ثانی کے زمانہ میں جب ہمارے قاطع بدعت کا ظہور ہوا، مسلمانوں کے اولوالعزم ارادے مع ان کے اسلامی جوش و خروش کے خیرباد ہو گئے تھے، اور ان میں صرف عیش پرستی اور سستی رہ گئی تھی، گھوڑے پر چڑھنا، نیزہ بازی کرنا اور تلوار سے نیبو کا کاٹنا، میخیں اکھیڑنا، گولی چلانا، شیروں کے شکار کھیلنا، غرض اسی قسم کے سپاہیانہ کھیل جو سابق کے مسلمانوں کا روزمرہ یا زیور تھے، کبھی کے رفوچکر ہو گئے تھے، اور ان کی جگہ تکیوں میں بھنگ گھوٹنے کے ڈنڈوں سے شب و روز سروکار تھا، بایں ہمہ پھر بھی مغلیہ سلطنت کا اثر کچھ نہ کچھ مسلمانوں کی طبائع میں باقی تھا، اور اُن کے جوش کی ٹھنڈی راکھ میں کبھی نہ کبھی پہلی چنگاری اپنی چمک دے جاتی تھی۔

دہلی میں ہر محلہ میں ایک نہ ایک اکھاڑا موجود تھا، جہاں علاوہ معمولی لڑنت کے پٹے بازی بنوٹ وغیرہ کی بھی مشق ہوتی تھی۔ مگر یہ نظارہ سخت تعجب خیز ہو گا کہ مسلمان شرفا ان ورزشوں سے نفرت کرتے جاتے تھے، اور ان کی طبائع ان ورزشوں سے، جو انسانی زندگی کے لئے درحقیقت قیمتی ہیں ہٹتی جاتی تھیں، اور یہ تمام سپاہیانہ فنون زیادہ تر نیچ قوم میں محدود ہوتے جاتے تھے۔ اس کی وجہ امراء اور شہزادوں کی آرام طلبی تھی، ورنہ اور کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا، مولانا شہیدؒ جب اپنی کتابی تحصیل سے فارغ ہوئے، اور اب آپ کو پبلک لائف کے میدان میں پہلے قدم رکھنے کا موقع ہوا تو اپنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارادوں کی تکمیل اور اپنے ربانی فرائض کی انجام دہی کے لئے پہلے ضرورت سپاہیانہ فنون میں تکمیل پیدا کرنے کی لاحق ہوئی، مولانا شہید کی معاشرت گو مولویانہ طرز کی تھی، پھر بھی آپ کی تیز تیز نظریں اس بے نظیر جرأت اور بے مثال دلیری کی طرف بلند ہو رہی تھیں، جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کو خاص ودیعت ہوئی تھی، اور جس سے مسلمان ہمیشہ نام آور اور نیک نام ہوتے چلے آئے ہیں۔ آپ کی پیدائش گو مولویانہ گروہ میں ہوئی تھی، لیکن آپ میں خالد جیسے بے دھڑک شجاع کی روح اور موسئے فاتح اندلس جیسے بے خطر دلیر کی طبیعت اور طارق جیسے عظیم الشان جنرل کا اولوالعزم ارادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

ایسی نڈر طبیعت بے دھڑک دلیری اور بے خوف شجاعت نے فطرتی طور پر مولانا شہیدؒ کو ابھارا کہ وہ مولویت کے امن پسند اور سیدھے سادھے دائرہ سے اپنے آپ کو نکالیں اور دنیا کے بڑے جنرلوں اور لڑاکوں میں شریک ہوں۔

مولانا کسی امیر اور شہزادہ کی صحبت زیادہ پسند نہ کرتے تھے گو اپنے خیال میں امراء اور شہزادے اپنی زندگی پر شان اور فوق البھڑک سمجھتے تھے، لیکن مولانا ایسی حالت کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری پڑھی تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول یاد تھا کہ میں کسریٰ اور قیصر کی سلطنت ایک ادنی مسلمان کے خون کی بوند سے کم قیمت سمجھتا ہوں، اپنے لاثانی اور فاتحان ممالک پیشواؤں کے حالات نے مولانا شہیدؒ کو اُن کے ارادوں میں اور بھی زیادہ مضبوط اور دشوار گزار راہ میں جس کو وہ طے کرنا چاہتے تھے زیادہ استوار بنا دیا۔

پہلے مولانا شہیدؒ نے گھوڑے کی سواری میاں[1] رحیم بخش چابک سوار سے سیکھی۔ اور گھوڑے کی سواری میں اتنی مشق بڑھائی کہ چاہے جیسا چلبلا اور منہ زور گھوڑا ہو پھر بھی بے زین و رکاب اُس پر سوار

---

[1] رحیم بخش ایک سن رسیدہ شخص تھا، لارڈ لیک نے ۱۸۰۳ء میں دہلی فتح کی ہے تو اس کا باپ الٰہی بخش لارڈ موصوف کے گارڈ میں تھا۔ رحیم بخش پہلے بدعتی تھا اور گور پرست تھا، لیکن بعد ازاں مولانا شہیدؒ کے طفیل سے سچا محمدی ہو کر مولانا صاحبؒ موصوف کے ساتھ پشاور کے گرد و نواح میں ایک خونخوار میدان سکھوں سے لڑکر شہید ہوا، اس کی عمر ستّر کے پیٹے میں تھی، لیکن نوجوانوں کی سی اولوالعزم طبیعت رکھتا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر دوڑا سکتے تھے، گو آپ دبلے پتلے متوسط قد تھے، لیکن بلند سے بلند گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہی بے رکیب بآسانی چڑھ جانا اور پھر اُتر آنا یہ ایک معمولی بات ہوگئی تھی۔ رحیم بخش کہا کرتا تھا کہ میں نے اتنی عمر میں اتنا کمال گھوڑے کی سواری کا حاصل نہیں کیا اور مولانا تم نے چٹکیوں میں تمام ترکیبیں اڑا لیں، یہ بات قابل نوٹ ہے کہ مولانا چالیس چالیس میل کا چکر گھوڑے پر مار آتے تھے اور ذرا بھی تکان غالب نہ ہوتی تھی۔

جب گھوڑے کی سواری بخوبی آگئی تو آپ نے پٹے بازی مرزا رحمۃ اللہ بیگ سے سیکھی۔ چند روز میں پٹے بازی میں بھی کمال حاصل کرلیا، پھر بنوٹ میں کمال حاصل کیا، اس کے علاوہ جتنے مشرقی فنون اس وقت رائج تھے مولانا موصوف نے سب میں اس قدر درک پیدا کرلیا کہ اگر ضرورت ہو تو ان قیمتی ہنروں کو کام میں لاسکیں، آپ کے والد اور چچا یہ دیکھ دیکھ کر ہنستے تھے، اور انہیں تعجب ہوتا تھا کہ ہمارے کنبہ کا بچہ سپاہیانہ روح کا پیدا ہوا ہے، کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ ہونہار بچہ آئندہ کیا کرے گا، اور اس کے پرزور بازوؤں سے کتنے کتنے دشوار گزار کام حل ہوں گے نہ مولانا خود واقف تھے کہ میرے ہی بازوؤں میں زور قضا چھپا ہوا ہے، ایک پوشیدہ قوت تھی کہ وہ طبیعت کو گدگدا رہی تھی، اور دل از خود شجاعانہ کاموں کی طرف جا رہا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب جن کی سموئی ہوئی مذہبی پالیسی دہلی اور ہندوستان پر عجیب و غریب اثر ڈال رہی تھی اپنے بھتیجے اسمٰعیل کی ان حرکات پر جو مولویانہ معاشرت سے بعید تھیں سخت تعجب کرتے تھے، گو آپ نگاہ نفرت سے نہ دیکھتے تھے نہ کبھی اشارتاً آپ نے منع فرمایا پھر بھی آپ سمیت تمام کنبہ کی متعجبانہ نظریں مولانا کے ان قیمتی اعمال پر پڑتی تھیں جو آئندہ حصۂ زندگی میں نہایت ہی ضروری ثابت ہوئے۔

---

[۱] مرزا رحمۃ اللہ بیگ تقریباً کل شہزادوں کا استاد تھا، اور اپنے ہنروں میں اپنا ثانی آپ ہی تھا، اس کی تنخواہیں شہزادوں کے ہاں سے مقرر تھیں، اور بڑے بڑے رئیس زادے اس کی خوشامد کرتے تھے، مولانا صاحب نے اس سے درخواست کی کہ میں بھی کچھ سیکھنا چاہتا ہوں، اس نے مسکرا کے کہا کہ آپ مجھے کیا دیں گے، آپ نے فرمایا نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی قیمتی ہدایات سے تیرا سینہ منور کروں گا، گو یہ ایک معمولی جواب وسوال تھا، لیکن مرزا اتنا خوش ہوا کہ اُس نے وہ داؤں پیچ بھی جو وہ کسی کو نہ بتاتا تھا مولانا شہید کو چند روز میں بتا دیئے ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے مہینوں اکھاڑے میں جو اپنے ہی مکان کے پاس متصل چٹلی قبر اور حویلی اعظم خان بنایا تھا لڑنت کی ہے۔ ایک دن آپ لڑنت کر رہے تھے کہ دو شہزادے جو مرزا رحمۃ اللہ بیگ کے شاگرد تھے آئے۔ گو انہیں شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان کا بڑا ادب تھا، پھر بھی مولانا کی صورت دیکھ کے وہ مسکرائے، ان کا مسکرانا حقارت انگیز تھا اور وہ یہ سمجھ کے ہنسے تھے کہ مولویوں کو ان سپاہیانہ فنون سے کیا علاقہ۔

مولانا نے ان کی حقارت انگیز ہنسی کو تاڑ لیا اور جب آپ لڑنت کر چلے تو شہزادوں کی طرف مخاطب ہو کر یہ فرمایا میں ان کی اولاد میں سے ہوں، جنہوں نے ایسی ہی حالت سے دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کی، اور اسلامی سلطنتیں قائم کر دیں اور آپ ان کی اولاد میں سے ہیں، جنہوں نے اپنی آرام طلب فطرت کے صدقہ میں اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہزادے نہ تھے پانچ لاکھ عرب جو آپ کی ماتحتی میں کسریٰ و قیصر کی سلطنت میں کام کر رہے تھے، لال قلعہ کے رہنے والے اور شہزادے نہ تھے جو کچھ اُنہوں نے کام کیا وہ بھی زمانہ کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے اور جو کچھ آپ کے بزرگوں کی آرام طلب روح نے کیا وہ بھی زمانہ نہیں بھولا ہے، صاحب عالم کوئی ہنر اور علم کسی کا خاص حصّہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اُسی کو اپنی ودلیعت سونپتا ہے جو اس کے قابل ہوتا ہے۔

مولانا صاحب کی یہ دھیمی اور سنجیدہ وزنی تقریر دونوں شہزادوں کے دل میں گھر کر گئی اور وہ اپنی بیہودہ ہنسی سے نہایت ہی پشیمان ہوئے اور انہوں نے مولانا صاحب سے معافی مانگی۔ اس پر بھی مولانا صاحب نے ان سے دو دو ہاتھ کرنے چاہے بڑے انکار کے بعد وہ راضی ہوئے۔ اُن شہزادوں کی مشقیں بہ نسبت مولانا کے زیادہ پرانی تھیں، لیکن دو تین ہی ہاتھوں میں انہیں معلوم ہو گیا کہ جس ملازادہ پر ہم ہنستے تھے وہ سپاہیانہ فنون میں ہم سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے، مولانا کی ذہین طبیعت جیسی علم کی طرف رہنما تھی، ایسے ہی فنون کی طرف بھی مددگارانہ رہبری کرتی تھی، گولی لگانے میں مولانا نے اتنی مشق بڑھائی تھی کہ درخت پر سے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو گولی سے گرا دیا کرتے تھے۔ ایک دن شکار میں مولانا نے فخراً بیان کیا کہ یہ ناممکن ہے، جانور میرے سامنے آئے اور پھر زندہ نکل جائے، ایک ساتھی نے ہنس کے کہا اگر اس کی موت ہی نہ ہو تو آپ کیونکر اُسے مار سکتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے جواب دیا جب اس کی موت نہ ہوگی تو میرے سامنے آنے ہی کا نہیں، یہ برجستہ جوابی اکثر موقع پر سامعین کو حیرت و استعجاب میں ڈالتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ (جب پانچ برس کی عمر تھی) اپنے ملازم کی گود میں جارہے تھے کبھی اس کی انگلی پکڑ کے چلتے اور کبھی وہ گود میں لے لیتا، غالباً باغ تھا یا کوئی سبزہ زار تھا کہ ایک شخص پانچ چھ کتّے لیئے ہوئے نکلا یہ کتّے والا شخص مسلمان تھا، اور اکثر کتوں کا شائق تھا۔ اس نے قریب آکے مولانا کے ملازم سے دریافت کیا کہ یہ کس کے صاحبزادے ہیں، دریافت کرنے کے بعد وہ باتیں کرنے لگا، پھر مولانا نے اس سے اپنی بھولی بھالی بولی میں کہا تم نے کتّے کیوں پال رکھے ہیں، مسلمان کتے نہیں پالتے۔ اس نے کہا میاں کچھ بُرا ہے، مولانا نے کہا رحمت کے فرشتے نہیں آتے جہاں کتے پلے ہوئے ہوں۔ اُس نے مُسکرا کے جواب دیا میں نے اسی لئے کتے پالے ہیں کہ فرشتے نہ آویں کیونکہ جب فرشتوں کی آمد و رفت بند ہو جائے گی تو پھر مجھے اپنی موت کا خوف نہ رہے گا، مولانا نے جواب دیا کہ جو فرشتے تیرے کتوں کی روح قبض کرنے آئیں گے وہی تیری بھی قبض کریں گے، غرض تو فرشتوں کی دستبرد سے نہیں بچ سکتا، یہ سن کر وہ ازحد خوش ہوا، اور مولانا کی خداداد ذکاوت کی تعریف کی۔

جب مولانا کل ضروری سپاہیانہ فنون کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ نے تیرنا سیکھا ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ تین تین دن تک دریا میں پڑے رہتے تھے۔ اس زمانہ میں طلبہ کو سبق بھی برابر دیا جاتا تھا، وقت معینہ پر جب طلبہ جمع ہو جاتے تھے تو کنارہ پر آکے سبق پڑھا دیا کرتے تھے، بعض روایتوں کے بموجب تین برس اور بعض اقوال کے بموجب چار برس کامل مولانا پانی میں رہے ہیں۔

اس کثرت سے پانی میں رہنے نے آپ کو جل مانس کا لقب دلوا دیا تھا، ہمارا مؤرخ ہمیں رپورٹ کرتا ہے کہ مولانا دریائے جمن کی راہ سے دہلی سے آگرہ اور آگرہ سے دہلی کئی کئی بار آئے اور خدا نے ہمیشہ آبی خوفناک جانوروں سے پناہ دی۔

آپ کو ہرگز عادت نہ تھی کہ آپ اپنا کمال کسی کو دکھائیں اور واہ واہ کے محتاج ہوں یا کسی کی داد کی خواہش ہو بلکہ جن غرضوں سے یہ فنون حاصل کیئے جاتے تھے وہ ابھی دل ہی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مضمر تھے اور کسی پر بھی اس کا ظہور نہ ہوا تھا، اس پر بھی کئی نامی پیراکوں نے مولانا سے تیرنے میں بحث کی، لیکن وہ بر سر نہ آسکے۔

یہ لکھنا سخت تعجب انگیز اور بھی ہوگا کہ مولانا اپنا شب کا کھانا بھی دریائے جمن کے کنارہ پر کھایا کرتے تھے، اس عرصہ میں آندھیاں بھی آئیں، تند و تیز ہوائیں بھی چلیں، مینہ بھی برسا، کڑکتا جاڑا بھی پڑا، مہاوٹوں نے بھی اپنا زور پورا دکھایا، دریا بھی خوب خوب چڑھا لیکن ان تمام فطرتی قوتوں نے مولانا کے عالی ہمم ارادوں اور اولوالعزمانہ عزم بالجزم میں ذرا بھی خامی پیدا نہیں کی۔

مولانا کی عمر تقریباً ۲۱ برس کی ہوگی کہ تمام ضروری فنون جنگی آپ کو بخوبی آگئے تھے، اور آپ جنگ کے وقت ہر فن کو عمل میں لا سکتے تھے، گو جنگ کا تجربہ مطلق نہ تھا لیکن وہ مادہ بخوبی موجود تھا جو تجربہ حاصل ہونے کا کافی معاون بن سکتا۔ جنگ کے اُتار چڑھاؤ اور جنگ کے داؤں پیچ اس میں شک نہیں بغیر مدت کے تجربہ کے نہیں آسکتے، لیکن یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے مولانا نے اپنے

---

[۱] دہلی میں اس زمانہ میں بڑے بڑے تیراک تھے جو اپنے کو جہان سے افضل خاص اس فن تیراکی میں سمجھتے تھے مگر سب سے زیادہ ایک بھٹیارہ کی شہرت تھی، جس کو شیخ ستدو کہا کرتے تھے، اور اسی نام سے وہ زیادہ مشہور تھا گو اس کا اصلی نام کچھ اور تھا جس کا ہمیں پتہ نہیں لگا ہے لیکن وہ مشہور شیخ ستدو کے نام سے تھا، اس نے تیراکی میں یہ کمال پیدا کیا تھا کہ آلتی پالتی مار کے پانی کی سطح پر بیٹھ جاتا، ایک زانو پر اپنا وزنی حقہ رکھ لیتا اور دوسرے زانو پر اپنے کسی کو بیٹھا لیا کرتا، اور اس ہیئت کذائی سے دریا میں تیرتا ہوا چلا جاتا۔ واقعی یہ بات بہت مشکل تھی، اس سے اس کی تعریف ہوتی تھی، اور دور دور کے تیراک شیخ ستدو کی نہری بانگی دیکھنے کے لئے شہروں سے آتے تھے۔ اس نے ایک دن مولانا سے کہا ابھی آپ نے کچھ بھی تیراکی میں حاصل نہیں کیا ہے، آپ فخر نہ کریں کہ مجھے کچھ آتا ہے، مولانا نے جواب دیا نہ میں تیراکی کی روٹی کھاتا ہوں نہ تماشا دکھاتا ہوں، اس نے پھر سوال کیا آخر آپ کو اتنی محنت سے حاصل کیا ہوا، آپ نے جواب دیا حاصل کچھ بھی نہیں صرف اتنا ہوا ہے کہ میں اپنے زبردست سے زبردست مخالف سے پانی میں مغلوب نہیں ہو سکتا یہ سنکر وہ ہنسا اور اس نے آپ کے حاصل جواب کو حقارت سے سُنا، سنا جاتا ہے کہ شب کو دونوں کی بحث ٹھہری کیونکہ مولانا دن کو اس کے ساتھ آپ بازی کر کے عوام الناس کو تماشہ دکھانا نہ چاہتے تھے، شب کو مقابلہ ہوا تو مولانا نے اس کو آگے رکھ لیا اور اس قدر غوطے دیئے کہ وہ بول اُٹھا یہاں تک کہ اس کی تاب و تواں نے جواب دے دیا، اور آخر مولانا نے اس خیال سے کہ یہ مر نہ جائے اسے ادھ مُوا کنارہ پر اٹھا کے ٹال دیا۔ مولانا میں بڑا ہنر تیراکی کا یہ تھا کہ آپ پچیس پچیس بانس پانی میں رہا کرتے تھے اور سانس نہ بڑھتا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

کو اس قابل بنا لیا تھا کہ اگر اول ہی اول جنگ کا موقع ہو تو کوئی جنگجو مولانا کو فنونِ جنگ سے محض نابلد نہ سمجھے گا۔

جب مولانا نے تیراکی بھی سیکھ لی تو اب چند باتیں اور بھی باقی رہ گئی تھیں جن کو مولانا حاصل کرنا چاہتے تھے اور ان باتوں میں کسی کی اُستادی اور تعلیم کی بھی ضرورت نہ تھی یعنے پا پیادہ دوڑنا اور ایک سانس آٹھ آٹھ دس دس میل چلے جانا پہلے مولانا نے پا پیادہ دوڑنا شروع کیا چونکہ آپ متقی اور مجرد تھے، اور آپ کی روحانی قوت جسمانی قوت سے بڑھی ہوئی تھی، اس لئے آپ ہمیشہ اپنی بساط سے زیادہ دشوار کام کرتے لیکن تکان غالب نہ ہوتی۔

چند مہینوں کی محنت اور مشق میں مولانا نے دوڑنے میں یہ درک پیدا کر لی کہ ایک سانس دس دس گیارہ گیارہ میل چلے جائیں اور تکان غالب نہ ہو۔

اس کے بعد ایک دوسری مشق مولانا نے اور بڑھائی یعنی جھلستی ہوئی دھوپ اور تپتی ہوئی سڑک پر آہستہ آہستہ برہنہ پا چلیں، پہلے پہل تو آپ کے تلووں میں پھپھولے پڑ پڑ گئے، لیکن بعد ازاں ایسی عادت پڑ گئی تھی کہ آپ جامع مسجد کے سرخ پتھر کے فرش پر (صحن میں) گھنٹوں آہستہ آہستہ گرمیوں میں ٹہلتے تھے اور ذرا بھی جلتی ہوتی زمین اور جان و تن کے جھلسا دینے والے روشن آفتاب کی آتش خیز کرنوں سے مضرت نہ پہنچتی تھی، مولانا کی یہ غیر معمولی حالت دیکھ کے کوئی آپ کو مجنون کہتا تھا اور کوئی کہتا تھا کہ کسی نے کوئی وظیفہ بتایا ہے وہ آپ پڑھتے ہیں لیکن دراصل اُن میں سے کوئی بات بھی نہ تھی، اور کوئی شخص اس غیر معمولی سختی کی برداشت کرنے کی کنہہ کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ہمیں اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ مولانا دن بھر دھوپ میں ٹہلا کرتے تھے، اور دردِ سر بھی آپ کو نہ ہوتا تھا، ایک شخص نے آپ سے ایک دن دریافت کیا کہ آپ اپنی جان پر اتنی مصیبت کیوں توڑتے ہیں جبکہ قرآن شریف میں یہ حکم ہے اپنے نفوس کو تکلیف نہ دو مگر جہاں تک ان کی وسعت ہو۔ آپ نے فرمایا میں اپنے نفس پر اسی قدر محنت کا بوجھ ڈالتا ہوں جتنا وہ برداشت کر سکتا ہے، پھر اس نے یہ جاہلانہ اور ناواقفیت کا سوال کیا آخر اس قدر سختی اُٹھانے اور اپنی جان شیریں ہلاکت میں ڈالنے سے کیا نتیجہ ہے۔ آپ نے مسکرا کے جواب دیا کہ میں انسانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوتوں کا جو خدا کی طرف سے ودیعت ہوئی ہیں فطرتی قوتوں سے مقابلہ کرکے اندازہ کرتا ہوں آیا انسان بحیثیت اپنی اشرفیت کے سب پر غالب آسکتا ہے تو میں نے اس کا تجربہ کر لیا کہ ہاں انسان اگر چاہے تو اسے خاک باد آب آتش مضرت نہیں پہنچا سکتی۔ مولانا کا یہ جواب ایسا حکیمانہ تھا جس سے فطرۃ اللہ کا اصلی منشا ظاہر ہوتا تھا اور یہ کھلتا تھا کہ آپ نے انسانی قوتوں کے اندازہ کرنے کا کیا سہل اور آسان رستہ نکالا تھا۔

جب اس میں بھی آپ کو پورا ملکہ ہوگیا تو اب آپ نے بھوکا پیاسا رہنا شروع کیا، لیکن اس بھوکے پیاسے رہنے میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کچھ فرق نہ آتا تھا اور کسی طرح آپ سست نہ ہوتے، شدہ شدہ اتنی مشق بڑھائی کہ اگر تین چار روز تک کھانے کو نہ ملے تو آپ بے تاب و تواں ہو کے بیکار نہ ہو جائیں۔ یہ معتبر ذریعہ سے سنا گیا ہے کہ آپ تین دن کامل گرمیوں کے دنوں میں بے پانی رہ سکتے تھے، اور کسی قسم کی افسردگی واقع نہ ہوتی تھی، گو لب خشک ہو جاتے تھے اور حلق سوکھ جاتا تھا مگر اس پر بھی اپنی معمولی کڑاکے کی آواز میں وعظ کہنے سے نہ رکتے تھے، اور اسی طرح محنت کرتے تھے۔

کڑکتے جاڑوں میں آپ نے اپنے کو برہنہ رہنے کا اکثر عادی بنایا تھا۔ لوگ جاڑے میں لحافوں میں گھسے پڑے رہتے، اور آپ اکہرے کپڑوں سے اپنے مکان کی چھت پر ٹہلتے رہتے تھے، یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ بغیر مدتوں کی مشق کے آپ میں جاڑے میں برہنہ پھرنے کی قدرت ہوگئی تھی نہیں ہر مشق بتدریج بڑھائی تھی، اور یہ ثابت کرکے دکھا دیا تھا کہ انسان فطرت کی ہر قوت پر غالب آسکتا ہے۔

کم سونے میں بھی مولانا نے کمال حاصل کیا تھا، اور ہمارے سوانح کا ناظر تعجب سے سُنے گا کہ مولانا آٹھ آٹھ دس دس دن تک نہ سوتے تھے، اور آپ نے آخر میں اتنی قوت بڑھالی تھی کہ جب چاہے سو رہیں اور جب چاہیں جاگ اٹھیں اور ہمیں معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں ایک منٹ کا بھی عرصہ نہ ہوتا تھا، مثلاً ابھی پورے دس بجے ہیں اور سوئی پورے دس پر پہنچ گئی اور مولانا سونا چاہتے ہیں تو نصف منٹ آپ کو نیند کے رستہ دیکھتے میں نہ لگے گا یا آپ شب کے دو بجے جاگنا چاہتے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ دو پر نصف منٹ زیادہ گزر جائے یا دو میں نصف منٹ کم

المکتبۃ الرحمانیۃ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے جب آنکھ کھل جائے، جب مشق پوری بڑھ گئی تو ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اپنے ارادہ میں مولانا فیل ہونے ہوں۔

جب یہ تمام قوتیں کم وبیش مولانا کے قبضہ میں آگئیں تو آپ نے زیادہ دیر وعظ کہنے کی عادت بڑھائی اور ہمیں معلوم ہوا ہے (بشرطیکہ وہ صحیح ہو) کہ بعض اوقات مولانا کو سیّد احمد صاحبؒ کی ہمراہی میں ایک ہی دن میں تین تین چار چار بار وعظ کہنے کا دو دو تین تین گھنٹے اتفاق ہوتا تھا لیکن یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کی آواز بیٹھ گئی ہو اور حلق سے آواز نہ نکلتی ہو یا وعظ کہنے میں پانی پینے کی ضرورت ہوتی ہو۔

غرض تمام ضروری ورزشیں جو آئندہ ارادوں میں جان ڈالنے والی تھیں، مولانا نے چند سال میں ان میں کمال پیدا کر لیا، اور اب آپ چاق چوبند ہو گئے، اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں پہلا قدم رکھنے کا قصد ظاہر فرمایا۔

مولانا خوب جانتے تھے کہ روحانی قوت کا اُبھار اور اس کی پائیداری جسمانی قوت باقی رہنے سے متصور ہے، اسی سے کل مذہبوں میں اسلام کو فخر ہے کہ اس نے جسمانی قوت کے ساتھ روحانی قوت کے بڑھانے کی ہدایت کی ہے، اور دین کے ساتھ دنیا کا پاس ولحاظ رکھنے کے لئے بھی فرمایا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

مولانا شہیدؒ کا پہلا وعظ اور عوام النّاس کی شورش

رمضان المبارک گزر چکا ہے، اور الوداع کا دن ہے۔ ہزاروں مسلمان ہر طبقہ اور گروہ کے الوداع کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں جمع ہیں، بڑے بڑے واعظ اور مولوی بھی اپنے معتقدوں اور مقتدیوں کے ساتھ بیٹھے ہیں، حوض پر فوارے چھوڑے جا رہے ہیں، اور سودے والے بھی خوانچے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ غرض عجیب لطف آ رہا ہے، ساتھ ہی اس غل و شور اور کشمکش کے یہ بھی چرچا ہو رہا ہے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب وعظ فرمائیں گے، عوام الناس کو چنداں اس کا خیال نہیں ہے، لیکن لکھے پڑھوں کے گروہ میں ایک تحریک سی پھیل رہی ہے اور ہر شخص یہ کہتا ہے دیکھئے مولانا صاحب کیا فرمائیں گے۔

شاہ عبدالعزیزؒ صاحب بھی خاموشی سے اس افواہ کو سن رہے ہیں، لیکن کچھ نہیں کہتے۔ طلبہ کا جمگھٹا اور ان کی بحثم بحثا عجیب دلچسپی دکھا رہی ہے۔ ہر طالب علم اپنے خیال میں افلاطون اور ارسطو کا قبلہ گاہ بن رہا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل کو ایک بات میں بند کر دوں گا۔ مولانا شہیدؒ نے گو پہلے یوں کھلم کھلا وعظ نہ فرمایا تھا۔ لیکن ان کے خیالات کی کچھ سن گن لوگوں کے کانوں میں پہنچ گئی تھی اور پہلے اس کے کہ وہ اپنے خیالات پبلک میں ظاہر کریں، عام مسلمان خصوصاً مولانا فضل حق صاحب اپنی منطق اور فلسفہ کے نشہ میں سرشار بے پروایانہ وضع میں بیٹھے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف کو مولوی اسمٰعیل صاحبؒ جیسے عالم کی کچھ پروا نہیں ہے۔

ایک طرف کا تو یہ رنگ ہے اور دوسری جانب صوفیوں کا گروہ جلوہ افزا ہے، ان میں بھی مولانا شہید کے وعظ کا چرچا ہو رہا ہے۔ ہر صوفی سو پچاس مرید (رنگین کپڑے زیب تن) اپنے ساتھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے جو اس کے ساتھ اس ادب سے چلتے ہیں جس کی نظیر پہلے اسلامیوں میں بہت کم نظر آتی ہے۔

مولانا اسمٰعیل صاحب عاجزانہ صورت بنائے پہلی صف میں خاموش بیٹھے ہیں، نہ انہیں کسی کی کانا پھوسی کی پروا ہے اور نہ کسی کی گپ شپ کا خیال ہے، اور اسی میں آپ مستغرق ہیں کوئی مرید ساتھ ہے نہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہوا ہے، نہ معتقد ہمراہی ہیں ہے تنہا ہیں، لیکن اپنے ساتھ جبار سلطان کو جس کو یہاں سجدہ کرنے آئے ہیں دل کی پوری عالمانہ قوت سے سمجھتے ہیں یہی آپ کا مایۂ فخر ہے اور یہی آپ کا ایمان اور دین ہے۔

ادھر نماز ہو چکی اور ادھر مولانا شہید دلیرانہ بیچ کے در میں آکھڑے ہوتے۔ آپ کو دیکھتے ہی غول کے غول آآکے جمع ہونے لگے، اور ہر طبقہ اور درجہ کے آدمی جن میں طلبہ علماء رئیس وغیرہ سب تھے آکے جمع ہوگئے اور ہر شخص ہمہ تن گوش ہوکے مولانا شہید کا پہلا وعظ سننے کا شائق بن گیا۔

جب کثرت سے لوگ جمع ہوتے اور مولانا شہیدؒ نے اس کثرت سے مسلمانوں کو جمع اور اپنے وعظ کا شائق پایا تو پہلے کڑاکے کی آواز میں یہ پڑھا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ[1]

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اسی کو سلطنت ہے اور اسی کو تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مولانا شہید نے اس خوش لہجگی اور کڑاکے کی آواز میں کہا کہ سامعین کے دل پر ایک چوٹ لگی اور سب کے دل کانپ گئے اور کثرت سے مسلمان بے اختیاری کی حالت میں اس شدت سے روئے کہ بعض آوازیں رونے کی خاموشی میں بلند ہوگئیں، اور خاموشی کی پُرامن سلطنت میں رخنہ پڑ گیا، اس کے بعد دوبارہ اسی کڑاکے کی آواز میں یہی پڑھا، پھر اسی طرح سامعین کے کلیجے ہل گئے، اور اب ہر شخص اور بھی زیادہ وعظ سننے کا شائق دکھائی دینے لگا، پھر مولانا صاحب نے یہ فرمایا

---

[1] ہمیں افسوس ہے کہ ہم شاہ صاحبؒ کا وعظ بلفظہٖ نقل نہیں کر سکتے اس لئے کہ جو کاغذات منشی ہیرا لال کے (باقی بر ص ۵۳)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں تم جانتے ہو دنیا میں اول جس نبی نے وحدت پرستی کا پرزور اعلان دیا وہ ہمارا آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے، گو کل نبی خاص وحدت پرستی پھیلانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، لیکن سب سے زیادہ ہمارے فخر انبیاء فخر موجودات ہی کو یہ شرف ملا ہے کہ آپ کا ایسی حالت میں کہ جدھر نظر جاتی تھی سوائے بُت پرستی کے رواج اور بُت پرستوں کے زور شور کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا، اور ہر شخص انتہا درجہ بت پرستی میں غلو رکھتا تھا، اور ہزاروں کوس خدا پرست کا پتہ بھی نہ تھا۔ مخالفانہ نظریں وہ بھی شدت اور غضب کے ساتھ نبی پر پڑ رہی تھیں اور ایک متنفس بھی خدا پرستی کی تصدیق کرنے والا نہ تھا، اس نفرت انگیز دائرۂ بت پرستی میں دلیرانہ یہ فرمانا کہ خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، تمام دیوی اور دیوتا محض نکمّے اور بیکار ہیں نہ صرف مسلمانوں ہی کا بلکہ تمام عالم کا حد سے زیادہ مایۂ افتخار ہے، کلام اللہ کو اول سے آخر تک دیکھ جاؤ جس قدر توحید پرستی پر زور دیا ہے وہ اور کسی الہامی کتاب میں کم ملے گا۔ قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ اس قدر کھلا ہُوا اور روشن ہے کہ ہر مسلمان بشرطیکہ اسلام اور ہادیٔ اسلام سے اُسے محبت ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے، تمام خدا پرستی کے منازل اور راہیں اسی قدر صاف ہیں جتنی ممکن ہو سکتی ہیں نادان سے نادان شخص بھی اس سے اسی قدر مستفیض ہو سکتا ہے جتنا ایک عاقل شخص جس مطلب کو صاف طور پر خدا تعالے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲) ہاتھ کے لکھے ہوئے ہمیں ملے ہیں۔ وہ علاوہ پارہ پارہ ہونے کے ایسے بدخط لکھے ہوتے ہیں کہ ہم بلفظہ نقل کرنے کا فخر نہ حاصل کر سکے ہاں یہ خوشی کی بات ہے ہم نے مولانا شہید کے خیالات کا اس پریشان تحریر سے اقتباس کر لیا اور اسے اپنی طرز پر ادا کر دیا لیکن ناظر کے اطمینان کے لئے یہ لکھ دینا کافی ہے کہ ہم نے بالکل اپنی عبارت میں مولانا شہیدؒ کے نتھرے ہوتے خیالات ادا کر دئے ہیں اور جگہ بجگہ وہ آیتیں اور حدیثیں نقل کر دی ہیں جو وعظ کے پریشان کاغذوں میں ہم نے لکھی دیکھیں۔ ہاں ہم ہم افتخار سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو عبارت ہمیں صحیح و سالم ملی وہ ہم نے بجنسہٖ درج کر دی۔ اس عبارت میں ہم نے احتیاطاً دست برد نہیں کی گو ہمیں اس میں دست اندازی کرنے کا حق حاصل ہے اس لئے کہ وہ مولانا شہید کی قلم کی لکھی ہوئی نہیں ہے پھر بھی ہم نے اس خیال سے کہ اس عبارت میں بہت سے الفاظ اور فقرے مولانا شہید کے ہوں گے بلفظہٖ درج کر دی ہے گو بعض مقام سے عبارت کی سخت بے ربطی نے ہماری اس خواہش کو بھی پورا نہ ہونے دیا، بہرحال مولانا شہیدؒ پورا اسلامی جوش اس عبارت سے اندازہ کرے گا۔ جن احادیث کو مولانا نے اپنے وعظ میں فرمایا ہے، میں نے تلاش کر کے کہ اس کا راوی کون ہے حاشیہ پر ہر حدیث کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے کلام پاک میں فرمادیا ہے اور اس سے کوئی منکر نہیں ہوسکتا، چنانچہ وہ فرماتا ہے :

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ۔

اور بیشک ہم نے تیری طرف کھلی باتیں اتاریں، اور منکر اُن سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

یہ بدیہی طور پر ثابت ہوگیا کہ خالق ارض وسما نے ایسی کھلی باتیں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے اُتاریں کہ ہر فرد بشر اُن سے استفادہ کرسکتا ہے، ہاں صرف ایسے لوگ منکر ہوتے ہیں جو بے حکم ہیں یعنے خدا کے کھلے حکموں کو نہیں مانتے اور اپنے بے جا تمرّد اور ناروا سرکشی کے نشہ میں ان روشن احکام سے روگردانی کرتے ہیں۔

یہ خوب سمجھ لو جو کتاب تمہاری ہدایت کے لئے بذریعہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھیجی گئی وہ ضرور ایسی ہونی چاہیئے، جسے بلا تکلیف تم سمجھ سکو اور اس سے تمہیں بخوبی ہدایت ہو۔ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے :

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

وہ اللہ ایسا ہے جس نے اُن میں ایک رسول کھڑا کیا کہ اس کی آیتیں اُن پر پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے اور بیشک وہ پہلے سے گمراہی صریح میں تھے۔

آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناپاکوں کو پاک کرنے اور جاہلوں کو عالم بنانے اور نادانوں کو عاقل بنانے اور احمقوں کو دانا اور سمجھ دار بنانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، آپ نے اُن ان پڑھوں کو عقل کی باتیں سکھائیں اور انہیں جہان سے افضل بنادیا، اور ایسی کتاب کا سبق دیا جو ان کی روحانی اور جسمانی پاکی کی ایک کامل مددگار اور معاون بنی اور انہیں تمام اُن ناپاک الائشوں اور متعفن بیہودگیوں سے پاک کردیا جس میں وہ صدہا برس سے پھنسے ہوئے تھے، وہ غلیظ اور قابل نفرت عادتیں جو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھیں، اور جن ناقابل بیان خباثت میں وہ ایک زمانۂ مدید سے پھنسے ہوئے تھے، انہیں اس طرح پاک کردیا گویا وہ دوبارہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے، اور پھر اُن کے ایسے نتھرے ہوئے خیالات ہوئے، جن پر آج اسلامی عالم ناز کرتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ جانتے ہوں گے کس وجہ سے اُن میں جہان کی بُرائیاں آگئی تھیں اور کس زبون اور زشت خصلت نے ان کی پاکیزہ اور بے گناہ فطرت کو طہارت سے دور کر دیا تھا۔ وہ صرف بُت پرستی شرک اور خدا سے دوری تھی جس نے انہیں برباد کر کے ہلاکت کے کنارہ تک پہنچا دیا تھا۔

انہوں نے اپنے سچے خالق کی قوتوں کو تقسیم کر دیا تھا اور اس کی عظیم الشان اور غیر قابل تقسیم قوت کے حصے کر کے اپنے ہاتھ کے گھڑے ہوئے بتوں اور سنگی دیبیوں میں بانٹ دیتے تھے، وہ اپنے دیبیوں اور بتوں کو جنہیں سجدے کرتے تھے بادلوں اور ہواؤں پر حکمراں چاند و سورج پر قادر خیال کرتے تھے وہ عقل کے دشمن جانتے تھے۔ ہمارے ہی ہاتھ کے گھڑے ہُوے بُت ہماری مشکل کشائی کریں گے۔ بعضوں نے چاند و سورج کو اپنا معبود بنا لیا تھا، اور انہیں کے آگے سجدے کرتے تھے۔ انسانی نیکی اور اشرفیت کو مٹانے والا یہی ایک بہت بڑا عیب تھا جو مخلوق میں خون کی طرح رگوں میں ساری ہو رہا تھا۔ غیرتِ حق کو حرکت ہوئی اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہُوا، الحمد للہ آپ کی نبوت کا جو منشا تھا وہ پورا ہوا، خدا کا سچا جلال عالم پر چمکا اور دریائے باسفورس سے گنگرس تک اور گنگرس سے جمنا تک اس نور کا کامل پرتو پڑ گیا۔

مگر میں افسوس سے دیکھتا ہوں کہ بعض کوتاہ اندیشیوں اور ملکی جنگوں کے اُتار چڑھاؤ سے جو سلطنتِ ہند میں رہے، اور اہل ہنود کے ربط وضبط سے اکثر ایسے خیالات جنہیں ٹھیٹ اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے، موجودہ نسلوں میں پائے جاتے ہیں، جن سے روحانی قوتوں کو شکست ملی اور اسلامی برکتوں نے ہند سے اپنا کوچ کیا۔

دیبی دیوتاؤں یا جن یا پریوں یا پیر شہید کی پرستش یا اُن سے حاجتیں طلب کرنا یا اُن کی قبروں پر اعتقاد اور صدق دلی سے چڑھاوا چڑھانا یا ضرورت کے وقت انہیں پکارنا جو دراصل بُت پرستوں اور نصرانیوں کا شعار تھا زمانہ کی دستبرد سے ہمارے بھائیوں میں بھی جاری ہو گیا۔ جسے ایک سچے مسلمان کی آنکھ نہایت حسرت و یاس سے دیکھتی ہے، ہم نے خدا و رسول کے علم کو بھلا دیا، فطرت اللہ کا وہ منشا جس سے آخر الزمان نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے تھے بالکل نسیاً منسیا کر دیا۔ اسی سے ہمیں دنیاوی اور دینی تنزل حاصل ہے، اور اسی سے ہماری یہ گت بنی کہ ہم آخر کار دنیا کی متبذل قوموں میں شمار کئے جانے لگے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بایں ہمہ ابھی ہمیں بہت کچھ اصلاح کی امید ہے اور ہم اپنے رب کے سچے کلام پر بھروسہ کر کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً ہم اگر اپنی یہ بُری عادتیں چھوڑ دیں گے اور گناہوں سے توبہ کرینگے تو فلاح کا رستہ دیکھنے میں کوئی شبہ باقی نہیں ہے۔ چنانچہ خداوند کریم اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۔

اگر تم بُری چیزوں سے بچتے رہو گے جو تمہیں منع ہوئیں تو ہم تمہاری تقصیریں معاف کرینگے اور تمہیں عزت کے مقام میں داخل کرینگے۔

یہ سچ ہے اگر تم نیک نیتی سے خدا سے ڈر کر اپنے بُرے اعمال سے توبہ کروگے تو خوب سمجھ لو خداوند کریم کا یہ وعدہ تمہارے ساتھ پورا ہوگا اور پھر اس کی برکتوں سے مالا مال ہوگے اور تم پر اُس کی رحمتیں نازل ہونگی۔

خدا کی بے شمار بخششوں کی سرتاج ایک بخشش وحدت پرستی ہے یعنی خدا کو ایک جاننا اور اسی پر اپنی تمام اُمیدیں اور ضرورتیں موقوف رکھنا اور یہ سمجھنا کہ ہمارا سچا مشکل کشا وہی ہے، اور وہی ہمیں ہدایت کرنے والا ہے۔ کیا تمہیں اس کا خیال نہیں۔ تم پانچوں وقت کی نمازیں ہر رکعت کے ساتھ پہلے کیا آیت پڑھتے ہو۔ بھائیو وہ سورہ فاتحہ ہے جس میں یہ مضمون درج ہے "تو ہی ہمارا معبود ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"۔ اسلام میں یہ ایک پہلی تعلیم ہے جو ہر مومن کو دی جاتی ہے رخدا کی بیشمار عنایتوں کا خیال کرو، کہ وہ اپنے بندوں کو کس کس طریقہ سے تعلیم دیتا ہے، اور انہیں نیکی اور سچی عبودیت کا کس دریا دلی اور رحم سے رستہ بتاتا ہے، اس نے سکھایا ہے تم جب میری عبادت کرو تو ہر بار یہی کہو ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں، جب دن بھر میں صدہا بار ہماری زبان سے یہی نکلے گا تو ہمارے خیالات اور اعمال پر بھی اس کا اثر ہوگا اور پھر ہم اپنی ضرورتیں کبھی کسی پیر شہید یا جن، پری پر موقوف نہ رکھیں گے، اور ہماری انسانی شرافت اور فضیلت کے دامن پر دھبہ نہ آئے گا۔ خدا کا جلال کامل طور سے ہماری روح پر چمکے گا، اور ہم اللہ کے پیارے بندوں میں سے ہو جائیں گے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائیو! تم اپنی پانچوں وقت کی نمازمیں کیا پڑھتے ہو اور ان نمازوں سے کیا سیکھتے ہو یا ان نمازوں کا مفہوم کیا سمجھتے ہو، اسلام کے روشن اصول ہمیں بتاتے ہیں کہ اس عبادت کا سچا مفہوم یہ ہے ہم پر ہمیشہ خدا کا خوف طاری رہے، اور کبھی اس کے آگے دوسرے کو معبود نہ بنائیں، اسی پر بھروسہ کریں اور اپنی تمام قوتوں کا انحصار اسی کی تائید پر موقوف سمجھیں، بغیر اس کے نجات دارین کبھی نہیں ہو سکتی جیسا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں:

اَلصَّلٰوتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَۃُ اِلَی الْجُمُعَۃِ یُکَفِّرْنَ مَا بَیْنَھُمَا اِنِ اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ۔[1]

پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اُن گناہوں کو دُور کرتی ہیں جو اُن کے درمیان ہوں اگر بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

خداوند کریم کے دربار میں جب ہم نہایت اطاعت نہایت فروتنی نہایت انکساری سے حاضر ہوتے ہیں اس وقت ہمیں یہ حکم ہوا ہے کہ ہم یہ کہیں تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تو ہمیں وہ رستہ دکھا جس پر تیری برکت نازل ہوتی ہے اور اس راہ سے بچا جس پر تیرا غصہ ہے۔ پھر بڑے افسوس اور حسرت کا مقام ہے خدا کے دربار میں تو حاضر ہو کر ہم یہ عرض کریں اور جب وہاں سے اپنے گھر آئیں تو کسی پیر شہید کی قبر پر چلّہ باندھنے جائیں اور یہ عہد کرائیں جب ہمارا فلاں کام نکل آئے گا تو ہم آپ کی یہ نیاز دلوائیں گے۔ ڈوب مرنے کی جگہ ہے خدا کے آگے تو یہ التجا اور یہ وعدہ اور پھر شہید کی قبر پر یہ چڑھاوا اور یہ حاجت طلب کرنا۔

ہمارے یہ کام نہایت ہی خوفناک اور بتہ پانی کرنے والے ہیں اور یہی وہ کمبخت افعال ہیں جو ہمیں دین و دنیا میں بدنام کریں گے، اور کبھی ہمیں اسلامی برکتیں حاصل نہ ہوں گی، اور ہم دین تو دین دنیا میں بھی اپنے پرائے کی آنکھ میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے، اور ایک عالم میں نکو بنے رہیں گے۔

یہ کس حسرت و یاس سے دیکھا جاتا ہے کیا تو وہ زمانہ تھا کہ اسلام نے بہت دھوم دھام سے یہ اعلان کیا تھا۔

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

اللہ نے گواہی دی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا

[1] مسلم بروایت ابوہریرہ ؓ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تمہیں چاہے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

اسلام کی صرف یہی ایک نشانی ہے کہ خدا کو واحد جاننا اور نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا پاک نبی سمجھنا اگر یہی ایک بات نہیں ہے تو کس مُنہ سے کہا جاتا ہے ہم مسلمان ہیں، اب اس کے علاوہ کسی کا ایمان ہے تو اس پر افسوس، اگر ذرا ہم اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈالیں اور اپنے اعمال کی طرف دیکھیں جنہوں نے ہمیں ٹھیٹ اسلام سے بہت دُور پھینک دیا ہے تو ہمیں معلوم ہو کہ ہم خدا اور اس کے نبی سے کتنے برگشتہ ہیں اور اس سے اپنی جانوں پر کیا غضب توڑ رہے ہیں، ہمارے کیسے کچے عقیدے اور ہمارا ایمان کیسا ضعیف ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی محبت ہمارے دل میں مطلق نہیں رہی، اور ہم اپنی معمولی کمینی ضروریات پر کہیں شیخ سدّو کا بکرا کرتے ہیں، اور کہیں سید احمد کبیر کی گائیں کرتے ہیں، اور کبھی پریوں کا کونڈا کرتے ہیں، اور کبھی حضرت علی مشکل کشا (یہ خطاب شیعوں نے حضرت علی کو دیا ہے، اور اسی کا اثر تمام سُنیوں پر پھیل رہا ہے) کا دونا کرتے ہیں۔ کبھی کسی قبر پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اور کبھی کسی پیر کی قبر پر چِلّہ باندھتے ہیں، غرض ہم اپنی کمینی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے کیا کیا کچھ شرک و بدعت نہیں کرتے، اور پھر کتنی دور اسلام سے جا پڑتے ہیں۔ ہمارے ایمانی ضعف کا یہ سارا طفیل ہے، کاش ہم میں ایمانی ضعف نہ ہوتا تو یہ بیہودہ باتیں کبھی ہم سے ظہور میں نہ آتیں۔ جہاں خداوند کریم صاف طور سے اپنے کلام مجید میں یہ فرماتا ہے۔ تو دعا کر میں قبول کروں گا، وہاں ہم محض اپنی دلی کمزوری جوش اور نالائم جذبہ کے مطیع ہو کے اس بیش قیمت وعدہ پر تو نگاہ نہ کریں، اور ادھر اُدھر بھٹکتے پھریں، تف ہے ہماری اس حمیت اسلامی پر اور اخ ہے ہماری اس مسلمانی پر۔

یہ نہیں جانتے کہ جن سے تم اپنی حاجتیں طلب کرتے ہو وہ بھی تمہاری طرح خدا کے محتاج ہیں جب وہ اپنی مشکل کشائی نہیں کر سکتے تو تمہاری کیا کر سکتے ہیں۔ وہ خداوند کریم کے عاجز بندے ہیں اور ان کی بخشش صرف اُسی کی مرضی پر موقوف ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اُن کی نجات بھی ہوتی یا نہیں کیونکہ سوائے ان چند صحابہ کے جن کی بشارت خود نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے دی ہم کبھی قطعاً کسی کو ناجی اور ناری کہنے کے مجاز نہیں ہیں تو تم آپ خیال کر سکتے ہو کہ جب اُن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ناجی ہونے کی کوئی شہادت تمہارے پاس موجود نہیں ہے، پھر کس طرح ان سے حاجتیں جا کے طلب کرتے ہو اور انہیں اپنا مشکل کشا بنا رکھا ہے، کیا تم سے بھی زیادہ کوئی محسن کش اور احسان فراموش ہو سکتا ہے، خداوند تعالیٰ تم پر کیسا مہربان ہے اور تم سے کیسی محبت رکھتا ہے اور تم اس سے بھاگے بھاگے پھرتے ہو۔ ہمارا فرض ہے اور یہی ہمارا مذہب ہمیں بتاتا ہے کہ ہر حالت میں اسی کی طرف رجوع کریں کیونکہ جب تک ہم اس کی طرف رجوع نہ کریں گے ہماری بخشش نہیں ہو سکتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا۔ وہ رجوع لانے والوں کو بخشتا ہے۔

بعض ہمارے بھائی یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ہم ان پیر شہیدوں سے اپنی حاجتیں طلب نہیں کرتے بلکہ ان کے وسیلہ سے خدا سے مانگتے ہیں اور اپنے اس دعوئے کی دلیل دنیاوی معاملات پر منحصر رکھتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص سفارشی نہ ہو امیر کے دربار تک رسائی نہیں ہوتی، مگر یہ خیال اُن کا جیسا رکیک ہے اسی قدر کم عقلی پر دلالت کرتا ہے، امیر کے دربار اور خداوند تعالیٰ کے دربار کی مناسبت نہیں ہو سکتی، امیر کسی حاجت مند کی حاجت بغیر عرض کئے نہیں جان سکتا، اور خدا کو اپنی کل مخلوق کا رتی رتی علم ہے۔ امیر بغیر اطلاع کئے نہیں پہچان سکتا کہ مجھ سے کون ملنا چاہتا ہے، لیکن خدا صرف دل کے ارادے سے جان جاتا ہے پھر ایسے عالم الغیب چھپی اور پوشیدہ چیز کو جاننے والے مخلوق کے دلی خیالات کا علم رکھنے والے کے دربار میں کسی سفارشی کی ضرورت ہے اور نہ کسی اطلاع کرنے والے کی حاجت ہے، شریعت کا رستہ صاف اور کھلا ہوا ہے، دین کی نعمت ہم پر پوری ہو چکی ہے، اس کی تکمیل کی ضرورت اب نہیں رہی، پھر کیا ضرور ہے کہ غیر ضروری باتوں کی طرف ہم اپنا دل رجوع کریں، اور اسلام کے روشن احکام سے برگشتہ ہوں فقط۔

یہ اس قیمتی وعظ کا خلاصہ ہے جو مولانا شہید نے اول بار الوداع کے دن فرمایا گو وعظ اتنا بڑا ہے کہ پندرہ سولہ جزو میں اگر پورا تحریر کیا جاوے تو بمشکل تمام ہووے لیکن ہم نے اس پریشان اور بے ربط تحریر سے جو ان کے منشی رسرالال کے ہاتھ کی نہایت جلدی میں لکھی گئی تھی بمشکل بڑے غور و فکر کے بعد یہ خلاصہ کر لیا ہے، اور بہت سی حدیثیں اور آیتیں نقل ہیں لیکن وہ ایسی اشاروں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یں لکھی ہوئی ہیں کہ ہم سے مطلق نہیں پڑھی گئیں۔ بہر حال مولانا کے پر جوش اسلامی خیالات کا اسی سے ایک اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس سادے سیدھے وعظ سے جو بالکل اسلامی عقائد کو ظاہر کرتا تھا عوام الناس میں خوفناک تحریک پھیل گئی، اور ان کے فاسد خیالات کے سمندر میں ایک عجیب تموج پیدا ہو گیا وہ نیاز نذر کرنے کے مدت سے عادی تھے وہ اس بات کو اپنا دین وایمان سمجھتے تھے کہ ضرورت کے وقت پریوں کا کونڈا کریں، اور سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا کریں، انہوں نے یہ تقریر کاہے کو سُنی تھی کہ یہ ساری باتیں بدعت و شرک ہیں اور اسلام سے انہیں کچھ علاقہ نہیں ہے، اسلام میں اگر توحید کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو واقعی ایسا نازک اور باریک ہے کہ بمشکل آدمی شرک سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً یہ سمجھنا کہ ابر خود آپ پانی برساتا ہے اسلام میں شرک ہے، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ پانی کھیتوں میں اناج کا نمو نہ کرتا ہے شرک ہے، چہ جائے کہ اپنی حاجتوں کے انبار کو پیر شہید کی گردن پر رکھنا اور ان ہی پر اپنی تمام ضروریات کے حل ہونے کو موقوف سمجھنا یہ تو صریح کفر اور شرک ہے۔

اپنی کسی حاجت پر خدا کے سوا کسی کو پکارنا یہ ایک کمزور ابال ہے جو ضعیف طبائع میں اکثر اٹھتا ہے، انسان کی طبیعت میں قدرتی احسان فراموشی اور محسن کشی کا مادہ بہت ہے مگر اُن پاک اور مقدس انفاس کا ذکر نہیں جن پر اسلام کی پوری برکتیں نازل ہو چکی ہیں اور دین خدا کا پورا جلال اپنی تابانی اُن کے جملہ قلوب پر دکھا چکا ہے وہ ہر حالت میں خدا ہی کو پکارتے ہیں اور چاہے ان پر کیسی ہی مصیبت آکے واقع ہو وہ خداوند کریم کے سوا کسی کی بھی نہیں مدد چاہتے، یہی ان کا مایۂ بساط ہے اور اسی پر انہیں ناز اور فخر ہے وہ خدا پرست قوم جس نے اول وحدت پرستی کا دنیا میں نور چمکایا، مسلمانوں کی مرحوم قوم ہے خدا وہ دن نہ کرے کہ اس کی خدا پرستی کی صفت منکر گور پرستی، بُت پرستی اور تعزیہ پرستی کی صفت آجائے یہ سب جانتے ہیں، خدا کے آگے سب عاجز ہیں کسی کی یہ مجال نہیں کہ کسی کی سفارش اللہ کی درگاہ میں کر سکے، حشر میں جب تمام پیغمبروں کی اُمتیں باری باری سے اپنے نبیوں کے پاس جائیں گی، اور بزاری یہ عرض کریں گی کہ آپ ہماری شفاعت خدا کے آگے کیجئے تو وہ خوف باری تعالیٰ سے کانپیں گے اور یہ کہیں گے ہم میں مجال نہیں ہے کہ ہم تمہاری سفارش کر سکیں، ایک نبی دوسرے نبی کے پاس بھیجے گا اور وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کہہ کے ٹال دے گا، حتیٰ کہ ہمارے آخر الزمان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور آپ خداوند تعالیٰ سے (اس کے حکم سے) سب کی شفاعت (مومنین سے غرض ہے) چاہیں گے۔ انبیاء علیہم السلام جو معصومین ہیں ان کی یہ کیفیت ہے وہ خدا سے کسی کی سفارش کرنے کی مجال نہیں ہیں پھر ہم حیران ہیں کہ یہ کیونکر سمجھ لیا گیا اگر فلاں شہید یا ولی کی نیاز دلوائی جائے گی، اور اس کی قبر پر کلادے کا لال ڈورا باندھا جائے گا اور منت مانی جائے گی، محض اس امید سے یہ خدا سے ہماری سفارش کر دیں گے اور ہماری ضرورت یا ہماری مشکل حل ہو جائے گی یہ کتنے قہر کا مقام ہے، خصوصاً مسلمانوں کے لئے جن کے اسلام کے خلاف ایسے عقیدے ہوں اور پھر وہ اپنے کو مسلمان کہیں یہ سچ ہے کہ ضرورت دنیا میں ایک ایسی قہر کی چیز ہے کہ انسان سے ناگفتہ بہ افعال صادر ہوتے ہیں، اور ایسے ایسے قبیح کاموں کے کرنے کی مبادرت کرتا ہے کہ اگر ضرورت نہ پڑتی تو کبھی نہ کرتا مگر پھر بھی مسلمانوں کے لئے خدا کے وعدے ایسے زبردست سہارا دینے والے ہیں اگر وہ ان پر غور کریں اور اپنے دل میں سمجھیں اور ان کا پورا یقین اپنے قلب میں کر لیں تو کبھی بھی ضرورت کا خوفناک جن انہیں نہ ستا دے، اور وہ ہمیشہ محض خدا کے بھروسہ پر مصیبت کے وقت بھی مطمئن اور خوشحال رہیں، سب سے زیادہ ایسے لوگوں پر بھی افسوس ہے جو ضرورت کے وقت یا اپنی سخت تر مصیبت کی حالت میں جب وہ اپنے معاونین کی مدد سے ناامید ہو جاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں خدا ہی سے مدد چاہنی بہتر ہے اور بغیر اس کی مشکل کشائی کے کچھ بھی نہیں ہو گا تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور خدا ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ خدا نے خود وعدہ فرمایا ہے جو مجھے سچے دل سے پکارتا ہے میں اس کے پاس پہنچتا ہوں۔ اور جب وہ احسان فراموش اس مصیبت سے رہائی پاتے ہیں تو اپنے ناپاک خیالات اور نامقدس افعال کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور پھر دین و دنیا میں خسارہ پاتے ہیں جن کی حالتوں پر خود خداوند تعالیٰ افسوس کرتا ہے اور فرماتا ہے:۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ۔

پھر جب سوار ہوئے کشتی میں پکارنے لگے پوری اسی پر نیت رکھ کے اور جب انہیں زمین پر بچا لایا تو لگے شریک کرنے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے نالائق اور بھونڈے طبائع پر افسوس۔ اس آیت کا صاف یہ مفہوم ہے اگر کشتی میں سوار ہو اور کوئی بحری یا سماوی آفت آکے واقع ہو تو خدا ہی سے مدد مانگو کیونکہ وہی ناگہانی بلاؤں سے بچاتا ہے، اس سے صریح خدا پرستی کی اور کیا تعلیم ہو سکتی ہے، مگر ہٹ دھرم اور ضدی بندے نہیں سمجھتے۔

جب یہ وعظ جس کو ہم نے مختصر طور پر لکھا ہے مولانا صاحب نے کیا تو اکثر مسلمان ناراض ہوئے اور انہوں نے باہم یہ کانا پھوسی کرنی شروع کی مولانا نے بزرگان دین کی سخت توہین کی ہے اور بڑی بے ادبی سے پیش آئے ہیں، اور نیاز نذر کو برا بتاتے ہیں، غرض باتوں کے بتنگڑے بن گئے، اور نئے نئے اتہامات اور الزامات وعظ میں جن کا سان و گمان بھی نہ تھا مولانا کی بے گناہ ذات پر لگائے گئے، کسی نے یہ مشہور کیا انہوں نے نبی کی توہین کی اور کہا وہ ہم سے زیادہ (معاذاللہ) نہیں ہیں، کسی نے یہ کہا وہ حدیث و قرآن پر اعتراض کرتے ہیں، اور اپنے آگے کسی کی کچھ حقیقت نہیں جانتے، غرض وہ باتیں کہ جن سے سراسر دشمنی ٹپکتی تھی، مولانا کے سر چپکائی گئیں، اور خدا واسطہ کی وہ وہ باتیں جن سے مولانا کی ذات والا بہت دور تھی زبردستی آپ کے وعظ میں داخل کرنی چاہیں۔

یہ لوگ اپنی ان چالاکیوں میں کامیاب ہوتے، اور مولانا کے خلاف تمام شہر میں ایک جوش پھیل گیا، چند سنجیدہ لوگ انصاف پرست بزرگ جو اس جلسہ میں موجود تھے، اور جنہوں نے مولانا کی تقریر خوب گوش دل سے سنی تھی، ایک عام مخالفت کے آگے کچھ دم نہ مار سکتے تھے، انہیں اپنی جانوں اور عزت کا خیال تھا کہ کہیں اس طوفان بے تمیزی کے ہم ہی نذر نہ ہو جائیں۔

طلبہ کے گروہ میں بھی اس کا چرچا ہونے لگا، اور انہوں نے بھی خواہ مخواہ کی مخالفت میں قدم رکھا۔ یہاں عجیب کیفیت تھی کہ طلبہ اور غیر طلبہ سب ہی ایک ہی کھوپڑی کے لوگ تھے، بھلا جب شاہ عبدالعزیز[1] صاحب کی مستورات بیوی کی صحنک کرتی تھیں، اور کوئی منع نہ کر سکتا

---

[1] تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی صفحہ ۳ میں بغیر کسی شہادت صریح کے یہ لکھا ہوا ہے کہ صحنک وغیرہ کی رسمیں شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان میں بھی جاری تھیں مگر میں اس کا یقین نہیں کرتا کیونکہ یہ خاندان سچا (باقی بر ص ۶۳)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا تو اور گھروں کا کیا کہنا، جو لوگ تعزیہ پرستی کرنی دین وایمان جانتے تھے۔ اور سیتلا کو پوجتے تھے، ان کے آگے دین اسلام کی ایسی باتیں بہت ہی گراں گزریں گی، اور وہ خواہ مخواہ مخالفت کرنے پر تیار ہوں گے۔

طلبہ اس بات پر آمادہ ہوئے کہ ہم مولانا سے اس بارہ میں گفتگو کریں گے کہ کیوں نبیوں ولیوں اور شہدار کو وسیلہ خدا کی درگاہ میں بنایا جائے؟ اور ان سے کس وجہ سے نہ حاجتیں طلب کی جائیں بعض اس بات پر آمادہ تھے ہم حدیث میں گفتگو کریں گے، اور مولوی فضل حق صاحب کے شاگرد تو بہت سرگرمی سے اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ ہم معقول میں مولانا سے بحث کریں گے، غرض ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق مولانا کی مخالفت پر ٹوٹ پڑا، اور شہر دہلی میں نئی نئی افواہیں نئی نئی باتیں مولانا شہیدؒ کی نسبت روز اُڑنے لگیں، یہاں تک کہ عورتوں میں بھی اس کی گفتگو شروع ہو گئی، اور وہ بھی اپنے مخالفت کے ہتھیاروں کو مولانا کے مقابلہ میں استعمال کرنے لگیں، یعنے کوسنے دینے اور مولانا کا نام لے لیکے پیٹنا۔ ایک دن مولانا شہید عصر کی نماز پڑھ کے جامع مسجد میں حوض پر بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک بڑھیا مولوی صاحب کے پاس آئی اور اس نے کہا مولوی صاحب موا اسمٰعیل کون نیا مولوی پیدا ہوا ہے جو یہ کہتا ہے بیوی کی صحنک نہ کرنی چاہیئے، آپ نے جواب دیا بڑی بی موا اسمٰعیل نہیں کہتا بلکہ جس بیوی کی تم صحنک کرتی ہو اس کے باپ نے منع کر دیا ہے میری بیٹی کی صحنک نہ کیا کرو۔ یہ سنتے ہی وہ یہ کہنے لگی جب بیوی کا باپ یہ کہتا ہے میری بیٹی کی صحنک نہ کیا کرو میں اس پر صدقے گئی آئندہ سے نہ کیا کروں گی واری جاؤں یہ بات ہے تو سچ نا۔ آپ نے فرمایا خدا گواہ ہے یہ بالکل سچ ہے وہ بڑھیا مولانا کی بلائیں لینے لگی اور دعا دیتی ہوئی چلی گئی۔ اس سے ناظر سوانح اس عام مخالفت کا اندازہ کر سکتا ہے، جو مولانا شہید کی عورت و مرد میں پھیل گئی تھی اور یہ ضرور ہونا تھا صدیوں کی بُری عادتیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲) عامل بالحدیث ہونے کا افتخار رکھتا تھا۔ بہر حال اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ امرار اور شرفار ہی کی مستورات شرک و بدعت میں مبتلا نہ تھیں بلکہ مولویوں اور لکھے پڑھوں کی عورتیں بھی ایسا ہی کرتی تھیں اور کوئی اُنہیں روکنے والا نہ تھا ایسی بڑی بات جیسی کتاب مذکور کا مصنف لکھتا ہے، بغیر ایک کافی اور بڑی شہادت کے ہم نہیں مان سکتے "

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو دہلی والوں کی گھٹی میں بیٹھ گئی تھیں، یکایک بغیر ایک عظیم الشان جھگڑے کے نہ جا سکتی تھیں، مولانا شہید کو ایک ایک ادنیٰ واقع کی روزمرہ رپورٹ گزرتی تھی، اور آپ ہر مخالفت کی خبر کو نہایت سنجیدگی سے سنتے تھے، اور اُس پر غور کرتے تھے، لطف یہ تھا کہ ابھی یہ وعظ نہایت دھیما تھا اور جو بات یا ہدایت کی گئی تھی وہ صیغہ غائب میں کی گئی تھی، اور ابھی ان رسوم کی بات کو بہت کم بیان کیا گیا تھا جو قلعہ اور قلعہ کے باہر کی جاتی تھیں، ابھی تقلید شخصی اور پیر پرستی کی بحث ہی نہیں ہوئی تھی، نہ اس پر کسی قسم کے اعتراض کئے گئے تھے، ایسے سادے وعظ پر جب یہ غل وشور ہوا تو اس کا اندازہ ہو سکتا تھا کہ جب کھلم کھلا ہر مسئلہ پر بحث کی جائے گی تو کیا آفت برپا ہوگی۔

مولانا شہید نے خطرہ کے وزن کو پورا پہچان لیا اور گو ابھی عمائد و اعیان شہر اس طرف رجوع نہ ہوئے تھے، اور نہ ابھی مولوی فضل حق صاحب کی مخالفانہ کارروائی شروع ہوئی تھی، پھر بھی عقلمندی یہ تھی کہ ہر طرح سے بندوبست کیا جائے، اور ایسا نہ ہو مخالف غافل پا کے کوئی جسمانی مضرت پہنچائیں۔

آپ نے پہلے چند بڑے بڑے بدمعاشوں کے سرغنوں کو اپنی جادو بھری تقریر سنا کے مرید کیا، اور انہیں اپنا ایسا معتقد بنایا کہ وہ اپنی جان قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے، مصلحت اس کی مقتضی تھی کہ یہ کارروائی کی جائے کیونکہ دن بدن مخالفت کی آگ بھڑکتی جاتی تھی، اور خدا کی شان سے روزمرہ ایسی ایسی باتیں سرزد ہوتی تھیں کہ اس مخالفت میں اور جان پڑتی تھی، مثلاً ایک دن مولوی اسماعیل شہید مع اپنے چند معتقدوں کے جامع مسجد میں حوض پر بیٹھے ہوئے تھے، اُس عرصہ میں خدام زیارت[1] کی چیزیں لے کے اکبر شاہ کے لئے قلعہ میں جانے

---

[1] تبرکات جو جامع مسجد میں رکھے ہوئے ہیں محمد شاہ کے وقت قلعہ سے جامع مسجد میں لا کے رکھے گئے تھے کیونکہ وہاں فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور یہ خیال کیا گیا ہے کہ قلعہ پر اسی لئے تباہی پڑی ہے جہاں یہ تبرکات رکھے ہوئے ہوں وہاں اس قسم کی عیاشی ہو جس کی نظیر دنیا میں کم ملے گی، ان تبرکات میں موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جبہ شریف نبی اکرم، نعلین شریف نبی اکرم، قدم مبارک نبی اکرم، پارہ کلام مجید نوشتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، پنجہ شریف حضرت علی، قرآن شریف نوشتہ حضرت امام حسنؓ، موئے مبارک (باقی بر ص ۶۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے، جتنے لوگ جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے سب کھڑے ہوگئے اور سب نے نہایت خوش اعتقادی سے اُٹھ کے تعظیم دی اور کلمہ طیبہ پڑھنے لگے مگر مولانا شہید اور آپ کے رفقا بیٹھے رہے، اور تعظیم پر مطلق توجہ نہ کی، تمام معتقدین اشیائے زیارت جل کے خاک ہوگئے، اور خدام تو اس قدر ناراض ہوئے کہ ان کا بس نہ چلا نہیں تو وہ وہیں خون خرابا کر ڈالتے وہ سیدھے اکبر شاہ ثانی کے دربار میں حاضر ہوئے، زیارت کی چیزیں دیکھ کے اکبر شاہ سرتاپا کھڑے ہوگئے، اور بڑے تپاک سے سب کو آنکھوں سے لگایا، اور ان پر بوسہ دیا، یہ کہہ کے خدام رونے لگے، اور انہوں نے ہاتھ باندھ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) حضرت امام حسنؓ، پارہ کلام مجید نوشتہ حضرت امام حسینؓ شہید کربلا، موئے مبارک حضرت امام حسین، پارہ کلام مجید حضرت امام جعفر صادق، غلاف روضۂ اطہر نبی اکرم، غلاف کعبہ شریف، ان تبرکات کی تاریخ یہ ہے جب تیمور لنگ نے دمشق فتح کیا ہے اور وہاں کی غنائم اس کے قبضہ میں آئی ہیں تو سب متبرک چیزیں جو اس کے قبضہ میں آئیں وہ مذکورہ بالا تھیں یہ وہ دمشق ہے جو کئی صدی تک بنی امیہ کا پائے تخت رہ چکا تھا اور یہاں شاہی جبروت کی انتہا ہو چکی تھی یہ تبرکات تیمور نے بہت ادب سے اپنے قبضہ میں رکھے اور جہاں جاتا انہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔ چنانچہ جب وہ ہندوستان میں آیا تو ان تبرکات کو بھی ساتھ لایا اس کے آگے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ تبرکات شریف بابر بادشاہ کے ہاتھ کیوں کر پڑگئے، ایک روایت کے بموجب یہ معلوم ہوا کہ بابر ان تبرکات کو لے کے بلخ روانہ ہوا، جب بابر کی وفات ہوگئی تو یہ تبرکات بخارا میں چلے آئے، اور وہاں ایک عرصہ تک رہے۔ ہندوستان میں جب شاہجہان کی سلطنت ہوئی تو اس نے ان تبرکات کو اس بنا پر کہ یہ میرے فکر دادا بابر کی ملک تھے، امیر بخارا سے واپس منگائے، اور انہیں نہایت ادب سے موتی مسجد میں رکھا۔ بعد ازاں یہ مقدس چیزیں دہلی کے لال قلعہ میں چلی آئیں، اور جب عالمگیر دکن پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا تو یہ مقدس چیزیں لال قلعہ سے جامع مسجد میں مغربی جانب داہنی منار کی طرف رکھ دیں۔ ۱۸۵۷ء کے طوفان خیز غدر میں بڑی جانفشانی سے یہ تبرکات محفوظ کئے گئے اور سرائے روح اللہ خاں میں انہیں بڑی امانت اور حفاظت سے رکھا گیا۔ ۱۸۱۳ء میں جب جامع مسجد واگزاشت ہوئی، عمائد شہر دہلی ان تبرکات کو اس سرائے سے جامع مسجد میں لے آئے اور جنوب رویہ بارہ دری میں انہیں محفوظ کیا چنانچہ وہ اب تک موجود ہیں۔ یہ تاریخ ان تبرکات کی ہے جو ہماری آنکھوں کے آگے رکھے ہوئے ہیں، خدام تبرکات کی بیان کی ہوئی تاریخ۔ مگر کسی معتبر تواریخ میں ہم نے اس کا کہیں ذکر نہیں پڑھا۔ سر ولیم میور صاحب نے مختلف تبرکات کا تذکرہ کیا ہے (دیکھو لائف آف محمد صفحہ ۵۰۹ کا فٹ نوٹ)، لیکن ان تبرکات کی (باقی بر صفحہ ۶۶)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ عرض کرنا چاہا، اکبر شاہ نے ان کے رونے اور عرض کرنے پر توجہ مبذول کی اور کہا تم کیوں روتے ہو وہ اور بھی روئے، یہاں تک کہ اُن کی ہچکی بندھ گئی، آخر اکبر شاہ کے متواتر اصرار پر خدام

بقیہ حاشیہ صفحہ۶۵) کی بابت وہ کچھ نہیں لکھتا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے قرآن کی نسبت اسے ابن بطوطہ اور ادریسی کی شہادتیں پہنچی ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے معائنہ کیا تھا لیکن میور پھر یقین نہیں کرتا اور کہتا ہے ہزاروں خاندانی تغیر و تبدل کے بعد یہ ناممکن ہے کہ تبرکات محفوظ رہے ہوں چنانچہ وہ لکھتا ہے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا نظر ثانی کیا ہوا (قرآن حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے استعمال میں آتا تھا یہاں تک کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے قرآن لکھا تھا۔ اہل شیعہ کے یقین اور خیال کے بموجب مشہد علی میں حضرت علی کے ہاتھ کا قرآن لکھا ہوا ہے اور اس پر آپ کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ قرآن مجید کے چند اوراق حضرت علیؓ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے لاہور کے توشہ خانہ میں موجود ہیں اور اسی طرح حضرت امام حسین کی قلم کے لکھے ہوئے قرآن بھی محفوظ بیان کئے جاتے ہیں۔" اس کے بعد میور پھر اپنے پچھلے نوٹ میں لکھتا ہے۔ (لائف آف محمدؐ ص۵۵) وہو ہذا :۔

مسلمان ہمیں اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ حضرت عثمان کے دست مبارک کا لکھا قرآنی نسخہ اب تک موجود ہے یعنی شہادت کے وقت جو قرآن آپ تلاوت فرما رہے تھے وہ ہنوز انطرطوس میں بحفاظت تمام رکھا ہے اور لوگوں کا یہ بھی بیان ہے کہ اس کے اوراق قرطبہ کی بڑی مسجد میں رکھے ہوئے تھے، ادریسی نے ان تقریبات کا بیان لکھا ہے جو اُن اوراق پر ظہور میں آتی تھیں۔ وہ اوراق اسی طرح فیض (دار الخلافہ مراکو) میں پہنچا دئے گئے، ابن بطوطہ نے جب چودہ صدی میں بصرہ کا سفر کیا ہے بیان کرتا ہے۔ یہ عثمانی قرآنی نسخہ بصرہ کی مسجد میں تھا اور خلیفہ کے خون کے قطرے، ہنوز الفاظ قرآنی پر بیّن طور پر معلوم ہوتے تھے (اور وہ الفاظ یہ تھے) خدا تیرا انتقام تیرے دشمنوں سے لے گا۔" (سورہ ا۔ ۱۳۸) روایت کے بموجب یہ معلوم ہوا کہ مظلوم خلیفہ کا خون ان الفاظ پر بہ نکلا تھا۔ ان کے علاوہ اور نسخے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت کے لکھے ہوئے روایت کیا جاتا ہے، مصر القاہرہ مراکو دمشق مین مکہ اور مدینہ کی طرح محفوظ ہیں جو نسخہ مدینہ منورہ میں ہے اس کے نیچے یہ نوٹ دیا ہوا ہے، حضرت عثمان کے حکم کے بموجب یہ قرآن جمع کیا گیا اور ترتیب دیا گیا ہے، اور اس نوٹ میں اُن کی ترتیب دینے کے مشورہ میں شریک ہونے والوں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرت عثمان کے عہد کا ایک نسخہ بھی اب تک موجود ہو، جبکہ صدہا خاندانوں کے اختلافات ظہور میں آئے، جس میں اسلامی دنیا کا ہر حصہ مبتلا تھا کوئی بہت پرانا نسخہ عثمانی قرآنی نسخہ کہہ دیا جاتا ہوگا" (میور کا نوٹ ختم ہوگیا) جب ایسی تاریخی اور ملکی شہادتوں پر میور کو یقین نہیں آتا تو دہلی کے تبرکات کی نسبت جس کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے کیا کہا جا سکتا ہے ۲۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جھرجھری اور روتی آواز میں یہ کہا اسمٰعیل نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کا بھتیجا ہے بڑا ہی ستم کر رکھا ہے وہ برملا دین اسلام کی توہین کرتا ہے اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق ادب نہیں کرتا، ابھی یہ تبرکات جب کوٹھری شریف میں سے لے کے نکلے ہیں تو جتنے مسلمان تھے سب کھڑے ہو گئے لیکن وہ اور اس کے مرید نہ کھڑے ہوئے اور ہمیں اور ہمارے تبرکات کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھا، حضور ظل اللہ اور خلیفۂ رسول اللہ ہیں اگر خداوند زمین و زمان کی سلطنت میں ایسا دشمن اسلام (افسوس) مارڈالا نہ گیا یا جلا وطن نہ کیا گیا تو خدا کے ہاں کیا جواب دیا جائے گا یہ سن کے اکبر شاہ بہت ہی متردد ہوئے کیونکہ وہ خود کمپنی کے ایک پنشن خوار ملازم تھے ان کا اختیار یہ نہ تھا کہ بلاوجہ کسی شخص کو پکڑ کے مار ڈالیں یا جلا وطن کر دیں ہاں یہ ضرور تھا وہ انگریزوں سے شکایت کہہ سکتے تھے، اور خوش قسمتی سے انہیں یہ یقین تھا اگر میں کسی کی شکایت کروں گا تو کمپنی اس پر اعتبار کر کے اس پر کاربند ہو گی، پھر بھی اس عاقل شاہ نے ایسے روشن اور نیک نام خاندان کے ایک ممبر پر خدام کے کہنے ہی سے دست اندازی نہیں کی بلکہ یہ مناسب سمجھا پہلے مولوی اسمٰعیل صاحب کو بلائیں اور اُن سے مُنہ بمُنہ گفتگو کر لیں تاکہ مولانا کے عقائد کا پورا علم ہو جائے، اور پھر جو کارروائی کی جائے پیچھے اس پر پچھتاوا نہ کرنا پڑے، اپنے دل میں یہ خیال کر کے اکبر شاہ نے خدام کی تسکین کر دی اور کہا تم رنج نہ کرو میں اس بات کا بندوبست کر دوں گا۔ چنانچہ شاہ صاحب کو اکبر شاہ نے بلایا مولانا شہید سمجھ گئے کہ کچھ نہ کچھ دال میں کالا کالا ہے، آپ کے معتقدوں اور کنبہ کے بعض ممبروں نے مشورہ دیا آپ پہلے رزیڈنٹ سے مل لیں اور اپنی مخالفت کی ساری حقیقت بیان کر دیں، مبادا آپ کو اکبر شاہ کچھ مضرت پہنچائے مگر آپ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ — تو کہہ نہ پہنچے گا ہمیں ہرگز مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے وہی ہے صاحب ہمارا، اور چاہیئے مسلمان اللہ ہی پر بھروسہ کریں[1]۔

---

[1] یہی آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں اس وقت پڑھی تھی، جب آپ بطریق سے اس کے کیمپ میں ملنے گئے اور لوگ مُصر ہوئے تھے کہ دشمن کی فوج میں تنہا تشریف نہ لے جائیں، اور آپ نے اس آیت کے بھروسہ پر کسی کی بھی پروا نہ کی۔ (الواقدی جلد دوم صفحہ ۳۸۹-۱۱)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے خیال میں کوئی جرم نہیں کیا ہے نہ دنیاوی نہ دینی پھر میں کیوں خوف کھاؤں، اور ابھی مجھے یہ بھی علم نہیں ہے، اکبر شاہ کا خیال میری نسبت کیا ہے میں اس کی ناحق کیوں شکایت کروں میں دلیری سے اس کے پاس جاتا ہوں اور جو کچھ وہ دریافت کریگا اس کا شافی جواب دیا جائے گا۔

آخر آپ بڑی دلیری سے اکبر شاہ کے دربار میں پہنچے مگر ہاں ہم یہ لکھنا بھول گئے، دربار میں جانے سے پہلے آپ نے اکبر شاہ کو یہ لکھ کے بھیجا تھا اگر آپ مجھے دربار میں بلاتے ہیں تو میں ان تمام درباری قیود سے معاف کیا جاؤں جو آپ کے ہاں ایک لازمی امر ہے میں اسلامی طریقہ سے ملوں گا، اور جیسا ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تہذیب سکھائی ہے ہم اسی طرح عمل درآمد کریں گے۔

اکبر شاہ نے بعد فکر و غور اور مشورہ کے یہ بھی تسلیم کر لیا، پھر مولانا شہیدؒ دربار اکبری میں داخل ہوئے۔ جاتے ہی السلام علیکم کہا اور اکبر شاہ نے اسی گرمجوشی سے اس کا جواب دیا ملاقات پرائیویٹ تھی، سوائے دو تین خواجہ سرائں کے اور کوئی نہ تھا، اکبر شاہ ایک گدی پر بیٹھے ہوئے تھے، شاہ صاحب بھی پاس جا کے بیٹھ گئے، اکبر شاہ نے نہایت خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا اور آپ کے خاندان عالی کی تعریف کرنے لگے، اس کے بعد اکبر شاہ نے یہ کہا میں نے آپ کی نسبت مختلف افواہیں سنی ہیں چونکہ مجھے اُن کی تصدیق کرنی ضرور تھی اس لئے میں نے آپ کو تکلیف دی ہے، کیا خدانخواستہ آپ کے ایسے خیالات ہیں، آپ اسلام اور بانیٔ اسلام کی نسبت توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے بڑے نہیں جانتے۔ یہ سُن کے مولانا شہیدؒ نے پہلے کلمہ طیبہ پڑھا اور پھر دین اسلام اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے اور اس خوش اسلوبی سے بیان کئے کہ اکبر شاہ حد سے زیادہ محظوظ ہوئے، اور آخر میں اُنہیں رقت آگئی وہ ہرچند چاہتے تھے اپنے کو ضبط کریں لیکن نہ کر سکے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئے کر ان کی ہچکی بندھ گئی جب یہ تمام باتیں ختم ہو چکیں تو اکبر شاہ نے دبی آواز سے یہ کہا جب رسول مقبولؐ کی آپ کی نظر میں یہ فضیلت اور بزرگی ہے پھر آپ نے جمعہ گزشتہ کو تبرکات کی کیوں نہیں تعظیم کی، میرے خیال میں شاید یہ بات غلط ہو کیونکہ آپ کی ذات سے یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعید ہے آپ تبرکات کی تکریم نہ کریں، مولانا شہید نے جواب دیا نہیں یہ صحیح ہے میں نے بے شک تبرکات کی تعظیم نہیں کی اس لئے کہ میں انہیں تبرکات نہیں سمجھتا نہ ایسے تبرکات کی جو فرضی ہیں اسلام میں تعظیم کرنے کا حکم آیا ہے یہ سُن کے اکبر شاہ چونکے اور کہا یہ افسوس کی بات ہے آپ تبرکات کی عزت نہیں کرتے، اس پر شاہ اسماعیل صاحب نے یہ کہا اگر یہ تبرکات ہوتے تو آپ ان کی زیارت کو جاتے نہ کہ یہ تبرکات آپ کی زیارت کو یہاں آتے یہ سنتے ہی اکبر شاہ کو سناٹا آگیا اور انہوں نے مولانا شہیدؒ سے معافی مانگی، اور کہا آئندہ میں یہ بدعت کبھی نہ کروں گا، پھر مولانا نے اکبر شاہ کے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا، جس میں سونے کے کڑے تھے اور جن میں ایک بیش قیمت پتھر (جواہر کی قسم) جڑا ہوا تھا، اکبر شاہ نے جو مولانا شہید کے کہنے پر کہ مرد کو سونا پہننا حرام ہے، فوراً کڑے اُتار کے مولانا کے حوالے کیئے، مولانا شہیدؒ بڑے ذہین اور رسا طبیعت کے تھے، انہیں اپنے ہم وطنوں کی مشتبہ طبائع کا پورا اندازہ تھا، اور وہ اپنی بدنامی کا حتی الوسع خیال کرتے تھے، اس لئے آپ نے وہ کڑے واپس کر دئے، اور فرمایا انہیں فروخت کر کے مساکین کو دے دیں میں نہیں لے سکتا، گو میں بھی محتاجوں کو دے سکتا تھا لیکن لوگ یہ طعن ماریں گے اسمٰعیل نے اکبر شاہ سے کڑے اتروا کے آپ اینٹھ لئے، اسی لئے سونا پہننے پر اعتراض کیا ہوگا، لہٰذا میں ایسی بدگمانیوں سے حتی الامکان بچنا چاہتا ہوں، یہ سُن کے اکبر شاہ اور بھی خوش ہوئے، اور نہایت عزت و توقیر سے مولانا شہید کو رخصت کیا۔ ہمیں ایک راوی کی روایت کے بموجب یہ اطلاع ملی ہے کہ مولانا کو ایک خلعت فاخرہ سات پارچے کی بھی عنایت ہوئی تھی اور رخصت کرتے وقت اکبر شاہ نے یہ دعا دی تھی، "خدا کرے اسلام کے پیچیدہ کاموں کی مشکل کشائی تمہاری ہی قوت بازو سے ہو"

جب مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ اعزاز ہوا تو اور بھی مخالفوں کے دانت کھٹے ہوئے، اور انہیں اپنے خیالات میں ناکام ہونا پڑا۔ تبرکات کے امین آنکھیں پھاڑے ہوئے یہ رستہ دیکھ رہے تھے، اب ہم یہ سنیں اسمٰعیل قلعہ میں بے عزت کیا گیا۔ اور اکبر شاہ نے اسے قید کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا، مگر وہاں اور ہی صورت نظر آئی یہ وجہ اور بھی ان کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے بنیاد دشمنی کی آگ بھڑکانے والی تھی۔ آخر نوبت بایں جا رسید کہ سر بازار آپ پر حملے کرنے کی تدبیریں ہونے لگیں، جس سے مخالفین کے غصہ کا پورا جوش معلوم ہوتا تھا۔

اس عرصہ میں مولانا اپنی تدبیروں سے باز نہ رہے جس آگ کو اُنہوں نے بھڑکایا تھا اس کے انتقام پر پہنچانے کو موجود تھے یا جس کام کو اٹھایا تھا اُس کو پورا کرنے کا وہی جوش باقی تھا اور اب اسی مخالفت میں آپ نے دوسرے وعظ کا ارادہ کیا، اور یہ وعظ اور بھی خوفناک اور دہلی والوں کے لئے ایک مہیب صورت کا ثابت ہوا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

ضروری تمہید، مولانا شہیدؒ کے مختلف مضامین پر وعظ اور مولوی فضل حق صاحبؒ کی تلخ تر مخالفت

پہلے اس سے کہ ہم مولانا شہید کے وعظ اور اس تلخ تر مخالفت کا تذکرہ کریں جو مولوی فضل حق صاحبؒ نے مولانا شہیدؒ سے برتی تھی، اور اپنی تمام سررشتہ داری کی قوت مولانا شہید کے مقابلہ میں صرف کر دی تھی۔

یہ بہتر ہوگا کہ ان دونوں علماء کا تذکرہ کریں، اور دونوں کی علمی قابلیت اور زہد و تقویٰ اور حمیت اسلامی کا مقابلہ کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کریں تاکہ انہیں دونوں کے افعال اعمال اور ضمیری جوہروں کے جانچنے کا پورا پورا موقع ملے، یہ بحث چونکہ دلچسپ ہے، اس لئے اُمید ہے شوق سے پڑھی جائے گی۔

پاکی اور تقدس جو اسلام کے نونہال بچے ہیں ہمیشہ اس کی گود میں نہایت لاڈ سے پالے گئے ہیں اور جن پاک اور برتر نفوس نے اسلام قبول کیا، اُنہوں نے بھی ان بچوں کی ایسی لاڈ اور احتیاط سے پرورش کی جس طرح کہ اسلام کی گودی میں پلتے تھے۔

اس انتظام کے لئے کہ لاڈ کی یہ چاہت اہل اسلام میں سے نہ نکل جائے، انہیں بذریعہ علم تہذیب سکھائی گئی، شائستگی اور ادب سے ان کے دل کو منور کیا، اور ان کے ضمیری جوہروں کو اپنے جلال اور جبروت کی پوری درخشانی سے تاباں کیا گیا، خداوند تعالےٰ کے علم سکھانے سے (خواہ وہ منقولی ہو یا غیر معقولی) یہ مراد ہے کہ ہمارے اخلاق درست ہوں اور ہماری تہذیب دنیاوی دینی شائستگی کے ساتھ ترقی کرے، ہم اسلام کے سچے فرمانبردار اور پیارے مقتدی بن جائیں، اور ہماری ذاتی طہارت اور دلی صفائی سے غیر اسلام کی نگاہوں میں اسلام کی توقیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھے اور وہ اس کی طرف رجوع ہوں۔

اسلام جو دنیا میں اپنے کو کل ادیان کا سرتاج سمجھتا ہے۔ ہمیشہ زیادہ تر اسی علم پر فخر کرتا ہے کہ جس کے ساتھ ایمان کا بھی لفظ ہے۔ اس میں شک نہیں علم کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قاطع اسلام یا ایمان ہو، پھر بھی ایسے شخص کی ذات سخت نفرت انگیز ہے جو علم حاصل کر کے اسے اپنی ناپاک نفسانی خواہشوں اور حیوانی جذبات سے حظ حاصل کرنے کا آلہ بنائے، اور اپنی انسانی برتری اور فضیلت اسلامی اور حرمت علمی کو مٹا کے ذلت کے آخری درجہ پر پہنچ جائے۔ ایسے شخص کو کیا عالم کہیں اور کن شرمناک الفاظ میں اس کی اور اس کے علم کی تعریف کریں۔

علم بجائے خود کوئی مضر چیز نہیں ہے، لیکن دل اور دماغ کی خرابی ایسے کہ علم مضر اور مہلک بن جاتا ہے وہی خنک پانی ہے جو روح کو تازہ اور معدہ کو سیراب کرتا ہے وہ ہی پانی اگر ایک ایسے مریض کو دیا جائے جس کا پھیپھڑا گل چکا ہو اور ہر دم پر دم واپسیں کا شبہ ہو تو وہ ایک گھونٹ پیتے ہی عالم ارواح کو سدہار جائے گا، ایسی حالت میں ہم پانی کو مہلک نہ کہیں گے، بلکہ اس ظرف کو مریض بتائیں گے کہ جو ایسی عمدہ شے سے بجائے مستفید ہونے کے اپنی جان دے۔ ہمارے دین کی کتاب یعنی قرآن مجید میں روشن اور صاف الفاظ میں یہ لکھا ہوا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	اللہ ان کے درجے بلند کرے گا جو تم میں
وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔	ایمان اور علم رکھتے ہیں۔

فطرۃ اللہ کا اصلی مفہوم اور کلام ربانی کا اصلی منشا صرف یہی ہے کہ وہ علم علم ہے جس کے ساتھ ایمان ہو اور وہ علم کچھ علم نہیں ہے جس کے ساتھ بد دیانتی بدنیتی زنا اور شراب خواری جو انسانی شرافت اور فضیلت کا خون کرنے والے ہیں ہوں۔ علم انسانی ضمیری جوہروں کو چمکاتا ہے لیکن ایسے علم کو سلام ہے، جس سے وہ اعلےٰ جوہر اور بھی مدہم پڑ جائیں، اور پھر اُن میں ایسا رنگ آجائے کہ اُن کی ہستی تک مٹ جائے۔

اسلام نے ہمیشہ اپنی روشن اور سب سے برتر تعلیم پر فخر کیا ہے، اور اس کا فخر ہر صدی میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجا نہیں بلکہ بجا ثابت ہوا ہے، یونانیوں کا علوم و فنون جو پادریوں کی بے جا خود غرضانہ تعلیم سے نیست و نابود ہو گیا تھا، عرب ہی بعد ازاں اس کے سرپرست بنے اور انہوں نے ہی اس کو زندہ کرکے نئی تحقیقات کی پوشاک پہنادی۔ لیکن ہمارا روئے سخن خاص علمائے دین کی طرف ہے کہ اُن کے لئے کیا کیا احتیاط شرط ہے، اور پہلے علماء کس کس قدر احتیاط کرتے تھے۔

دنیاوی علوم کا عالم اگر کسی قدر خلاف شرع بھی ہوگا جب بھی اس کا اثر قوم کے بچوں پر نہیں پڑ سکتا لیکن جو شخص مولوی کے نام سے مشہور ہو، اور مذہبی مباحث میں سب سے زیادہ حصّہ لے اور وہ کھلم کھلا وہ افعال کرے جو حرام ہوں، اور شریعت محمدی کی اس سے سخت توہین ہوتی ہو تو ایسے شخص سے ایک کندہ ناتراش جاہل نمازی بہتر ہے۔ بجائے اس کے ہم ایک متقی اور پرہیزگار حامی دین متین مولوی کے مقابلہ میں کھڑا کریں اور دونوں کے علوم کی جانچ کریں، پھر بھی ہمارا فرض ہے کہ بوجہ ہمعصر ہونے اور باہمی نوکا چوکی ہونے کی جہت سے دونوں کی قابلیت علمی اور اتقائے دینی کا تذکرہ کریں۔

ہمارے مذہب میں جہاں مذہبی علماء سے بحث کی گئی ہے وہاں یہ صاف طور پر کھول دیا گیا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے وہ عالم ہے اور جو خدا سے نہیں ڈرتا اس میں کچھ سمجھ نہیں ہے خواہ وہ تمام معقولی علوم کا حافظ ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔	اس کے بندوں میں اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جن میں سمجھ ہے۔

خداوند تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے جو کچھ ہم نے اپنے کلام میں بیان کیا ہو خواہ امثال ہوں یا اور پہلو سے ہو اس کو وہ ہی لوگ سمجھتے ہیں جنہیں سمجھ ہے، اس سمجھ سے مطلب دین میں سمجھ ہونے کی ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ صدرا شمس بازغہ اور بو علی سینا کی تصنیفات میں سمجھ ہو، جیسا کہ اُس نے صاف الفاظ میں یہ ارشاد کر دیا۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ۔	اور یہ مثالیں ہم آدمیوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں بوجھتے وہی ہیں جنہیں سمجھ ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطرۃ اللہ کا جو منشا ہم نے اوپر بیان کیا وہ آگے آنے والی آیت میں صاف طور پر ظاہر ہو گیا، اسلام کی پہلی سیڑھی تقویٰ و طہارت ہی ہے، اور جب ایک ایسا شخص جس کے نام کے ساتھ مولویت کا لفظ ہو اور وہ تقویٰ و طہارت سے عاری ہو تو پھر اس پر مولوی کا اطلاق حکم دین کے لحاظ سے ہرگز نہیں ہو سکتا، جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ

اے آدمؑ کی اولاد میں نے تمہیں پوشاک دی کر تمہارے عیب چھپا دے اور رونق بخشی، اور بہتر ہیں پرہیزگاری کے کپڑے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسّروں نے لکھا ہے لباس سے مراد علم ہے اور ریش سے مراد یقین ہے، اور لباس تقویٰ سے مراد حیا ہے، جب علم کے ساتھ یقین اور حیا کی صفتیں نہیں ہیں تو ایسے دینی علم پر تین حرف خدا کے آگے ایسے علم والے جاہل اور فاسق ہیں۔ بار بار خداوند تعالیٰ ایسے لوگوں کو جاہل کہتا ہے جو قرآنی آیتوں پر عمل نہیں کرتے، اور احکام ربانی سے روگردانی کرتے ہیں۔ مثلاً زور دے کے باری تعالےٰ یہ فرماتا ہے۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ۔

بلکہ یہ قرآن اُن کے سینے میں جن میں سمجھ عطا ہوئی ہے صاف نشانیاں ہیں۔

قرآنی آیات بیّنات کے علاوہ بہت سی احادیث بھی موجود ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے خداوند تعالےٰ کی سچی ہدایت اسی کو پہنچی ہے، اور وہ سیدھے رستہ پر ہے جس کو دین میں سمجھ ہے۔ یعنی جس نے دینیات پڑھ کر اور عمر کا بہت بڑا حصّہ اس میں صرف کر کے تحصیل کیا اور پھر اُس پر عمل کیا۔ اس کے بغیر علم بیکار اور ناکارہ ہے۔

ہر مسلمان پر خصوصاً ایسے شخص پر کہ جس نے نبی اور خدا کا علم حاصل کیا اور پھر اس نے عمل کے وقت روگردانی کی، اس کی کمینہ طبیعت اور سفلگی اس شرافت کو مٹا کے خاک میں ملا دیتی ہے جو نفس انسانیت کا روز ازل ہی سے جوہر ہو چکی ہے، ایک سچا مسلمان اپنے اتقا اور خدا پرستی طہارت اور تقدس نفسانی، اپنے ضمیری جوہروں کی تابانی، دیانت نیک نیتی، اخلاق کی شائستگی اور خیالات کی نجابت پر افتخار کرنے کا مجاز ہے کیونکہ یہ جتنی صفتیں ہیں سب ایک مسلمان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے خاص ہیں اور جن میں یہ صفتیں نہیں گویا وہ خدا کے سچے جلال کی روشنی اور اسلامی برکتوں سے محروم اور اس کی بخششوں اور لازوال نعمتوں سے بدنصیب ہیں جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَيُلْهِمْهُ رُشْدًا ۔[1]
جس کی اللہ بہتری چاہتا ہے اُسے دین میں سمجھ دیتا ہے اور اسے راہ الہام کردیتا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوگیا جسے دین میں سمجھ نہیں، اس کے لئے بہتری ہی نہیں ہے وہ ہمیشہ زشتی اور زبونی میں اپنی زندگی برباد کرے گا اور کبھی نہ دین میں نہ دنیا میں سرسبز ہوگا، کسی بندے کے لئے خدا کا بہتری نہ چاہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ بندہ اپنے بداعمال سے پورا مغضوب ہوچکا ہے، اور اب نہ اس کی فلاح کی کوئی امید ہے نہ اس کی نجات کی، علماء کی شان میں یہ حدیث نبوی موجود ہے، یعنی" اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ "(عالم انبیاء کے وارث ہیں) ظاہر ہے کوئی درجہ درجہ نبوت سے بڑھ کے نہیں ہے اور جب ایسے اعلیٰ درجہ کی وراثت عطا ہوئی تو وہ شخص کس اتقا اور پرہیزگاری کا ہونا چاہیئے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے۔" عالم کے واسطے زمین اور آسمانوں میں جو چیز ہے مغفرت طلب کرتی ہے۔" اس سے زیادہ اور کوئی منصب نہیں ہوسکتا جس کے لئے آسمان وزمین کے فرشتے بھی مغفرت چاہیں، ایک اور حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے۔" حکمت شریف کی بزرگی زیادہ کرتی ہے اور مملوک کو اتنی بلندی بخشتی ہے کہ بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتی ہے۔" اس حدیث میں نبی اکرمؐ نے علم کا نتیجہ دنیا میں ارشاد فرمادیا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں اس امر کا فیصلہ کر دیا کہ علم دین حاصل کرکے جو اس میں سمجھ نہ پیدا کرے، اور اس کی ہدایت نہ کرے منافق ہے چاہے کیسا ہی عالم ہو دینی یا دنیاوی علوم کا مفہوم یہی ہے کہ اس سے نیک باتیں سیکھ کے اُن پر خود بھی عمل کریں، اور دوسروں کو بھی ہدایت کریں، اور جب کسی دینی عالم سے یہ دونوں کام نہیں ہوتے

---

[1] یہ حدیث بخاری ومسلم نے روایت کی ہے اور اس میں ویلہمہ رشدہ نہیں ہے اس جملہ کو طبرانی نے جامع کبیر میں روایت کیا ہے۔ [2] ابوداؤد وترمذی نے ابودرداء سے نقل کیا ہے۔ [3] یہ ٹکڑا پہلی حدیث ابودرداء کا ہے۔ [4] ابونعیم اور عبدالغنی ازدی نے اسے روایت کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ نبی عربی کی حدیث کے مطابق منافق ہے، جیساکہ ارشاد ہوا :۔

خَصْلَتَانِ لَا يَكُونَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَفِقْهٍ فِي الدِّينِ۔
دو خصلتیں ہیں کہ منافق میں نہیں ہوتیں، اوّل خوبی ہدایت، دوم دین میں سمجھ۔

ہمارے مفخر موجودات امینِ خدا نبی آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے خوب صاف الفاظ میں مولوی کی شان بیان فرمادی کہ پھر کسی تشریح اور تفسیر کی ضرورت نہیں رہی، نہ کوئی مسلمان اس سے انکار کرسکتا ہے وہ حدیث یہ ہے آدمیوں[۱] میں سے بہتر اور ایمان دار عالم ہے کہ اگر لوگ اس کے پاس حاجت لے جائیں تو انہیں فائدہ پہنچائے اور اگر اس سے بے پروائی کریں تو وہ اپنے نفس کو اس سے بے پرواہ کرے جس عالم میں یہ دو صفتیں نہیں ہیں وہ نبی عربی کی حدیث کے مطابق کبھی نیک بندوں میں سے نہیں ہوسکتا۔

یہ صحیح ہے کہ اسلام نے جتنی علم اور اہل علم کی توقیر کی ہے اور کسی مذہب میں یہ بات نہیں ہے نہ مسیحی مذہب کو یہ فخر حاصل ہوا ہے، اور نہ زرتشتی مذہب نے اس میدان میں اسلام کے برابر قدم رکھا ہے اور نہ آریہ مذہب میں عالم اور علم کی بابت اس بےمثال عزت اور لاثانی توقیر کا نام آیا ہے، جیساکہ ارشاد ہوا ہے۔

ایک[۲] قبیلہ کا مرجانا ایک عالم کے مرنے کی نسبت آسان تر ہے۔

ان ہی روشن اصول پر اسلام فخر کرتا ہے وہ ایک عالم کی جان کے آگے ایک قبیلہ کی جان کو کچھ مال نہیں سمجھتا، لیکن یہاں ایسے عالم سے مراد ہے جس کا ذکر اوپر کی لکھی ہوئی حدیثوں میں کیا گیا۔

اس[۳] میں شک نہیں کہ عالم زمین پر خداتعالیٰ کا امانت دار ہے، اور جس نے خدا کا امانت[۴] دار بن کے اس میں خیانت کی اس کے برابر کوئی نالائق دینِ محمدی میں نہیں ہوسکتا۔

خدا کی مخلوق کی بہتری اور اصلاح کی کنجی حکمران اور علماء کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اگر یہی دونوں بگڑ جائیں تو دین و دنیا میں مخلوق کا پھر کہاں ٹھکانا مل سکتا ہے۔ نبی اکرم یہاں خود ارشاد

---

[۱] ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ۱۲ [۲] بیہقی نے موقوف روایت کی ہے ۱۲ [۳] طبرانی نے ابودرداء سے روایت کیا ہے ۱۲ [۴] ابن عبدالبر نے حضرت معاذ سے روایت کیا ہے ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں۔

میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں کہ اگر وہ درست ہوں تو سب لوگ درست ہو جائیں اگر وہ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جائیں ایک امیر یعنے حکمران اور دوسرے فقہا (یعنے عالم)۔

ایسا فاضل اور مولوی یا عالم جس کی وجہ سے فسق کو ترقی ہو وہ سو منافقوں کا ایک منافق ہے، اور اس سے بدتر اسلام میں کوئی نہیں ہے، اپنے نفس کی زبونی بُرے نتیجے دکھاتی ہے نہ کہ خدا کی صدہا مخلوق کو تباہ کرنا اور انہیں گمراہ کر دینا مذہب اسلام میں عالم کی فضیلت بڑے زور شور سے بیان ہوئی ہے کہ اس سے افضل کوئی قرار ہی نہیں دیا گیا، یہاں تک کہ بڑے زاہدوں اور عابدوں پر عالم کو فضیلت بخشی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِي[1]

عالم کی بزرگی عابد پر ایسی ہے جیسے میری بزرگی میرے ساتھیوں میں سے سب سے کم تر شخص پر۔

پھر ایک اور حدیث میں آیا ہے:۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ[2]

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودہویں رات کے چاند کی سب ستاروں پر۔

پھر ایک اور حدیث میں آیا ہے اور وہ اور بھی زیادہ توجہ کے قابل ہے۔

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَةٌ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ[3]

قیامت میں تین آدمیوں کی شفاعت قبول ہوگی انبیاء کی، پھر علماء کی پھر شہیدوں کی۔

اس سے یہ ثبوت بدرجہ اولیٰ ہو گیا کہ انبیاء کے بعد علمائے دین کا درجہ ہے۔ ہمیں یہی ثابت کرنا تھا اور اسی کو ہم ثابت کر چکے، اب ہم مولوی فضل حق صاحب اور مولانا شہید کی بابت کچھ لکھنا چاہتے ہیں جو بحث اور بھی دلچسپ ہوگی۔

مولوی فضل امام صاحب مولوی فضل حق صاحب کے والد ماجد ایک مسکین مسلمان تھے گو دنیاوی امور نے انہیں گھیر رکھا تھا پھر بھی وہ اسلامی ارکان ادا کرنے کے کچھ نہ کچھ عادی ہی تھے

---

[1] ابن عبدالبر اور ابونعیم نے بسند ضعیف روایت کیا ہے۔ [2] ترمذی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔ ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ [3] ابن ماجہ نے حضرت عثمانؓ سے روایت کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پڑھے لکھے بھی تھے، چونکہ ہمیں ان کی بابت کوئی بحث نہیں کرنی، اس لئے نہ اُن کا مبلغ علم دیکھنا ہے نہ اُن کے چال چلن کی جانچ کرنی ہے، صرف ہمیں مولوی فضل حق صاحب سے بحث ہے۔

مولوی یا منطقی صاحب ایک اعلیٰ درجہ کے معقولی تھے اور یہ مشہور تھا کہ صدرا جیسا منطقی صاحب پڑھاتے ہیں، شہر میں اور کوئی نہیں پڑھا سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے مولوی منطقی صاحب ایک اعلیٰ درجہ کے لائق اور فائق شخص تھے، اور یہ بھی مسلم الثبوت ہے کہ آپ طلبہ کے پڑھانے کے ایسے پابند تھے کہ ناواجب موقع پر بھی نہ چوکتے تھے، یعنے جب آپ طوائف کے ہاں ہوتے تھے، اس حالت میں بھی سبق پڑھانے میں دریغ نہ کرتے تھے، یہ بھی بیان کیا جاتا ہے آپ ادیب بھی بہت بڑے تھے، اور شاعر بھی اعلیٰ درجہ کے تھے، یہاں تک کہ ان کے بہت سے قصائد عربیہ بے نقط دیکھے گئے ہیں، ان قصائد پر نظر کرنے سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے مصنف یا شاعر ایک غیر معمولی لیاقت کا شخص ہے اور اسے خداداد ذہانت اور تیز طبعی کا بہت بڑا حصہ ملا ہے، لیکن افسوس یہ ہے اکثر اشعار عرب کے روزمرہ سے گرے ہوئے ہیں، اور بعض نحوی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں، بایں ہمہ مضمون کی عمدگی مطالب کی درستی میں کوئی کلام نہیں ہے۔ ہم یہاں ان اشعار کو لکھ کر دکھاتے مگر جب رسالہ تیرہ صدی[1] میں تمام حواشی (جو مولوی فضل حق صاحب نے منطقی کتب پر چڑھائے تھے، اور اشعار کی پوست کندہ کیفیت درج ہے اور جس کی ترتیب مولانا سید احمد صاحب رامپوری نے دی ہے پھر کیا ضرور ہے کہ ہم اپنے صفحے اس بحث میں سیاہ کریں جن اصحاب کو شوق ہو وہ اس رسالہ میں دیکھ سکتے ہیں، بعض حواشی معقولی کتب پر عجیب وغریب قابلیت سے مولوی منطقی صاحب نے چڑھائے ہیں لیکن مولوی صاحب موصوف کی وقعت کو کم کرنے والا وہ نظارہ ہوگا، جب ان لاجواب حواشی کو دوسرے علماء کے حواشی کا مترادف پائیں گے اور جن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک

---

[1] مولوی امیر احمد صاحب مرحوم نے مولوی فضل حق صاحب کی تصانیف (حواشی)، اشعار وغیرہ پر تیرہ سو اعتراض کئے ہیں، اور اس رسالہ کا نام تیرہ صدی رکھا ہے، مولانا شبلی صاحب نعمانی نے ان کثیر التعداد اعتراضوں کا جواب دینا چاہا تھا مگر بن نہ پڑا۔ ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دوسرے کی نقل کر لی ہے۔

بہرحال ہمیں اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولوی فضل حق صاحب اپنی عالی دماغی جودت طبع اور علوم عربی (معقولی) میں قابلیت تامہ رکھتے تھے، اور یہ بات تعریف کے قابل تھی کہ درسی کتابیں ریاضی و منطق و ہیئت کی ایسی ازبر تھیں کہ باوجود وہ اپنی دلربا کی طرف اپنی طبیعت مائل رکھتے پھر بھی اپنے نکتہ چین اور جھکی شاگردوں کا اطمینان ہی کر دیتے تھے۔ یہ بات تعریف کے قابل ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی جدت پسند طبیعت اور عالی دماغی نے انہیں زمرۂ علمائے دینی میں پابند نہ رہنے دیا، بلکہ ان کی لاثانی معقولی قابلیت اور قانونی دماغ نے مجبور کیا کہ وہ ملازمت انگریزی کریں گو پہلے انہیں کوئی عہدہ ملا ہو لیکن آخر میں وہ سرشتہ دار بن گئے تھے۔

اور اس سرشتہ داری میں انہیں وہ دبدبہ اور شوکت و قوت حاصل تھی جو اس زمانہ میں ڈپٹی کمشنر کو ہے۔ آپ کے مکان پر اہل مقدمہ کا دربار لگا رہتا تھا اور زندگی نہایت عزت اور آرام سے بسر ہوتی تھی۔ بایں ہمہ یہ بات قابل مدح ہے۔ ہمارے منطقی مولوی سرکاری کاروبار کی اس کثرت پر بھی طلبہ کو پڑھاتے تھے، اور مفتی صدرالدین کی طرح اپنے خالی وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ طلبہ پر قربان کر رکھا تھا۔

ان کی معاشرت پر ہمیں ضرور نہیں کہ ہم نکتہ چینی کریں کیونکہ وہ مولوی کے نام سے مشہور تھے، لیکن سرکار انگریزی کے ملازم بن کے انہوں نے اپنے کو دائرہ علماء سے خارج کر لیا تھا، جب مولانا شہید کے وعظ پر نئے نئے حاشیے یار لوگوں نے چڑھائے اور شہر میں خواہ مخواہ ایک تلاطم برپا ہوا تو منطقی صاحب بھی اس طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے بھی اپنی سرشتہ داری کی اسٹیج پر شہید کی مخالفت کا ایک پارٹ ایکٹ کرنے کو پسند کیا۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے ہمارے دوست منطقی لوگوں کی افواہوں کا کہاں تک خیال تھا اور وہ عوام الناس کی بکواس کو کہاں تک صحیح جانتے تھے لیکن یہ افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ کو اپنی سرکاری قوت کی مخالفانہ آزمائش کا پہلا موقع شہیدؒ پر ملا جو یقیناً ان الزامات سے بالکل بری تھا جو اس پر قائم ہوئے تھے۔ نئی نئی تدبیریں ہونے لگیں، اور روزمرہ مشورے اس امر میں ہوئے کہ جس طرح ہو سکے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شہید کو عین موقع پر زک دیں، رزیڈنٹ کے کان میں بھی یہ بات ڈال دی کہ مولانا شہید کے وعظ سے امن میں خلل پڑنے کا خوف ہے، پھر بھی ابھی بہت خیر تھی، منطقی صاحب کے غضب نے طول نہ کھینچا تھا، اور وہ صرف اُسے ایک معمولی بات سمجھ کر ابھی زیادہ زور بھی نہ دیتے تھے۔

ایک دن جب مولانا شہید اپنے مکان پر طلبہ کو پڑھا رہے تھے، منطقی صاحب نے چند طالب علم بحث کرنے کے لئے بھیجے اور بعض نکات درسی کتابوں کے انہیں سمجھا دیئے اور یہ پٹی بھی پڑھا دی، اگر ہشت مشت ہو جائے تو تم چوکنا نہیں میں سب بندوبست کر لوں گا۔ ان طلبہ کا لیڈر جو بحث کرنے چلے تھے، ایک شخص عبدالصمد نامی بنگالی تھا۔ اور یہی گویا فضل حق صاحب کے شاگردوں میں بڑا ذہین اور طباع مشہور تھا وہ بعض وقت خود بدولت کو بھی کچھ نہ سمجھتا تھا، اور اس کی خداداد ذہانت اور قوت تفہیم نے اسے ایسا بہکا یا تھا کہ وہ بڑے بڑوں کی عیب گیری کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتا تھا۔ تعداداً یہ آٹھ دس طلبہ تھے جو مولوی شہیدؒ کے پاس بحث کرنے کے لئے آئے۔

یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ پیارے شہید کو کہاں تک اپنے دوست منطقی کا علم تھا ہاں کئی وجوہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ پڑھے لکھوں میں اول نمبر مخالفت میں منطقی صاحب کا ہے، جب یہ بحث کرنے والے پہنچے ہیں تو شہیدؒ بخاری پڑھا رہے تھے، بجائے اس کے یہ طلبہ خاموش بیٹھ کے گوش گزار کرتے اور جب سبق ہو چکتا تو درِ مباحث وا ہوتا اُنہوں نے تو جاتے ہی ایک شگوفہ یہ چھوڑ دیا جب تک آپ ہم سے بحث نہ کر لیں کبھی طلبہ کو نہ پڑھائیں اس میں جاہل بہکتے ہیں اور آپ کو عالم سمجھ کے آپ کی بات تسلیم کر لیتے ہیں۔

یہ ایسا ناتراشیدہ اور نامہذب حملہ تھا کہ کیسا ہی مسکین سے مسکین بھی شخص ہو اُسے بھی غصہ آجائے اور پیارا شہیدؒ تو ابھی نوجوان بچہ ہی تھا۔ فطرتی طور پر اس نا ملائم دخل سے پیارے شہیدؒ کو غیظ تو بہت آیا لیکن قرآن کی اس آیت نے کہ "غصہ کو پیتے ہیں اور معاف کرنے کی عادت رکھتے ہیں کسی قدر دھیما کر دیا اور نہایت حلیمی اور انکساری سے یہ جواب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا" جو کام میں کر رہا ہوں خواہ وہ ناواجب طریقہ سے ہو، خواہ واجب طور پر آپ کو لازم ہے آپ خاموش رہیں اور جب میں اپنا فرض منصبی ادا کر لوں پھر آپ مجھ سے ہر سوال کرنے کے مجاز ہیں" یہ جواب اسی قدر معتدل تھا جتنا خیال میں آسکتا ہے پھر بھی یہ کیونکر ممکن تھا کہ ان کے حسد کی آگ کو جواب کا معتدل اور خنک پانی بجھا سکتا، انہوں نے اور بھی سختی سے یہ جواب دیا " ہم تمہیں اس فرض سے اس لئے روکتے ہیں تاکہ مخلوق اللہ ظلمت اور گمراہی میں نہ پڑے اور بحیثیت ایک حنفی ہونے کے ہمارا فرض ہے کہ ہم کبھی وہ کام نہ کرنے دیں، خصوصاً اپنی آنکھوں کے آگے جس سے دین خدا میں رخنہ پڑے " اُن کی یہ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی گرم باتیں پیارے شہیدؒ کے شاگردوں کو بھڑکانے کے لئے کافی تھیں اگر انہیں ایک زبردست اور پُراثر آواز اپنے اُستاد کی نہ روکتی تو ضرور سر پھٹول ہو جاتی اور وہ آواز یہ تھی "تم ہرگز خفا نہ ہونا انہوں نے کچھ بھی مجھے نہیں کہا جتنا ہمارے رسول مقبولؐ کو مخالفین ناشائستہ الفاظ سے یاد کرتے تھے اور آپ اُف تک نہ کرتے تھے اور یہ دعا دیتے تھے خدا تم پر رحمت کرے کیا تمہیں وہ یاد نہیں رسول مقبولؐ کے ایک قرض خواہ یہودی نے چادر کھینچی تھی اور اس نا ملائمت سے اپنا قرض مانگا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر لال پیلے ہوئے تھے مگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا تھا اور یہ فرمایا تھا عمر چادر تو میری گھسیٹی ہے تجھے کیوں غصہ آیا۔ جوں ہی شاگردوں نے یہ سُنا وہ بے حِس و حرکت سمندر کی طرح ساکن ہو گئے، اور صورتِ بُت وہ اپنے جلیل القدر اُستاد کی طرف تکنے لگے۔

بعدازاں مولانا شہید نے کہا بھائیو جو کچھ تمہیں سوال کرنا ہو وہ کرو انہوں نے چھوٹتے ہی یہ دریافت کیا ہم صرف آپؒ سے یہ دریافت کرتے ہیں آپ امام ابو حنیفہ کو کیسا سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا زبردست فقیہ فخر مسلمین خیال کرتا ہوں۔

طلبہ ۔ جو فقہی مسائل ان کے ہیں آپ انہیں تسلیم کرتے اور مانتے ہیں۔

شہید ۔ اکثر کو تسلیم کرتا ہوں مگر بعض وہ مسائل جو حدیث میں موجود ہیں۔

ابھی پورا کہنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ یہ بول اٹھے آپ میں اتنی سمجھ ہو گئی کہ آپ ان کے بعض فقہی مسائل کو ناپسند اور اکثر کو پسند کرنے کے مجاز ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہید۔ نہیں حاشا وکلا یہ میں نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ میں یہ کہتا ہوں امام اعظم کو جو حدیث نہیں پہنچی اور وہاں انہوں نے اپنی رائے سے بیان کیا اور اس کے خلاف حدیث موجود ہے تو ہمارا فرض ہے حدیث نبوی کے آگے امام اعظم کے قول یا رائے کو تسلیم نہ کریں۔

طلبہ۔ اور جو اس کے خلاف کرے اسے آپ کیا کہتے ہیں۔

شہید۔ ابھی تک میں نے اس کی بابت کوئی غور نہیں کیا پھر بھی اتنا میں کہتا ہوں چاہے میرا خیال درست ہو چاہے نادرست وہ اچھا نہیں کرتا کیونکہ امام صاحب خود فرماتے ہیں اگر میرے قول کے خلاف کوئی حدیث ملے تو اس میرے قول کو نہ مانو۔

طلبہ۔ کیا امام صاحب حدیث نہیں جانتے تھے۔

شہید۔ جانتے کیوں نہیں تھے مگر وہ زمانہ احادیث کی اختراعات کا ایسا غضب ناک تھا کہ یکایک ہر حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے ڈرتے تھے یہی وجہ تھی آپ نے اکثر مسائل میں اپنی رائے سے کام لیا ہے۔

طلبہ۔ کیا اس سے وہ ملزم ٹھہر سکتے ہیں۔

شہید۔ نہیں ہرگز نہیں ان کا دامن تقدس ہر بے جا الزام سے بالکل پاک ہے۔ ہاں اگر یہ کہتے کہ صحیح حدیث پہنچنے پر بھی تم میرے ہی قول پر عمل کئے جاؤ تب تو جائے اعتراض ہو سکتی ہے اور جب وہ یہ نہیں فرماتے پھر اُن پر کسی طور پر الزام قائم کرنے والا جھوٹا ہے

ان سوال وجواب میں کوئی بات ایسی نہ تھی کہ بحث کرنے والوں یا سوال کرنے والوں کی آرزو برآتی چونکہ اب بھی ان کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں اور وہ غصہ میں تھرتھرا رہے تھے، انہوں نے بے جوڑ سوالات کرنے شروع کئے۔

طلبہ۔ ایسے بھی مسائل ہیں جن سے امام صاحب کو اور تین اماموں پر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے

شہید۔ اس کے جواب دینے کے لئے میں ابھی تیار نہیں ہوں۔

طلبہ۔ پھر آپ کو آتا ہی کیا ہے آپ تو بالکل ہی نہیں جانتے۔

شہید۔ میں نے ابھی تک اپنی علمیت کا دعویٰ نہیں کیا، جو تم مجھے یہ کہتے ہو، یہ تمہاری سراسر زیادتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلبہ ۔ زیادتی نہیں ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام اعظم تینوں اماموں سے افضل ہیں اور اسے ہم ثابت کر سکتے ہیں ۔

شہید ۔ ممکن ہے ایسا ہو اور آپ ثابت بھی کر دیں لیکن جب میرے پاس چاروں جلیل القدر ائمہ کی لیاقت جانچ کرنے کا کوئی آلہ نہیں ہے پھر میں کیونکر اپنی رائے دے سکتا ہوں ۔ میں چاروں ہی کو واجب التعظیم خیال کرتا ہوں اور میرا یہ مذہب ہے جو کچھ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے ، اس کا عظیم الشان صلہ تو خداوند حقیقی نے انہیں دیا ہی ہوگا ، لیکن اس کے خلاف ہماری گردن پر ان کے اتنے احسان ہیں اور قیامت تک مسلمانوں پر رہیں گے کہ وہ ان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ۔

یہ سُن کے طلبہ خاموش ہوئے ، اور اب انہیں زیادہ سختی کا بھی موقع نہیں رہا ، عبدالصمد بنگالی جو سب کی طرف سے محض طفلانہ اور بے جوڑ سوال کر رہا تھا اور دندان شکن مگر منکرانہ جوابوں پر بھی اس کی تسکین نہ ہوتی تھی ، سوچتے سوچتے یہ تواریخی سوال کرنے لگا ۔ آپ بڑے عالم ہیں ، آپ کا خاندان بھی بڑا فاضل ہے ، اور تمام علوم آپ کو حاصل ہیں آپ یہ تو بتایئے کہ امام ابوحنیفہ کون تھے کہاں کے رہنے والے تھے ، انہوں نے کس کس سے تعلیم پائی ، اور ان کے شاگرد کون کون سے تھے ، ذرا معلوم تو ہو کہ آپ ائمہ دین سے کتنے واقف ہیں ۔

شہید ۔ تبسم آمیز لہجہ میں ۔ اس طول و طویل بیان کرنے کی تم مجھے ناحق تکلیف دیتے ہو کتابیں بھری پڑی ہیں ان میں دیکھ کر مشرح حال بخوبی معلوم ہو جائے گا ۔

طلبہ ۔ زہر خندہ کر کے ۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کتابوں میں سب کچھ بھرا پڑا ہے ہمیں تو یہ دیکھنا ہے آیا آپ کو بھی کچھ آتا ہے یا یوں ہی دُور کے ڈھول سہاونے ہیں ۔

شہید ۔ ہنس کے اور بطور مضحکہ کے اگر تم میرا امتحان لینے آئے ہو تو بھی تمہیں پہلے انعام کی فکر کرنی چاہیئے ، کیونکہ اگر میں تمہارے امتحان میں پورا اترا تو تمہیں ضرور انعام دینا ہوگا اور اگر تم محض استفادہ کے طور پر دریافت کرتے ہو تو تمہیں ایسی سختی نہیں کرنی چاہیئے ، تلامذہ کے خلافِ شان ہے کہ وہ اس سختی سے گفتگو کریں ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شہید کی اس تقریر نے عبدالصمد بنگالی کے چھکے چھڑا دیئے، اور اب کسی قدر نادم ہوا، مگر اس کے دل میں ایک کریدسی پیدا ہو رہی تھی، اس لئے وہ اپنی ضد اور سوالات سے دست بردار نہیں ہوا، تاہم وہ بہت نرم ہو گیا اور مولانا شہیدؒ کی علامت اس کے دل میں کھُب گئی، اس کا یہ شبہ پھر باقی نہ رہا کہ وہ کہتا میں امتحان لینے آیا ہوں بلکہ اب اس نے کسی قدر نرم زبانی سے یہ کہا، اچھا بطور استفادہ ہی سہی آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔

شہید۔ اس کا کچھ مضائقہ نہیں بہت خوشی سے میں تمہارے حکم کی تعمیل کرنے کو موجود ہوں یہ کہہ کے آپ نے یہ جواب ان تواریخی سوالات کا ارشاد فرمایا۔

آپ کا اصلی نام نعمان ہے اور کنیت ابو حنیفہ ہے اور لقب امام اعظم ہے اور شجرۂ نسب یہ ہے، نعمان بن ثابت بفازوطی بن ماہ بن عسکر بن خیان ابن شہ ہے، آپ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ثابت پہلے پہل حضرت علی کی خدمت میں کوفہ حاضر ہوئے، اور علاوہ اور تحائف عجیبہ کے آپ نے خاگینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فرمائش سے اپنے باورچی سے پکوا کے پیش کیا، حضرت علیؓ انڈوں کا خاگینہ اور عجمی تحفے لے کے بہت خوش ہوئے اور ثابت کو دعائے خیر دی، جب امام ابو حنیفہؒ بڑے ہوئے تو شعبی کی ترغیب سے علم کی طرف متوجہ ہوئے یہ بحث بڑی دقیق ہے کہ آپ نے کسی صحابی کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اور آپ کو تابعی ہونے کا افتخار بھی حاصل تھا چونکہ مجھے اس میں کچھ ردو قدح نہیں کرنی ہے، میں تواریخ پر بھروسہ کر کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے بچپن کے زمانہ میں انس صحابی کو دیکھا تھا جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار تھے، امام صاحب کا زمانہ بچپن و جوانی ایک پُر آشوب زمانہ تھا، ایسے زمانہ میں بعض وجوہ سے آپ علم کلام کی طرف متوجہ ہوئے مگر بعدازاں چند اصحاب کی ترغیب سے آپ اول حماد کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ حماد نے ۱۲۰ھ ہجری میں وفات پائی، گو ابھی امام ابو حنیفہ کو پورا حدیث میں ملکہ نہیں ہوا تھا پھر بھی چسکا لگ گیا تھا اور آپ اس قابل ہو گئے تھے کہ فقہی مسائل کی جن کی اس زمانہ میں ضرورت تھی کچھ جانچ پڑتال کرتے، اس کے بعد آپ نے قتادہ کی شاگردی کی، پھر آپ نے سلیمان و سالم بن عبداللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حدیث پڑھی، سلیمان حضرت میمونہؓ کے جو رسول اللہ کی ازواج مطہرات میں سے تھیں غلام تھے اور فقہائے سبعہ میں فضل و کمال کے لحاظ سے ان کا دوسرا نمبر تھا۔ پھر بیروت میں (جو بندر دمشق ہے) اوزاعی سے تعلیم حدیث پائی، اس کے بعد سب سے زیادہ فخر حضرت امام باقر علیہ السلام کے حلقہ درس میں شامل ہونے کا امام اعظم کو حاصل ہوا، جب آپ کی بہت شہرت ہوئی اور ہزاروں آپ کے شاگرد بن گئے تو یزید بن عمر بن ہبیرہ گورنر کوفہ نے آپ کو میر منشی اور افسر مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے انکار کیا، یزید نے بہت سمجھایا اور زبانی ڈراوا دیا لیکن آپ اپنی انکاری پر قائم رہے ناچار اُس نے آپ کو درّے لگوائے۔ ہنوز یہاں درّے کھانے پر بھی انکار ہی تھا، روزمرہ وہ ابو حنیفہ رح کو اپنے سامنے بلاتا تھا اور میر منشی کا بستہ پیش کرتا تھا اور ایک طرف درّہ رکھتا تھا کہ کیا تو اسے قبول کرو نہیں پھر درّہ موجود ہے آپ فرمادیا کرتے تھے میں جب انکار کر چکا تو اگر مار بھی ڈالے گا میں منظور نہ کروں گا یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا کہ تو ایک مسلمان کے قتل کا حکم دے اور میں اس پر مہر کر دوں، جب وہ بہت تنگ ہوا تو اس نے امام صاحب کو چھوڑ دیا، آپ رہائی پاتے ہی فوراً مکہ معظمہ چلے آئے اور ۱۳۰ھ ہجری تک وہیں رہے، بلکہ ایک روایت کے بموجب یہ ہے کہ آپ نے اڑتیسواں سال بھی وہیں گزارا۔

جب ۱۳۲ھ ہجری میں بنوامیہ کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔ اور سلطنت اسلام حضرت عباس عمّ رسول اللہ کی اولاد کے قبضہ میں آئی تو پہلا حکمران ابو العباس سفاح ہوا، اس نے بہت ہی قلیل زمانہ حکومت کے بعد وفات پائی، اس کے بعد اس کا بھائی منصور تخت خلافت پر متمکن ہوا لیکن اس نے کوفہ کی آب و ہوا مزاج خلافت کے خلاف دیکھ کے نئے دار الخلافہ کی بنیاد ڈالی، اور یہاں عَلَمِ خلافت فرّاٹے بھرنے لگا۔

منصور کو امام ابو حنیفہ سے جانی عداوت تھی اور وہ چاہتا تھا کہ انہیں قتل کر ڈالے عداوت کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ نے ابراہیم کا بغاوت میں ساتھ دیا تھا۔ امام ابو حنیفہ بھی منصور کے اس خونی عزم سے ناواقف نہ تھے، جب انہوں نے یہ دیکھا کہ منصور بغداد چلا گیا تو آپ مکہ معظمہ سے کوفہ تشریف لے آئے مگر منصور نے گو تخت خلافت کو بغداد میں بدل دیا تھا، پھر بھی کوفہ میں اس کی حکومت تو تھی، اس نے فوراً ابو حنیفہ کو بغداد طلب کیا اور داخلہ کے دوسرے دن دربار میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضر ہونے کا حکم دیا، دربار میں جس نے امام ابو حنیفہ کو پیش کیا وہ ربیع تھا جو حجابت کا عہدہ رکھتا تھا اس نے یہ کلمے امام صاحب کی نسبت پیش کرتے وقت کہے تھے "یہ دنیا میں آج سب سے بڑا عالم ہے۔" منصور گو آپ کو قتل کرنے کا بہانہ ڈھونڈتا تھا پھر بھی اس کی علم دوست طبیعت نے اسے مجبور کیا کہ آپ کی قدر کرے، چنانچہ اسی خیال سے اس نے آپ کے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا، امام صاحب نے صاف انکار کیا اور کہا کہ میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا منصور نے غصہ میں بھر کے کہا "تم جھوٹے ہو" امام صاحب نے کہا اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا قابلیت نہ رکھنے کا دعوے سچا ہے، کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں مقرر ہو سکتا، پھر امام صاحب نے بہت سی وجوہ بیان کیں کہ اس وجہ سے میں عہدہ قضا قبول نہیں کر سکتا، منصور نے قسم کھا کے کہا تم کو ضرور قبول کرنا پڑے گا۔ اس کے مقابلہ میں امام صاحب نے بھی دلیری سے قسم کھائی کہ میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔ ربیع مارے غصہ کے تھرا گیا اور اس نے گرم لہجہ میں یہ کہا ابو حنیفہ تم امیرالمؤمنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہو امام صاحب نے جواب دیا ہاں کیونکہ امیرالمومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا میری نسبت زیادہ سہل ہے۔

جب یہ ردو بدل ہوئی تو منصور نے آپ کو قید خانے میں بھیج دیا۔ چار برس آپ قید خانہ میں رہے اور بماہ رجب ۱۹ تاریخ ۱۵۰ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوگئی۔

یوں تو امام صاحب کے کوڑیوں شاگرد تھے مگر سب میں مشہور و معروف امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ تھے، مولانا شہید یہاں تک پہنچے تھے کہ عبدالصمد پیروں پر گر پڑا، اور جو کچھ اس نے سخت زبانی کی تھی اُس کی دل سے معافی مانگی۔ اور آپ کا ایک مضبوط معتقد بن گیا، اور جتنے اس کے ساتھ آئے سب نے آپ کی اطاعت قبول کی، جب ہمارے مولوی فضل حق صاحب کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ اور بھی رنجیدہ ہوئے، اور اب انھوں نے مولانا شہید کو اذیت دینے کی نئی نئی تدبیریں کرنی شروع کیں۔

مولانا شہید نے اس عرصہ میں بارہا وعظ فرمایا تھا مگر جامع مسجد میں جمعہ کے دن معرکہ کا وعظ فقیری پر دوسرا فرمایا جس سے اور بھی مخالفین کو بھڑکنے کا موقع ملا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شہید کا دُوسرا وعظ فقیری پر[1]

آپ نے معمولی آیت قرآنی پڑھنے کے بعد فرمایا:۔

اے مومنین میں آج آپ کو ایسی باتیں سناؤں گا جو حضرت رسول مقبول صلعم کے فرمان اور تمہاری موجود حالتوں میں موازنہ کریں گی، موجودہ زمانہ میں عموماً لوگوں کی زبان پر یہ ہے کہ فلاں شخص فقیر ہے، اور فلاں صاحبِ کرامت ہے، ایک حضرات صوفیہ کا گروہ ہے جو دریائے فقر میں ڈوبا ہوا ہے اور ہزاروں اُن کے مُرید بھی ہیں میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کی فقیرانہ معاشرت پر حملہ کردوں یا اس پر اپنی کچھ رائے دوں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں (اگر اللہ میری مدد کرے) کہ فقیر کی اصلی حالت تم پر بیان کردوں کہ ہادیٔ اسلام اور نیز خود خداوند تعالیٰ نے کس شخص کو فقیر گردانا ہے، اور کون کون سی صفتیں ایسی ہیں جو ایک فقیر میں ہونی لازمی ہیں۔

دراصل فقر حاجت کی چیز کے ہونے کا نام ہے اور بے حاجت کے ہونے کو فقر نہیں کہتے، اس سے معلوم ہوا کہ سوائے خداوند تعالیٰ کے ہر چیز فقیر ہے، کیونکہ اس کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہے مگر میں تمہیں اس منطقی الجھاؤ میں پھنسانا نہیں چاہتا جو حقیقت فقر کی خدا و رسول نے بیان کی ہے وہ میں تمہیں سمجھا دیتا ہوں تاکہ اس سے تم اصلی اور بناوٹی فقیر کے شناخت کرنے میں غلطی نہ کرو۔

فقیر جس کو دوسرے الفاظ میں ہم محتاج کہہ سکتے ہیں اپنے ساتھ ایک وسیع معنے رکھتا ہے۔ شریعت غرّا نے اس شخص کو فقیر تسلیم کیا ہے جو سوائے خدا کے سب سے بے نیاز ہو اور جو دوسروں کا محتاج ہو وہ ہرگز فقیر کے لقب سے پکارے جانے کا مستحق نہیں ہے، (جزاک اللہ فی الدارین خیراً، ایک جوشیلی آواز سامعین میں سے آئی) مگر بھائیو یاد رکھو! ایسی فقیری سے جو دوسروں کا محتاج بنادے خود رسول مقبول نے بھی پناہ مانگی ہے، جہاں آپ ارشاد کرتے ہیں اعوذ بک من الفقر، یعنی مفلسی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں، دوسری حدیث اور بھی ان ہی گرم الفاظ میں آئی ہے، وکاد الفقر ان یکون کفراً[2]۔ قریب ہے کہ فقیری کفر ہو

---

[1] تذکرہ مشاہیر دہلی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ و تواریخ علمائے دہلی صفحہ ۲۱۳ [2] ترمذی بروایت انس حاکم بروایت ابوسعید۔ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے۔ حقیقت میں خدا اپنے کسی بندہ کو ایسے فقر میں بتلا نہ کرے جس میں اضطراب پایا جاتا ہو جیسا سعدی شیرازی نے لکھا ہے ع

جز این دو رکعت و آں ہم بصد پریشانی

لیکن میں کہتا ہوں ایسا شخص جو دولت مند ہو اور ہزاروں روپے کا سامان رکھتا ہو اور پھر اس کی ہوسناکی اسے چین نہ لینے دے، اور وہ سخت پریشان ہو سو فقیروں کا ایک فقیر ہے، ان ہی کے لئے یہ جملہ بھی چسپاں ہو سکتا ہے "آنانکہ غنی تراند محتاج تراند" مگر ایسا مقدس فقیر جس کی آرزو رسول مقبولؐ نے کی ہے یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا۔ یعنی الٰہی مجھ کو زندہ رکھ مسکین اور مار مجھ کو مسکین کیونکہ اول میں مضطر کا فقر مراد ہے جس سے آپ نے پناہ مانگی ہے اور جس فقر کی دُعا مانگی ہے وہ یہ ہے کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کی طرف ہے، اب دونوں حدیثوں میں مخالفت نہ رہی۔

اے مومنین تم نے یہ بغور سنا اور دیکھا کہ شریعت غرا نے کس فقر کو جائز اور کس فقر کو ناجائز قرار دیا مگر موجودہ زمانہ میں افسوس ہے کہ صرف رنگین کپڑے اور گلے میں پانسو دانوں کی تسبیح ڈالنے کا نام فقیری قرار دے لیا ہے چاہے اس کے اعمال اور افعال کچھ ہی کیوں نہ ہوں خدا و رسول کے فرمودہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتا جہاں عوام الناس نے اس رنگ و روغن کا کوئی شخص دیکھا اور اسے ولی سمجھ لیا اور یہاں تک مبالغہ آمیز خیالات اس کی طرف منسوب ہونے لگے کہ جو ٹھیٹ اسلام سے کوسوں دور ہیں کہیں اس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اور کہیں اس سے طلب مغفرت کی آرزو کی جاتی ہے اور کہیں اسے پہنچا ہوا مانا جاتا ہے، کہیں اس کے ہاتھوں میں زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجی دی جاتی ہے اور خبر نہیں اس کی نسبت کیا کیا خوش اعتقادیاں کی جاتی ہیں، میں کسی خاص شخص پر اپنی رائے قائم کرنا نہیں چاہتا، بلکہ عموماً ہندوستان کے اُ[illegible]صص میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، اور یقیناً کوئی کونہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان نہ ہوں، ایسے ہی فقیروں کو معاذ اللہ مشکل کشا تسلیم کیا جاتا ہے اور اپنی دینی اور دنیاوی بہبودی کا د[illegible]مدار ان ہی پر رکھا جاتا ہے، اب یہ دیکھنا بہت مشکل ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیا اس قسم کے بنے ہوئے فقیر بھی اپنے کو اپنے معتقدوں سے ایسا منوانا چاہتے ہیں اور اپنے کو ان صفاتِ سے جو خدا و رسول کے لئے خاص ہو گئی ہیں شہرت دینا چاہتے ہیں یا یہ مضمون ہے، کہ پیران نمی پرند و مریدان می پرانند ہیں ان کی نسبت اپنی کوئی قطعی رائے قائم نہیں کرتا، دل کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے مگر ان کی ظاہراً معاشرت اس طرح خیال کرنے میں مدد دیتی ہے کہ انہوں نے جو جو کچھ باتوں کے بتنگڑے بنا دیتے ہیں اور جس طرح وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اس سے صاف یہ اظہار ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو ولی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ منوانا چاہتے ہیں وہ کسی مقبرہ میں یا کسی پیر شہید کی قبر پر گیروا کپڑے پہن پہن کے بیٹھے رہتے ہیں بظاہر لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کھاتے اور شب و روز روزہ سے گزارتے ہیں مگر ان کی توانائی اور چاق و چست رہنے میں کوئی فرق نہیں آتا، ان کے یہ کرتب محض جاہلوں کو دھوکا دینے اور فریب میں پھنسانے کے ہوتے ہیں، شعارِ اسلام سے اے بھائی مسلمانو! اُن کی یہ باتیں بہت مستبعد ہیں، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ایسوں سے جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا دین و ایمان بچاؤ۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی ۔۔۔ بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے

ان کی صحبت بظاہر خوش اور سعید معلوم ہوتی ہے لیکن ان کا زہریلا اثر نہ صرف تمہارے مالوں کو زہر آلود بنا دے گا بلکہ تمہارے دین کو بھی ایسی سخت مضرت پہنچے گی کہ تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔

اگر میں اپنی طرف سے ایک لفظ بھی کہوں تو الٹا میرے مُنہ پر مارو، چونکہ تم مسلمان ہو اور تمہارا ایمان حدیث و قرآن پر ہے، اس لئے جو کچھ میں کہوں گا ان ہی دو مقدس مجموعوں سے کہوں گا، اور جسے بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے تمہارا فرض ہوگا کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ لو سنو! خدا تعالےٰ کس فقیر کی شان میں ارشاد کرتا ہے، اور کس فقیری کی فضیلت بتاتا ہے۔

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا	یعنی وہ مہاجر فقیر جو اپنے گھروں اور مالوں سے
من دیارهم واموالهم يبتغون	نکالے گئے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضلاً من اللہ ورضواناً و ینصرون اللہ ورسولہ۔ اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اصلی فقیر وہ ہے جس نے اپنا دھن من تن سب خدا کی راہ میں قربان کر دیا اس لئے کہ خدا کی رضامندی اور فضل انہیں حاصل ہو، خدا کی رضامندی کی تلاش میں گھروں سے بے گھر ہونا اور اپنے اس مال کو جو زندگی کا جزو اعظم کھو کے حاصل کیا ہے لٹا دینا یہ شانِ فقیری ہے اور حقیقت میں ایسا ہی شخص فقیر ہے۔ برخلاف اس کے آج کل ہم کن فقیروں کو دیکھتے ہیں جو فقیری کے پردہ میں بیچارے غریبوں کا مال غصب کرتے ہیں، یتیموں کے حلقوں سے نوالہ نکالتے ہیں اور اپنی تن پرستی کی دھن میں انہیں کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا کہ کہاں جارہے ہیں اور ہم نے کونسی راہ اختیار کی ہے۔ میں تم سے دریافت کرتا ہوں کیا کبھی بھی انہوں نے دین خدا کی مدد کی، یتیموں پر کبھی بھی انہیں رحم آیا، اور کبھی بھی ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ریاضت کرکے کچھ پیدا کریں اور وہ مساکین جو لنگڑے لولے ہیں ان کا پیٹ بھریں یا اپنے متعلقین کو جن کا ان پر حق ہے خوش رکھنے کی کوشش کریں جو کچھ انہیں خیرات دیتے ہو اور اپنے معصوم بچوں کے حقوق کا ان کے دینے میں ذرا پاس و لحاظ نہیں کرتے، خوب سمجھ لو کہ اس کا جواب تمہیں خدا کے ہاں دینا ہوگا، قرآن مجید میں جن مساکین کے دینے اور اُن کی مدد کرنے کا حکم ہے، وہ دین اللہ کے خادم بہت بے دست و پا ہیں جن کی نسبت ارشاد ہوا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ۔ یعنے دینا ہے ان مفلسوں کو جو اٹک رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور چل پھر نہیں سکتے ملک میں۔

اس آیت سے یہ مراد بھی ہے کہ ایسے لوگ جنہوں نے اللہ کی رضامندی میں اپنا گھر لٹا کے اپنے کو وقف کر دیا، اور اب دشمنان دین کی وجہ سے وہ ملک بملک روزی کمانے کے لئے نہیں جا سکتے ان کا معاون اللہ ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں جو روزی پیدا کر سکتے ہیں اور چل پھر سکتے ہیں کبھی خدا اپنے وعدہ کے موافق ان کی روزی پہنچانے میں ان کی مدد نہ کریگا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

02237

اے مومنین فقیر کی شان یہ ہے کہ اپنا خون پسینہ ایک کرکے کچھ پیدا کرے، اس سے اپنا بھی پیٹ بھرے اور محتاجوں کو بھی دے نہ کہ فقیر کی یہ شان ہے کہ غریبوں، بیکسوں، رانڈوں، یتیموں کا مال ہڑپ کر جائے اور خبر نہ ہو تم نے دیکھا ہے کوئی ایسا شخص جو اپنے کو فقیر کہتا ہے آج تک اس نے اپنی ریاضت سے دو پیسے پیدا کیے ہوں، ایک میں چنے چبا کے اپنا پیٹ بھرا ہو، اور دوسرے پیسہ سے کسی رانڈ اور یتیم کا پیٹ بھرا ہو (ایک طرف سے سخت زاری و بکا کی آواز بلند ہوتی)۔

اگر مسلمان بننے کی آرزو ہے تو خدا کی سچی رضامندی کے دل سے خواہش مند ہو یاد رکھو بغیر اس کے ہرگز نجات نہ ہوگی، سچے مستحقوں کو نہیں دیتے اور ان موٹے تازوں کو کما کما کے دیتے ہو جو خود محنت کر سکتے ہیں مگر نہیں کرتے خدا و رسول کا فرمانا تو ایک طرف ان کا وجود قوم میں سخت مضر ہے۔ ہماری نسلیں اسی طرح برباد ہوتی چلی جاتی ہیں اور کوئی ان کی مطلق پروا نہیں کرتا۔ جب لوگ انہیں دیکھتے ہیں کہ بے محنت و مشقت انہیں ملا چلا جاتا ہے وہ بھی اُن کی دیکھا دیکھی یہی ڈھچر بنا لیتے ہیں اور جاہلوں کو تمام عمر ملک در ملک ٹھگتے پھرتے ہیں، نئے شعبدے سیکھتے ہیں اور نادانوں کو اپنے جُل میں پھنساتے ہیں، کیا تمہیں نہیں معلوم رسولؐ خدا نے مخلوق میں کسے افضل گردانا ہے لو سنو میں کیا کہتا ہوں" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا لوگوں میں سے کون بہتر ہے عرض کیا جو مال دار ہو اور اللہ کا حق اپنے نفس و مال میں ادا کرتا ہو، آپ نے ارشاد کیا یہ شخص اچھا ہے مگر جس کو میں نے پوچھا ہے وہ نہیں، پھر اصحاب نے عرض کیا خدا و رسولؐ اسے بہتر جانتے ہیں کہ کون شخص بہتر ہے، آپ نے فرمایا "فقیر یعطی جھدہ جو اپنی جانفشانی کی چیز دیوے اس سے تمہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ افضل وہ شخص ہے جو باوجود محتاج ہونے کے اپنی جانفشانی سے کچھ پیدا کرے، اور اس میں سے کچھ حصّہ خدا کی راہ میں دے اس حدیث پر نظر کرکے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ آجکل جو شخص اپنے کو فقیر اور ولی اللہ اور نہ جانے کیا کیا کہتا ہے کیا واقعی وہ افضل ہو سکتا ہے، اور شریعت غرا اسے کہاں تک لوگوں پر فضیلت دے سکتی ہے۔ وہ کبھی خدا و رسول کا پیارا نہیں ہو سکتا جو خود نہ محنت کرے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسروں کو فریب میں پھنسا کے اپنا گھر بھرے اور امیروں کی طرح اپنی زندگی بسر کرے اب میں تمہیں فقیری کا دوسرا رنگ دکھانا چاہتا ہوں اور وہ رنگ مجذوبیت کا ہے، تم روزمرہ اکثر قبروں پر دیکھتے ہوگے، بعض فقیر ہاتھوں میں ڈبل ڈنڈا لے کے کودتے ہیں اور خدا کی جناب میں گستاخانہ کلمات نکالتے ہیں اور یہ کہتے ہیں، بھیج نہیں میں ڈنڈا مار کے تیرا عرش توڑ ڈالوں گا، جاہل بیچارے دیکھ کے سمجھتے ہیں، فقیر صاحب بڑے پہنچے ہوئے ہیں خبر نہیں انہیں کتنی رسائی حاصل ہے کہ یہ خدا کے عرش کے ٹکڑے اڑاتے دیتے ہیں اور وہ بیچارے جو اُن سے بن آتا ہے لے لیکے دوڑتے ہیں اور انہیں دیتے ہیں اگر انہوں نے نذرانہ قبول کر لیا تو اپنی نجات سمجھتے ہیں اور نہ قبول کیا تو انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہیں ہمارے لئے کوئی آفت آسمانی نہ مستعد ہو، اور کسی وقت آکے ہمارا فیصلہ نہ کردے ان کی جان بھی بسبب جہالت کے عجیب کشمکش میں پھنسی رہتی ہے ایک تو اپنا پیٹ کاٹ کے دیں اور دوسرے یہ غضب مول لیں الٰہی توبہ خدا ان پر رحم کرے۔ خوب سمجھ لو اے مسلمانوں خداوند تعالےٰ ان باتوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور اس کی ذات پاک ان بناوٹی جذبوں سے بہت دور ہے، صرف دنیا کو اپنا معتقد بنانے اور ان سے ان کا مال اینٹھ لینے کے یہ سارے زبون فریب ہیں

چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ۔[1] یعنے اللہ تعالیٰ اس فقیر صاحب عیال کو پسند کرتا ہے جو سوال نہ کرے۔

نبی اکرم کا تو یہ ارشاد ہو اور تم اس بے ادب گستاخ فقیر کو مجذوب اور خدا کے پاس پہنچا ہوا تسلیم کرو تم خود سمجھ سکتے ہو اگر کوئی شخص تمہارے بزرگوں کو کھڑے ہو کے بر سر راہ گالیاں دے تو تمہیں کتنا برا معلوم ہو اور تم سے کچھ نہ ہو سکے تو تم ضرور اس کی طرف پھر کے نہ دیکھو گے، چہ جائے کہ تمہارے برحق خالق اور روزی دہندہ کو ان بے ادب اور گستاخ الفاظ سے یاد کرے اور تم اسے دلی جان کے اور اس کی طرف اپنا مال و متاع جو تمہارے بچوں اور لواحقین کا حق ہے لے کے دوڑو، اور اس کی ایک نظر التفات کے طلب گار رہو، کاش

[1] ابن ماجہ بروایت عمران بن حصین ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اتنا خوف خود خداوند تعالیٰ سے تمہیں ہو تو تم پھر اُس کے پیارے بندوں میں سے ہو جاؤ۔

جن فقیروں کی نسبت رسول مقبول نے بشارت دی ہے کہ امیروں سے پانسو برس پہلے داخلِ جنت ہوں گے، وہ بے ادب پلتے غنڈے نہیں ہیں بلکہ ان فقیروں سے مطلب ہے جو محتاج ہو کے اپنی جانفشانی سے پیدا کیا ہوا مال خود بھی کھاتے ہیں اور محتاجوں کو بھی دیتے ہیں جیسا رسول مقبول نے فرمایا ہے "یدخل فقراء امتی الجنة قبل اغنیاءھم بخمس مائة" یعنے میری امت کے فقیر دولت مندوں سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے جو حدیث میں ابھی تمہارے آگے بیان کر چکا ہوں، جس میں افضل شخص کی نشانی نبی اکرمؐ نے بتائی ہے، یہ حدیث اور بھی اس کی تائید کرتی ہے، حقیقت میں وہ فقیر افضل ہے اور دولت مندوں سے پانسو برس پہلے جنت میں جائے گا جس نے اپنی ریاضت سے کمایا اس میں سے کچھ آپ کھایا، اور کچھ خُدا کی راہ میں دیا۔

یہ کہیں ثابت نہیں کہ کسی ولی کو محنت کرنا حرام ہو اور اس کے لئے جائز ہو کہ وہ دوسروں کا ہاتھ تکے اور نئے نئے ڈھچر بنا کے دنیا ٹھگنے کے لئے کھڑا کر دے۔

دولت دنیا جو مومن کی زینت اور آرائش کے لئے نہیں ہے اور جس سے خدا نے نفرت دلائی ہے ہمارے اس زمانہ کے فقرا کی زندگی اور ایمان کا جزو اعظم ہو رہی ہے کون صوفی اور پہنچا ہوا فقیر ایسا ہے جو اپنی ریاضت میں محو ہو اور دنیا کو اسی حد تک پیدا کرے جو اسے زندہ رکھ سکے اور تمام تعیش خیز سامانوں سے جو خدا کی یاد سے اسے غافل کر دیں سخت پرہیز کرے میں تو خیال کرتا ہوں کوئی بھی ایسا نہیں ہے، اور اگر کوئی ہے بھی تو اس پر صد رحمت ہے، آج کل جو بڑے بڑے ولی اولیاء مشہور ہیں ان کے گھر نہایت قیمتی سامانوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں اور وہ اُن میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، ان نفیس نفیس سامانوں نے ان کا رہا سہا دین بھی برباد کر دیا، اور انہیں نفس کا ایسا بندہ بنا دیا وہ اس سے الگ نہیں سکتے، ان کا ہمسایہ تو فاقہ کشی کرتا ہے، اور وہ اپنے معتقدوں کے صدقہ میں روز زردہ ملیغن اڑاتے ہیں، ہر وقت دیگیں ان کے مکانوں میں کھنکتی رہتی ہیں، اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنتے ہیں، اور سیروں عطر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی پوشاک میں لگاتے ہیں اور مشہور یہ کرتے ہیں کہ ہم ان عطریات کا اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ ہمارے نبی کو خوشبو بہت پیاری تھی یہ ان کا نرا دھوکا اور فریب ہے، اس صورت میں تو وہ رسول اللہ ﷺ کی تقلید کرتے ہیں لیکن جو اور فرمان نبی اکرم کے ہیں ان سے انہیں کچھ غرض نہیں۔

خداتعالیٰ کا ارشاد اپنے بندوں کے لئے کیسا زبردست ہے، چنانچہ وہ فرماتا ہے :-

"واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيٰوة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا" یعنے تھام رکھ اپنے کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں رب اپنے کو صبح اور شام، طالب ہیں اس کے منہ کے اور ان کو چھوڑ کر رونق دنیا کی زندگی کی تلاش میں تیری آنکھیں نہ دوڑیں، اور اس کا کہا نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کیا" خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں کو رونق دنیا کی زندگی کی تلاش سے روکا ہے اور منع فرماتا ہے کہ ہماری یاد سے جس کا دل غافل ہے اس کا کہنا نہ مان یہاں فرمودۂ خدا کے خلاف کیا جاتا ہے، اور دوڑ دوڑ کے ان ہی کا کہنا مانا جاتا ہے جن کا دل خدا کی یاد سے غافل ہے، اے بھائیو یہ یاد رکھو کہ جیسے وہ خود غافل ہیں تمہیں بھی خدا کی یاد سے غافل کردیں گے پھر دین و دنیا میں تمہارا ٹھکانا نہ رہیگا اور اگر اب بھی تم نہ مانو تو خدا کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تیاری کرلو وہ تمہیں اپنی راہ چلانا چاہتا ہے اور تم اس سے ضد کرکے دوسری راہ چلنا چاہتے ہو، تمہاری بربادی کے لئے تمہاری یہ سمجھ کافی ہے۔

دنیا کا مال و متاع جسے ایک اعجوبہ سمجھ لیا ہے صرف اس لئے ہے کہ اس سے ہمارا تن ڈھکے اور پیٹ بھر جائے، اور ساتھ ہی ہم محتاجوں کا جو اس کے مستحق ہیں پیٹ بھر سکیں، اگر کروڑ روپیہ ہے تو اسی قدر ایک دیندار خرچ کرسکتا ہے، جتنا شریعت محمدی نے اُسے اجازت دی ہے اور اگر صرف محدود قسم کی آمدنی ہے تو اسی قدر اٹھا سکتا ہے، پھر کیا ضرور ہے کہ اپنی قیمتی زندگی کا جزو اعظم کھو کے فریب اور دغا سے روپیہ پیدا کیا جائے، اور عارضی زندگی کے لئے ہمیشہ کے واسطے عذاب مول لیا جائے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت میں رسولؐ مقبول نے کیا خوب فرمایا ہے " طوبی لمن ھدی الی الاسلام و کان عیشہ کفافا وقنع بہ " یعنے خوشحال ہو اس کو جو ہدایت کیا گیا ہو اسلام کی طرف اور اس کی معیشت بقدر گزران ہو اور اسی پر قانع ہو۔ پھر نبی نے خود فقیروں کی طرف مخاطب ہو کے یہ ارشاد کیا " یامعشر الفقراء اعطوا اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب فقرکم والافلا " یعنے اے فقیروں کے گروہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اپنے دلوں سے کرو کہ تمہیں تمہارے فقر کا ثواب ملے ورنہ نہیں ملے گا۔"

کیا خدا کی رضا جوئی اسی میں ہے کہ ہم اپنے کو ولی کے نام سے شہرت دیں، اور لوگوں کو نجاتِ آخرت دلوانے کا ٹھیکہ لے لیں، تمام جہان کے مال کو ہڑپ کر جائیں، اور ہر وقت یہ نگاہ ہو کہ لوگ ہمارے جال میں آکے پھنسے، اولیاء اللہ کی قبور پر جا کے خود بھی اپنی حاجتیں طلب کریں، اور اپنے ساتھ اوروں کو بھی گمراہ کریں، یا مولانا روم کی مثنوی خوش آوازی سے پڑھنے کا نام فقیری اور اس کا بھائی تصوف ہے، کیا خوبرو مردوں کے گانے پر تھرکنے کا نام فقیری رکھا ہے، کیا ان لمبی لمبی زلفوں میں ولایت گھسی ہوتی ہے، کیا یہ ٹیڑھا بڑ ہنگا عصا عصائے موسیٰ کا حکم رکھتا ہے، کیا اسی کو عین اسلام کہتے ہیں، کیا یہی فرمودۂ خدا و رسولؐ ہے، توبہ کرو اللہ سے اپنی مغفرت چاہو اور جو کچھ کر چکے ہو اس سے باز آؤ، اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ مادر گہ نومیدی نیست　　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اگر کوئی دنیا دار ہوس دنیا میں مبتلا ہو تو اس قدر قابل نفرین نہیں لیکن وہ شخص یادہ گرد جو تارک الدنیا مشہور ہو، اور پھر حرام وحلال کی شناخت نہ کرکے دنیا کمانے میں محو ہو جائے وہ کس قدر قابل نفرین ہے لیکن میں کہتا ہوں اے مسلمانو تم ان کے لئے دعا کرو کہ خدا ان پر رحم کرے، حقیقت میں وہ لوگ قابل نفرین نہیں ہیں بلکہ لائق رحم ہیں، بڑا قہر یہ ہے کہ ایسے لوگ جنہوں نے جاہلوں کی نگاہ میں اپنا ظاہر درست بنایا ہے بہ نسبت خدا پرستوں کے زیادہ پوجے جاتے ہیں، ضعف اسلام کی تمہارے دلوں میں ایک یہی بڑی نشانی ہے، حقیقت یہ ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ان لوگوں سے ایک چھٹا ہوا رند ہزار درجہ بہتر ہے جو برملا بازار میں کھڑے ہو کے شراب پیئے اور کسبی کے کوٹھے پر جاوے، کیونکہ اس کو اس خرابی میں مبتلا دیکھ کے کوئی بھی اس کی طرف رجوع نہ ہوگا نہ اس کی تقلید کسی فعل میں کرے گا، بلکہ اسے سخت حقارت کی نظر سے دیکھے گا، اس لئے جو گناہ وہ کرتا ہے اس میں صرف اسی کی ذات کو مضرت پہنچتی ہے مگر ایسا شخص جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنا ظاہر درست کرے، پانچ وقت کی نماز اس کی ناغہ نہ ہو، وظیفہ وظائف کا ہر دم چرچا رکھے، اور اللہ ہو کے سوا دوسرا لفظ نہ کہے، خوب سمجھ لو کہ ایسا شخص بھولے بھالے مسلمانوں کے حق میں کالا ناگ ہے، جس کا کاٹا کبھی نہیں بچ سکتا، فقط۔

مولانا شہید کا یہ وعظ تو بہت بڑا تھا لیکن افسوس یہ ہے کہ آگے کے ورقے اس وعظ کے جو ان کے منشی ہیرالال کے ہاتھ کے لکھے ہوتے ہیں گم ہوگئے، اور پھر کئی ورق کے بعد مطلب شروع ہوا ہے، لیکن ایسے کرم خوردہ اوراق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاید فقیری اور تصوف پر دیا تھا ایک ٹکڑا نقل کر دیا گو مجھے لفظ بلفظ نقل کرنے کا تو فخر حاصل نہیں ہوا، پھر بھی یہ میری خوش قسمتی ہے کہ اس بیداشت ردی میں سے میں نے مولانا شہید کے وعظ کی عبارت اور کسی قدر جملوں اور الفاظ کا ہیر پھیر کر کے مفہوم پورا ادا کر دیا۔ الفاظ غیر مانوس ہونے کی وجہ سے بدلے گئے، ورنہ ایسا تبادلہ نہیں کیا ہے کہ جس سے مطالب میں کچھ فرق آوے اور مفہوم بدل جاتے، اول تو لکھنے والا کایستہ، دوسرے اکبر شاہ ثانی کا زمانہ، تیسری جلدی میں لکھنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ ہی اُردو عبارت بلفظہا نقل کر دی جائے تو ناظرین کی کیا سمجھ میں آتے، اور مولانا شہید کا مفہوم کیونکر ادا ہو، ہاں اس کے مقابل مولوی اسماعیل صاحب کے جو نامے یا خطوط دستخطی ہمارے ہاتھ لگے ہیں وہ ہم ضرور بعینہ نقل کریں گے، اس میں ایک لفظ کا بھی تغیر و تبدل نہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ ایسے ولیوں صوفیوں اور فقیروں کو سلام ہے جو نفس کے بندے ہو گئے مال جمع کرنے کی دھن میں لوگوں کو ٹھگتے پھرتے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس پر مطلق قناعت نہیں کرتے، ناخدا ترسی سے ناواقفوں کا اپنے مکر کی اُلٹی چھری سے گلا کاٹتے ہیں اور اُف نہیں کرتے کبھی نبی کو خواب میں بلا لیتے ہیں، اور کبھی خدا کو اپنے میں بلوا دیتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں، اس کے علاوہ صرف دولت دنیا کمانے کے لئے کیا کیا فریب گا نٹھتے ہیں، مگر خوفِ خدا اور موت کی تاک جھانک کا خیال نہیں رہتا جو ہر دم کمین گاہ میں لگی ہوئی ہے۔

حضرت امام غزالی کا ایک قطعہ جس کا ترجمہ عربی سے فارسی میں کیا گیا ہے، اس جگہ لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں پس وہ ہی میرے ریویو کا پورا مفہوم ہو جاتے گا (مگر صرف ان دنیا طلب فقیروں اور صوفیوں کے لئے جو مذہب کی آڑ میں دنیا کماتے ہیں)۔

قطعہ

زاری بہ بارگاہ خدا کن نہ پیش خلق — قانع بیاس باش کہ این ست عزو ناز
مستغنیانہ کن بسر از خویش وذی رحم — آنکس غنی بود کہ شد از خلق بے نیاز
اے محو منع و جمع ترا دہر در کمیں — اندازہ مے کند کہ نماید در بے فراز
راے ہمی زند کہ بتو مرگ چوں رسد — روزانہ یا شبانہ کند بر تو ترکتاز
مال و منال جمع نمودی و و لے بگو — ایام صرف نیز کنی جمع بس دراز
فخزوں برائے وارث تست آنچہ جمع گشت — از آن تست صرف تو نے آنچہ ماند باز
خرم دل آن کسے کہ یقین کرد بر خدا — کو روزیش دہد کہ کریم ست و کارساز
پس ہیچ ذلتے نبرد آبروے او — روزیش ہمیشہ تازہ برآید ز ترکتاز
در ساختہ قناعت خویش سایہ ہر کہ خفت — فکر معیشتش نکند گاہ دیدہ باز

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

گورنمنٹ انگریزی کی انصاف پسندی، سرکار انگریزی کی طرف سے وعظ کی ممانعت، مولانا شہیدؒ کی سپرنٹنڈنٹ سے ملاقات اور وعظ کا حکم!

پہلے اس کے کہ ہم سنگین دشمنی کا تذکرہ کریں جو شہر دہلی کے عوام الناس نے پیارے شہید سے برتی تھی، مختصر طور پر سرکار انگریزی کی انصاف پسند کارروائی کا ذکر کر دیتے ہیں۔

لارڈ لیک نے جب ۱۸۰۳ء میں دہلی فتح کی تو شاہ اور اہل شہر کو مرہٹوں کی جابرانہ قید سے رہائی دلوائی۔ مرہٹوں کا دہلی پر قبضہ دہلی کے لئے بدفالی کا دیباچہ تھا۔ جب شاہ کی بے عزتی کی جاتی تھی تو روسائے دہلی کی کیا خاک عزت ان کی نگاہ میں ہوتی۔ عدالتیں اوندھی پڑی ہوئی تھیں، اور کوئی قانونی کارروائی مطلق نہ ہوتی، مرہٹہ اگر کسی کو بے جا ستاتا تھا تو کوئی دریافت کرنے والا نہ تھا، نہ اس کے لئے فوجداری کی عدالتیں تھیں، اور نہ کوئی داد رسی کی کورٹ تھی، چاروں طرف ظلم اور زبردستی کی حکومت تھی، یہی نہ تھا کہ مسلمان ہی ستائے جاتے ہوں بلکہ ہندو بھی سخت نالاں تھے۔

دکانیں معمولی گفت و شنید پر لوٹ لی جاتی تھیں، اور دکاندار کسی سے فریاد نہ کر سکتا تھا۔ حمیدالدین عراقی لکھتا ہے کہ میں چاندنی چوک میں جا رہا تھا کہ ایک مرہٹہ سوار نے ایک بزاز سے ڈھاکے کی ململ کا تھان مانگا، اس نے مفت دے دینے سے انکار کیا، فوراً اس کے انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی مشکیں باندھ لی گئیں، اور اس کی دکان میں آگ دے دی گئی، کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا کہ شاہی خاندان کا ممبر سر بازار مرہٹہ کے ہاتھ کے کوڑے نہ کھاتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاضل عراقی کے یہ واقعی چشم دید ہیں، اس سے زیادہ یہ نظارہ قابل ماتم ہوگا کہ مرہٹوں کے زمانہ میں ڈولیوں کی رسم بالکل جاتی رہی تھی، شرفا کی مستورات نے باہم ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا کیا ممکن تھا کہ کوئی شریف زادی ڈولی میں نکلے، اور بسلامتی اپنے گھر پہنچے۔ نئے نئے وزن اور سکوں کی گونا گونی نے تجارت کو بہت بڑا نقصان پہنچایا تھا، گیہوں بے شک روپیہ کے دو تین من ہو گئے تھے، لیکن یہ سستا سماں اس لئے زیادہ فائدہ بخش نہ تھا کہ مفلسی نے لوگوں کو گھیر لیا تھا نوکری عنقا صفت ہو گئی تھی، اور مسلمانوں کی بربادی کی پوری تدبیریں کی جاتی تھیں جب یہ کیفیت ہوئی تو نا چار نابینا شاہ دہلی نے انگریزوں کے اپنے کو سپرد کیا اور التجا کی کہ آپ ہمیں آ کے پناہ دیں۔ مرہٹوں نے ہمارا ستیاناس کر دیا ہے، درخواست پر لارڈ لیک فوج لے کے بڑھے اور معمولی جنگوں کے بعد بیدھڑک دہلی پر قابض ہو گئے یہ تاریخ عروج دہلی کی شمار کرنی چاہیئے۔ سرکار انگریزی نے شاہ کے قدیمی حقوق بحال کر دئے۔ اور جو درباری توقیر ایک خود مختار حکمراں کی طرف سے خود مختار شاہ کی کی جاتی ہے بہت فراخ دلی سے کی گئی۔

انصاف کی عدالتیں کھل گئیں، اور ملازمت کو وسعت دی گئی۔ بعد ازاں اکبر شاہ ثانی تخت نشین ہوئے، ان کی بھی ایک بیش قرار تنخواہ اور چند علاقے کوٹ قاسم وغیرہ بحال رکھے گئے، شہر میں بھی گہما گہمی ہو گئی اور قلعہ میں بھی رونق نظر آنے لگی، شاہ کی سفارش اور کہنے کا بہت کچھ پاس و لحاظ کیا جاتا تھا، تاہم شہر کا انتظام سرکار کمپنی کے سپرد تھا، اور وہ اس کے ذمہ دار بھی تھی، لائق مسلمان بڑے بڑے عہدوں پر مقرر ہونے لگے، اور عموماً مقدمات کا فیصلہ ان ہی کی رائے پر ہوتا تھا، ہر مذہب کو آزادی تھی، وعظ خوب دھڑا کے سے کیے جاتے تھے، اور سرکار کمپنی کی طرف سے ذرا بھی مزاحمت نہ ہوتی تھی۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ کوئی کارروائی ایسی نہ ہو، جس سے امن میں خلل پڑنے کا خوف ہو۔

یہی زمانہ گویا مولانا شہید کی ریفارمیشن کا آغاز تھا، اور یہی زمانہ اس تلخ تر دشمنی کا تھا جو خواہ نخواہ حاسد مولانا سے کرتے تھے، جب مختلف مضامین پر وعظ ہوئے تو لوگوں میں جیسا کہ ہم للہ آئے ہیں ایک شورش سی پھیل گئی، اور چاروں طرف ایک دند مچ گیا، بھلا وہ تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدت سے مختلف پیروں، شہیدوں، سیتلا ماتا کے پوجنے کے عادی تھے، اُنہیں اکیلے خدا کی پرستش کا ہے کو اچھی معلوم ہوتی وہ بھڑکتے بھڑکتے مولانا شہید کے فقیری کے وعظ سے پورے بھڑک اٹھے، اور اب انہوں نے عدالت کی طرف رجوع کرنا شروع کیا، کیونکہ اکبر شاہ کی طرف سے تو صاف جواب مل چکا تھا۔ مگر عدالت میں جانے سے پہلے انہیں ضرور ہوا کہ وہ مولوی فضل حق صاحب سے مشورہ کر لیں کہ کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ مولوی منطقی صاحب رزیڈنٹ کے بڑے مُنہ چڑھے اور معتبر تھے، اور وہ ان ہی کے کہنے پر زیادہ چلتا تھا، جب یہ لوگ سررشتہ دار صاحب کے پاس پہنچے اور ساری کیفیت عرض کی تو وہ آبدیدہ ہو کے کہنے لگے کہ اسمٰعیل دین محمدی کی بیخ کنی کئے بغیر نہیں رہنے کا۔ یہ مولوی منطقی صاحب کا پہلا جملہ تھا جو انہوں نے پیارے شہید کی نسبت استعمال کیا، عوام الناس نے پھر یہ فریاد کی کہ وہ صوفیوں کو برملا گالیاں دیتے ہیں، اور ہم سنتے ہیں کیا کریں آپ کچھ مدد کریں ورنہ سارے مسلمان اس پر آمادہ ہیں کہ شہر سے جلاوطن ہو جائیں۔

مولوی فضل حق صاحب پہلے ہی شہید کی طرف سے خون کے گھونٹ پی رہے تھے اور دانت پیس رہے تھے، انہیں اپنی کامیابی کی یہ فال نیک معلوم ہوئی، اور انہوں نے فوراً اپنے منشی سے ایک عرضی عام مسلمانوں کی ناراضی کی صاحب رزیڈنٹ کو لکھوائی اور اس پر پندرہ سو دستخط کرائے اور وہ عرضی رزیڈنٹ کو ان الفاظ میں کہہ کے دی :-

"حضور میں کئی بار عرض کر چکا تھا، آپ نے توجہ مبذول نہیں فرمائی، دیکھئے معاملہ طول پکڑتا جاتا ہے کیا عجب ہے کہ ذرا سی بے توجہی پر نوبی قوت کی بلوہ دفعہ کرنے کے لئے ضرورت ہو۔ اس عرضی میں جس پر پندرہ سو مسلمانوں کے دستخط ہیں صرف مولوی اسمٰعیل کے وعظ کو بالکل روک دینے کی التجا کی گئی ہے، اب حضور کو اختیار ہے چاہے جو کچھ اس میں کارروائی کریں۔"

یہ سنتے ہی رزیڈنٹ کے ہوش اڑ گئے، اور اُس نے اس عرضی کو کئی کئی بار بغور دیکھا اور یہ الفاظ زبان پر لایا :-

تعجب ہے شاہ عبدالعزیز کا بھتیجا ایسا فسادی ہو، مولوی فضل حق صاحب نے دوسری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدبیر یہ کی تھی کہ سو پچاس آدمی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور انہیں سکھا دیا تھا کہ جس وقت صاحب نیچے کی طرف دیکھیں تم داویلا و بکا کرنا اور جو کچھ تمہیں بیان کرنا ہوگا اس میں چوکنا نہیں، غرض یہی ہوا مولوی منطقی صاحب کی مراد بر آئی، اور کوتوال کے نام حکم بھیج دیا گیا کہ آئندہ سے مولوی اسمٰعیل صاحب وعظ نہ کہنے پائیں، ادھر خود مولانا شہید کے پاس بھی ایک حکم نامہ بھیج دیا کہ تمہیں سرکار کمپنی کے حکم کی تعمیل کرنی ہوگی، اور تمہارے وعظ سے چونکہ امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے، اس لئے روک دیا گیا تا حکم ثانی تم عام طور پر وعظ نہیں کہہ سکتے۔

برق انداز نے یہ حکم نامہ رزیڈنٹ کی طرف سے مولانا شہید کو دیا، آپ نے خاموشی سے اس فرمان کو لے لیا، اور کچھ نہ کہا۔ آپ کے معتقدین پریشان و خستہ آپ کے پاس آنے لگے اور سخت افسوس کرنے لگے، مگر اس سے چارہ ہی کیا تھا، اور گورنمنٹ کا مقابلہ کون کر سکتا تھا۔

اصلی کارروائی تو یہ تھی جو لکھی گئی، لیکن شہر میں عجیب عجیب افواہیں اڑ رہی تھیں کوئی کہتا تھا کہ مولانا اسمٰعیل قید ہو گئے، کوئی کہتا تھا کہ انہیں جلاوطن کرنے کا حکم ہوا ہے، کوئی کہتا تھا انہیں پھانسی دی جائے گی، کوئی یہ ہانکتا تھا کہ ان کا گھر بار ضبط کرنے کے لئے برق انداز گئے ہیں۔ غرض دشمنوں نے خوب خوب اپنے جلے پھپھولے پھوڑے، اور سوائے زہر اگلنے اور بے بنیاد گپوں کے انہیں اور کچھ بن نہ پڑا۔ مُلّا کی دوڑ مسجد تک مثل مشہور ہے۔ فضل حق سے صرف جو کچھ ہونا تھا وہ کر چکے تھے اور شہر والوں سے جتنی مخالفت ہو سکتی تھی انہوں نے کوئی کمی نہ رکھی تھی۔

چالیس دن تک وعظ بند رہا، آپ کے دوستوں نے مختلف مشورے دئے کہ یہ کرو اور یوں رزیڈنٹ کے پاس سفارش پہنچاؤ، لیکن آپ نے ایک نہ سنی اور فرمایا خدا خود اپنے دین کی حفاظت کرے گا، مجھ سے زیادہ اُسے فکر ہوگی۔

بڑے بڑے رئیس جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے معتقدین میں سے تھے، خواہ شیعہ ہوں یا سنی آ آ کے سمجھانے لگے کہ آپ اپنے بھتیجے کو روکئے، یہ بڑی بدنامی کی بات ہے۔ شاہ صاحب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کو یہی جواب دیتے تھے جب تک اسماعیل سے خلاف شریعت امر سرزد نہ ہو میں کیوں کر اسے روک سکتا ہوں، وہ کوئی فساد انگیز تقریر نہیں کرتا کہ اس پر میں معترض ہوں، آخر کوئی معقول وجہ بھی تو ہونی چاہیئے، جس سے میں اس کی کارروائی میں دست اندازی کر سکوں۔

جب اعیان شہر شاہ عبدالعزیز صاحب سے یہ جواب پاتے تھے تو اپنا سا منہ لے کے چلے جاتے تھے۔

سوائے وعظ تعلیم و تعلم کا سلسلہ اسی طرح جاری تھا اور اسے کوئی روک نہ سکتا تھا شاہ اسمٰعیل صاحب کو اپنے وعظ کے بند ہو جانے کا اس لئے اور بھی زیادہ قلق تھا کہ مسلمان پھر اسی شرک و بدعت میں پھنس جائیں گے، جس سے انہیں کسی قدر نفرت دلائی ہے، اور دوسرے اس امر کا قلق تھا کہ میری ضد سے لوگ اور بھی شرک و بدعت کرنے لگیں گے، یہ تمام خیالات ایسے زبردست تھے جن میں ذرا بھی کلام نہیں ہو سکتا مگر مجبوری تھی خدا کو یہی منظور تھا کہ علاوہ اور ستائے جانے کے پیارا شہید اس فانی کشمکش میں پھنسے اور پلنگ پر سینکڑوں کروٹیں بے چینی کی حالت میں بدلتا رہے۔

آخر سوچتے سوچتے شاہ اسمٰعیل صاحب نے اسی وجہیں رزیڈنٹ کو لکھ کے بھیجیں اور ثابت کیا کہ اگر میرا وعظ بند رہے گا تو یہ خرابی واقع ہوگی۔ جوں ہی رزیڈنٹ نے پیارے شہید کی درخواست کو پڑھا آنکھیں کھل گئیں، اور قدرتی طور پر اس کو پیارے شہید کی تحریر کا بغیر کسی شہادت کے ایسا یقین ہو گیا کہ فوراً سر رشتہ دار صاحب طلب کئے گئے جوں ہی وہ حاضر ہوئے، رزیڈنٹ نے یہ کہا بڑے افسوس کی بات ہے مولوی فضل حق صاحب کہ آپ نے چالیس دن تک شاہ اسمٰعیل صاحب کا وعظ بند رکھا، میری رائے میں یہ بالکل غلط کارروائی ہوئی ہے، اور ایسے بڑے مولوی کے ساتھ ناجائز برتاؤ کیا گیا ہے، ابھی حکم لکھ دو کہ وعظ کھولا جائے اور جو کوئی مزاحم ہوگا اُسے قانوناً سزا دی جائے گی، یہ سنتے ہی مولوی منطقی صاحب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، پیروں نیچے سے زمین نکل گئی اور اِدھر اُدھر ہکا بکا تکنے لگے۔

اب یہ تو مجال تھی نہیں کہ رزیڈنٹ کی کچھ تردید کرتے تھا اور اسے اونچ نیچ سمجھاتے بہکاتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب فریب دینے کا زمانہ جاتا رہا تھا، رزیڈنٹ نے بعد ازاں کوتوال کے نام دوسرا حکم جاری کیا، اور لطف یہ ہے کہ مولوی منطقی صاحب ہی نے وہ حکم لکھا۔ ایک معافی نامہ لکھ لیا تو گیا اور اُس پر دستخط بھی ہو گئے لیکن بدقسمتی سے مولوی فضل حق صاحب نے اپنے بستہ ہی میں دبا رکھا اور اُسے جاری نہ کیا۔

اس فرومایہ روح سے ناظر اس قہرناک دشمنی کا اندازہ کر سکتا ہے جو منطقی صاحب علی التواتر بے گناہ شہید سے کر رہے تھے، اور لطف یہ تھا کہ ابھی تک کوئی جواب پیارے شہید کی طرف سے نہ دیا گیا تھا، ورنہ یہ ناممکن تھا جس نے اپنی بہادری سے پشاور اور قندہار سکھوں سے چھین لیا تھا وہ منطقی صاحب کو دندان شکن جواب نہ دے سکتا تھا مگر نہیں صبر اور تحمل اس عظیم الشان اصلاح کی کتاب کا دیباچہ تھا جسے وہ لوگوں میں سُنانا چاہتا تھا، اور اس بڑے کام کے لئے سنجیدگی متانت مخالفین کے طعنوں سے بے پروائی۔ محتاط طبیعت لازمی بلکہ فرض تھی، جیسی اخلاق کی وسعت کی ضرورت تھی، اسی قدر دشمنوں کی گالیاں سہنے کا عادی ہونا بھی لابُد تھا۔

یہ سب صفتیں مولانا شہید نے اپنے میں دیکھ لی تھیں جب اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا تھا، جس کی نظیر ہندوستان میں مذہب اسلام کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مولانا شہید کی تقریر اور تحریر میں فطرتی بہت اثر تھا، اور ساتھ ہی اس کے درخواست دینے پر آپ کو یقین بھی تھا کہ ضرور مجھے سرکار کمپنی کی طرف سے وعظ کہنے کا حکم ہو جائے گا مگر جب تین چار روز گزر گئے تو آپ کو بڑا تردد ہوا کہ ہاں نا کا کچھ جواب نہیں آیا، خیال بھی درست تھا اگر انکار ہوتا اور پہلا حکم بحال رکھا جاتا تو معلوم ہو جاتا، اور جو پہلا حکم منسوخ کر دیا جاتا تو یہ لازم تھا کہ فوراً ہی اطلاع دی جاتی۔ اس تردد کو مٹانے کے لئے آخر شاہ صاحب نے یہ ارادہ کیا کہ خود رزیڈنٹ سے ملیں اور اس سے گفتگو کریں تاکہ یہ تردد دور ہو۔

آپ نے خارجی طور پر دریافت کر کے کہ فلاں وقت ملنے ملانے اور فرصت کا ہوتا ہے سیدھے کوٹھی پر پہنچے، ساتھ میں صرف مولوی عبدالصمد بنگالی اور مولوی عبدالرحیم محدث تھے اور ایک آپ کا منشی ہیرالال تھا اور ایک خدمت گار تھا، پہلے آپ نے جا کے اطلاع کرائی،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوں ہی رزیڈنٹ نے سُنا کر شاہ اسمٰعیل آئے ہیں فوراً باہر نکل آیا، اور باہر برانڈے سے آ کے لے گیا، حد سے زیادہ عزت کی اور بار بار یہ کہا آپ نے بڑا ہی سرفراز کیا۔

معمولی مزاج پُرسی کے بعد رزیڈنٹ نے خود یہ الفاظ کہے، مولوی صاحب ہمارے سرشتہ دار کی غلطی سے آپ کے وعظ بند کرنے کا میں نے حکم جاری کر دیا تھا، لیکن جب آپ نے اونچی اور معقول وجہیں لکھیں تو میں نے اُسی وقت حکم ثانی لکھوا دیا تھا کہ وعظ قدیمی طور پر جاری کیا جائے اور کوئی مزاحم نہ ہو غالباً آپ وعظ فرماتے ہوں گے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے اس حکم سے اپنی لاعلمی ظاہر فرمائی، اس پر وہ حیران ہوا اور اس نے تیزی سے یہ کہا، شاید آج چھٹا روز ہے کہ اس حکم ثانی کے صادر ہونے کا میں قطعی حکم دے چکا ہوں کیا وجہ ہے کہ فضل نے اس کی تعمیل نہیں کی، شاہ صاحب نے فرمایا جو دستخطی عرضی میرے خلاف گزری تھی، اس کی سچائی کا مولوی فضل حق صاحب کی اس بے نظیر عداوت سے اندازہ ہو سکتا ہے فوراً ایک برق انداز روانہ کیا گیا کہ بہت جلد فضل حق کو لائے، چنانچہ منطقی صاحب تشریف لائے، اور شاہ صاحب کی صورت دیکھتے ہی تن بدن میں رعشہ پڑ گیا اور سمجھ گئے کہ آج خیر نہیں ہے۔

ہم یہاں اس ناملائم زجر و توبیخ کو نہیں لکھتے جو رزیڈنٹ نے منطقی صاحب کی کی، صرف ناظر ہی کے اندازہ اور جانچ پر چھوڑا جاتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ فضل حق صاحب تین مہینے کے لئے معطل کئے گئے، اور وہ دونوں احکام فوراً جاری ہو گئے۔

گو پیارے شہید کو اپنے دوست مولوی منطقی کے معطل ہونے کا صدمہ تو ہوا لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے، گو سفارش کا ارادہ کیا لیکن ایسی التجا کرنی اپنی شان کے خلاف جانی، اور آپ اُٹھ کے وہاں سے چلے آئے، رزیڈنٹ صاحب نے اسی عزت اور تپاک سے رخصت کیا۔ یہ موقع ہمارے منطقی صاحب کا حد سے زیادہ ذلت کا تھا، علاوہ ناکامی کے ان کا معطل ہونا ان کی پارٹی پر اور بھی غضب ہوا۔ ہر چند اُنہوں نے سفارشیں پہنچائیں اور اپنے بحال ہونے کی کوشش کی، لیکن کچھ بھی نہ ہوا، ناچار انہیں تین مہینے کے لئے شہر چھوڑنا پڑا، اور وہ سیدھے رام پور چلے گئے۔ ان کی پارٹی نے تو مولانا شہیدؒ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جلاوطن ہونے کی جھوٹی خبر اڑائی تھی لیکن اُن کا لیڈر سچ مچ بے چارہ شہر چھوڑ کے چلا گیا۔

یہ بھی خدا کی بہت بڑی حکمت تھی، حقیقت میں وہ ہی اپنے کاموں کے بھیدوں سے خوب واقف ہے جیسا کہ ۱۸۵۷ء کا غدر انگریزوں کے حق میں مفید ثابت ہوا۔ اسی طرح مولانا شہید کا چالیس دن وعظ بند رہنا اُن کے لئے کیمیا بن گیا، شہر میں عوام الناس کی شورش بھی دھیمی پڑگئی، اور اب اتنی مخالفت بھی نہ رہی بایں ہمہ لوگ اب بھی دانت پیستے تھے، اور رستوں میں مولانا شہید پر پھبتیاں اُڑتی تھیں، ڈھیلے پھینکے جاتے تھے، اور گالیاں دی جاتی تھیں، مگر یہ تمام باتیں محض کم ظرفی کی تھیں اور وہ ہی معمولی تھیں کہ جو ریفارمروں کے ساتھ عوام الناس کیا کرتے ہیں، ہاں ان باتوں کا سہارنا بے شک بڑا کام اور سہارنے والے کی کامیابی کا دیباچہ ہے۔

یہ واقعہ ایک ایسا تھا جس سے شہر میں تہلکہ پڑگیا اور سب کی رنگتیں فق ہو گئیں، اب یہ اُڑنے لگا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے رزیڈنٹ پر جادو کر دیا ہے، کوئی کچھ کہتا تھا اور کوئی کچھ رائے زنی کرتا تھا، ساتھ ہی اس کے میاں فضل حق کی اس فاش شکست سے ایک یہ بھی اثر ہوا کہ لوگ کچھ ٹوٹ ٹوٹ کے ادھر آنے لگے، اور باہم ہر جگہ گفتگو ہونے لگی۔

جوں ہی مولانا صاحب گھر میں تشریف لائے سب نے آپ کو مبارک باد دی، اور مرحبا و صد مرحبا کے نعرے بلند ہوئے، پھول برسائے گئے اور خوشیاں منائی گئیں۔

یہ سال ۴۳ واں مولانا شہید کو تھا، اس سن وسال کا بچہ جب اس پایہ کا ہو تو کیا خیال کیا جا سکتا ہے، سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کی اصلاح کی گارنٹی روز ازل ہی سے پیارے شہید سے ہو گئی تھی اور یہ ناممکن ہے کہ کیسا ہی فاضل شخص ہو جب بھی اتنی سی عمر میں اپنے ہم چشموں پر اثر نہیں ڈال سکتا۔

جو الزامات کہ مولانا شہید پر لگائے گئے تھے، پہلے ان کے ازالہ کی فکر کرنی تھی گو یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ وہ محض جھوٹے اور غلط تھے ساتھ ہی اس کے مولوی اسمعیل صاحب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا فرض تھا کہ وہ عام جلسوں میں ان اتہامات کو اپنے اوپر سے اٹھا دیں اور لوگوں کو بدگمانی کا رستہ نہ دیں۔

یہ زیادہ تعجب سے دیکھا جاتے گا کہ آپ کے وعظوں کی اتنی دھوم مچی کہ مخالفین بھی جوق جوق آنے لگے، مجموعہ واقعات والا خود اپنے کانوں سے سنا ہؤا ایک بوڑھے کا قول نقل کرتا ہے۔ جو دھوپ میں لکڑی ٹیکے ہوئے زور زور چلا جا رہا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا خدا کرے میں وعظ شروع ہونے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں، ایک بچہ اس کے ساتھ تھا جو غالباً اس کا پوتا معلوم ہوتا تھا لیکن بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ اس کا بیٹا ہے، کیونکہ بوڑھے کے جلدی چلنے پر اس نے یہ کہا، ابا جان رات کو تو پڑے ہوئے دعا مانگ رہے تھے کہ خدا اسماعیل کے وعظ میں نہ لے جائے مگر اب اتنی جلدی چل رہے ہو کہتے ہو کہیں وعظ شروع نہ ہو گیا ہو، یہ کیا بات ہے، بوڑھے نے جواب دیا سعید یہ تو سچ کہتا ہے لیکن میں کیا کروں جب وعظ کا وقت ہوتا ہے تو از خود دل اُچٹتا ہے، گھڑی بھر بھی صبر نہیں ہوتا پھر وہ بچہ کہنے لگا آپ تو کہتے تھے کہ وہ ہم لوگوں کو گالیاں دیتا ہے، بوڑھے نے چٹخارے بھر کے کہا یہ اُسی کی گالیوں میں تو مزا ہے کہ پیٹ ہی نہیں بھرتا اور سننے کو جی چاہتا ہے، مجموعہ واقعات والے کے اس قول سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ مخالفین کی زبان پر بھی آپ کے پُرتاثیر کلمات کے چسکے موجود تھے۔ پہلا الزام جو مولانا پر قائم کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ آپ ائمۂ دین کی عزت نہیں کرتے، خصوصاً امام ابوحنیفہ صاحب کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ دوسرا الزام یہ تھا کہ اہل تصوف اور اولیاء کی مطلق پروا نہیں کرتے بلکہ اُنہیں بُرا بتاتے ہیں، تیسرا الزام یہ تھا کہ نبی کو بے حقیقت (معاذاللہ) جانتے ہیں چوتھا الزام یہ تھا کہ تقلید امام اعظم کو حرام بتاتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی نکتہ چینیاں اور افتراء پردازیاں تھیں جو آپ کی پاک ذات پر عائد کی جاتی تھیں۔ سب سے پہلے مولانا شہید نے اپنا یہ فرض کہ وہ ان چاروں الزامات کو اپنے پر سے اٹھا دیں، اور عوام الناس کی شورش اور غلط فہمی کو بالکل مٹا دیں۔

ہم آئندہ بابوں میں ان معاملات پر پوری بحث کریں گے ہمیں افسوس ہے کہ وہ وعظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو مولانا شہید نے ان خاص مضامین پر فرمائے ہمیں بجنسہ نہیں ملے لیکن یہ ضرور ثابت ہے کہ وہ تحریر کئے گئے، کیوں کہ منشی ہیرالال کے بہت سے پراگندہ کاغذ ایسے ہیں جن سے کچھ کچھ پتہ چلتا ہے۔ پھر بھی ہمیں آپ کی تصنیفات سے آپ کے خیالات اور دینی عقائد کا جو علم ہوا ہے، اس کے وسیلہ سے ہم ان مضامین پر جنہیں اب تک اکثر اصحاب نے صرف غلط فہمی اور زیادہ تر پارٹی فیلنگ کی وجہ سے تسلیم کر رکھا ہے بسیط بحث میں ادا کریں اور سمجھا دیں کہ وہ سچا دین دار تھا، اور اس پر کسی قسم کی بدگمانی کرنا دین و دنیا میں اپنا کالا منہ کرنا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

مولانا شہیدؒ کی متواتر کامیابیاں

صریح خلاف شرع امور میں اصلاح

یہ صحیح ہے کہ حق کو کہیں زوال نہیں ہوتا، گو چند روز کے لئے کذب چمک جاتا ہے اور کوتاہ بینوں کو یہ دکھائی دیتا ہے کہ اس چمک میں صدق کی جھلک دکھائی دیتی ہے لیکن نہیں بعدازاں اس کی چندروزہ زندگی خود بخود اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ناحق کو فنا ہے، اور حق کو فنا نہیں اگر اسے سات پردوں میں بھی بند کرو گے جب بھی اس کا جلوہ وہیں سے دکھائی دے گا۔ لاکھ چاند پر خاک ڈالو پھر بھی کچھ نہیں ہوتا کوئی چاہے کہ خاک ڈال کے اُسے میلا کرلے یہ ناممکن ہے۔

ہزاروں ریفارمر دنیا میں ہر ملک اور قوم میں پیدا ہوئے، ان کے ساتھ بھی زیادتیاں کی گئیں جو پیارے شہیدؒ کے ساتھ دہلی میں ہوئیں مگر وہ ارادے کے پورے اپنے کام میں مستعد رہے، اور انہوں نے وہ بیج بویا جو پودہ بنا اور وہ پھلا پھولا اور اسی کا ہم آج پھل کھا رہے ہیں۔ نبی عربیؐ پر جو مظالم بُت پرستوں نے توڑے تھے، اس کی نظیر تمام دنیا کی تواریخ میں نہیں ہے، طائف میں کمینہ آدمیوں کا آپ پر سنگ باری کرنا اور آپ کا زخمی ہو کے مکہ واپس چلا آنا۔ بار بار پیارے شہیدؒ کے دل کو مخالفین کی بیجا بیجا سختیاں سہنی، اور اُف نہ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ ابن اسحٰق کا قول ہے،" اگر کوئی شخص ناکامی میں بھی کوشش کئے جائے گا اور جی نہ ہارے گا تو آخر وہ ناکامی بھی کامیابی کی صورت میں بدل جائے گی خدا نے قرآن میں خود بشارت دی ہے۔ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں، بردباری، مسکینی، اخلاق اپنے فرض کی انجام دہی میں سرگرم رہنا ایک زبردست مقناطیسی کشش رکھتا ہے، جو مخالفین کو اپنی طرف ایک نہ ایک دن جبراً کھینچ لاتا ہے، اس میں شبہ نہیں ہوسکتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کئی برس تک پیارے شہیدؒ کے معتقدین اتنے کم رہے جن کا شمار انگلیوں پر ہوسکتا تھا مگر اس ناکامی سے کسی قسم کی دل شکنی مولانا شہیدؒ کو حاصل نہ تھی، ایک دن آپ وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے جارہے تھے، بغل میں حمائل تھی اور ذرا شتابانہ قدموں سے جارہے تھے، ایک بوڑھے شخص نے جس نے اپنی جان اسلام پر قربان کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، آبدیدہ ہو کے کہا۔ اے ہمارے نوجوان ہادی تو اس طرح راہ حق دکھانے میں کوشش کرے اور تیری کوشش یوں رائیگاں جائے، افسوس کیسے سنگدل لوگ ہیں جو تیری بات نہیں سنتے اور اگر سنتے بھی ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے، آپ نے مسکرا کے جواب دیا بڑے میاں ہر کام بتدریج ہوتا ہے، صدیوں کی خرابی صدیوں ہی میں رفع ہوسکتی ہے۔ یکایک کوئی سنگلاخ پر بیج ڈال نہیں سکتا اس امید سے کہ یہ بار آور ہو اور جس کا یہ خیال ہے وہ ہوا پر نقش کرنے چاہتا ہے، بوڑھے نے مُنہ اُٹھا کے یہ دعا دی، تو قطعی کامیاب ہوگا، اے نوجوان ہادی خدا تیری عمر میں کامیابی کے ساتھ برکت دے، دوسرے راہ گیر نے بہت زور سے آمین پکاری۔

یہ دعا فوراً مقبول ہوئی، اور اس کا اثر دو گھنٹے کے بعد ظاہر ہوگیا۔ جب آپ وحدانیت پر وعظ فرمارہے تھے اور ایک پر اثر اور پُر جوش لہجہ میں ربانی مطالب کو حل فرمارہے تھے تو ایک دو سو آدمیوں کے گروہ نے غل مچا کے یہ کہا۔ ہم نے شرک و بدعت سے توبہ کی اور آئندہ ہم عہد کرتے ہیں کہ کبھی اپنی حاجتیں سوائے خدا کے کسی کے پاس نہ لے جائیں گے قرآنی مطالب میں بے شک زبردست اثر ہے لیکن ساتھ ہی اس کے اثر کا دوسروں پر پرتو ڈالنے کے لئے بھی زبان کی خصوصیت درکار ہے جیسا سانچہ ہوگا ویسے ہی پُرزے ڈھلیں گے جب خدا کی لازوال قوتوں پر دل سے بھروسہ ہے اور جو کچھ زبان سے کہا جارہا ہے دل میں اس سے بھی زیادہ یقین ہے، پھر تاثیر خود بخود سامعین پر ہوگی۔

ہمیشہ بڑے بڑے فارغ التحصیل طلبہ خاص اس نظر سے آتے تھے کہ ہم فلاں مسئلہ میں مولانا شہیدؒ سے مناظرہ کریں گے، لیکن وعظ سننے کے بعد کسی میں یارا نہ رہتا تھا کہ کچھ بھی زبان سے کہہ سکے، ہر بات تسلیم ہی کرتے بنتی تھی، اور یہ شبہ بھی کسی کے دل میں نہ رہتا تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی بھی غلطی ہے۔

مولانا شہید کے مختلف وعظ اپنا اثر برابر پھیلاتے جاتے تھے، اور گروہ کے گروہ سچے دین دار بنتے جاتے تھے۔ جوں جوں کامیابی ہوتی جاتی تھی، ایک طرف دلی عداوت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مفتی صدرالدین[1] صاحب کے مکان پر جلسہ ہوا، اور اس میں مولوی حاجی قاسم امام عیدگاہ دہلی اور دینا بیگ[2] خان اس جلسہ کے سرغنہ تھے، اذیت دینے میں تو اُن لوگوں نے کوئی کمی نہ کی تھی، لیکن جب یوں بس نہ چلا تو تعصب نے آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی کہ وہ بالکل ہی اندھے ہوگئے، اور ان دونوں نے باری باری سے پہلے تو وعظ کہا اور اس میں بے گناہ پیارے شہیدؒ پر تبرے بازی کی، اور بعد ازاں یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ جس چیز کو اسمٰعیل حلال کہے ہم اسے حرام کہیں گے اور جسے وہ حرام کہے گا ہم حلال کہیں گے، اس صریح ہٹ دھرمی اور قابل نفرین ضد کا اثر اہل جلسہ پر جس میں عموماً مولانا شہیدؒ کے خلاف ہی تھے نہ ہوا۔ اتنی سی عقل ان پڑھ میں بھی ہوتی ہے آخر کو وہ مسلمان تھے، اور ان کے بزرگوں کی چند بے عنوانیوں سے ان کے عقائد میں فرق آگیا تھا مگر نہ ایسا جیسا حاجی قاسم امام عیدگاہ دہلی اور دینا بیگ خاں کا خیال تھا، خدا کی قدرت ہے کہ تاریکی میں ہمیشہ نور چمکتا ہے، اس تاریک تر جلسہ میں جہاں بکثرت بدعتی جمع تھے خدا پرستی کا نور چمکا، اور باہم یہ گفتگو ہونے لگی ہم ایسا کبھی بھی نہ کریں گے، مولوی اسمٰعیل صاحب سور اور شراب کو حرام کہتے ہیں یہ کیونکر ممکن ہوگا ہم اسے حلال کہنے لگیں گے، حاجی قاسم کی محض ہٹ دھرمی ہے۔

اس جلسہ کا الٹا اثر بدعتی گروہ پر پڑا، اور وہ محمدی دائرہ کی طرف رجوع ہونے لگے یہاں تک ایک دن میں اگر ہم مجموعہ واقعات والے کی بات کو سچ مانیں تو آٹھ سو آدمی دیندار ہوتے تھے، انہوں نے قبروں پر سجدہ کرنا چھوڑ دیا، اور پیروں، شہیدوں کی اپنی حاجات

---

[1] مولوی مفتی صدرالدین صاحب مولانا شہید کے بڑے گہرے معتقدین میں سے تھے اور اس جلسہ میں وہ خود شریک بھی نہ تھے مجموعہ واقعات صفحہ ۲۱۱ [2] دینا بیگ خاں وہ شخص تھا جس نے پیارے شہیدؒ کی شہادت کی خبر سن کر اس خوشی میں بکثرت شیرینی جامع مسجد میں تقسیم کی تھی۔ مجموعہ واقعات صفحہ ۱۰۱۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برآری کے لئے نیاز نذر دلوانا ترک کر دیا۔ اور یوں ہی جتنی بدعتیں کرتے تھے ان سب سے توبہ کی۔

یہ کامیابیاں بظاہر کچھ وقعت نہ رکھتی تھیں، لیکن ان میں ہی ایسے جوہر شامل تھے جو بعد ازاں چمک کے رہے، اور ایسی تابانی دکھائی جن کی روشنی ہنوز جھلک مار رہی ہے۔

جب بدعتیوں کو پے درپے یہ فاش شکستیں ملیں تو اب اُنہوں نے مخالفت کا دوسرا پہلو بدلا اور وہ پہلو یہ تھا کہ ہر گلی کے نکڑ پر ایک ملّا نا کھڑا کر دیا کہ وہ مولانا شہیدؒ کو کافر بتائے اور گمراہ کہے۔ غرض سوائے تبرّے کے اور کچھ نہ کہے، جب اس قسم کے وعظ ہونے لگے تو دو چار جگہ لاٹھی بھی چل گئی، کیوں کہ اب محمدیوں کا گروہ بھی بڑھتا جاتا تھا۔

شہر میں دو تین جگہ لاٹھی چلی تھی کہ گورنمنٹ کمپنی کی طرف سے اکبر شاہ کے مشورہ کے ساتھ وعظ بند کر دئے گئے، مُنہ در مُنہ گالیاں مولوی اسمٰعیل صاحب سنتے تھے لیکن کچھ نہ کہتے تھے جس عظیم الشان فرض کا اُنہوں نے بیڑا اُٹھایا تھا اس کے انجام دینے کے لئے اس سے بھی زیادہ اور کہیں زیادہ طعن و تشنیع سُننا اور اذیت اُٹھانا ضرور تھا۔

کوئی دن ایسا نہ جاتا تھا کہ آپ کے وعظ میں دس پانچ ہندو اور درجنوں بدعتی مسلمان نہ ہوتے ہوں بلکہ یہاں تک جو اپنے مذہب شرک و بدعت میں پختہ تھے وہ جان کے نہ آتے تھے مبادا ہم پر کوئی اثر مولوی کے وعظ کا پڑے۔

دہلی میں تو مخالفت کی آگ بھڑک ہی رہی تھی مگر پنجاب میں جو بدعت خیز خطہ ہے کچھ کم مخالفت مولانا شہیدرہ کی طرف سے ان کی طبائع میں نہ تھی، تمام پنجاب دانت پیستا تھا کہ جس طرح ہو کوئی جا کے مولوی اسمٰعیل کو قتل کر آئے، یہ حد سے زیادہ مسلمانوں کی بدبختی کا زمانہ تھا کہ وہ سکھوں کی سلطنت کے قابل رحم مظالم میں مٹے جاتے تھے، ان کا تو کچھ ہو ہی نہ سکتا تھا، ایسے موقع پر کہ رنجیت سنگھ نے اذان پکار کے کہنا منع کر دیا تھا، کوئی مذہبی رکن کھلم کھلا ادا نہ ہو سکتا تھا، رمضان میں سکھ زبردستی مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کے کھانا کھلاتے تھے، اور اُن کے روزے تڑوا ڈالتے تھے، مولویوں کی سکھوں کے راج میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ گت بنی تھی کر توبہ، سور کے گوشت کی بوٹیاں معمولی جرائم میں جبراً اُن کے مُنہ میں ٹھوسی جاتیں، اور انہیں مجبور کیا جاتا کہ تم اُسے کھاؤ کھالیا تو جانبر ہوگئے نہ کھایا تو تلوار سے سر قلم کر دیا گیا۔

ایسے ظالمانہ اور حد سے زیادہ جابرانہ سلطنت سکھ میں تو کبھی پنجاب کے مسلمانوں کو یہ خیال نہ ہوا کہ ہم اپنے کو اس بلائے بیدرماں سے نجات دیں، اور ایسے اظلم حکمرانوں کو تہ تیغ کریں، بہادری نے بھی جوش مارا تو ایک بیچارے شہیدؔ کی جان پر جو تنہا تلوار حمائل کئے ہوئے جنگل قبرستان میں پھرا کرتا تھا یہ کچھ ضرور نہ تھا کہ ہر وقت تلوار ہی پاس ہو، نہیں بعض وقت لکڑی بھی نہ ہوتی تھی اور آپ صرف اللہ کے بھروسہ پر قانع ہو کے آزاد ادھر اُدھر پڑے پھرتے تھے۔

لاہور میں ایک رنگریز رہتا تھا جو رنجیت سنگھ سے تعلق پیدا کر کے بڑا امیر کبیر ہو گیا تھا، اس کی بیٹی سے رنجیت سنگھ نے شادی کر لی تھی، اور اُسے ایک جاگیر بھی دے دی تھی۔ وہ لڑکی تو رنجیت سنگھ کے محل میں بھی مسلمان ہی رہتی تھی، اُس کا حسن ہی صرف خونخوار سکھوں سے اس کی جان کا محافظ تھا، ورنہ رنجیت سنگھ کی تیغ براں کی وہ کبھی کی شکار بن جاتی، مگر یہ رنگریز خوشامد میں آکے کچھ سکھ سا بن گیا تھا، اور پیش وایان دینِ اسلام کو محض سکھوں کے خوش کرنے کے لئے گالیاں دیا کرتا تھا، بایں ہمہ وہ بدعتی بہت بڑا تھا، اس کے گاؤں میں دو تین قبریں تھیں جن کی پرستش خود بھی کرتا تھا، اور دوسروں کو بھی کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ رسول مقبول کی شان میں بے ادبانہ الفاظ کہہ دینے کوئی گناہ نہ سمجھتا تھا، لیکن ان اہل قبور کے بیان ناموں کا بڑا پاس لحاظ رکھتا تھا، اس شخص کا پہلے نام غلام رسول تھا، اور بعد ازاں اس نے صرف اسلام کی ضد میں اپنا نام بندۂ رنجیت سنگھ رکھ لیا تھا، دہلی کے بدعتیوں سے بھی اس کی خط کتابت تھی اور بعضوں کا اس نے وظیفہ بھی کر رکھا تھا جب ان کی یہاں سرد بازاری ہونے لگی اور لوگ اسلام اور اس کے روشن اصول سے واقف ہونے لگے تو اُنہوں نے بندۂ رنجیت سنگھ سے جا کے شکایت کی کہ ہماری قبروں پر چڑھاوا ابھی بہت کم چڑھتا ہے اور لوگ کچھ غیر معتقد سے ہوئے جاتے ہیں جو اس کے معتقدین میں سے نہیں ہیں، وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بعض وقت ایسی باتیں کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمیں ان کے عقائد میں بھی شبہ معلوم ہوتا ہے نہ وطن ہی چھوڑتے بن پڑتی ہے اور نہ کچھ اور بن آتا ہے کیا کیا جائے۔

بندۂ رنجیت سنگھ ایسے خیالات کا جانی دشمن تھا، اس نے سنتے ہی یہ کہا تم بڑے نامرد ہو، یہاں آنے کی ضرورت کیا تھی، رات بیرات کو اسے قتل کروا ڈالا ہوتا، جھگڑا ہی جاتا، کوئی توپ خانہ اس کے پاس نہیں ہے، میں نہیں جانتا پھر تم اتنا کیوں ڈرتے ہو، اور تم نے ناحق اتنی سی بات کے لئے اتنی بڑی مسافت طے کی۔

دہلی والے رو رو کے یہ کہنے لگے ہم پہلے ہی سے بلا سمجھے سوچے منہ اٹھائے ہوئے یہاں نہیں چلے آئے ہیں، سارے ہی جتن کر لئے ایک بھی نہ چلا کوئی تدبیر ہم نے اٹھا نہ رکھی مگر متواتر ناکامی اٹھائی، اس کا علاج ہی کیا ان باتوں سے دلی والے تو بہت ہار گئے، اور اب ان سے از خود کچھ نہیں ہوتا ہے، ہاں کوئی انہیں اکسانے والا پیدا ہو تو کچھ کام چلے، اس کے بعد جو جو کچھ تدبیریں کی تھیں وہ سب دہرا دیں۔ یہ سن کے بندۂ رنجیت سنگھ چونکا اور پھر اس نے تامل کر کے کہا تم گھبراؤ نہیں، سب کا بندوبست میں کر دوں گا، وہ ایک ہی آدمی ہے اس کا پار اتار دینا کتنی بڑی بات ہے۔

کئی دن کے مشورہ کے بعد چار آدمی اپنے گاؤں سے دیئے وہ چاروں گرانڈیل جوان تھے یہ لوگ زمیندار نہ تھے، بلکہ میردہ کے بیٹے پوتے تھے یہ مسلمان تو تھے، لیکن بیچارے اصول اسلام سے محض ناواقف تھے، بندۂ رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ کے وہ اپنے سادے خیالات کی پونجی کھو بیٹھے تھے، بایں ہمہ ان کی خداداد ذہانت اس کی مقتضی نہ تھی کہ بندۂ رنجیت سنگھ کی قبر کی بے معنی پرستش سے کوئی مضمون نہ تراشتے، اور اس کے بدنما اثر کی جانچ نہ کرتے وہ رئیس زادے تھے، اور انہیں مدت سے حق کی تلاش تھی، چونکہ اس عرصہ میں انہیں کوئی ہادی نہ ملا تھا، اس لئے بیچارے مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ میں پڑے ٹپے ٹوئیاں مار رہے تھے۔

خیر اس صفت اور نوعیت کے شخص پیارے شہیدؒ کے قتل کے لئے تیار ہوئے، ان جوانوں میں جن کی عمر ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۴ برس سے زیادہ نہ تھی، قدرتی تہذیب موجود تھی اچھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بُری باتیں اُن کی طبائع پر جداگانہ اثر ڈالتی تھیں۔

گو وہ پنجابی نژاد تھے پھر بھی ان میں شائستہ بننے اور خدا پرست ہونے کا مادہ مضمر تھا۔ بندۂ رنجیت سنگھ نے ان چاروں کو خوب سمجھا دیا اور ساری باتیں بتادیں، اور یہ قرار دیا جس کی تلوار اسمٰعیل کی گردن پر پہلے چلے گی اور جس کے ہاتھ سے وہ پہلے گرے گا اُس کو ایک ہزار روپیہ اور پٹکا اور ایک تلوار ملے گی، ان نوجوانوں نے ہنس کر کہا ایسے شخص کے مارنے کے لئے تو ایک ہی ہم میں سے کافی ہے، چار کی کیا ضرورت ہے، بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ بدعتی ان نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے کے دہلی روانہ ہوئے، مجموعہ واقعات والے نے ان نوجوانوں کی دلچسپ حکایت لکھی ہے، جسے میں ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:۔

راہ میں نوجوانوں نے دریافت کیا جس شخص کے قتل کرانے کے لئے تم ہمیں لے جاتے ہو وہ کون ہے اس نے کیا جرم کیا ہے، اور تمہیں اس سے اب تک کیا نقصان پہنچا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا، اصل یہ ہے وہ قبر پرستی سے منع کرتا ہے وہ کہتا ہے قبر پر بیٹھ کے چلّہ کھینچنے یا کسی اولیا کی قبر پر مراد بر آنے کے لئے کلاوا باندھنے، بڑے پیر کی گیارھویں کرنی اور مُردوں کی فاتحہ دلوانے اور سیّد احمد کبیر کی گائے کرنا منع ہے، دن بدن لوگ بہکتے جاتے ہیں، اور ہماری روزی میں فرق آتا جاتا ہے۔

یہ سُن کے نوجوانوں نے گردن نیچی کرلی، اور بڑی دیر تک سوچتے رہے، پھر انہوں نے سوال کیا یہ باتیں وہ منع تو کرتا ہے، لیکن ان کے بجائے کن باتوں کے کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ سوال نہایت معقول تھا، اور اس سے سائل کی دانائی اور انصاف پسندی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا وہ یہ کہتا ہے، صرف ایک ہی خدا کی پرستش کرو، اس کے دربار میں کسی کو سفارشی نہ بناؤ، اس کے پیغمبر کو سچا نبی جانو۔

اس تقریر نے نوجوانوں کے دل پر اچھا اثر کیا، حق کی تلاش کی جو ایک بے چینی اور کرید سی ہو رہی تھی اس میں کسی قدر کمی واقع ہوئی، لیکن ابھی یہ بات نہ تھی کہ انہیں دین خدا کے اصول معلوم ہوگئے تھے بلکہ ان کی لوحِ قلب ایسی تھی جس پر دین خدا کے نقوش ہو سکتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔

غرض وہ دہلی پہنچے، کئی دن تک تو اہل بدعت نے انہیں چھپائے رکھا، پھر بھی یہ افواہ اڑ گئی کہ شاہ اسمٰعیل کے قتل کے لئے پنجابی بلائے گئے ہیں، یہ سن کے پیارا شہیدؒ بھی چوکنا ہوا، کیونکہ جان بچانی فرض تھی۔ اور ادھر اُدھر مخبری کے لئے آدمی چھوڑ دئے کہ اس کی تحقیق کرکے لاؤ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ اہل بدعت نے بڑی چالاکی کی تھی کہ دہلی کی گلیاں اور رستہ دکھانے کے لئے اُنہیں ڈولیوں میں پھراتے تھے، مہینہ ڈیڑھ مہینے تک وہ ڈولیوں میں پھرتے رہے، بعد ازاں یہ غل بھی مچا کہ وہ لوگ ڈولیوں میں پھرتے ہیں تاکہ شاہ صاحبؒ پوشیدگی اور بے خبری میں حملہ کریں۔

جب یہ ڈولیوں کی خبر اُڑ گئی تو انہوں نے دوپہر اور شب کو مختلف اوقات میں انہیں نکالن شروع کیا اس زمانہ میں عموماً ہتھیار تو سب ہی باندھتے تھے، اور کچھ ممانعت نہ تھی، پھر بھی نوجوان پیش قبض چھپا چھپا کے نکلتے تھے، پیارے شہیدؒ کی صورت بخوبی پہچنوا دی گئی تھی، اور اب وہ گھات میں لگے پھرتے تھے۔

ایک دوپہر کا وقت تھا، آفتاب کی روشن کرنیں گرم گرم اور تیز تیز زمین پر پڑ رہی تھیں، در و دیوار اور آسمان و زمین جھلستے تھے، وہ قہرناک وقت تھا کہ دور دور سڑک پر کوئی متنفس بھی نظر نہ آتا تھا۔ بس چیل انڈا چھوڑتی تھی، اہل بدعت کو خبر لگی کہ مولوی اسمٰعیل تنہا فتحپوری کے حوض پر ٹہل رہے ہیں، شاید وہ کسی خاص خیال میں مبتلا ہیں، کیونکہ کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اس سے بہتر موقع اہل بدعت کو کہاں مل سکتا تھا، انہوں نے ایک نوجوان کو روانہ کیا کہ وہ جا کے اسمٰعیلؒ کا سر لے آئے۔ وہ جوان سیدھا فتحپوری میں آیا، کل حجروں کے کواڑ بند پائے، اور ادھر اُدھر مسجد میں ایک شخص بھی چلتا پھرتا نہ دیکھا۔ در و دیوار تنور بن رہے تھے، جس طرح بھاڑ میں چنے بھُن جاتے ہیں، اس طرح حوض کی پتھریلی زمین ہو رہی تھی کہ اگر کوئی جائے تو بآسانی چنے بھون لے۔ شاہ اسمٰعیل صاحبؒ نیچی نگاہ کئے ہوئے بے تکان گشت لگا رہے تھے۔ جوان نے پہلے اپنا پیش قبض سنبھالا جوتیاں چپکے سے اُتار کے ایک طرف رکھیں، اور برہنہ پا نیچے کی طرف جانے لگا، جوں ہی اُس نے زمین پر قدم رکھا پیر کے تلوے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھرتا ہو گئے اور اُسے اس قدر تکلیف ہوئی کہ جلدی سے پھر جوتی پہن لی، اور اب یکایک اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا مولوی اسمٰعیل تو کوئی پہنچا ہوا ولی ہے۔ آہستہ آہستہ اس جلتے ہوئے پتھر پر ٹہل رہا ہے، اور اسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی، یہ خیال ایسا قوی ہوا کہ آخرکار عقیدہ کی صورت میں بدل گیا، اور اب اُس نے اپنا خنجر نکال کے مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کے سامنے رکھ دیا اور جو کچھ کیفیت تھی ساری بیان کر دی، مولانا شہیدؒ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا خدا کی تجھ پر رحمت نازل ہوئی، وہ سب کا سچا ہادی ہے تو اپنا خنجر اٹھا لے اور جا خدا تجھے ہدایت کرے۔

نوجوان نے ہاتھ باندھ کے کہا میں کہاں جاؤں، جدھر میں گیا پریشانی دست و گریباں رہی، لیکن آپ کی صورت اور گفتگو سے گونا اطمینان ہوا ہے، اب مجھے اپنا غلام تصور کیجے اور راہ حق سکھائیے۔

شاہ صاحب کے مزاج میں مذاق بہت تھا، لیکن وہ مذاق جس کی رسول مقبولؐ نے اجازت دی ہے اور بعض[1] وقت آپ بھی کیا کرتے تھے، یعنے جس میں جھوٹ نہ ہو، اور دوسرے

[1] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگوں نے ایک دن نبیؐ اکرم کی خدمت میں عرض کیا، آپ کبھی ہم سے مذاق بھی کرتے ہیں فرمایا البتہ اگر کبھی مزاق کرتا ہوں تو سچ بات کے سوا کچھ نہیں کہتا (ترمذی نے یہ حدیث نقل کی ہے)۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم کبھی کبھی ازواج مطہرات سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے اس سے فرمایا کہ جنت میں بھی کوئی بڑھیا نہ جائے گی وہ رونے لگی آپ نے فرمایا تو اُس وقت بڑھیا نہ رہے گی کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا انشانٰھن انشاءً فجعلناھن ابکارا۔ یعنے ہم نے وہ عورتیں اٹھائیں ایک اٹھان پر اور پھر کیا انہیں کواریاں (ترمذی در شمائل مرسلاً)۔ اور زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک عورت ام ایمنؓ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ آپ کو میرا شوہر بلاتا ہے آپ نے فرمایا تیرا شوہر وہی ہے نا جس کی آنکھ میں سفیدی ہے اس نے عرض کیا (گھبرا کے) اُس کی آنکھیں تو اچھی ہیں ان میں سفیدی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک ہے اس نے بقسم کہا کہ نہیں پھر آپ نے ارشاد کیا کہ کوئی ایسا شخص نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو یعنے حدقہ چشم ہر انسان کا سفیدی اور سیاہی دونوں رکھتا ہے (زبیر بن بکار و ابن الدنیا بروایت عبداللہ بن اسہم فہری)، ایک دن (باقی بر صفحہ ۱۱۸)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کی غیبت نہ ہوتی ہو، آپ نے ہنسی معمولی مذاق سے یہ فرمایا بھائی تم پنجابی ہو، عموماً پنجابی پیر پرست اور گور پرست ہوتے ہیں میں نہ پیر ہوں نہ میرے ہاں کوئی قبر ایسی ہے جس پر آٹھویں دن کا میلا ہو اور چڑھتا ہو میں ایک اکیلے خدا کی پرستش کرتا ہوں، اور اسی کی قرآن و حدیث کے مطابق حتی الوسع تعلیم دیتا ہوں اگر تمہیں خدائے واحد کی پرستش کی تعلیم یعنی ہو بہو ٹھیٹ اسلام ہے تو میرے ساتھ مزدوری کر کے حلال کی روزی سے پیٹ بھرو اور اگر بچ رہے تو حقیقی محتاج کو دو، اور ہمیشہ خدا پر بھروسہ رکھو بس یہی میری تعلیم اور یہی میرا مذہب ہے، اگر تمہیں دین اسلام کے یہ اصول اچھے معلوم ہوں تو میرے ساتھ بھی رہنے کی کچھ ضرورت نہیں جہاں جی چاہے رہو، اور ان ہی پر بھروسہ کرو، اور اپنے مغفرت کی پانچوں وقت کی نمازیں صرف خدا ہی سے دعا کرتے رہو، یہ تقریر سن کے وہ جوان کچھ وجد میں آگیا اور خداوند حقیقی کا سچا نور اس کے جملہ دل میں ایسا چمکا کہ اس نے جوتی اُتار کے جو وہ سیڑھیوں تک پہن آیا تھا پیارے شہیدؒ کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور کہا، یہ غلام تو اگر دھکے بھی دیجے گا جب بھی نہیں ٹلے گا۔ آخر وہ پیارے شہیدؒ کے ساتھ تازیست رہا، اور جب قندھار کی سرحد میں منافقین کے مقابلہ میں شہید ہوا تو اس کا سر پیارے شہید کے زانو پر تھا۔ لہو اُس کی پیشانی سے پونچھتے جاتے تھے، اور وہ اپنی اسی مسکراتی ہوئی صورت میں جیسی صحت کی حالت میں اس کی تھی

(بقیہ صفحہ ۱۱۷) ایک اور عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا مجھے ایک اونٹ سواری کو ملے، آپ نے فرمایا میں تیری سواری کے لئے اونٹ کا بچہ دوں گا وہ حیران ہوئی اور اُس نے عرض کیا بچہ لے کے میں کیا کروں گی وہ مجھے کیسے اٹھائے گا، آپ نے فرمایا جو اونٹ ہوتا ہے وہ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے (ابوداؤد ترمذی بروایت انسؓ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے ایک لال پالا تھا اور وہ اس سے کھیلا کرتا تھا، جب آپ ان کے گھر جاتے تو اس لڑکے سے فرماتے "یا ابا عمیر ما فعل النغیر" یعنے اے ابو عمیر تیرا لال کیا ہوا (بخاری ومسلم) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگ بدر میں میں رسول اللہ ؐ کے ساتھ تھی، آپ نے فرمایا آؤ ہم تم دوڑیں دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے میں نے اپنا دوپٹہ مضبوط باندھ لیا اور ایک نشان کھینچ کر اس پر کھڑی ہوئی اور دوڑی مگر آنحضرتؐ آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کا بدلہ ہے، ذی المجاز ایک جگہ کا نام ہے جب حضرت عائشہؓ چھوٹی تھیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (باقی بر صفحہ ۱۱۹)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیارے ہادی کا شکریہ ادا کر رہا تھا، آخر اُس کی جان پاک عالم ارواح کو سدھاری، اور وہ اسلامی شہداء میں سے شمار ہوا۔

غرض مولانا شہیدؒ اسے اپنے ساتھ اُسی وقت سے گھر لے آئے۔ دوسرے دن وہ اپنے تین دوستوں کو بھی لے آیا اور انہوں نے بھی طریقہ محمدی اختیار کیا، ایسی ایسی کامیابیاں گو بظاہر حقیر معلوم ہوتی ہوں لیکن حقیقت میں ان میں بڑا اثر تھا، ایک گروہ میں سے ایک کا بدعت و شرک کو ترک کر کے خالص خدا کی سرپرستی کو قبول کرنا اور اسی کا بندہ رضا ہونا عجیب و غریب فتحیابی کا اثر اپنے میں رکھتا تھا۔

مولانا شہیدؒ کی ہدایت کسی خاص گروہ کی طرف محدود نہ تھی، آپ ہر انسانی سوسائٹی میں خواہ کیسی ہی ناپاک کیوں نہ ہوتی ہو جانا اور حتی الوسع انہیں ہدایت کی طرف بلانا اپنا فرض منصبی خیال فرماتے تھے، چنانچہ ایک کتاب میں کسبیوں کی ہدایت کرنے کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

صاحب ذکر بلی ایک قسم کا قصہ مولوی محمد علی صاحب رامپوری کی زبانی تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز مولوی اسمٰعیل صاحبؒ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے مدرسہ کے دروازہ پر کھڑے تھے آپ نے دیکھا کہ بہت سی جوان اور خوبصورت عورتیں رتھوں اور بہلیوں میں سوار ہو کر بلا پردہ

(بقیہ ص۱۱۸) انہیں کچھ لینے کو بھیجا تھا، آپؐ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا اور لے کر دوڑیں آپ ان کے پیچھے دوڑے مگر وہ ہاتھ نہ آئیں، اسی واقعہ کو عبداللہ بن حسن کی روایت سے زبیر بن بکار نے دوسری طرز سے بیان کیا ہے، وہاں جنگ بدر کا ذکر نہیں ہے، کیوں کہ جنگ بدر میں آپ موجود نہ تھیں، ضحاک بن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تھے، جب وہ بیعت کو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہؓ بھی موجود تھیں اور اس وقت تک پردہ کا حکم نہ ہوا تھا، بیعت کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس دو بیبیاں اس سُرخ عورت یعنی عائشہ رضہ سے بھی اچھی ہیں اگر آپ نکاح کریں تو ایک کو میں آپ کے واسطے بھیج دوں، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ وہ خوب صورت ہیں یا تم، انہوں نے کہا کہ میں اُن سے کہیں اچھا ہوں، اس سوال و جواب ہونے پر آنحضرتؐ ہنس پڑے کہ یہ شخص اتنا بدصورت ہونے پر اپنے کو نہایت خوب صورت سمجھتا ہے (زبیر بن بکار و ابویعلی) ۱۲ منہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں کو جارہی تھیں، مولوی صاحب نے لوگوں سے پوچھا یہ کون عورتیں ہیں، ایک شخص نے کہا کہ یہ سب کسبیاں فلانی کسی بڑی کسبی کے گھر کچھ تقریب ہے وہاں جارہی ہیں، مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہیں اس شخص نے کہا کہ ہاں مسلمان ہیں تب مولانا نے فرمایا جب مسلمان ہیں تو ہماری بہنیں ہیں، کیا خداوند تعالیٰ ہم سے نہیں پوچھے گا کہ اس قدر مسلمان عورتیں بدکاری اور زناکاری میں گرفتار تھیں، اور تم نے ان کو نصیحت نہیں کی، اس واسطے اب تو میں اُن کے مکان پر جاکر ان کو نصیحت کروں گا، آپ کے رفیقوں نے کہا کہ آپ کے وہاں تشریف لے جانے سے آپ کو بدنام کردیں گے کہ کنجرواڑے میں بھی آپ جانے لگے، آپ نے فرمایا کہ اسمٰعیل کو اس بات کی کچھ پرواہ نہیں، جب اللہ اور رسولؐ کا حکم سنانے کو نکلا تو ہر ایک کو سناوے گا، اس کے واسطے سب کلمہ گو مومنین کا حق برابر ہے، آپ نے اول اپنے دل سے کہا کہ اے دل اگر تیرے بدن کی بوٹیاں کاٹ کر چیلوں کو کھلادیں یا تیرے جسم کو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر کھچوائیں کیا تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی بات بولتا رہے گا، دل نے کہا ہاں جب تک میرے اندر سانس ہے خدا کی بات کہنے سے کسی عذاب اور عقوبت سے بھی باز نہ آؤں گا۔

جب شام ہوئی مولانا صاحب درویشوں کا سا بھیس بدل کر اس کسبی کے مکان پر پہنچے جہاں سب کسبیاں جمع ہوکے کچھ گا بجا رہی تھیں، آپ نے وہاں جاکر دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ آؤ اللہ والیو، آؤ اللہ والیو، اس وقت چند چھوکریوں نے دروازہ پر آگے آکر پوچھا کہ کون ہو آپ نے جواب دیا کہ فقیر ہے کچھ صدا سنائے گا اور تماشا دکھائے گا، وہ سمجھیں کہ کوئی تماشا گر فقیر ہے، دروازہ کھول کر اندر بلالیا، آپ نے اندر جاکے بہت نرمی سے پوچھا کہ بڑی بی صاحبہ کہاں ہیں انہوں نے کہا کہ اوپر بالاخانہ میں معہ اپنے مہمانوں کے جشن کررہی ہیں مولانا صاحب اوپر تشریف لے گئے اور دیکھا کہ بڑی بی صاحبہ بڑے تزک اور شان سے معہ اپنے مہمانوں کے کرسیوں پر بیٹھی ہیں، چاروں طرف شمع دان روشن ہیں، چونکہ مولانا صاحب ایک نامی گرامی اور مشہور شخص ایک بڑے گھرانے کے صاحبزادے تھے باوجود بھیس بدلنے کے بھی وہ آپ کو پہچان گئیں اور اپنی اپنی کرسیوں پر سے اٹھ کے آپ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے مؤدب کھڑی ہوگئیں اور پوچھا کہ حضرت آپ نے کیونکر تکلیف فرمائی، آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں کچھ صدا سنانے آیا ہوں تم سب جمع ہو کے اپنی اپنی جگہ میں آرام سے بیٹھ جاؤ، چونکہ ان کی ہدایت کا وقت آگیا تھا، سب ایک جگہ جمع ہو کے بیٹھ گئیں مولوی صاحب نے حمائل کھول کے ایسی خوش الحانی سے قرآن پڑھا کہ اسی کو سن کے لوٹ پوٹ ہوگئیں پھر آپ نے ان آیتوں کے معنے بیان کر کے ہر ایک چیز دنیاوی کی بے ثباتی کا اس طرح ذکر کیا کہ یہاں نہ حسن و جوانی کو قیام ہے نہ مال و زندگانی کو یہاں کی ہر چیز فانی اور زوال پذیر ہے، یہ بیان ایسی شرح و بسط اور فصاحت و بلاغت سے ہوا کہ ہر ایک نے رونا شروع کیا، اس کے بعد مولانا نے موت اور جان کندنی کی سختی اور اُس وقت کی بیکسی اور وحشت اور اس عالم کی مفارقت کا افسوس ایسے پر درد طور سے بیان کیا کہ ساری عورتیں ہوش باختہ ہوگئیں، پھر اس کے بعد قبر کی تنہائی اور منکر و نکیر کا سوال اور وہاں کے عذاب کا بیان اس زور سے کیا کہ قیامت کے دن بدکاروں کے گروہ کے گروہ گرفتار کر کے حاضر کیے جائیں گے اور جو کوئی اس فعل بدکاری کا دنیا میں سبب اور وسیلہ یا موجد و معاون ہوا ہے وہی اس دن اس گروہ کا پیش رو ہوگا، جب بروز قیامت تم فرداً فرداً بجرم بدکاری گرفتار ہو کے حاضر کی جاؤ گی تو ہر ایک زانیہ کے ساتھ سینکڑوں اور ہزاروں زانی و بدکار بھی بلائے جائیں گے جن کی زناکاری و بدکاری کا تم باعث اور وسیلہ ہوئیں اور تمہارے ہی ناز و ادا نے انہیں اس آفت میں پھنسایا تھا تو خیال کرو کہ ایسی حالت سے جبکہ سینکڑوں اور ہزاروں زانی و بدکار تمہارے پیچھے ہوں گے اللہ رب العزت کے سامنے تمہارا کیا حال ہوگا۔ یہ بیان بھی ایسا گرم ہوا کہ کسبیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں تب آپ نے آیِ توبہ سے اُن خستہ حالوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے توبہ کی فضیلت بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس بیانِ وعدۂ عفو اور شرح غفاری اس غفور الرحیم سے ان بے دلوں کو کچھ ہوش آیا، معاً اُس کے آپ نے نکاح کی فضیلت بیان کرنی شروع کی اور آخر میں فرمایا کہ جس کا دل جس سے چاہے اس سے نکاح کر لیوے، اور اپنے افعال ماضیہ سے تائب ہو جائے "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ" یعنے آنحضرتؐ نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ وعظ ہو رہا تھا اس کی شہرت تمام شہر میں ہو کر ہزاروں خلقت اس کے سننے کو وہاں آ کے جمع ہو گئی تھی۔ راستے بند ہو گئے تھے، آس پاس کے کوٹھے اور بالا خانے خلقت سے بھر گئے تھے، اس دلپذیر وعظ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس قدر جوان عورتیں قابل نکاح اس مجمع میں موجود تھیں سبھوں نے توبہ کر کے نکاح کر لئے، اور جو بوڑھی اور سن رسیدہ نائکہ وغیرہ تھیں۔ انہوں نے محنت و مزدوری سے اپنی گزران کرنی شروع کی، فقط (کتاب تواریخ عجیبہ کی تحریر ختم ہو گئی۔

اس بے نظیر کامیابی نے اہل بدعت کے دل بھی ہلا دیے، اور اب پرانی بڑھیوں کی طرح یہ رونا لے بیٹھے کہ مولانا شہیدؒ کو یا تو جادو آتا ہے یا کچھ موکلوں کو ایسا تابع کر رکھا ہے کہ وہ فوراً اپنا اثر ڈال دیتے ہیں مگر ان کی ان ہوائی باتوں کو تسلیم کرنے والے ان ہی گردہ کے خوش فہم تھے، اور جس میں ذرا بھی عقل تھی وہ باوجود مخالف ہونے کے اتنا ضرور سمجھتا تھا کہ مولانا شہید اپنے خیال میں پختہ ہیں، اور ان کی تقریر میں غیر معمولی اثر ہے۔

اس کامیابی نے ایک نتیجہ بخش سماں دکھایا اور وہ یہ تھا کہ بڑے بڑے علمار آپ کے وعظ میں تشریف لانے لگے، یوں تو ہزاروں مضامین تھے جن پر آپ وعظ فرما سکتے تھے مگر زیادہ تر ان برائیوں کے دفع کرنے کے لئے وعظ فرماتے تھے جو اُس وقت مسلمانوں کو گھیرے ہوئی تھیں اور یہی باتیں زیادہ اثر رکھتی ہیں۔

مثلاً پہلے بہت بڑی بات یہ تھی کہ جامع مسجد کے حوض پر خوانچہ والوں کا آنا موقوف ہو بھلا عبادت خانہ میں یہ ناپاک بدعت کب موزوں تھی، ایک دن آپ نے صرف اسی پر وعظ فرمایا اور آپ کا وعظ سن کے لوگوں کو اس قدر جوش آیا کہ اگر انہیں روک نہ دیا جاتا تو شاید وہ خوانچہ والوں کا مارے لکڑیوں کے پلیتھن نکال دیتے، وعظ کہنے کے بعد آپ نے اکبر شاہ کی خدمت میں ایک درخواست لکھی اور اس پر تمام حاضرین جلسہ کے دستخط کرائے، اور یہ التجا کی کہ جامع مسجد میں سودا بکنا موقوف ہو اور اس کی سیڑھیوں پر کھلونے نہ فروخت ہونے پائیں۔

اکبر شاہ نے فوراً منظور فرمایا اور اجازت عام دے دی کہ آئندہ سے سب سودے والے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد تک آنے کے لئے بھی بند کئے گئے۔ یہ[1] ایک بڑی اصلاح تھی جس کو خاص و عام نے پسند کیا، اپنے دوسرے وعظ میں آپ نے اس قبیح رسم کو روکا جو شرفا کے خاندان میں پھیلی ہوئی تھی یعنی نکاحوں میں اہل ہنود کی رسمیں ہوئیں اور انہیں اسلامی اصول سمجھنا عورتوں کے خیالات ایسے سخت اور شدید ہوتے ہیں کہ جو بات ان کے ذہن میں جم جاتی ہے اس کا نکلنا مشکل پڑ جاتا ہے۔ مگر مولانا شہیدؒ کے متواتر وعظوں نے ان کی مت بھی پلٹی اور انہوں نے بھی آئندہ سے توبہ کرلی۔

اگر خیال کیا جائے تو یہ اصلاح سب سے بڑی تھی کہ یکایک صدیوں کے خیالات عورتوں کے بدل دیئے۔

ستیلا کی پرستش

بُت پرستی کا چونکہ گھر گھر رواج تھا، اور عموماً مسلمان اسے عیب بھی نہ سمجھتے تھے، اور طرح طرح کی بدعتوں میں گرفتار تھے، اس لئے ان کی مستورات بھی ان سے اس شرک و بدعت میں کئی قدم آگے تھیں، وہ بالکل ہندوؤں کی طرح ماتا مائی کی پرستش کرتی تھیں اور یہ سمجھتی تھیں اگر ہم ماتا مائی کو نہ پوجیں گے اور ان کے استان پر چڑھاوا نہ چڑھائیں گے تو ہمارے بچے ضائع ہو جائیں گے، الحمدللہ کہ مولانا شہیدؒ بڑی کوشش کے بعد اس میں بھی کامیاب ہوئے، اور قطعاً ہر گھر سے ستیلا یا چیچک کی پرستش کی رسم مٹا دی۔

تعزیہ داری اور ماتم کرنا!

دہلی میں کوئی خاندان شریفوں کا ایسا نہ تھا کہ جس کے ممبر شیعہ سُنی دونوں نہ ہوں، کسی کی

---

[1] آج کل یہ تو غنیمت ہے کہ سودے والے مسجد میں آکے فروخت نہیں کرتے لیکن باہر ان کا مجمع لگا رہتا ہے اور کوئی جامع مسجد کا ممبر قلیل نفع کے لئے ان سے ہوں بھی نہیں کرتا۔ یہ تو سب کچھ تھا بڑا غضب یہ کر رکھا ہے کہ الوداع کے دن جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بت پرستی ہوتی ہے یعنی کھلونے بکتے ہیں، مسلمان مسجد کے پاس مندر بننے پر تو اہل ہنود سے سر پھٹول کرتے ہیں لیکن خدا کے گھر میں جو بُت پرستی ہوتی ہے، اس کا بسہولیت تدارک ان سے نہیں ہو سکتا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ننھیال شیعہ تھی تو کسی کی ددیال شیعہ تھی، چنانچہ خود شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نانا شیعہ تھے جو بعدہٗ ازاں سنی ہو گئے تھے یہ تعجب کی بات نہیں ہے جس ملک میں کہ دونوں معزز گروہ رہتے ہوں، اور پھر مسلمان ہوں وہاں باہمی تعلق کا نہ ہونا حیرت انگیز ہے خدا کو دونوں قومیں واحد جانتی ہیں رسول مقبولؐ کو برحق سمجھتی ہیں، خلافت کا جزدی جھگڑا ہے جسے جہلا نے زیادہ خوفناک بنا دیا ورنہ کوئی عاقل اور مہذب شیعہ کبھی تبرّا بھیجنا اچھا نہیں سمجھ سکتا۔

اس تعلق نے سنی مستورات پر یہ قابل شرم اثر ڈالا تھا کہ وہ محرم میں اپنے بچوں کو حضرت امام حسین کے نام کا سقہ بنا کے تعزیوں کے پیچھے سے نکلنے کو بھیجتی تھیں اور سمجھتی تھیں کہ اس بچہ کی زندگی اور ترقی مال و دولت اسی کام کے انجام دینے پر موقوف ہے، محرم کی یکم تاریخ سے دہم تک چوڑیاں پہننی، مہندی لگانی، نفیس کپڑے پہننے، تیل اور عطر کا استعمال کرنا، پان کھانا، شادی بیاہ کرنا حرام خیال کرتی تھیں، وہ نویں تاریخ سر کھول کے بھوسا اڑاتی تھیں اور بشدت ماتم کرتی تھیں اور وہ اپنی ان باتوں کو اسلام سمجھتی تھیں اور ان کا عام مقولہ یہ تھا کہ جس نے برسویں دن حضرت امام حسین شہید کربلا کی شہادت پر ایک بھی آنسو بہایا اس کے لئے ایک موتی کا محل جنت میں تیار ہوگا۔

مولانا شہیدؒ نے ان ہی شنیع افعال پر متواتر وعظ فرمانے شروع کئے، آخر رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ ان کے مرد خود انہیں ایسے بدنما کام کرنے پر روکنے لگے، اور بعد ازاں سنیوں کی مستورات میں سے یہ رسم بالکل جاتی رہی۔

قبر پر چلے باندھنا!

شرفاء کی خواتین میں گور پرستی کی بھی انتہا ہو گئی تھی، اور اس پردہ میں بدوضع لوگوں کی بن آتی تھی، اور وہ اپنی ناواجب خواہش حاصل کرنے کے لئے شریف زادیوں پر تاک جھانک کیا کرتے تھے۔ ہر سال بڑی بڑی قبروں پر شرفاء کی بہو بیٹیوں کے ہجوم رہتے تھے، اور کوئی روکنے والا نہ تھا۔ پردہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی جاتی تھی، مولانا شہیدؒ نے ان کے مردوں کو غیرت

---

[1] مجموعہ واقعات صفحہ ۱۵۶۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائی، اور قرآن و حدیث کی باتیں سُنائیں اور اُن کے آگے علاوہ دینی نافرمانی کے جو وہ کرتے تھے دنیاوی بے عزتی کا بھی نقشہ کھینچا، خدا خدا کر کے وہ ساری باتیں بند ہوگئیں، اور عورتوں کا قبروں پر جانا موقوف ہُوا۔

عورتوں کا مرید کرنا اور ہونا

چونکہ چاروں طرف سے بدعت و شرک کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ہر فرد بشر دنیا کا طالب نظر آتا تھا، دوسرے کا مال اینٹھ لینا بھی ایک بڑی حکمت سمجھی جاتی تھی، اس لئے اس رستخیز میں پنجاب کے بعض اضلاع میں اُن عورتوں کا بھی ظہور ہوا کہ جو صرف عورتوں ہی کو مرید کرتی پھرتی تھیں چونکہ یہ بالکل ایک نئی بات تھی اور مردوں کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے عورتوں کو کسی قدر لحاظ بھی تھا وہ بہت جلد جلد مرید ہونی شروع ہوگئیں، اگر تحفہ عزیزی[1] والے کا قول صحیح ہے تو ایک سال میں ان عورتوں نے صرف پانی پت اور کرنال وغیرہ قصبوں سے ڈیڑھ ہزار عورتیں اپنی مرید کی تھیں، اس کے بعد یہ عورتیں دہلی میں بھی آئیں جن کا دلچسپ حال تحفہ عزیزی والا اپنا چشم دید بیان کرتا ہے، جس پر اعتبار کرنے کا ہمارے پاس بہت عمدہ قرینہ موجود ہے۔ اول تو بڑی بات یہ ہے کہ مجموعۂ واقعات میں بھی اس کا ایک دو جگہ تذکرہ پایا جاتا ہے، لیکن اس نے کچھ ایسے مبہم طریقہ سے بیان کیا ہے گویا اس کی نگاہ میں یہ واقعہ زیادہ نامور اور دلچسپ نہیں ہے۔ بہر حال اس کے صحیح ہونے پر ہم بھروسہ کر کے تحفہ عزیزی میں سے عبارت ذیل نقل کرتے ہیں جو ناظر کی دلچسپی بڑھانے کے لئے اپنے میں کافی مادہ رکھتی ہے وہو ہذا:۔

جب میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھا کرتا تھا تو مجھے ساتھ ہی اس کے یہ بھی شوق تھا کہ ہر سوسائٹی میں جاؤں اور اس کی حالت سے واقفیت حاصل کروں۔ شب و روز مولویوں کی صحبت میں رہتا تھا پھر بھی خشک مغزی کا مجھ میں نام و نشان نہ تھا، میری ملاقات شہر میں عموماً سب ہی سے تھی، اور کوئی کارخانہ ایسا نہ تھا کہ جہاں لوگ مجھے نہ جانتے ہوں۔

---

[1] تحفہ عزیزی صفحہ ۱۷۰۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن میں مصوّروں کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے اپنے ایک دوست کو خاموش اور سست بیٹھا ہوا دیکھا، اس سے سبب دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوگیا کہ اس کی بیوی پانی پت میں ان عورتوں کی مرید ہوگئی ہے اور کچھ ایسی بیخودی اس پر چھا گئی ہے کہ ہر وقت ان ہی کی خدمت میں رہتی ہے، اور اپنا سارا زیور بھی ان ہی کی نذر کر رکھا ہے، پھر مجھے اسی مصوّر کی زبانی معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کی وجہ سے اس نے اپنے بڑے مکان کی آرائش ان ہی مرید کرنے والی عورتوں کے لئے کی ہے، یہ سُن کے مجھے ان پنجابی عورتوں کے حالات دریافت کرنے کا بہت شوق ہوا، اور میں نے ایک نظر انہیں دیکھنا بھی چاہا میں اسی فکر میں تھا کہ میرے دوست بعد نے مجھ سے کہا کہ میں کیا تدبیر کروں اور یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ میری بیوی ان کے پھندے سے بچ جائے، کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ وہ اسے بھی اپنی لونڈی گیری میں پنجاب لے جائینگی میں نے دلاسا دیا اور کہا شرعاً مرد کو اختیار ہے کہ وہ اس خرافات پیری مریدی سے عورت کو روکے اور یہ خبر نہیں کس شریعت میں جائز ہے کہ عورتیں مردوں کو مُرید کرتی پھریں۔ میرے اس کہنے پر مصوّر کچھ چونکتا ہوا، اور اسے یقین ہوگیا کہ اگر میں زیادہ جبر اس بارہ میں اپنی بیوی پر کروں گا تو شاہ اسماعیل صاحب بھی اسے برا نہ بتائیں گے میں نہ کوئی مفتی تھا نہ مولوی نہ ان بحثوں سے اتنی دلچسپی تھی میرا مذاق اگر تھا تو صرف یہ کہ مختلف خیالات کا باہم مقابلہ کروں اور ہر سوسائٹی کی حالت کو بغور ملاحظہ کروں۔

اتفاق سے دو چار ہی دن میں وہ عورتیں بھی دہلی میں داخل ہوئیں ان کے ساتھ کوئی مرد نہ تھا تمام خدمتیں متفرق عورتوں کو سپرد تھیں، تقریباً ان کی بیس پچیس تعداد ہوگی، اور یوں ان کا بھیڑ بھڑکا اسباب کی وجہ سے بہت دکھائی دیتا تھا۔

یہ عورتیں جو مرید کرتی تھیں دو بہنیں تھیں جن کی عمر پچاس پچاس برس سے کم نہ تھی انہیں قرآن شریف اچھا یاد تھا، اور نہایت خوش لہجگی میں پڑھتی تھیں، معمولی مسائل کی دس بیس حدیثیں بھی یاد تھیں سب سے زیادہ یہ تھا جس سے جاہل عورتیں ان کے داؤں میں آجاتی تھیں کہ وہ شعبدہ باز پوری تھیں۔ آناً فاناً میں خود بخود نور بن جائیں۔ اور اپنی مریدہ سے کہتیں کہ خدا

لہ تحفہ عزیزی صفحہ ۲۵۹-۱۵۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ہم میں حلول کیا ہے۔ زمین پر عصا مارنے سے ایک گڑھا ہو جاتا اور اس میں پانی بھر جاتا۔ بیری یا آم کی خشک ٹہنیوں میں صرف اُس پر تھوکنے سے ہرے پتے نکل جاتے اور پھل بھی نمودار ہو جاتا۔ بعض وقت تین بجے شب کے جب بالکل سنسانی اپنی سلطنت کرتی ہے، ملائکہ کی آمد و رفت بھی دکھائی جاتی تھی جو اوپر سے نیچے آتے اور پھر اوپر چڑھ جاتے وہ اپنی بعض باتوں اور سوالات کا جواب آسمانی آواز سے لیتیں جو اس طرح آتی گویا آسمان سے کوئی پکار رہا ہے۔ میں نے خفیہ طور پر یہ بھی سُنا تھا کہ یہ شعبدہ باز عورتیں اپنے کو نبیہ کہتی ہیں سب سے زیادہ ان کا ایک شعبدہ بڑا بھاری تھا، اور وہ یہ کہ مُردوں کو زندہ کر دیتی تھیں۔

ان کا آنا تھا کہ قلعہ کی بیگمیں سب سے پہلے ان پر ٹوٹ پڑیں، اس کثرت سے جانی شروع ہوئیں کہ ان کے ہوش و حواس بھی اڑ گئے، اب انہیں اتنا وقت بھی نہ ملتا کہ اپنا شعبدہ بازی کا مصالح تیار کریں، آخر دق ہو کے اُنہوں نے یہ مشہور کیا کہ ہمارے پاس وہ ہی عورت آوے جو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرے، دہلی کی خلقت عجیب خیالات کی ہوتی ہے، اس پر بھی عورتیں نہ رکیں، سب سے زیادہ قلعہ ٹوٹا ہوا تھا کہ رتھوں اور بہلیوں کو سڑک پر چلنے کو جگہ نہ ملتی تھی، نذرانے گزرنے لگے اور اس قدر روپے کا نچھاور ہوا کہ وہ دو عورتیں مالا مال ہو گئیں، یہ تعجب ہے کہ اُن کا شہر دہلی میں سوائے پندرہ سولہ دن کے زیادہ قیام نہ ہوا، اور جب ان کی شہرت کا سلسلہ تمام حصص دہلی میں پھیلنے لگا تو وہ چل دیں مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ اس سے کتنے سال بعد غرضنکہ یہ صحیح ہے کہ دہلی میں یہ خبر مشہور ہوئی تھی کہ کلکتہ سے بردہ فروشی کے جرم میں گرفتار ہو کے عبور دریائے شور کی گئیں اور جس وقت ان کی تلاشی لی گئی ہے تو ۳۲ لاکھ روپیہ کا نقد زیور ان کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ فقط ——— تحفہ عزیزی والے نے مولانا شہید کا اس مشہور واقعہ میں کوئی ذکر نہیں کیا ہے کہ آیا اس اصلاح کی اسٹیج پر بھی مولانا نے کوئی پارٹ ایکٹ کرنے کو پسند کیا تھا یا خاموشی ہی سے سیر دیکھا کیے۔ لیکن مجموعہ واقعات والا صاف طور پر یہ لکھتا ہے:۔

گو ان شعبدہ باز عورتوں کی یہاں (یعنے شہر دہلی میں) بڑی آؤ بھگت ہوئی لیکن مستورات پر دائمی قبضہ پانے کی دال نہیں گلی، مولانا نے یہاں تک اپنے معتقدین سے کہا تھا کہ اگر یہ

---

[1] مجموعہ واقعات صفحہ [illegible]

www.KitaboSunnat.com

اپنے اس فعل کو ترک نہ کر دیں تو ان پر جہاد کرنا چاہیئے، یہ نبیتہ بن کے دین خدا میں رخنہ ڈالنا چاہتی ہیں، بھلا جس شہر کی چار دیواری میں مولانا شہیدؒ کی یہ آواز گونجتی ہو کہ خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہم عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں، وہاں ان پنجابنوں کا ڈھکوسلا کیوں کر چل سکتا تھا۔ بڑے بڑے بدعتی پس پا ہوتے ہوئے چلے گئے تھے، اور ان بدن نور خدا پھیلتا جاتا تھا۔

قبروں پر حال آنا، صوفیوں کی گتیں بھرنا

بعض غلط الزامات کے مشہور ہونے کی وجہ!

میں اپنے پہلے کسی باب میں لکھ آیا ہوں کہ ہندوستان خصوصًا دہلی میں اہل تصوف کا زور شور محمد شاہ رنگیلے کے زمانہ سے بہت ہو گیا تھا، اس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاتا کہ اسلام کے ابتدائی زمانوں ہی میں ان کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ صوفیوں کے والا شان گروہ میں ہزاروں ایسے ایسے بڑے بڑے علماء ہوئے ہیں جن پر اسلام ہمیشہ فخر کرے گا، وہ نہ صرف مسلمانوں کی نگاہ میں وقعت سے دیکھے جاتے ہیں بلکہ اہل یورپ نے بھی ان کی بہت سی کتابوں کا اپنی زبانوں میں ترجمہ کر لیا ہے، اور ان کے آداب محاسن اور حسن اخلاق کے دل سے مدح خواں ہیں۔

ہمارا روئے سخن ان صوفیہ کرام کی طرف نہیں ہے جو آسمان اسلام کے چمکتے تارے ہیں بلکہ ان ظاہرا صوفیوں سے غرض ہے جنہوں نے ولیوں کی صورت بنائی ہے، اور دراصل دل میں ناجائز افعال کرنے کا مذاق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، پیارے شہید نے جب جھوٹے صوفیوں کا دہلی میں یہ عروج دیکھا اور ہزاروں جہلا عوام الناس کو ان کا گرویدہ پایا تو یہ خیال کیا جب تک ان کی اصلاح نہ ہوگی کبھی اسلام میں عمدگی نہیں پیدا ہو سکتی، روزمرہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرماتے تھے کہ ہر قبر پر تقریبًا خوبصورت نوعمر قوال خوش الحانی سے عشقیہ غزلیں گاتے ہیں، اور بیسیوں صوفی ان کی آواز اور صورت پر ناچتے ہیں، ان کی لمبی لمبی زلفیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عطر میں ڈوبی ہوئی خوشبودار مصالح میں نفیس ڈھاکے کی ململ کے کپڑے رنگے ہوتے ہیں، اور کسبیوں کی طرح گتیں بھری جاری ہیں، عام جاہل مسلمان انہیں پہنچا ہوا اور ولی جانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں شانِ اسلام اور فرمودۂ خدا و رسول یہی ہے، قوالوں کے جتنے بچے ہوتے تھے وہ بیش قرار تنخواہوں پر صوفیوں کے ملازم ہو جاتے ہیں، اور جہاں ان کی نوعمری کا زمانہ منقضی ہوا موقوف کر دئے گئے، اور اُن کی جگہ دوسرے بے ریش و بروت آگئے، یہ بات عام طور پر مشہور تھی (صوفیوں کے دائرہ میں) جب حسن صُورت کے ساتھ حُسن صورت نہ ہو کبھی حال نہیں آ سکتا۔ ان کا لہک لہک کے حافظ کی عشقیہ غزلیں پڑھنا اور پھر ظاہر دار صوفیوں کا تھرکنا اور ایسی گتیں بھرنا کہ کسبیاں بھی جھپ جاتی تھیں، عین اسلام (معاذاللہ) خیال کیا جا رہا تھا۔

سے غالباً یہ "صوت" ہوگا "صورت" مراد ہے۔

پیارے شہیدؒ کے لئے یہ ایک خوفناک نظارہ تھا کہ شریعت محمدیؐ یوں بے ادبی سے کچلی جا رہی ہے اور کوئی دریافت کرنے والا نہیں ہے۔ آخر آپ نے بہت دھوم دھام سے عین قبر ہی کے قریب وعظ فرمانے شروع کیے، ادھر ڈھولک پر چوٹ پڑی ہے اور ادھر پیارے شہیدؒ کا وعظ ہو رہا ہے۔ ہزاروں آدمی قوالی میں موجود ہیں، کبھی پیارے شہید پر حقارت کی آوازیں بلند کرتے ہیں، اور کبھی منہ چڑاتے ہیں مگر اُن کا یوں بُرا بھلا کہنا خوش آئند تھا، پہلے دن تو ایک دو اشخاص قوالی میں سے ٹوٹ ٹوٹ کے آنے لگے، اور بعد ازاں جمع ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ قوالی ہو رہی ہے، اور یہ غل مچا شاہ صاحب وعظ کہنے کے لئے تشریف لے آئے، گروہ کے گروہ اٹھ کے چلے آئے، اور انہوں نے قوالی اور گانے بجانے کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔

ایک دن آپ شاہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ میں وعظ فرما رہے تھے، ایک صوفی نے باآواز بلند جھر جھری آواز میں یہ کہا، آپ کیوں ہاتھ دھو کے دین کے پیچھے پڑے ہیں لہ ہمارا ستیاناس کی

لہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیرواں کو جب تکلیف دی تو آپ نے مکہ والوں سے جان بچانے کے لئے اپنے معتقدین سے ہجرت کے لئے ارشاد فرمایا تھا جب وہ سب مدینہ چلے گئے اور مکہ کے بہت سے گھر ویران ہو گئے تو عتبہ بن ربیعہ نے کعبہ میں نبی اکرمؐ سے یہ کہا، اے میرے چچا کے بیٹے اس ساری ویرانی اور تباہی کا تو ہی باعث ہوا ہے نہ تو دعویٰ نبوت کرتا نہ ہمارا شہر ویران ہوتا (طبری صفحہ ۱۲۰۴۔ ابن ہشام ۲۰۱)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا، اور آپ کے ہاتھ کچھ نہیں لگتا اپنے باوا اور چچا ہی کو دیکھو، انہوں نے کبھی ایسی نہیں کیں حالانکہ وہ بھی بہت بڑے فاضل ہیں، لیکن تم تو بڑا ہی غضب ڈہا رہے ہو، آپ نے خاموشی سے اس آواز کو سُنا، اور پھر اس کا یہ جواب دیا، میرا جہاں تک خیال ہے میں فرمودۂ خدا و رسول ؐ بیان کرتا ہوں دوسرے مجھے اپنی قبر میں جانا ہے، دوسرے کی ذات پر میں کچھ حکمران نہیں ہوں ایسی ایسی آوازیں بازار میں اکثر پڑتی تھیں لیکن پیارے شہیدؒ کو ناگوار نہ معلوم ہوتی تھیں، اور اگر اُن کے معتقد یعنے محمدی عوام الناس کے آوازے کسنے پر ناراض ہوتے تھے، آپ مسکرا کے اُنہیں یہ کہہ کے تھپک دیا کرتے تھے ناراض ہونے کی جگہ نہیں، بظاہر یہ تو قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روزی میں خلل انداز ہوتا ہوں پھر جو کچھ یہ شکایت کریں انہیں کرنے دو جب حق کا نور اُن کے جلاءِ قلب پر چمکے گا یہ آپ اندازہ کرلیں گے اسمٰعیل جو کچھ کہتا تھا وہ صحیح تھا یا ہماری خیالی باتیں صحیح ہیں۔ آپ نے راگ اور اس کے سُننے پر کئی وعظ فرمائے، اُن کا مضمون صرف یہی تھا کہ راگ کی یہ حالت جو قبروں پر کی جاتی ہے، شرع میں درست نہیں ہے، بہت سے بزرگان دین راگ سُنا کرتے تھے لیکن وہ راگ کیسا ہوتا تھا جس میں موسیقی کے ارکان کی قیود نہ ہوتی تھی، اور نہایت سادگی سے دف پر گانا گایا جاتا تھا چند نابالغ لڑکیوں کا دف بجا کے عید کے دن باہم بیٹھ کے گانا اور نبی اکرم ؐ کا منع نہ کرنا بلکہ یہ فرما دینا عید کا دن ہے اُنہیں گانے دو یہ معنی نہیں رکھتا جو ہمارے ظاہر دار صوفیوں نے سمجھ لئے ہیں۔ اول تو وہ لڑکیاں ہی نا سمجھ تھیں دوسرے عید کا دن تھا تیسرے وہ یہ نہیں جانتی تھیں گانا بجانا کِسے کہتے ہیں اور اس کے ارکان کیا ہیں وہ بمنزلہ ایک کھیل کے کھیلتی تھیں، مثلاً جیسے گڑیاں کھیلنی آنحضرتؐ نے جائز قرار دے دیں لیکن صرف بچیوں کے لئے اسی طرح ایسے گانے بجانے کو بھی جو موسیقی کے قواعد کی کل قیود سے آزاد تھا ارشاد کر دیا یہ کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوعیت کے گانے سنے اور اس پر تھرکنے اور گتیں بھرنے کی مومنین کو اجازت دی ہو بلکہ صحابہ تو صرف سادے گانے میں بھی اس قدر تشدد کرتے تھے کہ عام لوگوں میں ان کا خوف پھیل رہا تھا۔ ایک لڑکی نے یہ منت مانی

لہ ابن ہشام صفحہ ۶۰۹ - ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ جب فلاں مہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب واپس تشریف لے آئیں گے تو میں دف بجا کے انہیں اپنا گانا سناؤں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لڑکی نبی اکرمؐ کی خدمت میں دف لے کر حاضر ہوئی اور اس نے اپنی منت ماننے کا سارا ماجرا بیان کر دیا، آپ نے اُسے اجازت دے دی وہ دف بجا بجا کے گانے لگی اس کا گانا وہی بچوں کا سادہ سیدھا تھا جو عموماً ہوا کرتا ہے، اتنے میں اس نے سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آتا ہوا دیکھا، خوف کے مارے تھرّا گئی، اور اپنا دف زمین پہ رکھ کے اس پر ہو بیٹھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی آپ نے بہت خوش ہو کے ارشاد فرمایا، عمرؓ سے شیطان بھی ڈرتا ہے، یہ احکام تھے اور یہ خیالات تھے کہ نبی اکرم صلعم نے بچی کے بے جوڑ گانے کو بھی شیطانی افعال سے تعبیر کیا۔

اور پھر حضرت عمرؓ کا یہ خوف بچہ بچہ کے ذہن میں کہ آپ اس معمولی گانے کو بھی ایسا برا جانتے ہیں، ہمارے لئے برحق حقیقت اور سچّی نصیحت کا کس قدر مادہ رکھتا ہے۔

اگر واقعی ہم مسلمان ہیں اور نبی عربی صلعم سے ہمیں اسلام کے باعث نسبت ہو سکتی ہے پھر کونسی بات ہے جو فرمودۂ خدا و رسولؐ پر عمل کرنے سے ہمیں روکتی ہے، اور ہم ذرا سی دیر کی نفسانی لذائذ کے مقلد بن کے ان وسائل کو جن پر ہماری نجات کا بالکلیہ دار و مدار ہے کھو بیٹھے ہیں، کتابیں موجود ہیں حضرات صوفیہ سابقہ کے حالات قلمبند ہو گئے ہیں، پھر حجت اور شبہ پیدا کرنے کا کونسا مقام باقی ہے یہ عجب تماشہ کی بات ہے کہ اپنے کو مسلمان بھی کہتے جائیں اور پھر اسلام کے احکام سے روگردانی بھی کرتے جائیں۔

اس اس قسم کی اکثر باتیں پیارا شہیدؒ وعظ میں بہت زور دے دے کے فرماتا تھا اور کسی میں یہ یارا نہ ہوتا تھا کہ حق کو جھٹلا سکتا۔ آخر ان پے درپے کے وعظوں سے ایک عظیم الشان اصلاح ہوئی۔ گور پرستی جو قوالی سے زیادہ زندہ تھی دن بدن تنزل پذیر ہونے لگی، اور آخر ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ صوفی اپنی سرد بازاری کی تاب نہ لا کے خود بخود جلاوطن ہونے لگے، اور ادھر اُدھر ریاستوں میں جا کے اپنا مسکن کیا۔

ہاں یہ ضرور ہوا صوفی دہلی سے چلے تو گئے لیکن عوام الناس کے دلوں پر یہ چھا گئے اسمٰعیل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صوفیوں کو برُا بتاتا ہے اور بزرگان دین کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔

جب اس کی شورش زیادہ مچی تو آپ نے ایک ضخیم کتاب[1] اصل تصوف اور بڑے بڑے جلیل القدر صوفیوں کے بیان میں تصنیف فرمائی، اور اس کے اکثر نسخے نقل کرا کے مختلف لوگوں کے پاس بھیج دیئے، جس سے بہت کچھ عوام الناس کے خیالات کی اصلاح ہوئی اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اسمٰعیل بڑا جیّد صوفی ہے۔

ہمارے ہاں یہ عام عیب پھیلا ہوا ہے، اور اس میں تقریباً سب ہی مبتلا ہیں کہ جس کی نسبت جو کچھ سُن لیا بلا تحقیق اور تفتیش کے اسے یقین کر لیا، اس سے غرض نہیں کہ وہ صحیح ہو یا غلط اسی طبیعت نے ایک عام ناراضی مسلمانوں میں مولانا شہید کے خلاف پھیلا دی، اور اب تک مسلمانوں کا بڑا گروہ پیارے شہیدؒ کو ملزم گردانتا ہے حالانکہ جو الزامات اس ذات والا پر قائم کئے ہیں کبھی کسی کو یہ نصیب نہیں ہوا کہ ان کی پوست کندہ کیفیت دریافت کرتا، اور حق میں ناحق میں تمیز کرتا، بمبئی میں عموماً مولانا اسمٰعیل کے نام سے لوگ جلتے ہیں لیکن جلنے کی وجہ صرف وہ سنی سنائی باتیں ہیں جن کی کچھ بھی بنیاد نہیں ہے اور وہ محض بے اصل ہیں، جمعہ کو جب میں بمبئی کی جامع مسجد میں گیا تو نماز پڑھنے کے بعد مجھے میرے ایک دوست نے ٹھہرا لیا۔ میں وہیں بیٹھ گیا کئی شخص اور بھی میرے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے، ان کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا تھا یہ لکھے پڑھے ہیں وہ باہم مولوی اسمٰعیل صاحب کا ذکر تحقیر آمیز الفاظ میں کر رہے تھے، اور ایسی ایسی بے بنیاد باتیں قائم کر رہے تھے جو میرے کانوں میں جہاں تک مجھے یاد ہیں کبھی نہ پڑی تھیں ایک شخص تو یہ کہہ رہا تھا کہ تقویۃ الایمان میں سوائے کفر کے کچھ نہیں ہے، نبی اور آپ کے صحابہ کو برملا گالیاں دی گئی ہیں، دوسرا شخص بولا کہ صوفیوں کو تو ایسا سخت لکھا ہے کہ ہندو

---

[1] اس کتاب کا نام حقیقت تصوف ہے غدر میں اس کے بہت سے نسخے ضائع ہو گئے ہیں، شاید ہندوستان میں کسی کے پاس موجود ہوگی، کشمیر میں میرے ایک دوست نے مجھے دکھائی تھی، میں نے سرسری طور پر دیکھ کے واپس دے دی، اس میں شک نہیں کہ جو کچھ مولانا شہید نے اس میں کمال کیا ہے اور سچے صوفیوں کی تعریف میں رطب اللسانی کی ہے اس سے مولانا کی انصاف پسندی معلوم ہوتی ہے، اور تمام ان غلط الزامات کی تردید ہوتی ہے جو خواہ مخواہ اب تک آپ پر محض نفسانیت سے عاید کئے جاتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائی بھی کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں یہ ناواجب باتیں سن کے مجھ سے رہا نہ گیا۔ ہر چند میں چاہتا تھا کہ ان کے خیالات میں خلل اندازی نہ کروں لیکن جب قرآن کا یہ ارشاد ذہن میں آیا کہ حق کی بات چھپانی نہیں چاہیئے میں اپنی جگہ سے اٹھ کے ان کے پاس جا بیٹھا، اور میں نے نہایت ادب سے ان کی خدمت میں یہ عرض کیا، آپ نے تقویۃ الایمان دیکھی ہے، انہوں نے نہایت سادگی سے بے پروایانہ لہجہ میں یہ جواب دیا نہیں ہم نے نہیں دیکھی نہ ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے نہایت عاجزی سے ان کی خدمت میں عرض کیا بڑے ظلم کی بات ہے آپنے ایک چیز ملاحظہ نہیں کی اور اس کی بابت اس مضبوطی سے رائے قائم کی جاتی ہے۔ میری اس بات سے وہ ناراض ہوئے اور انہوں نے میری طرف حقارت کی نظر سے دیکھا پھر میں نے یہی التماس کیا میرے خیال میں زیادہ بہتر یہی ہوگا کہ آپ اسے ملاحظہ فرما کے اس پر رائے قائم کریں، بڑی ردو کد کے بعد اُنہوں نے میری بات مان لی، میں نے اُنہیں تقویۃ الایمان بھجوا دی، آٹھویں دن جب وہ مجھ سے ملے تو ان کے خیالات ہی بدلے ہوئے تھے اور وہ سچے مسلمان تھے۔

اس بیان کرنے سے میری غرض صرف یہ ہے کہ ہماری عادت میں داخل ہو گیا ہے، جہاں ہم نے کسی کی نسبت کوئی بری افواہ سُنی اور اس کی استواری سے شہرت دینے لگے اور ایسا یقین کر لیا گویا ہم اپنے خیال میں اسے تحقیق کر چکے ہیں، یہ غلط فہمی پہلے سے چلی آتی ہے اور بد خواہوں نے محض اپنی نفسانیت سے جو الزامات مولانا شہیدؒ پر قائم کئے ان کی اس دھوم دھام سے عوام الناس میں اشاعت ہوئی کہ شاید کسی حق بات کی بھی اتنی بلدی نہ ہوتی، جو کتابیں آپ نے تصنیف کی ہیں موجود ہیں جن تواریخ میں آپ کا ذکر خیر ہے وہ مٹ نہیں گئیں، انہیں تو کوئی دیکھتا نہیں اور جو کچھ اس کے ذہن میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔

جو وعظ پے در پے مولانا نے شرک[1] اور مروجہ تصوف پر فرمائے انہیں لوگوں نے بڑی بڑی

---

[1] شرک کی چار قسمیں ہیں (۱) شرک فی العلم (۲) شرک فی التصرف (۳) شرک فی العبادۃ (۴) شرک فی العادۃ۔ شرک فی العلم سے یہ غرض ہے کہ کوئی نبی اور ولی چھپی ہوئی باتوں کو نہیں جانتا تھا جب تک خود خداوند تعالیٰ بعض باتوں سے نہ آگاہ کرے، اس عقیدے کے خلاف سمجھنا شرک فی العلم ہے گویا خدا کی غیب دانی کے علم کے ساتھ دوسرے (باقی بر ۱۳۴)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبالغہ آمیز رنگ آمیزیوں سے شہرت دیا اور ایسے ایسے حاشیے ان پر چڑھا دیئے جن کا وعظ میں معاذاللہ اشارہ تک بھی نہ تھا۔ مگر پھر بھی حق کی ہمیشہ فتح ہوئی ہے، حق چمک ہی کر رہا اور پیارے شہید نے اسلام کی جو کچھ خدمت کی ہزاروں، لاکھوں مسلمان اس بے نظیر احسان سے کبھی سُبکدوش نہ ہوں گے۔ مسلمانوں سے گزر کے یورپین مصنفوں نے بھی قبول کر لیا ہے کہ اسمٰعیل نے دین میں بہت بڑی اصلاح کی ہے۔

جب متواتر وعظوں کی بھرمار ہوئی تو دہلی کے عمائد کو آپ کے وعظ سننے کا اس قدر چسکا لگا کہ پہلے ہی سے مفتی صدرالدین وغیرہ کہلا بھیجتے تھے، آپ قرآن شریف کی فلاں آیت پر وعظ فرمائیے گا اور پھر وہ اس آیت کی تفسیر اپنے اپنے گھر میں دیکھ دیکھ کے جاتے تھے یہ اندازہ کرنے کے لئے دیکھیں کس تفسیر کا مضمون مولانا شہید سناتے ہیں مگر جب وہ وعظ سنتے تھے

(بقیہ ص ۱۳۳) کو شریک کرنا، خود ہمارے آخرالزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غیب کی بات معلوم نہ ہوتی تھی مثلاً جب چند نافہموں نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے دامن تقدس پر دھبہ لگانے کی کوشش کی ہے اور نبی کے ذہن میں شبہ ڈالا ہے، آپ کو اصلی واقعہ کی صداقت وغیر صداقت کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ خدا نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی اور پاکی بتائی، یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی نجومی کوئی رمال کوئی پیر شہید پوشیدہ باتیں بیان کرتا ہے۔ شرک فی العلم کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے یہ بھی شرک فی العلم ہے کہ مدد کے وقت سوائے خدا کے کسی کو پکارنا یا اس کا نام دشمن پر حملہ کرتے وقت لینا مثلاً بعض جہلاء کا قاعدہ ہے کہ وہ یا علی مدد کہتے ہیں یا یا علی کہہ کے دشمن پر حملہ کرتے ہیں۔

(دوم) شرک فی التصرف یہ خیال کرنا کہ خدا کی قوت کے ساتھ دوسرا شخص بھی قوت رکھنے میں شریک ہے، جو کسی پیر شہید وغیرہ کو خدا کے درمیان واسطہ ٹھہراتا ہے شرک فی التصرف میں مبتلا ہے مثلاً بعض لوگ یوں کہتے ہیں ہم ان پیروں یا اولیاء کی نیاز نذر اس نظر سے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خدا کے نزدیک پہنچا دیتے ہیں۔ اس طرح سے دوسروں کو شفیع گرداننے یا خدا کے درمیان ایک واسطہ بنانے کی تین قسمیں ہیں، مثلاً ایک مقدمہ شاہ کی خدمت میں پیش ہے وزیر نے ملزم کی شفاعت چاہی، شاہ نے وزیر کے رتبہ کا لحاظ کر کے اس مجرم کی خطا کو بخش دیا، اسے شفاعت وجاہت کہتے ہیں، لیکن یہ خیال کرنا کہ اسی طرح خدا بھی اپنے کسی مقرب یا وزیر کا پاس و لحاظ کر کے کسی مجرم کا گناہ بخش دے گا صریح شرک ہے۔ دوسری قسم کی شفاعت یہ ہے کہ بادشاہ بیگم یا شہزادے شاہ سے سفارش کریں (باقی بر ص ۱۳۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انہیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ مولانا صاحب نے بیان فرمایا ہے بالکل نئی نئی باتیں ہیں جو اُن کے کانوں میں کبھی نہیں پڑیں۔

یہ خداداد ذہانت اور ربانی انکشاف تھا جو خصوصیت سے اس ذات والا کو بخشا گیا تھا۔ یہ وہ چوکھٹ ہے کہ مخالف بھی آکے اپنی پیشانیاں ٹکاتے تھے، اور انہیں دم زدن کا یارا نہ تھا۔

جن چند اصلاحوں کو ہم نے بیان کیا ہے بظاہر ناظر کو ان کی کچھ بہت بڑی شان نہ معلوم ہو لیکن جب وہ دہلی اور اہل دہلی کی حالت اور تعصب کو دیکھے گا اس وقت اسے اندازہ ہو گا کہ پیارے شہیدؒ نے جو کچھ کیا بے نظیر کیا۔

اسی کے ضمن میں مَیں ایک نادر الوجود واقعہ کا ذکر کرتا ہوں جو نہایت ہی دلچسپ اور لذیذ

(بقیہ ص ۱۳۴) اور کسی مجرم کی غلامی چاہیں، شاہ صرف ان کی محبت سے اس مجرم کو بخش دے اسے شفاعت محبت کہتے ہیں لیکن یہ خیال کرنا کہ خدا بھی کسی سے ایسی محبت رکھتا ہے جیسے شاہ کو بادشاہ بیگم اور بچوں سے تھی، اور اس محبت سے وہ مجرم کا گناہ بخش دے گا سخت شرک ہے۔ خدا کی عدالت میں کسی فرد بشر میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی محبت کے دباؤ ڈالنے میں خدا پر تکیہ کرتا ہو۔ یہ اس کی بے انتہا مہربانیاں اور مخلوق خدا کے ساتھ احسان ہیں کہ اس نے لفظ حبیب اور لفظ خلیل سے یاد کیا ہے وغیرہ لیکن پھر بھی بندہ بندہ ہی ہے کسی میں یہ یارا نہیں کہ عبودیت کی حدود کے باہر اپنے قدم بڑھا سکے یا بندہ کے مرتبہ سے وہ اپنا سر اونچا کر سکے۔ تیسری قسم کی شفاعت یہ ہے کہ خود شاہ کی مرضی ہے شفاعت کرنے یا کسی مجرم کی خطا معاف کرنے کی لیکن اسے خوف ہے کہ قانونی جبروت اور جلال کو اس سے کچھ نقصان نہ پہنچے، وزیر نے شاہ کی خواہش اور مرضی پہچان لی اور اس نظر سے مجرم کی شفاعت چاہی یہ شفاعت قانونی ہے، اسے شفاعت باذن کہتے ہیں، اسی قسم کی شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کریں گے لیکن یہ خیال کرنا کہ نبی میں اس کے علاوہ بھی شفاعت کی قوت ہے شرک فی التصرف میں داخل ہوتا ہے۔ خود قرآن مجید میں موجود ہے کون ہے جو ان کی شفاعت اللہ کے آگے کر سکتا ہے مگر جسے اللہ چاہے قرآن و حدیث میں جہاں کسی نبی اور پیغمبر کی شفاعت کے متعلق تذکرہ ہے، اس سے مطلب اسی تیسری قسم کی شفاعت سے ہے۔

(سوم) شرک فی العبادت ہے۔ کسی مخلوق کے آگے پرستش کی نظر سے جھکنا شرک فی العبادت ہے۔ نہایت تعظیم سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے. مجھے امید ہے کہ ناظر اس واقعہ کو سن کے دلچسپی کے ساتھ ایک نیا سبق حاصل کرے گا۔

چند روایتیں بڑے شد و مد سے بیان کی جاتی ہیں جو مشہور انام ہیں اور شاید محمدی گروہ کے لوگ سوائے اہل تصوف کے اس کے یقین کرنے میں کچھ پس و پیش بھی کریں لیکن میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں وہ ساری باتیں صحیح ہیں ہاں کلام اس میں ہے کہ ان کی نوعیت کیا ہے۔

عموماً یہ مشہور ہے کہ فلاں صوفیوں کے جلسہ میں ایک بے ادب معترض بھی آگیا تھا، اس نے صوفیوں کے حال اور تھرکنے پر ہرزہ سرائی کی فوراً ایک رقص کناں صوفی کی نظر اس پر پڑی

(بقیہ حاشیہ ص۱۳۵) خم ہونا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے سینہ پر کھڑا ہونا، کسی شخص کے نام پر روپیہ خرچ کرنا اس کی یادگاری میں روزہ رکھنا اور کسی ولی، شہیدؒ، پیر کی قبر کے لئے فقط زیارت و تقرب کی نظر سے سفر کرنا اور اسے پکارنا قبر پر چادر سے پوشش کرنی، اور کسی مقبرہ میں قبر پر نماز پڑھنی قبر کے پتھر پر بوسہ دینا، مقبرہ کی دیوارں سے اپنا منہ اور پشت ملنی یہ ساری باتیں شرک فی العادۃ میں داخل ہیں، مومن کی شان ہرگز نہیں ہے کہ وہ ان خرافات باتوں میں اپنے کو مبتلا کر کے شان مومنیت میں تنقیص پیدا کرے یہ سخت شرم کی بات ہے کہ جو فرائض حج بیت اللہ میں جا کے ہم انجام دیتے ہیں ان ہی کو عام قبور پر ادا کریں، یہ باتیں نہ صرف دین ہی میں خرابی پیدا کرتی ہیں بلکہ انسانی اخلاق سوسائٹی پر اس کا خوفناک اثر پیدا ہوتا ہے، ان خیالات پر انسان کبھی زندگی کے مرتفع مدارج حاصل نہیں کر سکتا۔ اور عین انسانیت کے سچے جلال کی تابانی کبھی اسے نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔

(چہارم) شرک فی العادۃ ہے مثلاً فوق الفطرۃ رسومات کو اپنے ساتھ جاری رکھنا اور ان پر عقیدہ رکھنا کہ یہ غیب کی باتوں کی طرف ہماری رہنمائی کریں گے مثلاً استخارہ وغیرہ سے خدا کی مرضی اور اس کی چھپی ہوئی باتوں کی تلاش کرنا شرک فی العادۃ کے دائرہ میں گرفتار ہونا ہے، نیک اور بد شگونوں پر اعتماد اور اعتقاد رکھنا اور دنوں کو خوش قسمت اور بد قسمت اور عبد النبی جیسے نام رکھنا سب شرک فی العادۃ میں داخل ہیں۔ نبی کی قسم کھانا یا علیؓ اماموں اور پیروں کی قسم کھانا گویا ان میں وہ پر جلال جبروت تسلیم کرنی ہے، جو خدا کے ساتھ شامل ہے یہ بات اشراک فی الادب میں داخل ہے ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ بھی ان کے ساتھ پٹخنیاں کھانے لگا۔ اجمیر میں میں نے عرس[1] کے دنوں میں خود اس قسم کا واقعہ ایسے اشخاص کی زبانی سنا جن کے اقوال کا مجھے ہر طرح اعتبار ہو سکتا تھا، ایک شخص نے مجھ سے آ کے بیان کیا آج بڑا ہی غضب نازل ہوا، ایک صوفی پور پور چھلے پہنے ہوئے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی لمبی لمبی عطر بیز زلفیں حال کی سرخوشانہ حالت میں کھڑا ہوا گتیں بھر رہا تھا، اتنے میں ایک شخص نے اس کی یہ صورت شکل دیکھ کے کہا، تھرکنا بھی ایسی ہی زنانی صورت کو زیبا ہے، یہ سنتے ہی نوجوان صوفی نے تیز نظروں سے اس شخص کی طرف دیکھا اور وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا، اور اس نے اس قدر سر پٹکا کہ اگر شاہ صاحب کی خدمت میں بشدت التجا نہ کی جاتی ضرور اس کی جان جاتی رہتی، اس کا عام مجمع پر بہت بڑا اثر ہوا، اب ہزاروں آدمی اس فقیر کے پاس دوڑے ہوئے چلے جاتے ہیں روپیہ الگ برس رہا ہے اور لوگ مرید جدا ہو رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی میں نے اپنے ذہن میں اس واقعہ کی صداقت کی گو ہمارے چند محمدیوں کو اس کا یقین نہ آیا، ایسے ہی چند صوفی دہلی میں بھی شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کو مات دیتے اور بیہوش کرنے کے لئے بلائے گئے تھے۔

ماہ ربیع الاول کی گیارہ اور بارہ تاریخ قدم شریف میں جو فراش خانہ کی کھڑکی کے باہر واقع ہے بہت بڑا عظیم الشان عرس ہوتا تھا، مولانا شہیدؒ نے اپنا یہ التزام کر لیا تھا کہ ایسے

---

[1] یہ عرس کیا تھا گویا ایک نمائش تھی، تقریباً کل ہندوستان سے فقرا، اور تاجر آتے تھے، لاکھوں روپیہ کا مال فروخت ہوتا تھا اور نہ صرف بارہ ہی دن بلکہ مہینہ دو مہینے تک عجیب کیفیت رہتی تھی، اس میلہ کے تنزل کے اسباب بہت سے بیان ہوئے، لیکن ہمارے مورخ نے جو خاص سبب لکھا ہے وہ یہ ہے "چند فقیروں نے ایک سخت ناواجب کام کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے تو پہلو تہی ہوئی، اور انہیں معاف کر دیا گیا، لیکن فریق ثانی اہل ہنود تھے، انہوں نے رزیڈنٹ سے مدد چاہی اور ان فقیروں کو گرفتار کرا دیا، انہیں معمولی سزائیں مل گئیں مگر بعد ازاں وہ بڑی بڑی سفارشوں سے چھٹ گئے، اس دن سے عوام الناس کی طرف سے فقیروں کی اتنی سی خاطر و مدارات نہ ہوتی تھی ہر شخص کھٹک گیا تھا، اس کے علاوہ اور بھی چند بے اعتدالیاں فقیروں نے کیں بس سال بسال ان کی کمی ہونے لگی، اور اب تو ایک بھی نہیں آتا (سیر دہلی صفحہ ۹۹ ہم)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجمعوں میں جانا اور وعظ فرمانا۔ چنانچہ آپ کو خبر لگی کہ ایسے صوفی بھی یہاں تشریف لائے ہیں جو چشم زدن میں کبوتر کی طرح لٹا دیتے ہیں، اور جب تک ان ہی کی عنایت نہیں ہوتی جانبری کی کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی۔

آپ نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کیا کہ ایسے زبردست کشش رکھنے والے فقیروں سے میں ملوں گا اور ان کی اصلی حالت دریافت کروں گا، آیا جو کچھ کہا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔

چونکہ آپ کو عموماً دہلی کے لوگ خوب پہچانتے تھے، اس لئے آپ نے پیرا بیانہ لباس[لہ] پہنا اور چھٹی تاریخ دس بجے شب معتقدانہ صورت میں وہاں پہنچے دربار ہو رہا تھا اور سو دو سو آدمی نہایت ادب سے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے معزز مؤرخ[ٹہ] نے اس دربار صوفیہ کا جس میں پیارا شہیدؒ بھی موجود تھا چشم دید نقشہ کھینچا ہے۔

(وہو ہذا) اس عظیم الشان میلہ میں جو بارہ دن تک قدم شریف میں رہتا تھا اور جس میں صدہا قسم کے فقیر اور تاجر آ آ کے شامل ہوتے تھے، جلال شاہ صاحب کے آنے کی دھوم دھام اور داخل ہونے پر خاطر و مدارات میں جو کچھ لُطف آتا تھا وہ قابل بیان ہے۔ شہر میں داخل ہونے پر ان کی پیشوائی کی جاتی تھی اور بڑے بڑے شہزادے اور امرا انہیں ہاتھوں ہاتھ اس بڑے خیمے میں پہنچا دیتے تھے جو خاص شاہ کی طرف سے ان کے لئے ایستادہ کیا جاتا تھا، جلال شاہ کے ساتھ ہمیشہ دو سو تین سو مرید آیا کرتے تھے۔ یہ فقیر امیرانہ سامان رکھتا تھا، بڑے بڑے ایرانی غالیچے اور جواہرات کا بکثرت سامان اس کے ساتھ ہوتا تھا، اور یہ قابل تعریف بات

لہ سیر دہلی صفحہ ۴۹۴ تذکرہ مشاہیر دہلی صفحہ ۹۴۸، ۹۵۱ تواریخ علمائے دہلی صفحہ ۱۱۱ ٹہ سیر دہلی صفحہ ۱۰۵، اس دربار کے حالات نوٹ کرنے والے مؤرخوں نے بھی تذکرہ کیا ہے لیکن وہ بہت اختصار کے ساتھ اس واقعہ کو لکھتے ہیں عموماً مشرقی مورخوں سے (وہ بعض ہیں اکثر نہیں ہیں) یہ بات ضرور رہ جاتی ہے کہ بعض اوقات لائق بیان واقعات کا ذکر نہیں کرتے، اس لئے ان واقعات سے دلچسپی نہیں ہوتی اور جس واقعہ سے دلچسپی ہو خواہ ناظر پسند کرے یا نہ کرے اسے بڑی رنگینی سے بیان کیا جاتے گا لیکن ہم سیر دہلی والے کے حد سے زیادہ ممنون ہیں کہ اس نے ہمیں قابل بیان واقعات کو معرض تحریر میں لا کے بے انتہا دلچسپی دی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی کہ اس کے ہاں سے خیرات بہت ہوتی تھی، علاوہ اور صفات کے جن سے فقیر موصوف ہوتے ہیں یہ صفت بہت بڑی تھی کہ وہ صورت دیکھتے ہی یا آنکھیں ملاتے ہی آن کی آن میں ہر شخص کو بیہوش کر دیتا تھا، اس کے معتقد تمام شہزادے اور امیرزادے تھے، اس کی وضع خود امیرانی تھی، اس لئے غریبوں کو ذرا دخل بہت کم ملتا تھا، بایں ہمہ یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ غربا پر گوناگوں نوازشات کیا کرتا تھا اس کی موجودگی میں یہ کسی کا یارا نہ ہوتا تھا جو ایک دوسرے کی طرف اشارہ بھی کرے بات کرنا تو کجا عموماً شب کا دربار ہوا کرتا تھا، کئی کوڑی قیمتی فانوس روشن ہوتے تھے، حاضرین کو شیرینی تقسیم ہوتی تھی اور عطر ملا جاتا تھا جو شخص جاتا خواہ وہ کیسا ہی غریب کیوں نہ ہوتا اس کی یکساں خاطر داری ہوتی تھی۔ جلال شاہ کی عمر ۳۰ برس سے زیادہ نہ تھی، نہایت چھریرے جسم کا خوبصورت نوجوان تھا، غریبوں سے بخندہ پیشانی پیش آتا، اور امرا سے کسی قدر تبخترانہ وضع میں ملتا تھا، بات بہت کم کرتا تھا اور ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہے جو وہ کبھی کھل کھلا کے ہنسا ہو۔ ہاں بعض وقت مسکرا دیتا تھا جب مولانا شہید پہنچے ہیں اور پائیں میں بیٹھنے لگے ہیں جلال شاہ نے دیکھتے ہی آپ کو اپنے پاس بلایا اور باصرار اپنے ہی پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا، آپ سادگی سے وہاں بیٹھ گئے، اب تک جتنی باتیں دربار میں ہوئیں سب مولانا شہید کو پسند آئیں، لیکن جب اس کے پاس تبرک شریف لائے گئے وہ سرتاپا کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ سارا مجمع بھی کھڑا ہوا، مگر مولانا شہید آہستہ آہستہ سے پیچھے سرک کے ہو بیٹھے، اس رستخیز میں کسی کی نظر مولانا پر نہ پڑی لیکن جلال شاہ نے دیکھ لیا کہ یہ اجنبی شخص نہیں اٹھا، اُس نے ذرا بھی اشارہ نہیں کیا اور نہ رنگت پر کچھ غصہ نمودار ہوا جب زیارت ہو چکی اور خدام تبرکات کو انعام وغیرہ دے دیا گیا پھر وہ ہی سکوت جلال شاہ کے دربار میں حکمرانی کرنے لگا، اور ویسی ہی سلطانی جبروت معلوم ہونے لگی یہ ایک غیر معمولی بات ضرور ہوئی، جلال شاہ نے مولانا شہید کو اپنے پاس بُلا کے بٹھایا یعنے اپنی گدّی پر اور کن آنکھوں سے مولانا کی صورت کو تکتا رہا، مولانا ان نظروں کو جو غیر معمولی وضع کا جامہ پہن کے آپ پر پڑ رہی تھیں خوب اندازہ کر رہے تھے، مگر ابھی تک خاموشی تھی نہ جلال شاہ نے کوئی بات کی تھی نہ مولانا شہیدؒ ہی نے اس کو مخاطب بنانے کی کوشش کی تھی، تھوڑی دیر کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد آخر جلال شاہ کی مہر سکوت ٹوٹی اور وہ بآہستہ (مگر ممکن السمع لہجہ میں) یہ گویا ہوا۔ آپ دہلی کے رہنے والے ہیں، شاہ صاحب نے جواب دیا ہاں، پھر وہ یہ کہنے لگا برسویں دن آپ ہی لوگوں کی وجہ سے ہم یہاں آجاتے ہیں، آپ جیسے اصحاب کی زیارت ہو جاتی ہے ورنہ ہمارے کہاں نصیب کہ ہم دہلی اور اہل دہلی کی خوش صحبت سے فیضیاب ہوں، اس کے جواب میں مولانا شہیدؒ نے ایسی رطب اللسانی کی کہ اس کے دل پر نقش ہوگیا، اور اسے آپ کی باتوں میں کچھ ایسا مزا آیا اُس نے فوراً دربار برخاست کیا، اور اپنے مریدوں کو ذکر کرنے کے لئے اجازت دی،

لہ ذکر مختلف ممالک میں مختلف طور پر کیا جاتا ہے، اس کے لئے کوئی خاص قاعدہ ایسا مقرر نہیں ہے جس کی عام ذاکر پابندی کریں ذکر کی دو قسمیں ہیں، ذکر جلی اور ذکر خفی۔ ذکر جلی سے مطلب بآواز بلند خدا کی حمد کرنی یا خدا کے پکارنے کو کہتے ہیں۔ اور ذکر خفی خاموشی سے دل ہی دل میں مناجات پڑھنے کو کہتے ہیں، نقشبندیہ ذکر خفی کیا کرتے ہیں اور قادریہ ذکر جلی۔ مختلف صورتیں ہیں لیکن ان کا خال وخط قریب یکساں ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی بیش بہا کتاب قول الجمیل میں ذکر جلی کی بابت یہ گوہر افشانی کی ہے ذاکر معمولی نشست سے بیٹھ جاتا ہے اور زور سے بائیں طرف منہ پھیر کے اللہ کی آواز حلق سے نکالتا ہے اور پھر گردن کو جھکی دے کے سیدھا ہو جاتا ہے۔

نماز کی نشست بیٹھ کے وہ اللہ کی آواز میں کہتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اس کی آواز بلند ہوتی جاتی ہے وہ آواز پہلے دائیں جانب کی طرف رُخ کرکے نکالتا ہے اور پھر بائیں جانب سے، پھر اپنی ٹانگوں کو سمیٹ کے اسی طرح دائیں بائیں جانب سے اللہ کا لفظ پکارتا ہے۔ اس کے بائیں سے دایاں رُخ ہو جاتا ہے، اس کے بعد اُسی حالت میں وہ اپنے بائیں گھٹنے کی طرف منہ کرکے پکارتا ہے "اللہ" اس کے بعد پھر دائیں جانب سے پھر بائیں پھر سامنے سے اللہ کا نعرہ مارتا ہے اور یہ بہت تیزی میں ہوتا ہے، نمازی نشست میں اپنا مُنہ مکہ کی طرف کرکے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور کہتا ہے لا اس آواز سے اس کی ناف سے بائیں کندھے تک جنبش معلوم ہوتی ہے پھر وہ کہتا ہے، "الٰہ" الہ کی آواز سے یہ معلوم ہوتا ہے گویا اس نے دماغ سے نکالی ہے اور پھر وہ الا اللہ ھو کہتا ہے اور بڑے جوش سے بائیں طرف سے اس جملہ کو دہراتا ہے۔

ذکر کی ہر اسٹیج (نوبت) ضرب کہلاتی ہے۔ یہ البتہ صدہا بار ایسی ضربیں لگائی جاتی ہیں اور جو اختلافات ہم نے بیان کئے ہیں وہ صرف آوازوں کے پست اور بلند ہونے اور جسم کو دائیں بائیں حرکت دینے پر موقوف ہیں (باقی برصفحہ ۱۴۱)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سب اُٹھ اُٹھ کے اپنے اپنے تمبوؤں یا مسجدوں میں چلے گئے، اور اب مولانا شہید یا نوجوان جلال شاہ تنہا رہ گئے۔ جلال شاہ نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ شاہ اسمٰعیل صاحب ہیں، یہ سنتے ہی مولانا شہیدؒ کسی قدر حیران ہوئے اور دل میں کہا اسے کیونکر معلوم ہو گیا، آخر آپ سے نہ رہا گیا اور آپ نے جلال شاہ سے دریافت کیا اس نے مسکرا کے جواب دیا پہلے آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ اسمٰعیل ہیں بھی یا نہیں۔ مولانا شہید نے اقرار کیا پھر اس پاکباز نوجوان نے ساری کیفیت بیان کی کہ میرے پاس کئی بار آپ کی تصویریں اور حلیے لکھ لکھ کے لوگوں نے بھیجے، اور استدعا کی کوئی تدبیر

(بقیہ صفحہ ۱۴۰) جو زیادہ تر مشرقی سیاحوں نے اس کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ذکر جلی اور ذکر خفی کرتے ہوئے دیکھا ہے، مفصلہ ذیل ذکر خفی ہے اپنی آنکھیں اور لب بند کر کے دل کی زبان سے ذاکر یہ کہتا ہے اللہُ سامعٌ یعنی خدا سنتا ہے اللہ باصرٌ اللہ دیکھتا ہے اللہ عالمٌ اللہ جانتا ہے، یہ تینوں جملے نمبروار ترقی اور تنزل کرتے ہیں یعنی پہلا جملہ تو صرف ناف سے سینہ تک کھینچا جاتا ہے، اور دوسرا سینہ سے دماغ تک اور تیسرا دماغ سے آسمانوں کے پرے تک نکل جاتا ہے اور پھر اسی طرح یہ جملے دہرائے جاتے ہیں اور نوبت بنوبت بڑھتے اور گھٹتے رہتے ہیں پہلے وہ نہایت پست آواز سے کہتا ہے اللہ اور دائیں گھٹنے سے بائیں زانو کی طرف پھر جاتا ہے اور اپنے سانس کی ہر تصعید میں وہ لا الٰہ کہتا ہے اور دوبارہ دم چڑھاتے وقت وہ اِلاَّ اللہ کہتا ہے۔

تیسری ضرب سب سے زیادہ ہے جو صدہا بلکہ ہزاروں بار لگائی جاتی ہے اسی لئے اس تیسری ضرب کا لگانا قابل تحسین خیال کیا جاتا ہے۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مولوی حبیب اللہ جو ضلع گاووں قصبہ کھس نری حدود پشاور میں رہتا تھا اس ضرب کے لگانے میں بہت مشہور تھا، ظہر کی نماز پڑھ کے ذکر کے پہلے حصہ لا الٰہ صعود دم کے وقت ضرب لگاتا تھا اور پھر ذکر کے دوسرے حصہ الاَّ اللہ کی ضرب عصر کی نماز پڑھنے کے وقت دم چڑھانے میں لگاتا تھا گویا تین ساڑھے تین گھنٹے حبس دم کئے ہوئے بیٹھا رہتا۔

ذکر کا دوسرا ساتھی مراقبہ ہے جو مفصلہ ذیل ہے اللہ حاضری، اللہ شاہدی، اللہ معی۔ ان الفاظ کو دل میں یا آواز سے دہرا کے ذاکر پھر قرآنی آیتوں کی طرف رجوع ہوتا ہے جس کا بیان مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے کیا ہے (مگر یہ بیان خاندان قادریہ تک محدود ہے)، جو آیتیں وہ قرآن کی پڑھتے ہیں ان سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ وحدت پرستی میں یہ لوگ کیسے ڈوبے ہوئے ہیں وہ آیتیں یہ ہیں وہ ہی اول ہے، وہ ہی آخر (باقی برص ۱۴۲)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی ہو اسمٰعیل کو شکست فاش ملے مگر میں کہتا ہوں مولوی صاحب میرا مذہب نہیں کہ میں کسی کو ایذا دوں، میں نے ان خطوط کی پروا نہیں کی، ساتھ ہی مجھے ایک غم بھی آتا ہے یعنے میں نے مشق بڑھا کے اپنی آنکھوں میں ایسی کشش مقناطیسی پیدا کرلی ہے کہ میں اپنے سے کمزور پر غالب آسکتا ہوں، آج تک میں نے سوائے اپنے بھانجہ کے دوسرے شخص پر اسی لئے یہ عمل نہیں کیا مبادا اُسے کوئی گزند پہنچے اور میں عذاب سخت میں پکڑا جاؤں گا۔ یہ سُن کے شاہ اسمٰعیل صاحب آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا افسوس ہے ایسا خدا ترس شخص دوسروں کی

(بقیہ صہ ۱۴۱) ہے، وہ ہی ظاہر ہے، وہ ہی باطن ہے اور سب چیزوں کو جانتا ہے" (سورۃ الحدید) "وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو" (سورۃ حدید) "ہم اس کی رگ شریان سے بھی اس کے پاس ہیں" (سورۃ قاف) "جس طرف تم اپنا منہ پھیر دو وہاں خدا کا منہ ہے" (سورۃ بقرہ) "خدا سب چیزوں پر محیط ہے" (سورہ نساء) "جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہو جائے گا مگر تیرے رب کا چہرہ جاہ وجلال اور بزرگی کے ساتھ تابناک رہیگا" (سورۃ رحمان) "صوفی اپنے مریدوں سے کہا کرتے ہیں دل کے دو دروازے ہیں ایک جسمانی ہے ایک روحانی ہے ذکر جلی سابق الذکر دروازہ کو مستحکم کرتا ہے تاکہ اس سے ماقبل الذکر دروازہ کھل سکے اور ذکر خفی دوسرے دروازہ میں داخل کر دیتا ہے اور پھر دونوں دروازے تابناک ہو جاتے ہیں۔

ذکر کیا ہے صوفیوں کے مذہب میں دل اور زبان کا خدا کی یاد میں ملا دینا ہے تاکہ پھر فرق نہ رہے اور یہ نہ معلوم ہو کہ دل اور زبان دو دو چیزیں ہیں۔

اول ہی بار شیخ اپنے دل میں یہ پھیرتا ہے "کوئی خدا نہیں ہے مگر اللہ، اور محمدؐ اس کا برحق نبی ہے" مرید اپنے شیخ کے مقابلہ میں بیٹھا رہتا ہے اس کی آنکھیں اپنے شیخ پر ہوتی ہیں وہ پہچان جاتا ہے کہ شیخ اپنے دل میں یہ پھیر رہا ہے، پھر مرید اپنی آنکھیں بند کرلیتا ہے اور بہت مضبوطی سے اپنا منہ بھینچ لیتا ہے اور اوپر نیچے کے دانت بہت زور سے بند کرلیتا ہے اور اپنی زبان تالو سے لگالیتا ہے پھر اپنا سانس ٹھہرالیتا ہے پھر بڑی قوت سے شیخ کے ذکر میں ہمراہی کرتا ہے اور اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے ذکر کرتا ہے پھر وہ باہستہ سانس لیتا ہے اور کم سے کم ایک سانس میں تین بار مذکورۂ بالا کلمہ کو دھراتا ہے اور آخر نوبت بنوبت اپنے دل کو اس قابل بنالیتا ہے کہ اس پر ذکر کے نقوش ہو جائیں، ذکر کی مداومت خدا کی باجاہ وجلال ذات کا کامل علم دیتی ہے اور اس کی پر نور ذات کی تابانی صاف طور پر عیاں ہو جاتی ہے اور جب اس کی مشق بڑھ جاتی ہے تو جلوت میں بھی (باقی بر صہ ۱۴۳)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایذا کا تو یہ پاس رکھے اور اپنے نفس کی تکلیف کا ذرا بھی خیال نہ ہو، مولانا شہید نے پھر اُس کے آگے اسلام پر وعظ فرمانا شروع کیا اور جن غلطیوں میں وہ مبتلا تھا اسے خوب سمجھایا، قرآن اور حدیث کے منشا کو سمجھایا اور اسے بتایا کہ فطرۃ اللہ کا مقصود کیا ہے، نبی نے ہمیں کونسی راہ بتائی ہے اور ہم کونسی چل رہے ہیں جلال شاہ کی طبیعت پہلے ہی صلاحیت مآب تھی وہ رقیق القلب اور خدا ترس بہت بڑا تھا، شاہ صاحب کا بیان سن کے کانپ گیا اور بصد لجاجت جھرجھری آواز میں یہ کہا، جو کچھ آپ نے ارشاد کیا سب بجا و درست ہے، حقیقت میں اب تک جو کچھ میں نے

(بقیہ صفحہ ۱۴۲) ذاکر کی وہی کیفیت رہتی ہے جو خلوت میں تھی اور پھر اس کو ذکر کامل کہتے ہیں، اگر ذاکر جلوت کو خلوت نہ بنا سکے تو اُسے نہایت کوشش کرنی چاہئیے تاکہ ذاکر کامل بن سکے، دل انسانی ترکیب کا سب سے نازک حصّہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس سے دنیاوی خواہشات کے نقوش دور ہوسکیں اس منزل تک پہنچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے سانس کے سمیٹنے کی مشق بڑھائیں اور اپنے منہ کو بہت مضبوطی سے بند کریں کہ زبان لبوں سے آشنا ہی نہ ہوسکے۔ (پھر شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں) دل کی صورت آگ کے درخت کی مخروطی شکل سے بہت مشابہ ہے جب تم ضمیر سے ذکر کرو گے تو تمہارے استغراق کا اس پر بہت بڑا دباؤ پڑے گا، جب اس کے دباؤ کا پورا اثر ہوگا تو تمام دنیاوی سامان خیال سے محو ہو جائیں گے اور پھر بزبان حال یہ گویا ہوگی۔ شعر:- آنچہ در دنیاست بر آزادگان آمد حرام خاطر جمع است در زیر فلک سامانِ ما۔ جب یہ حالت ہو جائے گی پھر کوئی چیز بھی ذکر کرتے وقت تمہارا دھیان نہ ہٹائے گی اور پھر تم توحید کی حقیقت سمجھ جاؤ گے۔ مخروطی شکل کا دل بائیں جانب آرام کرتا ہے جس میں انسانی نیکیاں بھری پڑی ہیں، تمام انسانی جوہر اس میں مضمر ہیں یہ خدا کی تجلیات کا بازگشت ہے، خدا کی کتاب کے رازوں کا دم بدم اس میں سے چشمہ اُبلتا ہے اور اس میں گرتا ہے یہ ایک آئینہ ہے جس میں انسان اپنی مرتفع بزرگی اور پرشان تمکنت ملاحظہ کرسکتا ہے، جب ذاکر قلب کی ان گوناگون صفات سے پورا آگاہ ہو جاوے گا اس وقت ترک دنیا کے معنی اسے معلوم ہوں گے اور اس کے اصل مفہوم سے اس وقت آگاہ ہوگا وہ حقیقت ذکر ہے اور ذکر کے حقیقی مفہوم کو بھی اسی حالت میں سمجھ سکتا ہے، خاندان چشتیہ ذکر کی نئی صورت قائم کرکے اس میں فوق الفطرۃ صفت کی رنگ آمیزی بھی کرتا ہے۔ عام ذکر خدا کے ایک کم سو ناموں کا ہے جس کی نسبت نبی اکرم نے یقین دلایا ہے، اگر کوئی ان مقدس ناموں کا ذکر کرتا رہے وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا (مشکوٰۃ) اگر ایک کم سو ناموں کے چننے کے لئے تسبیح کا استعمال کرتا رہے جو مشرقی دنیا میں عام طور پر لوگوں (باقی بر صفحہ ۱۴۴)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اسے دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے، میں نے قبور کی زیارت کے لئے سفر کئے، پھولوں کی چادریں قبروں پر چڑھائیں، قبروں کا چڑھاوا طیب مال سمجھ کے لیا، غرض جتنی باتیں شرک و بدعت کی ہوسکیں، سب ہی خوب عقیدت مندانہ وضع میں کیں اور حق یہ ہے کہ اب تک میں ان باتوں کو اصل جانتا تھا۔ شاہ صاحب میری پرورش ہی ایسے لوگوں میں ہوئی ہے کہ میں نے سوائے ان باتوں کے دوسری بات نہیں سُنی اور ہمیشہ اُسی کو برحق جانا لیکن اب مجھے زاری کرنا چاہیئے کیونکہ میں نے اپنے نفس کے ساتھ جو کچھ کیا اس کا جواب دہ تو میں خدا کے آگے ہو

(بقیہ صلا ۱۴۳) کے ہاتھوں میں دکھائی دیتی ہے۔ ذکر کے بابت جو کچھ ابھی بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ تین اور بھی بیان کئے جاتے ہیں وہ تین یہ ہیں، تسبیح، تحمید، تکبیر، تسبیح کا مفہوم خدا کی پاکی بیان کرنے کا ہے جہاں یہ کہا جاتا ہے۔ "سبحان اللہ" یعنی پاکی خدا کے لئے ہو، تحمید خدا کی حمد کرنی ہے مثلاً یہ کہا جاتا ہے "الحمد للہ" "تعریف اللہ کے لئے ہے، تکبیر خدا کی بزرگی ظاہر کرتی ہے مثلاً "اللہ اکبر" "خدا بزرگ ہے اور جب تسبیح اور تحمید ملا کے دہرائی جاتی ہے اس وقت کہا جاتا ہے" سبحان اللہ بحمدہ" اس کا حدیث میں بھی ذکر ہے، چنانچہ نبی اکرم نے فرمایا ہے "جو شخص اس جملہ کو صبح شام سو سو بار پڑھے گا اس کے کل گناہ بخشے جائیں گے" پھر نبی اکرم نے فرمایا ہے "سو بار اس تسبیح کا ذکر کرو خدا تعالیٰ ہزار نیکیاں تمہارے نام کی اپنے دفتر میں درج کرے گا یعنے ایک بار کہنے کے عوض دس نیکیاں ملیں گی۔"

ایک دلچسپ بیان ذکر کرنے کی بابت ڈی بوحین شالی نے اپنی کتاب حالات ترکستان میں تحریر کیا ہے جس کا بیان درج کرنا ہمارے ناظر کتاب کی دلچسپی کا باعث ہوگا، چنانچہ وہ لکھتا ہے جمعرات کی شب کو قریب آٹھ بجے میں اپنے چند دوستوں کی ہمراہی میں ایک مسجد میں گیا، اور ہم سب ایک ہی دفعہ اس مسجد میں چلے گئے، ہم نے دیکھا کہ تیس آدمی جوان بوڑھے قبلہ رو دو زانو بیٹھے ہوئے زور زور کی آواز میں ذکر کر رہے ہیں ان کے اجسام بہت تیزی سے حرکت کرتے جاتے ہیں، ان کے گرد کئی آدمی حلقہ کئے تھے جو اسی طرح سے بآواز بلند ذکر کرتے اور اپنے اجسام کو حرکت دیتے جاتے تھے، ہم سب ایک کونہ میں کھڑے ہو گئے اور بہت غور سے ان کی کارروائی دیکھتے رہے، ذاکروں میں سے کئی آدمیوں نے اپنے اوپر کے کپڑے اور عمامے اتار ڈالے کیونکہ وہ شب گرم بہت تھی وہ لوگ نہایت سرگرمی سے یہ فقرے کہہ رہے تھے۔ میری پناہ خدا ہی کے پاس ہے، خدا ہی کی ذات قابل بزرگی ہو، میرا نور محمدؐ خدا اس پر اپنی برکتیں نازل کرے سوا اس کے کوئی خدا نہیں ہے یہ الفاظ آہستگی میں نصف موسیقی خیز لہجہ میں (باقی برصلا ۱۴۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاؤں گا مگر جب مجھ سے یہ سوال کیا جائے گا جلال شاہ تیری وجہ سے اتنے آدمی بہکے اس کا جواب میں کیا دوں گا۔

یہ کہتا جاتا تھا اور بے اختیار روتا جاتا تھا مگر مولانا شہیدؒ کی جادو بھری تقریر اسے تسکین بخشنے کے لئے کافی تھی، آپ نے توبہ کے مدارج اور پاک دل توبہ کی بزرگی بیان فرمائی اور کہا اگر تو توبہ کرے تو ہم دونوں خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کریں شاید وہ تیرے پہلے گناہ بخش دے یہ وقت جیسا کہ تذکرۂ مشاہیر دہلی (صفحہ ۲۱۱) والا کہتا ہے دو بجے کا وقت تھا، عالم میں

(بقیہ صفحہ ۱۴۴) دہرائے جاتے تھے لیکن اس وقت سر کو بہت زور وشور سے جنبش ہو رہی تھی۔ پہلے وہ اپنے سر کو بائیں کندھے کی طرف پھیر لیتے تھے اور پھر دائیں جانب اور بعد ازاں زور سے دل کی طرف ٹھہکی دیتے تھے۔ یہی الفاظ کئی سو بار دہرائے گئے اور ذکر دو گھنٹے تک جاری رہا پہلے ذاکروں کی آواز دھیمی نکلتی تھی اور رفتہ رفتہ وہ بڑی ہو جاتی تھی یہاں تک کہ پوری تیزی پر آجاتی تھی اور پھر ذاکر تھک جاتے تھے اگر ذاکروں میں کوئی شخص ذکر میں فروگذاشت کرتا تھا مثلاً اس نے آواز قاعدہ کے موافق سب کے برابر نہ نکالی یا اپنے جسم کو تیزی کے ساتھ جنبش نہ دی یا بہ نسبت اور ذاکروں کے کسی بات میں بھی ذرا کمی کی ذاکروں کے دائرہ منتظم نے پہلے تو اس غافل کے سر پر ایک چوٹ لگائی اس چوٹ کھانے پر کیا تو وہ ہوشیار ہو گیا اور یا اس پر بھی وہ غافل رہا تو تھوڑی دیر کے بعد اس دائرہ سے نکال دیا جاتا ہے اور پھر فوراً دوسرے کو اس کی جگہ بلا لیتے ہیں۔

ذاکر رفتہ رفتہ اس قدر شور مچاتے ہیں اور اتنا چیخ چیخ کے روتے ہیں کہ انہیں آخر کار تھوڑی دیر کے لئے آرام لینا پڑتا ہے اور ان کی جگہ فوراً دوسرے ذاکر آجاتے ہیں پہلے ایک شخص دھیمی اور پست آواز سے کہتا ہے وہ زندہ ہے دو دو پہر کتنا آواز بڑھتی جاتی ہے اور سب ساتھ مل کے غل مچاتے ہیں خدا زندہ ہے وہ یہ کہتے وقت اپنے جسم کو جھکا دیتے ہیں اور ان کے ماتھے زمین پر پہنچ جاتے ہیں اس حالت میں ایک کا ہاتھ دوسرے کے کندھے پر ہوتا ہے، اور یوں دائرہ میں ہو کے وہ صحن مسجد کا طواف کرتے ہیں۔ ہر بار جھکتے جاتے ہیں اور بآواز بلند کہتے ہیں اللہ زندہ ہے مگر اس وجد کی حالت میں اور ان کی صورت استغراق یا شغل میں ایک اور بھی خوفناک نظارہ دیکھنے میں آیا جو انتہا درجہ مہیب تھا کہ وہ طبائع کبھی اس کے دیکھنے کی برداشت نہیں کر سکتیں میرے چند ساتھیوں نے مجبور کیا بھئی یہاں سے بہت جلدی چلو ہم سے تو یہ وحشیانہ صورت دیکھی نہیں جاتی مگر میں ایسا سنگ دل تھا کہ یہ مضحکہ خیز اور زیادہ تر وحشی نظارہ دلچسپی سے دیکھ سکتا تھا۔ اس سے زیادہ اور میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ ذاکروں کی حرکتوں سے (باقی بر صفحہ ۱۴۶)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنسانی اپنا دورہ لگا رہی تھی، ذاکر کبھی کے ذکر کرتے کرتے سو گئے تھے۔ سوائے چوکیداروں کی "جاگو جاگو" کی آوازوں اور کوتوال کے گھوڑے کی ٹاپوں کی صداؤں کے اور کچھ نہ سنائی دیتا تھا، نیلی چھت پر تارے چمک رہے تھے جو پاک فرشتوں کی آنکھیں معلوم ہوتی تھیں گویا اہل زمین کو یقین دلا رہے تھے کہ جو اس خاموش خنک شب میں اپنے خداوند حقیقی سے دعا کرے گا اس کی دعا مقبول ہوگی، ایسے پاک اور سہانے وقت میں مولانا شہیدؒ اور جلال شاہ نے مل کے دعا کی یہ وہ دعا تھی جس پر یہ صادق آتا تھا: "اجابت از در حق بہر استقبال می آید" دونوں پاک باز مسلمانوں کی دعا قبول ہوئی، اور ایک گرجتی ہوئی مگر تسکین بخش آواز آسمان سے یہ سنائی دی۔

اے جلال شاہ تیرے گناہ ہم نے معاف کئے اور آج سے تو ہمارے دوستوں میں شمار ہوا۔

یہ آواز سنتے ہی دونوں بیہوش ہوگئے، اور پھر گھنٹہ بھر تک ہوش نہ آیا، جب ہوش میں آئے جلال شاہ نے اپنا دل ربانی جلووں سے بھرا ہوا دیکھا، اور اب وہ اسلام کے سچے پیروان

(بقیہ صفحہ ۱۴۵) پورا جنون برستا تھا اور جتنی باتیں وہ کر رہے تھے جان بوجھ کے کرتے تھے اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنی وحشت کو دم بدم ترقی دیں۔ ہر ذاکر جس وقت خوفناکی سے غل مچاتا تھا اپنے منہ پر کیا تو ایک طرف ہاتھ رکھ کے غل مچاتا تھا تو ان کا یہ غل مچانا محض بے معنی تھا؛ کوئی لفظ وہ تیز آواز میں ایسا نہ پکارتے تھے جو کچھ بھی معنی رکھتا ہو ان کی آوازیں صرف یہ ہوتی تھیں ہی ہو اوخ اوخ بابا، غل مچاتے مچاتے اپنا سینہ پیٹنے لگتے تھے اور پھر بآواز بلند روتے تھے یہ ناچنے والے فقیر قسطنطنیہ اور قاہرہ میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں، اور انہیں یورپین سیاحوں سے کچھ ایسی مناسبت ہوگئی ہے اُدھر انہوں نے دیکھا اور اپنے پاس بلالیا۔ فقط"

یہ جتنی باتیں ہیں سب بے بنیاد اور خلاف اسلام ہیں۔ ہمیں دین کی باتوں میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع بننا چاہیئے، کسی تواریخ اور کسی حدیث میں یہ نہیں پایا جاتا کہ نبی اکرمؐ نے یہ سوانگ کیا ہو، اور حلقہ باندھ کے یوں غل مچا مچا کے عبادت کی ہو، قرآن مجید میں تو اس کا کہیں اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم خواہ مخواہ کھینچ تان کے قرآن مجید کی کسی آیت یا لفظ سے اپنے موافق مطلب نکال لیں لیکن اس کی سند کہاں سے آئے گی۔ پہلی صدی کے اختتام پر ابن اسحاق اور اس سے پہلے زہری نے (باقی بر ۱۴۷)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہو گیا یہ بے نظیر مقبولیت اور یوں آسمانی آواز کا آنا گو ایک فلسفی کے دماغ کو خلجان میں مبتلا کردے گا لیکن جب وہ دلِ باور (قوت تیقن) کی پرزور حالت کو دیکھے گا تو اپنے ذہن میں اس اندازہ کرنے کی اسے سمجھ آجائے گی کہ جب انسانی قلب تمام دنیاوی تعلقات سے پاک اور صاف ہو کے اپنے گزشتہ گناہوں کی ناپاکی سے توبہ کرے گا خود اس کا دل بہت زور سے آواز دے گا کہ خداوند حقیقی کی درگاہ میں تیرے سب گناہ معاف ہوئے، وہ آواز ایسی مغلق اور باریک ہوگی کہ وہ اس کی مسٹری (راز) سے واقف نہ ہو کے خدا کی آواز سنے گا اور حقیقت یہ ہے کہ خدا ہر پاک دل میں بولتا ہے جب اس بات کا یقین کر لیا گیا کہ دل گزرگاہ جلیل اکبر ہے، پھر اس یقین کرنے میں کونسی بات شبہ پیدا کر سکتی ہے کہ دل کی آواز خدا کی آواز نہیں ہے۔

اس کے بعد مولانا شہیدؒ نے جلال شاہ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی اور جب تک فجر کی نماز کا وقت نہ ہُوا، آپ سجدہ میں پڑے رہے، اور خدا کی پاکی زبانِ دل سے بیان فرماتے رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۶) جو تواریخیں لکھیں اور نبیؐ کے سوانح عمری اسلامی دنیا میں گردش لگا لگا کے اور ہر اصحابی سے یا تابعی سے جو اس وقت زندہ تھا دریافت کر کے قلبند کی پھر یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ قرآنی آیت کے گھڑے ہوئے معنے کے آگے ہم تواریخ یا احادیث کو خارج کر دیں گے اسلام میں تو یہاں تک ہے حضرت عمرؓ نے ایسے شخص کو جو خانہ کعبہ میں بیٹھا ہوا ذکر خدا میں مستغرق تھا جھڑکی دی تھی اور فرمایا تھا تیرے بھائی تو یونانیوں سے اپنے بھائی مومن کی خوں بہا طلب کرنے شمشیر بدست گئے ہیں اور تو بآرام وظیفہ بڑبڑا رہا ہے یہ ساری باتیں نہایت ہی مبتذل صورت کی ہیں خدا شاہد ہے اس کا دین ان سب باتوں سے بالکل پاک ہے، اس نے کبھی وحشیانہ طور پر غل مچانے اور دائرہ کر کے ٹھٹھیر بنانے کی اجازت نہیں دی، اس غل وشور اس تکلیف اور اس آفت خیز زہرہ بہار نے بار بار زمین پر جھکنے، کندھے پر ہاتھ رکھنے ایک طرف منہ پر ہاتھ رکھ کے بے انتہا غل مچانے پھر پسینہ پسینہ ہو کے آرام لینے کے لئے ٹھہر جانے سے سوائے توہین اسلام کے اور کیا ہوتا ہے مولانا شہیدؒ کو پہلا نظارہ جو طبیعت میں کھٹکا تھا وہ یہ ہی تھا کہ غیر مذہب والوں کے دل میں مذہب اسلام کی حقارت کا موجب ہو سکتا ہے ۱۲ منہ +

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلال شاہ کا راہ راست پر آنا صوفیوں کے حلقہ میں زبردست تہلکہ کا باعث ہوا اور آخر کا
جتنے اس کے مرید تھے سب نے جلال شاہ کے کہنے سے توبہ استغفار کی۔

یہ بے نظیر کامیابیاں تھیں جو وقتاً فوقتاً مولانا شہیدؒ کو خدا کی تائید سے حاصل ہوتی جاتی تھیں اور یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ کے معمولی الفاظ حد سے زیادہ پر تاثیر تھے جس نے سُنا وہ گرویدہ ہوگیا۔ ہنوز ایسے بھی سخت آدمی موجود تھے جو برابر مخالفت پر تلے ہوئے تھے مگر یہ خوب سمجھنا چاہیئے ان کی مخالفت صرف ضد سے تھی وہ خود جانتے تھے کہ ہم حق پر نہیں ہیں۔ ہمارے اس دعوئے کے ثبوت میں صرف اسی قدر کافی ہے کہ مولوی حاجی قاسم امام عیدگاہ دہلی یہ کہا کرتا تھا بلکہ اس نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا تھا کہ اسمٰعیل جس چیز کو حلال کہے گا میں حرام سمجھوں گا، ان باتوں سے ہر عاقل وذی شعور اس لاانتہا ضد کا اندازہ کر سکتا ہے جو بعض اکابر دہلی مولانا شہیدؒ سے کرتے تھے، اس کے مقابل میں اگر مولانا شہیدؒ کو دیکھا جاتے کہ ان کا برتاؤ اپنے ایسے تلخ تر دشمنوں اور ضدی مخالفوں سے کیسا تھا تو ناظر سخت متعجب ہو کے اُس والا شان ذات کی بزرگی کا اندازہ کرے گا جو فطرت نے مولانا شہیدؒ کے لئے خاص کردی تھی، عید کے دن جب آپ عیدگاہ نماز پڑھنے جانے لگے لوگوں نے آپ سے کہا حاجی قاسم بڑا بدعتی ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنی ناجائز نہیں خیال فرماتے، آپ نے ارشاد کیا جماعت میں تفرقہ ڈالنے والوں پر لعنت آئی ہے۔ ہم تفرقہ مسلمین کے باعث نہ ہوں گے۔ مولوی قاسم بھی ہمارے ہی چچا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے شاگرد ہیں، وہ سب باتیں محض اپنی نفسانیت سے کہتے ہیں اپنے عقیدے سے نہیں کہتے۔

مولانا شہید کی اس اسپرٹ نے آپ میں تاثیر دے دی تھی، آپ کا کلام جیسا فصیح ہوتا تھا اسی قدر پُر درد اور پر تاثیر ہوتا تھا، آپ اسلام کے سچے متبع تھے اور ہر مومن کو یہی چاہیے آپکے ہر کام میں بے شمار اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور افعال مدّ نظر رہتے تھے۔ جہاں تک ہمیں اطلاع ملی ہے مولانا شہیدؒ دین کے معاملہ میں ہرگز نفسانیت کو کام نہ فرماتے تھے گو یہ ہم قبول کرتے ہیں کہ فرائض دین کی انجام دہی میں بعض وقت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت بیتاب ہو جاتے تھے، اور جو شخص مخالفت کرتا تھا اس کے لئے تیغ تیز کا حکم رکھتے تھے۔

آپ کی اصلاح عام تھی نہ امرا کی قید تھی نہ عوام الناس کی، نہ شرفا کی، نہ رذیلوں کی، نہ وضع داروں کی، نہ بدوضع لوگوں کی، اور یہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ انسانی ارذل گروہ میں بھی جن کی طبائع میں صلاحیت کا بیج اُن کے شنیعہ افعال سے مارا جا چکتا ہے، آپ کا پُرتاثیر وعظ وقتاً فوقتاً اپنا جلوہ دکھا دیتا تھا، اور ایسے گمراہ لوگوں کی لوح دل کا مدت کا چڑھا ہوا زنگ مٹا دیتا تھا۔ ایک دلچسپ واقعہ ہمارے ہمعصر مؤرخ نے بیان کیا ہے جس کو ہم یہاں درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتا ہے :۔

"ایک دن کا ذکر ہے مولوی صاحب ممدوح (مراد مولانا شہیدؒ سے ہے) جامع مسجد کی سیڑھیوں پر گدڑی بازار میں کھڑے ہوتے وعظ فرمارہے تھے۔ اس وقت ایک ہیجڑے کے نصیب جو کچھ چمکے وہ بھی مہندی لگائے ہوئے اور ہاتھوں میں چوڑیاں کڑے پاؤں میں چھڑے اور سہانہ جوڑا پہنے ہوئے بغرض تفننِ طبع مولوی صاحب کے روبرو آکھڑا ہوا، اور وعظ سننے لگا، جب اس کے دل پر کچھ اثر ہوا تو حالت محبوبیت میں آپ کے سامنے سیڑھیوں پر بیٹھ گیا، آپ بھی اس کے رنگ ڈھنگ کو دیکھ کے اس طرف متوجہ ہو گئے، اس وقت آپ نے اس کی زنانی ہیئت کی برائی اور مواخذہ الٰہی اور عذاب آخرت کا اس زور شور سے بیان کیا کہ ہیجڑے نے وہیں بیٹھے بیٹھے چوڑیاں توڑ ڈالیں اور اپنا کل زیور اتار ڈالا اور ہاتھ پاؤں سے مہندی کا رنگ چھٹانے کے لئے سیڑھیوں کے پتھروں پر انہیں اس قدر رگڑا کہ تلوے خونا خون ہو گئے، بعد اختتام وعظ کے تائب ہو کے آپ کے خادموں میں داخل ہو گیا، اور آپ کی ہمرکابی میں خراسان وغیرہ کا سفر کیا۔ یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ وعظ کی بے نظیر تاثیر نے دہلی کے مخنث کو ایسا بہادر بنایا کہ اس نے میدان کارزار میں سکھوں کے مقابلہ میں خوب داد مردانگی دی"۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ باتیں زیادہ توجہ اور غور کی محتاج ہیں جس شخص کے وعظ میں یہ تاثیر ہو اس سے ناظر یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن بالکل یکساں تھا اور جو کچھ وہ کرتا تھا صرف خدا کے لئے اس سے نہ اپنی ناموری مطلوب تھی، نہ حصول زر مدعا تھا، نہ کسی کی ضد سے یہ کام کیا جاتا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

سِکھ مذہب اور اُس کا بانی، سکھوں اور مُسلمانوں کا اخلاقی اور ملکی برتاؤ، مولانا شہیدؒ کا سفرِ پنجاب

تھوڑی دیر کے لئے ہم مولانا شہیدؒ کو دہلی میں وعظ فرماتے اور سکھوں کے قابل رحم مظالم کی وقتاً فوقتاً افواہیں سنتے اور ان پر غور کرتا ہوا چھوڑتے ہیں، اور پہلے سکھوں اور مسلمانوں کے ابتدائی وسطی اور موجودہ آخری انیسویں صدی کے برتاؤ کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں کیونکہ آئندہ ہمیں محمدیوں اور سکھوں کے باہمی مجادلہ اور مقاتلہ کی نسبت جس کا سب سے زیادہ پارٹ میدان کارزار میں ایکٹ کرنے کو مولانا شہیدؒ نے پسند فرمایا تھا اور آپ نے اپنی عمر کا بڑا حصّہ سکھوں سے دو دو ہاتھ کرنے میں صرف کر دیا تھا بہت کچھ لکھنا ہے، ناظران خونی اور فانی واقعات سے ہرگز دلچسپی نہیں لے سکتا جب تک اسے سکھوں اور مسلمانوں کے اس باہمی تعلق اور برتاؤ کا حال پورا نہ معلوم ہو جو دونوں گروہ ایک دوسرے کا کہتے تھے، اسی نظر سے میں نے اپنے باب کا ایک بڑا جزو اسی پر قربان کر دیا ہے یہ بیان گویا ایک دروازہ ہوگا جس سے ہم بآسانی محمدیوں اور سکھوں کے جدال وقتال کے میدان میں داخل ہو کے فوراً رائے قائم کر سکیں گے کہ حق پر اور مظلوم کون اور کس کی طرف سے محبت اور کس کی جانب سے عداوت کی بھرمار رہی۔ سکھ مذہب جس نے خدا پرستی اور فقیری سے پیا پیانہ ومنع میں اس وقت اپنا جلوہ دکھایا ہے، ابتدائے پیدائش میں ایک بے گناہ مت تھا۔ اس کا معزز بانی نانک ہوا ہے جو قصبہ تلونڈی میں (جسے اب ننکانہ کہتے ہیں) دریائے راوی کے کناروں پر لاہور کے قریب ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ آدی گرنتھ میں جو سکھوں کے ہاں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک مقدس کتاب ہے صاف طور پر یہ شہادت ملتی ہے کہ سکھوں کے مذہب میں مسلمانوں کے تصوف کے اجزا بہت کشادگی سے پائے جاتے ہیں، گویا یہ کتاب اس روحانی میل وجول اور نزدیک تر رشتہ کا اظہار کرتی ہے جو سکھ مذہب اور اسلام میں ہے۔

ساکھی میں نانک کی نسبت مفصلہ ذیل بیان لکھا ہوا ہے۔ نانک پیدائشی ہندو اور ویدی کھتری مذہب کا تھا اس کا باپ ننکانہ کا جو لاہور کے پڑوس میں واقع ہے پٹواری تھا۔ نانک کو ہوش سنبھالتے ہی فقیروں کی صحبت کی جستجو ہوئی اور وہ تنگی ترشی اور عموماً خیرات پر اپنی زندگی ان میں بسر کرنے لگا۔ پندرہ برس کی عمر میں اس نے اس روپیہ کو خرد برد کر لیا جو اس کے باپ نے اسے تجارت کے لئے دیا تھا، اس نظر سے نانک کے والدین نے اسے اس کے کسی رشتہ دار کے ہاں سلطان پور بھجوا دیا تاکہ وہ اسے روکے اور فقراء کے گروہ میں نہ ملنے دے، اور فقیروں کی محبت اس کے دل سے نیاً منیاً کر دے، نانک کا پہلا کام اپنے نئے گھر میں نواب کی ملازمت حاصل کرنے کا تھا، وہ دولت خاں لودی کی ملازمت میں داخل ہوا جو کچھ اسے ماہانہ ملتا تھا سوائے قلیل مقدار کے سب فقیروں کو دے دیا کرتا، اور اس قلیل مقدار سے بہ تنگی اپنی گزر کرتا۔ بعض وقت اس کے دل میں خوشی کا چشمہ ایسا از خود ابلتا اور اس کو اتنی بلندی حاصل ہوتی کہ نانک اپنی اس حالت کو خدا کی طرف سے سمجھ کے یہ خیال کرتا میں القائے ربانی کی بازگشت بن رہا ہوں، سکھوں کی مذہبی روایت کے بموجب نانک ایک دن منہ ہاتھ دھونے دریا کے کنارہ پر گیا، اور وہ اپنے فرائض عبادت کی انجام دہی کر رہا تھا کہ اسے ہاتھوں ہاتھ بہشت میں معہ جسم پہنچا دیا گیا۔ پھر خدا کے حکم سے اسے امرتا (یعنی آب حیات) کا جام پلایا گیا۔ اور خدا نے فرمایا یہ جام ہمارے نام کا ہے تو اسے پی لے۔ اس پر گرو نانک نے سجدۂ شکر ادا کیا، اور جام امرتا پی لیا۔ خدا نے شفقت فرمائی، اور یہ ارشاد کیا۔ نانک میں تیرے ساتھ ہوں میں نے تجھے خوشی بخشی ہے۔ جو تیرا نام لیگا اُسے بھی خوشی دینے کا میرا ذمہ ہے تو جا میرے نام کی سمرن جپ اور دوسروں سے بھی میرے نام کی سمرن جپوا۔ جا اور دنیا سے محض بے علاقہ اپنی زندگی بسر کر۔ میرے نام پر خیرات دے، طہارت رکھ، میری اطاعت کر اور مجھے یاد رکھ میں نے تجھے اپنا نام دیا ہے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کام کو کر۔

جوں ہی نانک نے بہشت بریں سے دریا کے کنارہ پر قدم رکھا اس کی زبان سے یہ فقرہ سرزد ہوا "نہ ہندو ہے نہ مسلمان" پھر جنم ساکھی والا لکھتا ہے۔ لوگ دولت خاں لودی کے پاس دوڑے ہوئے گئے اور کہا بابا نانک یہ کہہ رہا ہے "نہ ہندو ہے نہ مسلمان ہے" دولت خاں نے جواب دیا اس کی اس توضیع کا کچھ خیال نہ کرو وہ فقیر آدمی ہے، ایک قاضی خان مذکور کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا خان یہ بڑے تعجب کی بات ہے بابا نانک یہ کہتا ہے نہ ہندو ہے نہ مسلمان ہے۔ خان نے اپنے حاضر باش کو بھیجا بابا نانک کو بلا لاوے۔ حاضر باش جب بابا نانک کے پاس پہنچا اور خان کا بلاوا سنایا وہ سنتے ہی یہ کہنے لگا مجھے تیرے خان سے واسطہ ہی کیا ہے۔ حاضر باش نے کہا یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے۔ یہ سن کے نانک نے کچھ جواب نہ دیا، اور جب حاضر باش نے اور کچھ کہا تو اس نے اپنے سابق کے جملہ کو دہرایا کہ نہ ہندو ہے نہ مسلمان ہے، پھر قاضی نے خاں سے کہا اے خان کیا یہ صحیح ہے کہ وہ یہ کہے جائے نہ ہندو ہے نہ مسلمان ہے، خان نے اپنے حاضر باش سے کہا اسے حیلہ کر کے یہاں بلاؤ۔ حاضر باش پھر نانک کے پاس گیا اور کہا خان آپ کو بلاتے ہیں، اور یہ فرماتے ہیں[1]
برائے خدا آپ اپنی زیارت سے مجھے فیضیاب کیجئے، یہ سن کے گرونانک نے کہا میرا آقا مجھے بلاتا ہے اب میں چلتا ہوں اور اس کی خدمت کا شرف حاصل کرتا ہوں، یہ کہہ کے اپنی جریب گردن پر رکھی اور خان [illegible] خدمت میں حاضر ہوا۔ خان نے صورت دیکھتے ہی کہا، خدا کے لئے نانک اپنی گردن سے اس جریب کے حلقہ کو نکال لے اور اپنی کمر میں لپیٹ لے تو ایک نیک فقیر ہے، یہ سنتے ہی گرونانک نے اپنی گردن میں سے حلقہ کی ہوئی جریب نکال

---

[1] اس تحریر کو دیکھ کے ناظر مسلمانوں کی انسانیت رحم دلی، سنجیدگی اور اہل ہنود کے ساتھ خلیقانہ برتاؤ اور حق کی طرفداری کرنے کا پورا اندازہ کرے گا اسے معلوم ہوگا کہ متعصب مؤرخوں نے جو یک طرفہ الزامات مسلمانوں پر قائم کئے ہیں وہ کس قدر لغو اور بے بنیاد ہیں۔ خاں کا اپنے ملازم ہندو کی قاضی کے مقابلہ میں یوں امید کرنا اور اس کی ہر ہر بات کو حق سمجھنا اہل ہنود کے لئے عموماً اور سکھوں کے لئے خصوصاً کتنی توجہ کا محتاج ہے خان نے ان کے گرو کی کیسی تعظیم کی اور اس کے ہر قول پر صداقت کی شہادت دی اور پھر سکھ مسلمانوں سے یوں تعصب کریں شرم شرم شرم ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لی اور اپنی کمر پر اُسے حلقہ دے لیا۔ خان نے کہا، اے نانک یہ میری بدقسمتی ہے کہ میرا مودی فقیر ہو گیا۔ پھر خان نے گرو نانک کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا قاضی اگر تو کوئی بات دریافت کرنا چاہتا ہے تو دریافت کر لے ورنہ پھر یہ ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالے گا، قاضی نے مجبانہ طور پر مسکرا کے کہا، نانک اس کہنے سے تیرا کیا مطلب ہے کہ نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان ہے نانک نے جواب دیا جب کوئی مسلمان ہو جاتا ہے یہ بڑی مشکل ہے کہ اُسے اُس وقت مسلمان کہہ سکیں، سب سے پہلے وہ اپنا مذہب ایسا شیریں بناتا ہے تاکہ اس سے مسلمان کی دولت کا صفایا بولے اور جب وہ مضبوط ہو جاتا ہے اس کا مذہب اس طرح اسے موت اور زندگی کے بھنور میں پھنسا کے اختتام پر پہنچا دیتا ہے۔ یہ سنتے ہی قاضی سخت متعجب ہوا، خان نے نانک کے اس جواب پر کہا۔

قاضی نانک کے قول میں بظاہر کوئی غلطی نہیں معلوم ہوتی، اسی اثنار میں ظہر کا وقت آگیا سب مسجد میں نماز پڑھنے گئے، نانک بھی ان کے ساتھ چلا گیا۔

نانک نے پھر اپنی فوق الفطرۃ قوت سے قاضی کے خیالات کے اندازہ کرنے میں استدلال کیا۔ پھر قاضی آیا اور پیروں کے بَل گر پڑا، اور اس نے یہ کہا تعجب تعجب یہ خدا کی مہربانی ہے۔ اب قاضی کو یقین آیا اور نانک نے اس پر یہ جملہ کہا سچا مسلمان اپنے کو بے لوث بناتا ہے، اس میں راست بازی، صبر اور صداقت قولی ہوتی ہے جو کچھ قائم ہے اس میں کسی کو مضرت نہیں پہنچاتا اور جو کچھ مردہ ہے اس کو نہیں کھاتا، اے نانک ایسا ہی مسلمان سیدھا جنت میں جاتا ہے، جب نانک نے یہ فقرے ابیات میں پڑھے سید شیخ کے لڑکے قاضی مفتی خان سخت متحیر ہوئے۔ خان نے بعد ازاں کہا، قاضی نانک نے جو کچھ کہا وہ صحیح ہے اب اس سے زاید سوال کرنے غلطی ہے، جس طرف بابا نانک نے دیکھا جماعت کی جماعت نے اسے جھک جھک کے سلام کیا۔ اس کے بعد بابا نانک نے پھر چند ابیات پڑھیں، یہ سنتے ہی خان آیا اور بابا نانک کے قدموں پر گر پڑا۔ اس وقت جتنے ہندو مسلمان بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا بابا نانک میں خدا بول رہا ہے (از نسخہ انڈیا آفس ۳۶۔ ۴۱ ورق تک) یہ بیان تو انڈیا آفس ۱۷۳۳ء کے نسخہ سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا گیا ہے لیکن جنم ساکھی والا جس کا رواج پنجاب میں بہت ہے اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے جب خان نے نانک سے یہ کہا میرے بلانے پر بھی تو نہیں آیا، اس وقت آخرالذکر نے جواب دیا، سُن او نواب جب میں تیرا ملازم تھا تیرے پاس آیا اب میں خدا کا نوکر ہوں، نواب نے کہا صاحب اگر آپ خدا کے ملازم ہو گئے ہیں تو آیئے اور میرے ساتھ نواج (نماز) پڑھیے۔ یہ جمعہ کا دن تھا نانک نے کہا چلیے صاحب خان قاضی اور نانک کولے کے جامع مسجد میں آیا اور بہت سے آدمی ساتھ تھے جو لوگ مسجد میں تھے انہوں نے یہ کہنا شروع کیا آج نانک مسلمان ہو گیا ہے، اس سے سلطان پور کے ؛ روؤں میں کھلبلی مچ گئی، جے رام نہایت غمگینی سے واپس گھر آیا۔ نانکی نے جب اپنے خاوند کو افسردہ دل دیکھا تو دریافت کیا وجہ کیا ہے آج غمگین معلوم ہوتے ہو جے رام نے کہا، سُن اے بندۂ خدا تیرے بھائی نانک نے کیا کیا وہ نواب کے ساتھ جامع مسجد میں نماز پڑھنے چلا گیا ہے، شہر کے ہندو مسلمانوں میں یہ غل مچ رہا ہے نانک آج ترک (مسلمان) ہو گا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نانک کے دل میں اسلام نے کیسا زبردست گھر کر رکھا تھا حقیقت میں وہ مسلمان تھا لیکن صوفی مسلمان تھا۔ ہندوؤں میں بھی مل جاتا تھا اور نماز بھی پڑھ لیتا تھا، اس نے کبھی دین اسلام کی توہین نہیں کی بلکہ ہمیشہ وہ بڑے بڑے مسلمان کاملوں کی صحبت سے بہت کچھ فیض اٹھاتا رہا۔

پانی پت چلا گیا یہاں وہ شیخ نظیر سے ملا جس نے نانک کی صورت دیکھتے ہی کہا "السلام علیکم" نانک نے جواب دیا وعلیکم السلام (از نسخہ انڈیا آفس) پانی پت سے نانک دہلی چلا آیا اور یہاں لوگوں نے ابراہیم لودھی کی خدمت میں حاضر کیا۔ ابراہیم نے بھی نانک کی فقیروں کی طرح توقیر کی، مردانا نے جو وہیں نانک کے قریب موجود تھا یہ دریافت کیا "نانک کیا خدا ایک ہے" نانک نے دلیری اور مضبوطی سے جواب دیا "ہاں خدا ایک ہے ہندو مسلمان کے خدا میں کوئی فرق نہیں ہے" دہلی سے نانک بنارس چلا گیا اور یہاں اول ہی ملاقات پنڈت ستوداس سے ہوئی، اس نے رام رام کیا، نانک نے ویسا ہی جواب دیا پھر وہ پنڈت بھی کچھ اعتراضوں کے بعد نانک کا چیلا ہو گیا۔ بعد ازاں نانک نے جوگیوں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھتریوں، جادوگروں، جادوگرنیوں کو اپنا چیلا بنایا۔ اس کے بعد نانک کی شیخ فرید مشہور معروف صوفی سے ملاقات ہوئی اور باہم دونوں کی ایسی دوستی بڑھی کہ گھڑی بھر بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے۔ دونوں نے ساتھ مل کے سفر کیا اور بکثرت لوگوں کو اپنا مرید بنایا، یہ بھی بیان کیا گیا ہے نانک جب پٹن پہنچا ہے تو شیخ ابراہیم مشہور صوفی سے ملا اس متبرک شیخ کی صحبت سے بھی نانک نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ اسی اثنا میں نانک بہت سے قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کے بابر کے دربار میں حاضر ہوا، بابر نے فقیر سمجھ کے اسے رہا کر دیا، اور اس پر عنایات شاہی مبذول کیں۔ رہائی کے بعد نانک میاں میتھا سے ملا اس نے قرآن کی بابت سوال کیا۔ نانک نے کہا قرآن کلام ربانی اور سچا ہے۔ اس سننے سے میاں میتھا بھی مرید بن گیا۔ نانک پھر ملتان میں مخدوم بہاؤالدین سے ملا جو ملتانیوں کا مشہور پیر تھا۔ یہ بالکل صحیح ہے گرو نانک ناتعلیم یافتہ شخص تھا مگر مسلمان صوفیوں کی صحبت سے نبیؐ کو برحق اور خدا کو ایک سمجھنے کی عقل آگئی تھی، گرو ارجن جو نانک کا چوتھا جانشین تھا اسی سے لکھنے پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے گویا وہ ہی لکھا پڑھا تھا۔

گرو ارجن سے سکھوں کی سپاہیانہ تاریخ اور اسلام کے ساتھ متواتر بغاوتیں شروع ہوتی ہیں، اپنے گرو کے فقیرانہ لباس اور صلح کل مذہب کو اس نے سخت حقارت کی نظر سے دیکھا اور بہت جلد اپنے معتقدوں کی حالت بدل دی، انہیں سپاہیانہ کپڑے پہنائے، اور فنون سپہ گری کے سیکھنے کی ترغیب دی۔ اس نے پھر فوج بھی جمع کر لی، اور اب چھوٹی چھوٹی مسلمان بستیوں پر اندھیرے اجالے محض خدا واسطے چھاپے مارنے لگا۔ شہنشاہ دہلی نے بلوائیوں کے گرفتار کرنے کا حکم دے دیا، اور وہ سب پکڑے ہوئے معہ گرو دہلی لائے گئے۔ یہ صاف نہیں معلوم[1] ہوتا آیا شہنشاہ دہلی گرو کی مرگ کا باعث ہوا تھا، یا خودکشی کر کے گرو جی خود بیکنٹ تشریف لے گئے۔

اس کے بعد ہرگووند جانشین ہوا اس نے فوج جمع کر کے بے گناہ بہت سے بے بس مسلمانوں کو صرف اس جرم میں کہ تم ہی میرے باپ کی گرفتاری کے باعث ہوئے قتل کر ڈالا

---

[1] ہیو جنیز ڈکشنری اور اسلام صفحہ ۵۹۲۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر شہنشاہ کے خوف سے اس نے جہانگیر کے دربار میں رسالہ میں نوکری کرلی، مگر اس کی فساد انگیز طبیعت نے اُسے چین نہ لینے دیا اور آخر کار وہ قزاقی کا پیشہ کرنے لگا۔ اب سکھوں میں فقیری کی ذرا بھی بو باس نہ رہی، انہوں نے مسلمانوں کو ستانا، حکام سے لڑنا مسلمانوں کے گاؤں میں آگ لگانا اپنا پیشہ کرلیا۔

ہررائے اس کے بعد اپنے دادا کی جگہ پر متمکن ہوا، کیونکہ ہرگووند نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹوں کو نالائق کرکے خارج الارث کردیا تھا۔ ہررائے دارا شکوہ کی طرف سے عالمگیر سے خوب لڑا لیکن جب دارا شکوہ کو شکست فاش ملی تو عالمگیر کی خدمت میں معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوا۔ عالمگیر نے نہایت مہربانی کی اور اس کا قصور معاف کردیا، یہ اورنگ زیب کی انتہا درجہ کی رحیمی خلیقانہ برتاؤ، انصاف پسندی اور غیر اقوام کے ساتھ شریک آنے کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

ہرکشن ہررائے کا چھوٹا بیٹا تھا، اس کی جانشینی کے زمانہ میں کوئی مشہور واقعہ کا وقوع نہیں ہوا۔ اورنگ زیب نے اسے دہلی بلا کے شاہانہ نوازشات اس پر مبذول کیں، مگر بدقسمت گرو چند روز کے بعد عارضہ چیچک میں مبتلا ہو کے فوت ہوگیا۔ یہاں گرو بننے کا خاتمہ ہی ہوگیا کیونکہ بدنصیب نوجوان ایسا کمزور تھا کہ گرو نامزد کرنے اور اپنا جانشین بنانے کی اس میں قوت ہی نہ تھی۔ محض اس نے مرتے وقت اس امر کا نشان دیا کہ آئندہ گرو بکالا میں ملے گا جو انندپور کے نزدیک ایک ضلع ہے۔

تیغ بہادر جو بکالا میں رہتا تھا ہرگووند کا بیٹا تھا۔ اور اپنے باپ کی ناراضگی اور اس کی ہررائے کی طرف توجہ ہونے کی وجہ سے علیحدہ اپنی زندگی بسر کرتا تھا وہ فطرتی طور پر دوراندیش شخص تھا، اور جنگ آور سکھوں پر کمانڈر بننے کی نازک حالت حاصل کرنے کی طرف خصوصیت سے متوجہ نہ تھا، اورنگ زیب سکھوں کے بے پایاں جوش کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اس کا ارادہ تھا اگر یہ ذرا سر اُٹھائیں تو انہیں پوری تادیب دی جائے۔

تیغ بہادر شمالی ہند میں آنند کے تار بجاتا پھرتا تھا۔ سردار اٹر سنگھ نے اس کے سفر کا حال پنجابی سے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو سکھ طلبہ کے لئے خصوصاً دلچسپی کا باعث ہے۔ اس کتاب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ لکھا ہوا ہے ہندو مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت گرو کو چرانے گئی لیکن آخری لوٹ مسلمانوں کو پشیمانی ہوئی، اُنہوں نے دیکھتے ہی کہا تیغ بہادر تو نبی[1] ہے۔ سیوا رام میں پہنچکر گرو کی ایک سید سے ملاقات ہوئی جو سر یہ درخت کے نیچے جہاں گرو نانک نے وفات پائی تھی بیٹھا ہوا تھا۔ سید نے تیغ بہادر کی صورت دیکھتے ہی نہایت ادب سے اسے سلام کیا اور کہا، مجھے آپ کی ربانی صورت دیکھ کے متحقق شادمانی حاصل ہوئی ہے[2]۔ شرف الدین نے جو پٹیالہ کے قریب رہتا تھا، تیغ بہادر کی اپنے قصبہ میں داخل ہونے پر بہت بڑی خاطر و مدارات کی، مسلمانوں نے اُسے تحفے تحائف بھیجے، اور اس کے ملنے کے لئے غول کے غول آئے۔ اس کا سفرنامہ میں خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے کہ تیغ بہادر کی آنکھیں ایک مسجد پر پڑیں شرف الدین کی زبان سے بے اختیاری میں یہ سرزد ہوا[3] یہ خدا کا گھر ہے۔ یہ تحقیق امر ہے کہ پاک اور راسخ الاعتقاد مسلمانوں نے تیغ بہادر کی حد سے زیادہ خاطر اور عزت کی، اس کے مقابل میں گرو مسلمانوں کے خلاف سخت اور تند دشمنی رکھتا تھا اور اپنی معاندانہ کارروائیوں میں چوکتا نہ تھا۔ اس سفرنامہ کے صفحہ ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۶، ۱۶۹، ۵۸، ۵۷، ۴۹، ۵۴ میں اسی قسم کی دلچسپ روایتوں کا ایک انبار لگا ہوا ہے لیکن میں زیادہ نقل کر کے اپنے ناظر کا فضول وقت نہ لوں گا صرف اسی قدر لکھ دینا کافی ہے کہ تیغ بہادر نے جہاں تک اس سے ہو سکا مسلمانوں سے قتل و غارت کرنے میں دلچسپی حاصل کی اور وہ خوش اعتقاد مسلمان جو اس کی انتہا درجہ کی عزت کرتے تھے، ان ہی کو بلا سبب ستانا اور وقت بے وقت قتل کرنا شروع کیا جب اس کی زیادہ شہرت ہوئی تو دربار دہلی کی خون آلودہ انتقامی نظریں سکھوں پر پڑنے لگیں ہرچند پہلے دربار دہلی نے طرح دی اور اوپری طور پر سکھوں اور ان کے گرو کو سمجھایا لیکن جب یہ باز نہ آئے اور اُنہوں نے اپنا قصائی پنے کا پیشہ نہ چھوڑا تو جنگی پولیس کو دربار دہلی نے تیغ بہادر کی گرفتاری کا حکم دیا، پولیس نے نہایت پھرتی سے اُسے گرفتار کر کے دربار میں حاضر کیا، دربار کی طرف سے مذہب اسلام کی دعوت کی گئی، تیغ بہادر نے ناتراشیدہ پنے سے اس کا جواب دیا آخر وہ عمری قیدی کر دیا گیا اور ایک سکھ ہی نے قید خانہ میں تیغ بہادر کی گردن

---

[1] سفرنامہ گرو تیغ بہادر صفحہ ۴ [2] سفرنامہ گرو تیغ بہادر صفحہ ۲۹ [3] ایضاً ۲ [4] ہوجیز کشنری آف اسلام صفحہ ۵۹۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کے حکم سے اڑادی۔

گووند سنگھ دسواں گرو تھا جو اپنے باپ تیغ بہادر کی گدی پر بیٹھا اس کی عمر صرف پندرہ برس کی تھی، ہندوؤں کے گروہ میں اس کی پرورش ہوئی تھی۔ اور اس پر ہندو مذہب کا ایسا زبردست اثر پڑا تھا کہ درگا پوجا کرنی اپنا دین و ایمان خیال کرتا تھا۔ یہاں سے سکھوں کو گووند سنگھ نے مسلمانوں سے بالکل علیحدہ کر لیا۔ سکھ سوسائٹی میں اُس نے بہت سے تغیر و تبدل کئے۔ ان میں خاص تبدیلی خالصہ کا قائم ہونا تھا جس کی وجہ سے ایک نئی پیدا ہونے والی روح سکھوں کے تنوں میں پھونک دی گئی اور اُنہیں بالکل بصورت فوج بنا دیا گیا، اور ہر نام کے ساتھ سنگھ کا لفظ جس کے معنے شیر کے ہیں داخل کیا۔ اس نے ہر مذہب کا آدمی اپنے لشکر میں بھرتی کرنا شروع کیا اور بہ نسبت مذہبی نگہداشت کے جنگی تہذیب اور شائستگی کی طرف زیادہ رجوع ہوا، جو لوگ گرو نانک کو اپنا سچا گرو یا پیشوا مانتے تھے اور جو اس کے سچے اصول پر چلنا اپنا سبب فخر یا نجات سمجھتے تھے، انہوں نے سخت حقارت کی نظر سے گووند سنگھ سے علیحدگی اختیار کی اور اپنے نام کے ساتھ سنگھ کا لفظ ملانا نہایت خلاف اور نازیبا دیکھ گووند سنگھ نے عزم بالجزم سے بغاوت کا جھنڈا مسلمانوں کے خلاف بلند کیا اور بڑی خونریزی سے مسلمانوں سے جنگ کرنے لگا، قدرتی طور پر بے گناہ مسلمانوں کی طرف سے ایسا برافروختہ تھا کہ اس نے اس سکھ کے لئے جرمانہ پچیس روپیہ کا مقرر کیا جو مسلمان اولیاء کی قبر کو سلام کرے اس تاریخ سے سکھوں کی انتہا درجہ کا معاندانہ خیال مسلمانوں کی طرف سے شروع ہوتا ہے ان کی تلخ تر دشمنی کی حد ہو چکی تھی اور وہ خدا واسطہ مسلمانوں کے خون کے پیاسے بن گئے تھے، گرو کے آخر زمانہ میں اس جرمانہ کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی، لیکن اس کا تصفیہ بیڑا ۱۲۵ روپے پر جا کے ٹھہرا[۱]۔ گرو نانک کے زمانہ کی مذہبی آزادی کی روح کا تو کبھی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ایک اصول بھی ایسا نہ رہا تھا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ سکھ نانک کے خیالات یا اعمال کی تقلید کرتے ہیں۔ مگر ہاں آخری دنوں میں گرو کی طرف سے یہ اصول مذہبی قرار دے دیا گیا تھا، اصلی سکھ وہ ہے جو مسلمانوں سے ہمیشہ جنگ کرنے اور اُن سے مُنہ بمُنہ لڑنے اور

---

[۱] سفرنامہ تیغ بہادر صفحہ ۷۹،۱۳۰۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں قتل کرنے میں اپنی زندگی بسر کرے مفسد اور متمرد راج کے بعد گرو گووند سنگھ کا ایک پٹھان نے پیٹ میں چھری گھنگول کے فیصلہ کر دیا۔ اس نے مرتے وقت اپنا جانشین نامزد کرنے سے انکار کیا، اور اپنے پیروان سے کہا آئندہ تمہارا کوئی گرو نہ ہوگا صرف گرنتھ صاحب یعنے کتاب کا لارڈ تمہاری حالت اور صورت میں رہنمائی کرے گا۔

مذہب سکھ اس کے بانی اور سکھوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی یہ مختصر کیفیت ہے جس کا خلاصہ زیادہ تر سکھوں کی مستند مذہبی کتابوں سے کیا گیا ہے۔ ہم اس پر کچھ رائے زنی نہیں کرنا چاہتے صرف اسی قدر لکھنا کافی ہوگا ناظر جب غور سے پڑھے گا خود اندازہ کرلے گا کہ ابتدا سے مسلمانوں نے سکھوں کے گرو کے ساتھ کیا کیا نیک سلوک کئے اور سکھوں نے اس کے مقابل میں مسلمانوں کے ساتھ کیسی نازیبا کارروائیاں کیں، یہ انصاف ہر مذہب کے ناظر پر چھوڑا جاتا ہے۔ اب ہم پھر اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور مولانا شہیدؒ کے سفر پنجاب کے متعلق کچھ تازہ حالات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جس زمانہ میں مولانا شہیدؒ دہلی میں بدعت و شرک کی اصلاح کر رہے تھے، اور آپ نے ایک تازہ روح مسلمانوں کے مُردہ تنوں میں پھونکنے کا بیڑا اٹھا لیا تھا، پنجاب میں رنجیت سنگھ حکومت کرتا تھا، اس کی سلطنت میں مسلمانوں کی جو کچھ ناگفتہ بہ کیفیت تھی وہ قابل ماتم ہے جس کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، بعض پنجابی چونکہ مولانا شہید رحؒ کے بہت معتقد ہو گئے تھے، اس لئے آپ کو سکھوں کے قابل رحم اور مذہب اسلام میں دست اندازی کی خبریں پے درپے آرہی تھیں جب آپ سُنتے سُنتے دِق ہو گئے تو آپ نے مصمم ارادہ کیا کہ پہلے بذات خود اس امر کی تحقیق کرنی چاہیئے اور پھر اس کا تدارک کرنا زیبا ہے۔

مولانا شہیدؒ نے اپنے خاص معتمد شاگردوں سے اپنے سفر کا ذکر کیا، انہوں نے ہمراہ چلنے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور فرمایا میں تنہا ہی جاؤں گا میں ایک نفس کو بھی ساتھ لے جانا نہیں چاہتا۔ صرف تمہیں اطلاع دینے سے یہ غرض ہے کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا، اور اگر تم سے کوئی دریافت کرے تو یہ کہہ دینا اپنے کسی کام کے لئے

لے سکھاں دی راج دیدی تھی آسفوہ ۹، ۲۰

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الہ آباد گئے ہوئے ہیں، اس میں تمہیں جھوٹ بھی بولنا نہ پڑے گا اور سائل کی تسکین بھی ہو جائے گی۔

ہمیں صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے آپ پا پیادہ بھیس بدل کے عازم پنجاب ہوئے پہلے آپ انبالہ پہنچے یہاں اپنی مطلب برآری زیادہ نہ دیکھی۔ پھر آپ سیدھے امرتسر روانہ ہوئے ہاں یہاں کے مسلمانوں کی فلاکت زدہ حالت کا تہرناک نظارہ قابل دید تھا۔ علاوہ ان تشدد اور سختیوں کے جو اسلام اور مسلمانوں سے برتی جاتی تھیں، مسلمانوں کا کامل بت پرست بنتا تھا، یہاں تک کہ پیروں اور شہیدوں کی نماز ہونے لگی تھی، پیر غیب کے نام پر بہت زور شور سے روزے رکھے جاتے تھے۔ کہیں شیخ فرید کو مشکل کشا یا خدا یا نبی (معاذ اللہ) اور خبر نہیں کیا کیا تسلیم کیا جاتا تھا۔ کہیں سید احمد کبیر کو اپنا نجات دہندہ مانا جاتا تھا۔ ایک عجیب طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ کوئی گھر ایسا مشکل سے ہوگا جس میں کسی پیر شہید کی کوئی قبر نہ ہو اور اس پر کھلم کھلا سجدے نہ ہوتے ہوں، قرآن نہ کوئی پڑھتا تھا اور نہ اس کے معنے سمجھنے کا کسی کو علم تھا نہ ملا نہ واعظ نہ قاضی نہ مفتی غرض سوائے گنڈے تعویذ والوں کے دُور دُور کوئی نظر نہ آتا تھا، خدا اور نبی کو بیچ مچ سب نے بھلا دیا تھا اور ان کے مقابل میں فرضی پیروں کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کر لیا گیا تھا، بچہ بچہ اپنے کو صوفی کہنا اپنا فخر جانتا تھا اور جتنے گروہ صوفیوں[1] کے دنیا

[1] یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ صوفیوں کے متعلق اصول قرآن اور احادیث کے روشن اصول سے کہاں تک مطابق ہیں اگر باہم متضاد ہیں تو کن مسائل میں اختلاف ہے۔ میں اس پر بحث کرنے کی تکلیف برداشت نہ کروں گا صرف بزرگ تر صوفیوں کے اصول اور ان کے مختلف گروہوں کا تذکرہ کر کے ناظر کے انصاف پر اس کا فیصلہ چھوڑتا ہوں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زندگی میں اس مذہب کی بنیاد پڑ چکی تھی اور اس مذہب کے بانی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہوئے ہیں مگر کوئی اسلامی تواریخ مثلاً ابن اسحٰق، ابن ہشام، مدائنی، واقدی، طبری وغیرہ جو ابتدائے زمانہ کی تاریخیں ہیں اس امر کی شہادت نہیں دیتیں کہ ہم کس بات سے حضرت علی کو صوفی گردانیں، لیکن محققوں کی تحقیقات کے بموجب اس قدر معلوم ہوا ہے کہ تصوف ہندوؤں کے ویدانت اور کسی قدر مسیحی اصول سے لیا گیا ہے یونانی حکماء کی قدیم کتابوں میں بھی اس مذہب کا پتہ لگتا ہے۔ سر ولیم جانسن نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ افلاطون نے دانایان مشرقیہ سے علم تصوف سیکھا ہے۔ بایں ہمہ اس مذہب میں اسلام کی زبردست شان معلوم ہوتی (باقی بر ۱۶۲)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آباد ہوں گے شاید سب ہی وہاں موجود ہوں تو عجب نہیں یہ تو مسلمانوں کے عقائد کی کیفیت تھی لیکن ان کے خلاف سکھوں کا برتاؤ اور بھی زہرہ شق کرنے والا تھا ۔ فی صدی دس مسجدیں سکھوں کے قبضہ میں تھیں اور ان مسجدوں میں یا تو گھوڑے بندھتے تھے یا سکھوں کے دفتر تھے ۔ قطعاً حکم دے دیا گیا تھا کہ کوئی شخص اذان بلند آواز سے نہ کہے ۔ بلکہ اس خاموشی سے اذان کہے کہ اس کا دوسرا بازو بمشکل سُن سکے ۔ چنانچہ اس زمانہ تک جموں وغیرہ شہروں میں اذان اسی طرح ہوتی

(بقیہ صد ۱۶۱) ہوتی ہے ، صوفیوں کی بیشمار قسمیں ہیں لیکن بلا لحاظ ادنئے فرقوں کے صوفیوں کی دو بڑی بڑی قسمیں ہیں ایک گروہ الہامیہ کہلاتا ہے اور دوسرا اتحادیہ ۔

صوفیوں کے مجمل اصول یہ ہیں :- (۱) خدا زندہ توانا ہے ، وہ ہر چیز میں ہے ، اور اس میں سب چیزیں ہیں ۔

(۲) تمام ظاہری اور چھپی ہوئی مخلوق اسی کی ذات سے نکلی ہے اور ان میں اپنے خالق سے کوئی اصلی فرق نہیں ہے ۔

(۳) مذاہب اختلافات کے اسباب ہیں وہ مگر نفس الامر کی طرف رہنمائی کرتے ہیں بعض اس مطلب کے لئے بہت ہی زیادہ مفید ہیں مثلاً اسلام جس کا سچا فلسفہ تصوف ہے ۔

(۴) نیک اور بد میں کوئی بھی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں خدا ہی کی ذات سے نکلی ہیں اور خدا انسانی افعال کا سچا اصلی خالق ہے ۔

(۵) یہ خدا ہے جو انسان کی مرضی قائم اور مستحکم کرتا ہے اس لئے انسان اپنے افعال میں آزاد نہیں ہے ۔

(۶) روح جسم سے پہلے بھی زندہ تھے اور آخر الذکر کے پنجرہ میں بعد ازاں بند کر دی جاتی ہے ، اس لئے موت صوفی کی خواہشات کا خاص مدعا ہوتی ہے یہ اس لئے ہے کہ وہ الوہیت کے سینہ میں چلا جاتا ہے ۔

(۷) اگر کوئی روح ایک جسم میں اپنی پاکی اور تقدس کے مدارج اعلیٰ طے نہیں کر لیتی تو اُسے پھر تناسخ کی رُو سے دنیا میں آنا پڑتا ہے اور پھر اپنی حالت درست کر کے وہ خدا کی ذات کے ساتھ مل جاتی ہے ۔

(۸) خدا کی بغیر توفیق کے جس کو صوفی فضل اللہ کہتے ہیں کوئی روح اس کی ذات میں نہیں مل سکتی لیکن پھر بھی روح خدا کی ذات میں سرگرمانہ طور پر اس سے اجازت لے کے مل سکتی تھی ۔

(۹) صوفی کا اپنی دنیاوی زندگی میں وحدانیت میں استغراق رکھنا فرض ہے ۔ خدا کا ذکر کرتا رہے اور طریقت میں برابر ترقی کناں رہے ۔ یہاں تک کہ اُسے سب سے برتر ذات سے وصل نصیب ہو جائے ۔ (باقی بر صد ۱۶۳)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بقیہ رکو قربانی کرنے کے قوانین بھی بہت سخت تھے۔ بعض اضلاع میں جاہل سکھ مسلمانوں کو بکرا ذبح کرتے وقت مجبور کرتے تھے کہ بجائے اللہ اکبر کے گرو نانک کا نام لو اور انہیں اپنی جانوں کے خوف سے کرنا پڑتا تھا۔ ریاست میں بڑے چھوٹے عہدے ملنا تو درکنار یہ کہنا غضب تھا کہ کوئی مسلمان مسجد کے کواڑ کھول کے نماز نہ پڑھ سکتا، اور اگر کسی ناواقف نے ایسا کیا بھی اسے راستے چلتا سکھ پیچھے سے دھکا دے کے الٹ دیا کرتا تھا، معمولی جھگڑوں

(بقیہ صفحہ ۱۶۲) **سفر صوفی**:۔ انسانی زندگی ہو بہو سفر کی مشابہ ہے جو مسافر خدا کی تلاش میں سفر کرتا ہے اسے سالک کہتے ہیں، سالک کا بہت بڑا کام یہ ہے کہ علم خدا یعنی معرفت حاصل کرنے میں جو تمام اشیاء کے تنوں میں چھپی ہوئی ہے اپنی جان لڑا دے۔ کیونکہ انسان کی روح اپنے خالق سے راندہ ہے، اور انسانی زندگی روح کی اپنے خالق سے جلاوطن ہونے کے باعث سے ہے چاہیئے روح کو ہم منزل بمنزل ارتفاع پر چڑھاتے چلے جائیں یہاں تک کہ اس کا وصل خدا کی ذات کے ساتھ ہو جائے۔ ہر انسانی مخلوق کی فطرت ناسوت ہے جس حالت میں مرید کو ضرور قانون شریعت دیکھنا چاہیئے، لیکن جبکہ یہ انسانی زندگی کا ادنے درجہ ہے اس کی تکمیل جستجو کرنے والے کی کوشش پر منحصر ہے

صوفی مصنفوں نے مختلف منازل کا مختلف طور پر ذکر کیا ہے، لیکن ہندی اور ایرانی صوفیوں میں (ملکم کی تحریر کے مطابق) مفصلہ ذیل مدارج یا معمولی سفر یہ ہے (پہلی اسٹیج منزل) جو ہم نے ابھی بیان کی ناسوت ہے جس میں مرید کو ضرور قانون شریعت کے مطابق رہنا چاہیئے، اور مذہب اسلام تمام اصول، ارکان طرق ادا کرنے واجب ہیں، دوسری اسٹیج ملکوت کہلاتی ہے کیونکہ یہ طریقت کا ایک راستہ ہے تیسری اسٹیج قوت جبروت پر قبضہ پانا ہے اُسی کے ساتھ معرفت کا پورا علم ہے۔ چوتھی اسٹیج یا منزل فنائی اللہ کی ہے جس کی وجہ سے حقیقت کا کھوج لگ جاتا ہے اور وہ حاصل ہو جاتی ہے۔ مفصلہ ذیل بیان زیادہ سالک کے وسیع سفر کی بابت ایک صوفی مصنف عزیز بن محمد نفیسی نے اپنی کتاب مقصد الاقصیٰ میں تحریر کیا ہے (اس کتاب کا ترجمہ ۱۸۶۷ء میں پروفیسر پامر کیمبرج یونیورسٹی نے انگریزی میں کیا تھا) جب انسان کے قبضہ میں اخروی مقاصد کشادہ دلائل کے ساتھ جو اس کی تمام شہادت سے نجات دلوائیں آجائیں اور اس کے دماغ میں کسی قسم کی خدا کے وجود کی نسبت بے اعتباری اور تذبذب نہ رہے، اس وقت وہ شخص طالب کہلاتا ہے یا بر تبدیل الفاظ طالب کی مذکورۂ بالا صفت ہے اگر وہ زیادہ تر اپنا میلان ان کے سلسلہ کے مطابق تفحص میں علانیہ ظاہر کرے اس کو مرید کہتے ہیں (جس کے معنی میلان کرنے والا یا رجوع ہونے (باقی بر صفحہ ۱۶۴)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گھس آنا اور متبرک کتابوں کو جلا دینا یہ ایک معمولی بات تھی۔ بعض خاندان اپنا وطن چھوڑ کے انگریزی پُرامن سلطنت میں چلے گئے تھے، اتنی بات بے شک قابل تعریف تھی کہ رنجیت سنگھ جہاں تک مولانا شہیدؒ نے تحقیق کیا بذات خود اتنا جابر اور ظالم نہ تھا، ساتھ ہی اس کے مسلمانوں کی طرف سے ہم اسے محتاط بھی نہیں کہہ سکتے یہ نظارہ تعجب سے دیکھا جائے گا۔ اس کے خاص محل میں کئی مسلمان عورتیں تھیں جن میں کوئی رنگریزاں اور کوئی ککڑ والی تھی پھر بھی اس کی پالیسی

(بقیہ صـ۱۶۳) والے کے ہیں) جو کوئی مذہب صوفیہ کرام کی روحانی تعلیمات پر اپنے کو وقف کرتا ہے وہ گویا سفر پر روانہ ہوتا ہے اور سالک ہو جاتا ہے اس کی تمام زندگی میں جو اس کا کام ہوتا ہے وہ ریاضت نفس اور تسلیم و رضا ہے یہاں تک کہ اُسے ذات باری کے پورے علم سے کامل واقفیت ہو جائے۔

(۱) یہاں اسے خدا کی خدمت کرنے کا اوپدیش (نصیحت) دی جاتی ہے اور وہ اوپدیش یہ ہے کہ اپنا پہلا قدم خدا کے بسیط علم کے حاصل کرنے کی طرف بڑھائے۔ یہ گویا اس کے سفر کی پہلی منزل ہے، اور اُس کا نام عبودیت ہے۔

(۲) حالت عبادت میں ربانی اثر اور مقناطیسی کشش خدا کی محبت میں اسے مستغرق کر دیتی ہے اس وقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ منزل عشق تک جا پہنچا۔

(۳) یہ ربانی عشق تمام دنیاوی خواہشات کو جواب تک اس کے دل پر محیط ہو رہی تھیں بالکل مٹا دیتا ہے اور اس کی دوسری منزل کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس منزل کا نام منزل زہد ہے۔

(۴) اس منزل سے جب وہ آگے قدم بڑھائے گا فطرۃ کے بعید الفہم یا مغلق اصول کی تفتیش اور تفحص میں مراقبہ کرے گا اور ہمہ تن فکر ہو کے تفحص کا پتلا بن جائے گا اور خدا کے کاموں کی کنہہ تک پہنچنے کے لئے اپنی پوری قوت سے کام لے گا پھر اسے درجہ معرفت حاصل ہوگا بشرطیکہ وہ اپنی جستجو میں کامیابی حاصل کرے

(۵) فطرۃ کے مغلق اصول کا یوں معروفیت سے مراقبہ کرنا صوفی کے ضمیر کا پوری کشش کرنے کا باعث ہوتا ہے اور پھر اس کے ضمیری جوش کے بھڑکانے کے لئے یہی کافی ثابت ہوتا ہے۔ یہ بیخودانہ حالت گویا اس امر کی علامت ہے کہ اس کا دل ربانی جلووں سے منور ہوگا اور پھر اس منزل پر پہنچے گا جسے منزل وجد کہتے ہیں۔

(۶) اس منزل کے درمیان اُسے خود بخود خدا کی ذات کے علم کا القا ہوگا اور یہاں سے وہ اس منزل پر پہنچیگا۔ جسے منزل حقیقت کہتے ہیں۔ (بقیہ صـ۱۶۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ ایسی مبہم تھی جس سے یہ ہی نہیں کھلتا تھا اس نے مسلمانوں کے لئے کن کن حقوق کو برقرار رکھا ہے اور وہ سکھوں کے غیر ضابطہ جوش کا مسلمانوں کے مقابلہ میں کس درجہ اندازہ کر سکتا ہے، مولانا شہیدؒ چونکہ ایک معمولی سپاہی تھے اس لئے اُنہیں ہر مقام پر جانے اور وہاں کے حالات دریافت کرنے کا بہت اچھا موقع ملتا تھا، وہ ہر حاکم اور ہر دفتر کی کارروائی کو جو مسلمانوں کے خلاف روز مرّہ ظہور پذیر ہوتی رہتی تھی اچھے طور سے اندازہ کر سکتے

(بقیہ صفحہ ۱۶۴) (۷) اس منزل سے وہ دوسری منزل تک از خود کھینچا ہوا پہنچ جائے گا، اور یہ منزل منزل وصل کہلاتی ہے۔

(۸) اس سے زیادہ وہ آگے ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتا۔ ہاں اپنی ہستی کو لاشئ محض سمجھنے کا یقین دن بدن اس کے دماغ و دل میں بڑھتا جائے گا، یہاں تک اسی میں اُسے موت آجائے گی اور یہ منزل فنافی اللہ کہلاتی ہے، اس کے بعد عزیز بن محمد نفیسی نے ذکر کرنے کے بہت سے طرق بیان کئے ہیں جو منازل صوفیوں کے لکھے گئے اس سے ناظر خود اندازہ کرے گا کہ مذکورہ بالا صفات سے کونسا صوفی آراستہ ہے اور کن اصول کی تقلید کی جاتی ہے۔

صوفیوں کے اصول کے موافق کامل شخص کون ہے؟:- کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ای ایچ پامر نے بڑے بڑے صوفیوں کی کتابوں سے یہ بیان منتخب کیا ہے جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں کامل شخص وہ ہے جو قانون اصول اور حقیقت سے (شریعت کی) پورا واقف ہو یا دوسرے الفاظ میں جسے کامل طور پر ۰ چیزیں حاصل ہیں یا خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہیں مثلاً (۱) حسن مقال (۲) حسن اعمال (۳) نیک اصول (۴) علوم مختلفہ سالک کا یہ فرض ہے وہ ان چار چیزوں پر کامل طور سے عبور حاصل کرے جب وہ اس میں اکمل ہو جائیگا اس وقت گویا وہ کامل صوفی ہوگا۔ ایسے کامل صوفی کو کئی کئی ناموں سے پکارا گیا ہے، مثلاً بزرگ، رہنما، پیش رو، تلقین کرنے والا، معلم، دانا، نیک نشان اور آئینہ دنیا، قوی تر تریاق، زبردست اکسیر، مسیح وقت، خضر وقت (جس نے آب حیات کے چشمہ کا کھوج لگایا تھا) سلیمان (جو پرندوں کی بولی سمجھ سکتا تھا)۔

کل کائنات کو ایک ایسے سر پیر (جسم) سے تشبیہ دی گئی جس کی روح کامل آدمی ہے اور پھر کائنات کو ایک درخت تسلیم کیا گیا ہے جس کا میوہ انسان ہے اور کامل شخص اس کا جوہر اور مغز ہے، کامل سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ کیونکہ ذات خدا کا علم حاصل کرنے کے بعد وہ فطرت کی ماہیت اور (باقی برص ۱۶۶)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ وہ ادنیٰ ادنیٰ مسلمانوں سے ملے، اور ساری کیفیت ان سے دریافت کی انہوں نے بیان کیا جب سے افغانیوں کا خوف سکھوں کے دلوں سے گیا ہے۔ ہماری کتے کے برابر بھی عزت نہیں کی جاتی۔ ہمارے مذہبی ارکان میں کھلم کھلا دست اندازی کی جاتی ہے اور ہمارے معابر اور پرستشگاہوں میں سکھ ناجائز افعال کرتے ہیں اور شب و روز اپنے جانور باندھے رکھتے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ ٹوٹی ہوئی مسجد کی مرمت کر سکے یا نئی مسجد بنا سکے مگر شاذ و نادر ایسا

(بقیہ صفحہ ۱۶۵) مادی اشیاء کے جواہروں کو پہچان جاتا ہے اور پھر یہاں اسے کوئی کام سوا اس کے نہیں ہوتا کہ خدا کی مخلوق پر رحم کرے، اور ان کی بہبودی کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کر دے۔ اس سے زیادہ کوئی رحم نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے کامل بنانے اور انہیں ربانی علوم سے واقفیت دینے میں اپنا دھن، من، تن قربان کر دے، پند و نصیحت سے بھی اور اپنے اعمال سے بھی کیونکہ نصیحت کرنے والے کے اقوال سے زیادہ لوگوں پر افعال کا اثر پڑتا ہے خود خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے "مخلوق پر رحم کرو" ساتھ ہی اس کے یہ ضرور ہے دنیاوی آرزوؤں اور خواہشوں سے اپنا دل بالکل پاک رکھے، اور اپنی زندگی اپنی ہستی کو لاشئ محض سمجھے اور اس کا کامل یقین رکھنے میں صرف کرے وہ پھر اصول اور علم میں کامل ہوگا ورنہ ضمیری قابلیتیں اور دلی تیقن اس کا ادھورا رہ جائے گا۔ اور بے شبہ وہ شخص کامل ہے جس میں ایسی زبردست قوت ہو جو شہنشاہوں اور حکمرانوں میں ہوتی ہے لیکن وہ اپنی عاجزانہ اور منکسرانہ ہستی کا خیال کرکے ہمیشہ مسکین بنا رہے گا، اور یہی عاجزی ایسی زبردست قوت ہونے پر مستحسن ہوتی ہے یا دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں ایک پر زور شان اور قوت حاصل ہونے کے بعد عاجز رہے۔ برخلاف سلاطین اور شاہوں کے کہ وہ بہت سی چیزیں حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر ان میں خواہش باقی رہتی ہے یا وہ ایسی چیزوں سے بچنا چاہتے جن میں آخر کار وہ مبتلا ہوتے ہیں اور اس آلائش دنیا سے ان کی نجات نہیں ہو سکتی۔ انسانی سرشت میں کامل و ناقص دونوں ہی جوہر ہیں۔ اس میں شاہ ہونے کا بھی مادہ ہے اور رعیت بننے کا بھی، اس کی ذات میں دانائی بھی ہے اور نادانی بھی ہے۔ لیکن یہ تمام جوہر مایوسی کے ہمکنار اور نقص کے پہلو بہ پہلو پیدا ہوتے ہیں۔ تمام مخلوق اپنی ضمیری خواہشات کے خلاف اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ مگر کامل جانتا ہے کہ سوائے ترک دنیا کے اور کوئی چیز انسان کے لئے افضل تر نہیں ہے جب تک وہ دنیاوی تعلقات کا مذاق اپنے دل سے دور نہ کرے گا کبھی آزاد یا کامل نہیں بن سکتا۔ کمال حاصل کرنے کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ دولت و مرتبہ کو لات مارے۔ پھر بزرگی اور معلی پر تین حرف بھیجے اور بعد ازاں (باقی برصفحہ ۱۶۷)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے اگر کوئی رنجیت سنگھ تک پہنچ گیا اور اُس کی بڑی خاطر منظور ہوئی اُسے تعمیر مسجد کی اجازت مل جاتی ہے۔ سرِ دربار اسلام اور پیغمبرِ اسلام کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے وہ عام طور پر مسلمان کو موسلا کہتے ہیں۔ اور یہ گویا بڑی شائستگی سمجھی چاہیئے، اور نہیں ہر سکھ کا تکیہ کلام مسلمانوں کے لئے خاص یہ کریہہ نامہذب اور انتہا درجہ کا غلیظ فقرہ تھا جو روزمرہ ہر سکھ بچّہ کی زبان پر جاری ہے جو مسلمان کی صورت دیکھتے ہی ضرور کہہ دیا کرتے ہیں سوّر دا بچہ یعنے سور کا بچّہ۔ آپ سرا میں ٹھہرے ہوئے تھے اور یہاں دو چار پردیسی مسلمان بھی موجود تھے۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۶) ہر شئے ادنیٰ کی توقیر اور احترام کرے اپنے کو سب سے حقیر جانے۔ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ کامل شخص میں چار باتیں ہونی چاہئیں جس میں یہ اور بھی بڑھائی جائیں گی (۱) ترک دنیا (۲) عزلت گزینی (۳) توکل (۴) بے شغلی (دنیاوی کاموں سے) جس شخص میں پہلی چار صفتیں ہیں وہ نیک ہے لیکن آزاد نہیں ہے۔ اب کامل آزاد کے لئے بھی دو درجے ہیں ایک تو وہ ہے جو دولت اور مرتبہ سے ترک تعلق کر دیتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو ترک دنیا، عزلت گزینی، توکل کے بعد تنہائی کی دلچسپی رکھتے ہیں اور کسی کی صورت دیکھنی انہیں ناگوار گزرتی ہے دوسرے وہ ہیں کہ جو ان تین چیزوں کے بعد رضا جوئی، ابلاغ، مراقبہ اور تیاگ کرنا پسند کرتے ہیں، لیکن ان دونوں کا مفہوم یکساں ہی ہوتا ہے۔ بعض صوفی مصنف کہتے ہیں کہ آزادی اور بے شغلی اول الذکر کے ساتھ شامل ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ آخر الذکر کے ساتھ شمولیت رکھتی ہے، صوفیوں نے ان تمام باتوں کے علاوہ مرید کے لئے وہ قواعد بھی منضبط کئے ہیں جن کا اسے اپنے مرشد کی حضوری میں پابند ہونا لازم ہے اور وہ مفصلہ ذیل ہیں۔

سنو! متوجہ ہو۔ کم بولو ہرگز اس سوال کا جواب نہ دو جو تم سے دریافت نہیں کیا گیا، اور جب سوال کیا جائے گا تو بلا توقف مجملاً جواب دینا چاہیئے، جھینپ کے یہ نہ کہہ دینا چاہیئے۔ ہم کچھ نہیں جانتے کسی بات پر حجت اور جھک جھکّی کے ساتھ نہ کرنا۔ اپنے بڑوں کے آگے شیخی بازی کرنی ہرگز جائز نہیں ہے، کبھی اعلیٰ مقام پر مجلس میں نہ بیٹھو، اگر اعلیٰ مقام کی درخواست بھی کی جائے۔ ظاہرداری، عاجزی اور ادب میں اپنے بزرگوں کے آگے تجاوز نہ کر جاؤ ورنہ اس کے مقابل میں انہیں بھی بے فائدہ تکلیف اُٹھانی پڑے گی۔

تمام حالتوں میں آداب مجلس جو مناسب اوقات مقام اور موجودہ اشخاص کے ہوں نگاہ رکھو۔

ایسی بات کی عادت نہ کر لو جو غیر ضروری ہو اور تمہارے جلیس کی آزردگی خاطر کی باعث ہو۔ (باقی برصفحہ ۱۶۸)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شب کو جب سو گئے تو ایک بوڑھے نے اپنے نوجوانوں سے غالباً اس کے بیٹے ہوں گے کہا اگر جان بچانی ہو تو نور کے تڑکے سے پہلے یہاں سے چل دو ورنہ جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ نوجوان نے ٹھنڈا سانس بھر کے بوڑھے کو جواب دیا بیویاں ہماری چھن گئیں، اسباب ہمارا لے لیا اب کیا خاک ہم زندہ یہاں سے جائیں اپنے کنبہ میں کیا مُنہ دکھائیں گے۔ بوڑھا بڑا ہوشیار تھا یہ کہنے لگا جو کچھ ہوا ظلم ہوا، اپنی لعل سی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو، اور یہاں سے اگر میرا کہنا سنتے

(بقیہ ص ۱۶۷) صوفیوں نے لکھا ہے تین قسم کی دستگیری ہے جو سالک کی اس کے رستہ میں رہنمائی کرتی ہے (۱) انجذاب (۲) عبادہ، عروج۔

انجذاب خدا کا کام ہے جو بندہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے، انسان اپنا دل دولت دنیا کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور اس کے گوناگوں سامانوں سے دل چسپی لیتا ہے مگر خدا اپنا جلوہ اس کے جلاء قلب میں چمکا دیتا ہے، اور پھر اسے دنیا سے نفرت اور خدا کے رستہ پر چلنے کی محبت ہوتی ہے، نفرت ہوتے ہوتے وہ اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ خدا خود ان کا قبلہ بن جاتا ہے۔ اس حالت کو صوفیوں کی اصطلاح میں مجذوبیت کہتے ہیں، لیکن جو لوگ اس منزل سے بھی آگے بڑھتے ہیں ان میں اپنے نفس کے امتحان کرنے کی قوت آجاتی ہے، اور پھر ان کی باقی ماندہ زندگی صرف تسلیم و رضا میں صرف ہوتی ہے، ایسے شخص مجذوب سالک کہلاتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین اپنی بیش بہا کتاب عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں، بزرگ معلم عموماً دوسرے درجہ کا منتخب کیا جاتا ہے وہ اس لئے قابل ہوتا ہے کہ شاگردوں کو تعلیم دے سکے اور درجہ کے ہر طرح اس سے زیادہ ہوتے ہیں لیکن تعلیم دینے کے قابل وہ نہیں رہتے، خدا تک پہنچنے کے دو رستے ہیں ایک کی حد محدود ہے اور ایک رستہ غیر محدود ہے جس کی نسبت ایک زبردست عارف باللہ کی ایک رباعی ہے جس کا ترکی سے ہم اردو میں ترجمہ کرتے ہیں۔

اے رب تیرے علم کا دانا حصہ لیتے ہیں، اور تیری زبردست قوت کا اور تیرا علم حاصل کرتے ہیں لیکن ...ی ذات سے دانا کے اس علم کا مقابلہ کیا جاتا ہے وہ اتنا بھی نہیں نکلتا جیسا قطرہ بحر کے آگے۔

شیخ محی الدین ابن عربی اپنے فصوص میں لکھتا ہے قرآنی الفاظ جہاں یہ بیان ہوا ہے جب میں نے انسان بنایا اور اس میں اپنی رُوح پھونکی وہ انسان بنانے سے غرض ایک مادہ کی خاص تیاری سے ہے اور روح پھونکنے سے مطلب انسانی روح کی مسند نشینی ہے، اس لئے سالک پر دو باتیں فرض ہیں پہلی انسانیت (باقی بر ص ۱۶۹)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو بہت جلد چل دو تمہیں شیر سنگھ سردار کا قول یاد نہیں اگر کل بھی شہر میں دیکھا تو لاش کو گدھوں سے روندوا دوں گا، یہ باتیں خاموشی سے مولانا شہیدؒ نے سنیں اور دریافت کیا، وہ لیکن کچھ ایسے خوف زدہ تھے انہوں نے کچھ بھی نہ کہا بلکہ یہ کہنے لگے نہیں صاحب کچھ نہیں ہم اگلے بادشاہوں کا ذکر کر رہے تھے۔ مولانا شہیدؒ کے دل میں اور بھی زیادہ کرید اس مخفی امر کے دریافت کرنے کی پیدا ہوئی، آپ نے تنہائی اور مظلوموں کو دیکھ کے یہ فرمایا یہ صحیح ہے یہاں تم پر قابل رحم

(بقیہ صفحہ ۱۶۸) سیکھے اور پھر لیاقت پیدا کرے، یہاں تک جو بیان ہوا ہے ناظر کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ صوفی ہونا کس قدر مشکل اور دشوار تر ہے، اس کے مقابل میں مولانا شہید کے زمانہ میں بھی اور اب بھی ہر فرد بشر صوفی یا ولی بننا اس قدر آسان سمجھتا ہے جس سے زیادہ آسان اور کوئی چیز نہیں ہے، گیروا کپڑے پہننے چاہئیں بس صوفی بھی ہو گئے، ولی بھی ہو گئے، شاہ صاحب بھی ہو گئے، اور خبر نہیں کیا کیا ہو گئے، میں یہ کہتا ہوں دنیا میں اور خدا کی نظر میں اس سے بدتر کوئی آدمی نہیں ہے، جو دین کی آڑ میں لوگوں کو ٹھگے اور یتیموں کا مال غصب کرے۔

اس سے بھی زیادہ دلچسپ بیان جس سے مذہب صوفیہ کا اور بھی صاف صاف نقشہ معلوم ہو، محمد المصری کی کتاب سے اس سوال و جواب کو نقل کرتا ہوں جس سے اور بھی صوفیوں کے خیالات کا ناظر بخوبی اندازہ کر لے گا (یہ مصری مصنف الہامیہ طریقہ کا ہے)۔

سوال :- تصوف کی ابتدا کیا ہے؟

جواب :- ایمان جس کے چھ ارکان ہیں یعنے (۱) خدا میں یقین (۲) اس کے فرشتوں میں یقین (۳) کتابوں پر جو انبیاء پر نازل ہوئیں (۴) انبیاء علیہم السلام پر (۵) روز آخر پر (۶) نیکی اور بدی کو خدا کے حکم میں سمجھنے کا یقین۔

(س) تصوف کا نتیجہ کیا ہے؟

(ج) یہ نہیں ہے کہ ان ایمانی ارکان کو زبان سے جپے جائیں بلکہ یہ ہے دل پر ان کا گہرا گہرا نقش ہو یہی جواب جب ان سے یہی سوال کیا گیا تھا جنید البغدادی نے بھی دیا تھا۔

(س) صوفی اور معمولی آدمی میں کیا فرق ہے؟

(ج) معمولی شخص کا ایمان ایمان تقلیدی ہوتا ہے، صوفی کا ایمان ایمان تحقیقی ہوتا ہے۔

(س) ایمان تقلیدی سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

(ج) اس سے ہمارا مطلب یہ ہے معمولی شخص ایمان کی بابت جو کچھ سیکھتا ہے اپنے باپ دادوں سے سیکھتا (بقیہ صفحہ ۱۷۰)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظالم توڑے گئے، تم جو کچھ تم پر گزری ہے بیان کیوں نہیں کرتے ہیں بھی پردیسی ہوں اگر مجھے اطلاع ہو جائے گی تو میں ان کے بے رحم پنجہ سے نجات پاؤں گا۔ مجھ سے چھپانا عبث ہے۔ یہ تقریر سن کے خاموشی سے بوڑھے نے ساری کیفیت بیان کی اور کہا قدیم سے ہم ملتان کے رہنے والے ہیں وہاں کے حاکم نے ہمارا گھر لوٹ لیا اور جلا دیا ہم لاہور گئے تھے شاید رنجیت سنگھ ہماری فریاد سنے وہاں اور بھی بے عزتی ہوئی۔ ہماری ڈاڑھیاں گدھے کے بول سے منڈوا دی

(بقیہ ص۱۶۹) یا اپنے زمانہ کے معلموں اور استادوں سے کچھ اسے حاصل ہوتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا اس کی وجہ کیا ہے کہ انسان ایمان کے چھ ارکان پر دل سے یقین رکھنے کو اپنی نجات کی کنجی جانتا ہے اس کی مثال یہ ہے ایک شخص بازار میں جا رہا ہے اُسے ایک لعل اتفاقاً مل گیا یہ وہ لعل ہے جو بڑے بڑے شاہوں کو نصیب نہیں، بڑے بڑے حکمران تلاش کرتے کرتے مرگئے لیکن انہیں نہ ملا، پانے والے نے اُسے لعل شب چراغ پایا اس کی روشنی کو دیکھا جو آفتاب سے ٹکر کھاتی ہے اور چاندنی کو دھندلا کر دیتی ہے، صاحب وہ اندھیری رات میں رکھتا ہے، تمام مکان جگ جگ کرنے لگتا ہے یہ سب کچھ ہے اس ساری صفت کو بھی پانے والا اپنے لعل میں دیکھتا ہے لیکن اس کی قیمت نہیں جانتا اور اسے کچھ بھی مال نہیں سمجھتا، اس کی نگاہ میں اس لعل کی اتنی بھی قدر نہیں ہے اگر پیاسا ہو تو سقہ کو ایک پیاس کی عوض دے دینے میں ذرا بھی دریغ نہ کرے گا۔

(س) ایمان کا قیام کیا ہے؟

(ج) ایمان کا قیام اس تفتیش کے ساتھ شامل ہے جو ایمان کے ہر رکن کی اصلیت دریافت کرنے پر کی جاتی ہے یہاں تک کہ تفحّص کناں اس منزل تک جا پہنچتا ہے جس کو منزل حقیقت کہتے ہیں۔ یہیں ایمان کا قیام ہوتا ہے۔ بکثرت لوگ اس راہ میں دس، بیس چالیس برس تک راستہ طے کرتے ہیں لیکن حقیقت ایمان کا اُنہیں کہیں پتہ نہیں لگتا وہ غلط منزل پر پہنچتے ہیں اور اس راہ سے ۲، راستے جاتے ہیں جن میں صرف ایک حقیقت کا راستہ ہے آخر کار مرشد کی کامل تعلیم کی تبعیت کے وسیلہ سے وہ گم شدہ لعل کی قیمت کی جانچ کرتا ہے اور پھر ایسے ایک شخص کا یا اشخاص کا ایمان عیاں اپنی تابانی دکھانے لگتا ہے اور یہ تم خیال کر سکتے ہو کہ وہ ایک چراغ کی روشنی سے آفتاب کی روشنی تک پہنچ گئے۔ پھر اُنہیں معلوم ہوا کہ طریقت شریعت اسلام کے ہو بہو مطابق ہے۔

(س) ایمان اور عبادت کے معاملات میں صوفیوں کا کس طریقہ یا مذہب سے تعلق ہے؟

(ج) اس سوال کا جواب مصنّف نے سُنّی مذہب کے اصول کے موافق دیا ہے اور وہی معمولی جواب ہے (بقیہ ص۱۷۱ پر)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئیں، اور سارا سامان چھین کے ہمیں نکال دیا ہم روتے پیٹتے امرتسر آئے کہیں حاکم ملتان کا رشتہ دار یہاں رہتا ہے اس ظالم نے ہمارے گھر آگ لگانے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ امرتسر اپنے رشتہ دار شیر سنگھ نامی کو لکھ بھیجا اگر فلاں فلاں شخص آویں تو اُن کی عورتیں اور اسباب چھین کے اُنہیں شہر بدر کر دینا۔ ہم پرسوں امرتسر داخل ہوتے ہی گرفتار کئے گئے۔ ہماری عورتیں چھین لی گئیں، اور جو کچھ ہمارے پاس رہ گیا تھا وہ بھی سب رکھوا لیا۔

(بقیہ صفحہ) دے سکتا ہے شیعوں کے من گھڑت غلیظ مسائل کو لے کے کیا کرتا جس پر بعض یورپین اعتراض کرتے ہیں یہ ان کی غلطی اور اسلام کے اصول سے ناواقفیت کی وجہ ہے۔

(س) جب بایزید بسطامی سے دریافت کیا گیا آپ کا مذہب کیا ہے اُنہوں نے جواب دیا تھا میرا مذہب اللہ کا مذہب ہے اس جواب کے معنے کیا ہیں۔ یا اس جواب سے بایزید کا کیا مطلب تھا۔

(ج) خدا کے مذہب چار راسخ الاعتقاد مذہب اسلام کے ہیں (ہمارے صوفی نے مذہب صوفیہ سے اس جواب میں صاف گریز کی ہے اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی طرف آجھکا ہے۔ جس کے مقلدوں کے ایمان کو ایمان تقلیدی کہہ چکا ہے۔ تعجب ہے ایسی گریز کیوں کی گئی۔

(س) اکثر صوفیوں نے اپنی نظم میں وہ الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے مذہب تناسخ کے وہ قائل تھے مثلاً وہ لکھتے ہیں بعض وقت بیج تھا اور پھر نباتات ہوا، اور پھر جانور بنا اس کے بعد انسان ہوا اس کا کیا مطلب ہے۔

(ج) بھائی ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت آئندہ زندگی میں جماعتوں میں اٹھے گی یعنے کوئی بندروں کی جماعت میں اٹھے گا اور کوئی سوروں کے گروہ میں یا دوسری صورتوں میں جیسے کہ قرآن کی اس آیت میں لکھا ہوا ہے "(قیامت کے دن) ہمارے آگے گروہوں میں تم آؤ گے" بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے جن لوگوں نے اپنے جس قسم کے حیوانی جوشوں کی اپنی زندگی میں متابعت کی ہے وہ قیامت کے دن ان ہی جانوروں کی صورت میں اُٹھیں گے، مثلاً خنزیر کی سی حریص ناپاک طبیعت جس شخص کی ہوگی یا شتر کینہ جس فرد بشر کی طبیعت کا خاصہ ہوگا چغل خور یا نقصان رسانی میں مثل بندر کے ہوگا (گو زندگی میں ان لوگوں کی صورت انسانی ہوگی لیکن) ان کا حشر ان ہی جانوروں کے ساتھ ہوگا جس کی طبیعت وہ رکھتے تھے۔

ہمیں چاہئے آئندہ زندگی کی اس قہرناک حالت سے بچیں اور جو صفات اور طبائع ہم ارذل مخلوق کی رہائی بر سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ہم بہت ہی لاچار ہیں نہ پائے رفتن نہ روئے ماندن کا مضمون ہے۔ یہ دردناک بیتی کہہ کے وہ رونے لگے، مولانا شہیدؒ نے انہیں صبر دیا، گو آپ کا دل بھر آیا تھا مگر آپ نے بہت مستعدی سے اپنے کو روکا، اور جہاں تک ممکن ہوا انہیں صبر دینے کی کوشش کی۔ غرض تین چار بجے شب کو وہ ہتراتی کے دو چار پیسے بھگتا کے روتے ہوئے اور چلتے وقت مولانا شہیدؒ کے دریافت کرنے پر انہوں نے یہ کہا ہم انگریزی عمل داری میں جا کے قیام کریں گے۔ یہ گفت وشنید گو

(بقیہ صفحہ) ہو سا اپنی ذات میں ان کا اثر ہونے دیں اور اپنی پاک روح کو ان برائیوں کی آلائش سے بچاتے رہیں، اسی لحاظ سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "یہ سونا موت کا بھائی ہے"۔

مردہ شخص اپنے آپے کی اصلی اصلی حقیقت کو دیکھ لیتا ہے، اور اپنی ذات کی عادات وصفات کا اندازہ اسے خوب ہو سکتا ہے، اسی طرح سونے میں وہ اپنے خیالات اور دلی جذبوں کا پرتو ملاحظہ کرتا ہے۔ مثلاً محاسب زر جب خواب دیکھے گا اپنے کو اپنی ہی کام کی ادھیڑبن میں مستغرق پائے گا، اس نظر سے خدا نے آگاہ کر دیا ہے کہ اپنے کو حیوانی ولولے یا تبذل استغراق میں محو نہ کردو، تمہیں بھی مرنے کے بعد وہی اپنے خیالات کا پرتو دیکھنا پڑے اس کو یہ صرف عبادت اور نیک نیتی کی بندگی سے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی نیند میں حیوانیہ جوش اور ناپاک جذبوں سے اپنے کو علیحدہ پا کے زندگی کے مرتفع حصہ پر جو عین انسانیت ہے پہنچا ہوا دیکھے گا۔ اگر خواب میں تم ایک بندر دیکھو تو اسے خدا کی طرف سے اس بات کے لئے ایک تازیانہ سمجھو اور اپنے دل سے نقصان کرنے کی عادت نکال ڈالو اور ہرگز ایسا نہ کرو کہ تمہارے سبب سے کسی کا نقصان ہو یا دل دکھے۔ اگر سور کی صورت دیکھو تو اپنے دل سے حریصانہ جوش اور بے شرمی کو نکال کے پھینک، اور سمجھے بے لوث پاکباز مرشد کے حوالہ کردو جو اپنی پاک دل کی عادت میں تمہاری برائیاں تمہارے خوابوں میں دکھلائے گا۔

یہاں تک ایک کے بعد ایک تم ترک کرتے چلے جاؤ گے بعد ازاں برائیوں کی جگہ نمبروار نیکیاں لے لینگی خدا کے فضل سے جب تمہاری ساری برائیاں دھوئی جائیں گی اور تم ذکر شروع کرو گے تو پھر تمہیں خوابوں میں ولیوں اور خدا کے نیک بندوں کی صورتیں نظر آئیں گی جو نظر آنا اس امر کا شاہد ہو گا کہ تمہارا دل غلیظ کدورتوں سے پاک ہو گیا اور زمزم نے تمہارے دل میں پاکی کے ساتھ اپنا گھر کر لیا۔ تمہارے سوال کا کہ اکثر شاعر تبدیل ابدان کی بات لکھ لیتے ہیں، یہ جواب ہے یہ بھی صوفیوں کا منشا اور اسی قسم کی تحریر ہے وہ انسان کو اشرف الموجودات سمجھتے ہیں اور ان کا یقین ہے کہ انسان کی ذات میں اعلیٰ درجہ پر بتدریج پہنچنے کا مادہ موجود ہے اور کائنات کی (باقی برصفحہ ۱۷۳)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک معمولی تھی مگر مولانا پر اُس نے غیر معمولی اثر کیا اور اب آپ کی تیز تیز انتقامی نظریں سکھوں کی طرف اُٹھنے لگیں پھر بھی اس ارادے کے پورے نے اپنے کو منبط کیا، اور اپنی طبیعت کو زیادہ برافروختہ نہ ہونے دیا، گو آپ جانتے تھے سکھوں کی ایسی زبردست قوت کے مقابلہ میں ہم کچھ نہیں کر سکتے، پھر بھی آپ کا پُر بھروسہ دل سب سے زیادہ قوی اور منتقم حقیقی کی طرف لگا ہوا تھا، اور خود بخود اس تیقن کا دل سے چشمہ اُبل رہا تھا کیا عجب ہے جو سکھوں سے مسلمان اپنے

(بقیہ صفحہ ۱۷۲) کل قوتیں اس میں ہیں، بہت سی متعلق کتابیں اس مضمون پر لکھی گئی ہیں اور ان میں یہ ثابت کیا گیا ہے خدا کی کائنات کا انسان سب سے بڑا حصہ ہے اور تمام مخلوق اس کے آگے چھوٹا سا حصہ ہے۔ انسانی ہیولیٰ میں اور مخلوق کے حصے بھی شامل ہیں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان قوس قزح سے بھی زیادہ کشادہ ہے، کیونکہ جب انسان اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے، اپنی ضمیری قابلیت سے تمام شہر کو آناً فاناً میں اپنے ذہن میں جگہ دے لیتا ہے گو وہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتا یہ صرف ضمیر کی لاثانی قابلیت کا طفیل ہے جن کتابوں میں کشادگی کے ساتھ یہ مضامین بیان ہوئے ہیں :۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب حوض الحیات ہے اس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اگر انسان اپنی آنکھیں، کان، نتھنے بند کر لے تو اسے سردی ہرگز نہ معلوم ہو، دائیں نتھنے کو آفتاب اور بائیں کو چاند کہتے ہیں، سابق الذکر سے وہ سانس کے رستہ حرارت گھسیٹا ہے اور بائیں سے خنک ہوا۔

(س) صوفیوں کی تناسخ کے بارے میں مختلف رائے کا بیان فرمائیے؟

(ج) اے بھائی ہماری تعلیم برزخ نے تناسخ کو ہیچ اور ناکارہ ثابت کر دیا ہے دنیا میں جو مذہب تناسخ کا قائل ہے اسے بدترین مذہب میں سے سمجھنا چاہیئے۔

(س) صوفی ان خاص چیزوں کو جو قانون شریعت نے منع کی ہیں جائز سمجھتے ہیں مثلاً مغبچہ بادہ فروش کی دکان پر مے خواری کھلم کھلا کرتے ہیں، عشق بازی میں نہیں چوکتے وہ اپنے دلرباؤں کی بلدار زلفوں کی مدح سرائی میں رطب اللسان دیکھے گئے ہیں وہ گورے گورے رخساروں کے تلوں کی توصیف چٹخارے بھر بھر کے کرتے ہیں اور مزے لے لے کے بلا انگیز حسن کی ثنا کرتے ہیں وغیرہ اور قرآنی آیتوں سے ان کی خمدار ابروؤں کو مشابہت دیتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے؟

(ج) صوفی اکثر تمام چیزوں کے اندرونی خال خط کا بیرونی اشیاء کے بیرونی خال خط سے تبادلہ کر لیتے ہیں یعنے جسمانی کا روحانی سے۔ اور اس طرح بیرونی اشکال کا خیالی خاکہ کھینچتے ہیں وہ چیزوں کو ان کی فطرتی ہست (اور ہست صفات الٰہی بر محیط)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کا انتقام لیں، غرض کئی دن کے عرصہ میں آپ نے امرت سر میں سکھوں کے برتاؤ کی پوری کیفیت دریافت کر لی یہ صاف عیاں تھا کہ اسلام کی سکھوں کی سلطنت میں جیسی توہین ہوتی تھی دنیا میں مسیحی متعصب حکمرانوں کے زمانہ میں بھی ایسا نہ ہوتا ہوگا۔ سینکڑوں شریف خاندان جلا وطن ہو کے انگریزی عمل داری میں چلے گئے تھے، کوئی صورت ایسی نہ تھی جس سے سکھوں کے رحم کو مسلمانوں کی طرف جنبش ہوتی، دن دیہاڑے نمازیوں پر مسجدوں میں غلیظ پھینکنا

یہ میں فکر کرتے ہیں اور اس وجہ سے ان کے اقوال کا بہت بڑا حصہ روحانی اور پر از استعارہ معنی میں سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً حافظ ہی کو لو جب وہ شراب کا ذکر کرتا ہے، اس سے علم خدا سے مطلب ہوتا ہے، جسے استعارہ کے طور پر عشق اللہ پر س کا اطلاق کر لیتے۔ شراب سے بھی محبت کا استعارہ ہی سمجھنا چاہیئے۔ یہاں عشق و محبت ایک معنے رکھتے ہیں۔

جہاں وہ مے خانہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اس سے مراد مرشد کامل ہوتا ہے اور جام مے سے مراد تلقین ہے جو اس جملہ پر زیادہ تر موقوف ہے "لا الہ الا اللہ" جس مرشد کامل کی زبان سے یہ مقدس کلمہ نکلے نہ صرف بان سے بلکہ اس کے جسم کا ہر سر مو زبان بن کے یہی کہے اسے سالک کہتے ہیں جو پیچھے راستہ کا تعقب کرتا ہے۔ ور اپنی روح اور دل کو روحانی شادمانیوں سے لبالب بھر دیتا ہے۔ معشوق اور دلبر سے مراد مرشد ہے۔ اس واسطے ب کوئی شخص اپنے پیارے دلبر کو دیکھتا ہے وہ اس کی کامل متناسب الاعضاء کی اپنے محبت بھرے دل سے صفت ثنا کرتا ہے مگر اس کے مقابل میں سالک خدا کے پوشیدہ علم کو دیکھتا ہے جو اس کے روحانی مرشد کے دل کو پنے جلال سے بھر دیتا ہے گو اس کو اب الہام بھی ہونے لگتا ہے اور اکثر پوشیدہ باتیں جو اسے معلوم ہیں خوب نتا ہے پھر بھی اپنے استاد کے آگے شاگردوں کی طرح تعلیم حاصل کرتا ہے۔ جیسے عاشق اپنے معشوق کے موجود نے سے پھولا نہیں سماتا، اسی طرح سالک اپنے مرشد کی صحبت میں اس سے بھی زیادہ روحانی احتظاظ حاصل رتا ہے۔ معشوق دنیاوی محبت کی ایک چیز ہے اور مرشد روحانی عشق کا سرچشمہ ہے، معشوق کی پیچ در پیچ زلفیں شد کی پسندیدہ اور مقبول تعریفیں ہیں جن سے مرید کی محبت کے پیروں میں بیڑیاں پڑ جاتی ہیں، خال رخ اور م چہرہ کے حسن بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب مرید اپنے مرشد کی ذات میں تمام دنیاوی چیزوں کی عدم موجودگی بھتا ہے وہ بھی پھر دنیا کی مقناطیسی کشش رکھنے والی اشیاء سے رشتۂ موانست توڑ دیتا ہے اور پھر اپنی ادگی سے اس حصہ پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں اسے سوائے مرشد کے دوسری چیز کی ذرا بھی خواہش نہیں رہتی۔ ن خم دار بھوؤں کی تشبیہ وہ آیات قرآنی سے دیتے ہیں اس سے ان کی مراد مرشد کے دل کی روشنی ہوتی ہے (باقی بر صفحہ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے مسلمانوں اور اُن کے مذہب سے کیسا برتاؤ کیا جاتا ہوگا، چوڑی دھیترانی) اُن کے گھر میں کھانے کے لئے جا سکتی تھی، اور گھر کی دہلیز اس کے آنے سے دہلتی نہ تھی، اس کے خلاف مسلمان کا ان کے فرش یا زمین پر قدم رکھنا ان کے کل گھر اور اس کے سامان ناپاک کرنے کا پورا سبب تھا، ان کے گرو نانک نے کب ایسی تعلیم دی تھی، اول دن سے وہ مسلمانوں کا نمک خوار تھا اور جو کچھ اُسے روحانی تعلیم حاصل ہوئی وہ شیخ فرید کی بزرگ صحبت سے اس

(بقیہ صفحہ) اس واسطے خدا کی صفتیں ہیں جن کی ہمارے نبی نے ہدایت کی ہے تم ربانی صفات اور خصوصیات سے موصوف ہونے کی کوشش کرو جو مرشد کے قبضہ میں ہیں۔

(س) اکثر مرشدوں اور ان کے مریدوں کو یہ کہتے سنا ہے "ہم نے خدا کو دیکھ لیا کیا خدا کا دیکھ لینا ممکن ہے۔

(ج) یہ ممکن نہیں ہے اس بیان سے ان کا مطلب یہ ہے وہ خدا کو جانتے ہیں، وہ اس کی بے نظیر اور زبردست جبروت کو دیکھتے ہیں اس واسطے فانی آنکھیں اس کے پرتنویر جلال کو نہیں دیکھ سکتیں۔ قرآن مجید میں صاف طور پر موجود ہے "کوئی آنکھ اس تک نہیں پہنچ سکتی" ہمارے فخر انبیاء ایمن خدا نے ہمیں ہدایت کی ہے۔ تم خدا کو اس طرح سجدہ کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو گو تو اسے نہیں دیکھتا مگر وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے، اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہے "کاش میری آنکھوں سے نقاب اُتر جاتی تو میں اپنے رب کا دیدار دیکھ لیتا" اس مقولہ سے صاف ظاہر ہے جب حضرت علی خدا کا دیدار نہ دیکھ سکے تو اور کون دیکھ سکتا ہے۔

(س) کیا یہ صحیح اور ممکن ہے کہ کسی شخص کے قدموں کے کھوج سے ہم اسے دیکھ بھی سکیں۔

(ج) ہاں خاص طور پر اس طرح دیکھ سکتے ہیں جب کوئی شخص آفتاب کی روشنی دیکھتا ہے اس نے گویا آفتاب ہی کو دیکھ لیا اگرچہ اس نے اصلی طور پر آفتاب کو نہیں دیکھا، اور مثال لو مثلاً تم ہاتھ میں آئینہ لے کے اس میں اپنی شکل دیکھو بظاہر تم یہ سمجھتے ہو گے میں اپنا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ لیکن درحقیقت تم اپنا چہرہ ہرگز نہیں دیکھ سکے

(س)، جبکہ ہر شخص خدا کے کھوجوں کو دیکھ سکتا ہے یعنی ہر متنفس ان کھوجوں کے دیکھنے کی قابلیت رکھتا ہے پھر صوفی یہ دعویٰ کیوں کرتے ہیں۔ ہمارے سوا کوئی خدا کے کھوجوں کو نہیں دیکھ سکتا۔

(ج) جو لوگ یہ بیان کرتے ہیں (صوفیوں سے مطلب ہے) وہ نہیں جانتے کیا وہ کہہ رہے ہیں حقیقت حال یہ ہے وہ خدا کو نہیں دیکھ سکتے مثلاً ایک شخص نے شیریں اور خوش ذائقہ چیز کھائی، جب دوسری بار اسی لذیذ چیز کے کھانے کو جی چاہا جب کہ اس کا نام نہ جانتا تھا، اب بڑی پریشانی ہوئی وہ اس کی تلاش میں آوارہ و سرگردان (باقی صفحہ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکباز مرد نے نہ کبھی مسلمانوں کو ستایا نہ اُن کے دین کی توہین کی بلکہ اس نے قرآن کے من اللہ ہونے کی ہمیشہ ہر موقع پر بہت زور شور سے شہادت دی، مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو نماز پڑھتا تھا اور قرآن سنا کرتا تھا یہ صحیح ہے کہ وہ لکھا پڑھا کچھ نہ تھا پھر بھی اس کا یہ خیال قابل توقیر تھا کہ سب کو اس ایک خدا کی پرستش کرنا سکھادوں جس کی گواہی قرآن مجید دیتا ہے وہ ہندوؤں کے بت پرستی کے خیالات کا مخالف تھا، اس نے زنار گلے میں نہیں ڈالا نہ کبھی ماتھے پر قشقہ لگایا بلکہ وہ ہندوؤں کو

(بقیہ صفحہ پچھلے) لگا مگر نہ جاننے کی وجہ سے اسے اپنی مطلوبہ چیز کا کھوج نہ ملا اسی طرح وہ لوگ ہیں جو خدا کے بغیر جانے اس کے نقش پا کی تلاش میں پھرتے ہیں اور نہیں ملتا۔

(س) بعض صوفی یہ بیان کرتے ہیں ہمیں نہ جنت کی خواہش ہے نہ دوزخ کی پرواہ اس کے کیا معنی ہیں، یہ سخت خیرہ چشمی اور خدا کی جناب میں بے ادبی کا کلمہ ہے۔

(ج) اس کہنے سے ان کا اصلی مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم نہ دوزخ سے ڈریں نہ جنت کی خواہش رکھیں، اگر اس کہنے سے ان کی اصلی غرض یہی ہو تو بے شک یہ کلمہ کفر ہے۔ ان کے الفاظ کا مفہوم وہ نہیں ہے جو ظاہراً معنی میں پایا جاتا ہے بلکہ اس کہنے سے ان کی اصلی غرض یہ ہے۔ خدایا تو ہی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ہمیں بنایا ہے جو کچھ ہم ہیں تو نے ہمیں اس لئے نہیں بنایا ہے کہ ہم تیری تیرے کاموں میں مدد کریں ہمارا تو یہی فرض حقیقی ہے کہ ہم تیری بندگی کریں، سب سے زیادہ تیری راہ میں اپنے کو فنا کردیں، تیری پاک مرضی کی زنجیر میں اپنے کو بالکلیہ مقید کردیں ہم تیرے ساتھ معاملہ نہیں کرتے نہ ہم اس نظر سے عبادت کرتے ہیں کہ ہمیں بہشت ملے یا دوزخ میں نہ ڈالے جائیں جیسے کہ قرآن مجید میں موجود ہے، "یقیناً خدا نے مومنین سے ان کی دولت اور جانوں کو بہشت کے بدلے خرید لیا جو انہیں دی جائے گی"، اس کے اصلی معنی یہ ہیں خدا کی جود و کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس کے رحم کی کہیں انتہا نہیں، اور اس طرح وہ اپنے ایمان دار بندہ پر ربانی نوازشات نازل فرماتا ہے۔ اور اس کی ذات کو اس سے فائدہ دیتا ہے، وہ کہیں گے تو کسی کے ساتھ معاملہ نہیں کرتا تیری عبادت ہم اپنے دل کی راست بازی اور اخلاص سے کرتے ہیں، اور صرف تیری ہی محبت کے ہم پابند ہیں۔ مثلاً یہ شعر یہاں بخوبی صادق آتا ہے ؎

صوفی بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام است ہر دم رضائے جاناں رضوان شد بہشت یار را

چاہے جنت ہو یا نہ ہو دوزخ ہو یا نہ ہو تو بھی ہمارا تو یہی فرض ہے کہ ہم تجھے اپنے پورے دل (باقی برصفحہ ۱۷۷)

www.KitaboSunnat.com

مسلمان بنانے کے لئے یہ کہا کرتا تھا۔ ہندو مسلمانوں کا خدا ایک ہے، سکھوں کی تمام مقدس کتابوں سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ گرو نانک کی زندگی کا بہت بڑا حصہ بلکہ قریب کل کے مسلمان فقراء اور صوفیوں کی بابرکت صحبت میں گزرا، وہ ہندوؤں سے ان کی اصلی تعلیم کی رُو سے متنفر تھا اور اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا تھا، دنیا میں ہزاروں مصلح اور مختلف گروہوں کے بانی گزر گئے لیکن آج تک یہ کہیں نظر نہیں آیا کسی فریق نے اپنے بانی کے اصول سے ایسی علانیہ

(بقیہ حاشیہ) اور پونڈالشے سجدہ کریں، تجھ ہی کو اے غفار، اے رحیم پورا استحقاق حاصل ہے چاہے ہمیں دوزخ میں ڈال چاہے جنت میں بھیجے، اور آرزو ہے تیرے احکام تیری مرضی کے مطابق نافذ ہوں۔ اگر تو ہمیں بہشت میں رہنے کا حکم دے یہ تیری نوازش ہے۔ یہ ہم کبھی نہیں سمجھتے کہ ہماری عبادت کا سبب ہے کہ ہم جنت میں گئے، اگر تو ہمیں دوزخ میں بھیجے یہ بھی تیرا عین انصاف ہے کسی کا زور نہیں ہے کہ اس پر انگشت اعتراض دراز کرینگے۔ اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا، سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

(س) تونے کہا ہے شریعۃ اور حقیقۃ میں اختلاف نہیں ہے اور تاہم ان دونوں میں امتیاز کلی موجود ہے اور صوفیاء کا یہ مذہب ہے کہ اللہ کی حقیقت میں بڑی بڑی باریکیاں مضمر ہیں۔

(ج) باریکیاں مضمر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ شریعت اور حقیقت میں تباین یا باہم کچھ امتیاز بھی پایا جائے اس میں شک نہیں اس کے معنی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تم لوگوں کو ان کی ضمیری قابلیتوں کے موافق فہمائش کرو، کیونکہ تمام باتوں کی ہر شخص کے آگے توضیح کرو گے، ان میں سے بعض تمہاری باتیں نہ سمجھیں گے اور پھر غلطی میں پڑ جائیں گے، اسی لئے صوفی بھی حقیقت کی ان باتوں کو چھپاتے ہیں جو کسی کی عقل میں نہ آسکیں اور جو ان باتوں کو سمجھتے ہیں انہیں وہ بتا بھی دیتے ہیں، لیکن عام طور پر ان کی تلقین نہیں کرتے۔

(س) کیا وہ علوم جو صوفی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جان سکتا اور تاہم وہ ان ہی احکام پر عمل کرتے ہیں جو شریعۃ صاف طور پر انہیں بتاتی ہے، اور اس میں ان کا اطمینان بھی ہو جاتا ہے کیا ایسے لوگوں کا ایمان اور اسلام صوفیوں کے ایمان اور اسلام سے کم درجہ کا متصور ہو سکتا ہے۔

(ج) نہیں ہرگز نہیں پابند شرع کا ایمان اور اسلام کبھی صوفی کے ایمان اور اسلام سے کم درجہ کا نہیں ہو سکتا۔ صوفی تو صوفی اس کا ایمان اور اسلام خود انبیاء علیہم السلام کے ہم پلہ ہوگا، کیونکہ ایمان اور اسلام ایسے بسیط جو ہر باقی بر صفحہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روگردانی کی ہے کہ اس کی ایک بات کو بھی ماننا اپنے اوپر حرام سمجھ لیا ہے اور زبانی یہ دعوے ہو ہم گرو نانک کے چیلے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے، مسلمانوں نے اول اول سکھوں کو ستایا ہو، تاریخ شہادت دیتی ہے مسلمانوں کا برتاؤ ہمیشہ سکھوں کے ساتھ دوستانہ بلکہ بھائی چارے کا رہا، ہاں ان آخری گرو نانک کے جانشینوں نے جنہوں نے اپنے اُستاد کے اصول سے علانیہ روگردانی کی، سکھوں کو ناحق مسلمانوں کا خدا واسطہ خون کا پیاسا بنا دیا۔

(بقیہ صفحہ ۱) جن کے اجزا ہی نہیں ہو سکتے نہ وہ بڑھ سکتے ہیں نہ ان میں کچھ کمی واقع ہو سکتی ہے جیسے کہ آفتاب سے جس طرح شاہ مستفیض ہو سکتا ہے، اسی طرح فقیر بھی استفادہ پاتا ہے یا جیسے دولت مند اور غریب کے اعضاء شمار میں برابر ہیں اور جیسے کہ شاہ کے جسم کے اعضاء اور اُس کی رعیت کے اعضا ہو بہو مشابہ ہیں اسی طرح ایک مسلمان کا ایمان وہی ایمان ہے جو عوام مسلمانوں کا ہے کسی حالت میں وہ کم زیادہ نہیں ہو سکتا۔

(س) بعض آدمی پیغمبر، اولیاء اور پاکباز ہیں اور بعض فاسق ہیں ان میں باہم کیا فرق ہے؟

(ج) ان میں باہم اگر فرق ہے تو صرف معرفت یعنے روحانی چیزوں کے جاننے میں لیکن ایمان کے معاملہ میں وہ سب برابر ہیں ٹھیک جس طرح کہ شاہ اور رعیت کے شمار اعضاء میں فرق نہیں ہے مگر لباس، قوت اور عہدہ میں تفاوت ہے فقط۔

ان سوال و جواب سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ بزرگ صوفیوں کے مذہبی اصول کیا ہیں اور مولانا شہیدؒ کے زمانہ میں ظاہر دار صوفیوں کی کیا کیفیت تھی۔ یہ الزام جو مولانا شہید پر لگایا جاتا ہے کہ وہ صوفیوں اور تصوف کے دشمن تھے محض لغو اور ہٹ دھرمی کا ہے اس لحاظ سے وہ اعلیٰ درجہ کے صوفی تھے اور ہم ایسے تصوف کو عین اسلام کہتے ہیں اس پاک تصوف کا پنجاب میں کہیں بھی رواج نہ تھا، تصوف کا بڑا اصول اس خدائے واحد کو ماننا ہے، جس کی قرآن شہادت دیتا ہے مگر ان ظاہر دار ہندی یا پنجابی صوفیوں نے اس بات کو بالکل ہی اڑا دیا تھا، وہ گور پرستی اور رنگین کپڑے پہننے عین تصوف خیال کرتے تھے، حالاں کہ بزرگ صوفیوں نے نہ کبھی ایسا کیا نہ اس کے کبھی وہ شائق دکھائی دیئے۔ ان کا ظاہر نہایت سادے سیدھے کپڑوں سے آراستہ تھا ہاں ان کا باطنی لباس خوب زرق برق تھا۔ مجھے ظاہر دار صوفیوں کے ذکر میں کلام ہے جنہوں نے خدا کی عبادت کو بالکل تھیٹر کی سی صورت بنا لیا ہے۔ جو در اصل تصوف کے بانی ہیں، اُنہوں نے کبھی خدا کی عبادت کو ایسا تماشا نہ بنا لیا تھا کہ لوگ ہزاروں کوس سے سیر دیکھنے کے لئے جائیں اور خوف کھا کھا کے بھاگیں (باقی برصفحہ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن مولانا شہیدؒ ایک سکھ حلوائی کی دکان پر دودھ لینے گئے، ناواقفیت سے آپ اُس کی دکان کے ذرا قریب پہنچ کے دودھ کے لئے پیسے دینے لگے حالانکہ ابھی آپ کے بڑھنے کا اور بھی ذرا آگے ارادہ تھا، کیونکہ دکاندار بہت دور تھا اس تک ہاتھ نہ پہنچ سکتا تھا اس نے اتنے ہی دور سے غل مچانا شروع کیا اس موسلے نے میرا دودھ کا کڑھاؤ ناپاک کر دیا، اس وقت خیر ہی ہوئی ایک شخص مسلمان اس طرف آنکلا اور اُس نے چپکے سے دو چار روپے دے کے فیصلہ کر دیا

(بقیہ حاشیہ) کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کوئی صوفی بشرطیکہ اصل تصوف پر پورا عمل درآمد کرتا ہو قبر پرنا چاہو یا بے ریش و بروت اور خوش الحان قوالوں کی آوازوں پر گتیں بھری ہوں۔ ہمارے مولانا شہیدؒ نے اپنے سفر پنجاب میں صرف برائے نام صوفیوں یا پہنچے ہوئے فقیروں کا جو کچھ شیوہ دیکھا وہ یہ تھا کہ وہ رنگین کپڑے پہن کے اور بڑی بڑی زلفیں بڑھا کے گور پرستی کریں اور گنواروں کو زبردستی قبروں کے آگے سجدہ کرنے پر مجبور کریں تصوف جس کا دوسرا نام شریعت محمدی ہے گو بعض اجزا نہایت مغلق اور بعید الفہم اس میں آمیز ہو گئے ہیں پھر بھی ایک چیز ہے بظاہر دونوں میں بعض بعض حالتوں میں تباین پایا جاتا ہے لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں ان دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے۔ جیسا نفس اسلام کل مذہبوں کا عطر ہے، اسی طرح تصوف تمام مذہبوں مثلاً ہندوؤں کے ویدانت اور مسیحی انکسارانہ مذہبی اصول کے عطر کا مغز ہے۔

علاوہ ان صوفیوں کے مشرقی اسلامی دنیا میں فقرا بھی قسم قسم کے موجود ہیں اور وہ بھی قریب قریب صوفیوں کے یا بالکل ویسے ہی ہیں (گو خفیف طور پر صوفیوں سے بعض باتوں میں نہ ملتے ہوں) ان کی باہم یہاں تک مناسبت ہے کہ جس شخص پر صوفی کے لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے اسی پر لفظ فقیر بھی عائد ہو سکتا ہے میں چاہتا ہوں ان فقرار کی مختصر کیفیت سے ناظر کو آگاہ کروں جو مولانا شہیدؒ نے پنجاب میں زیادہ تر ملاحظہ کئے اور اس وقت وہ اسلامی دنیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہو جائے گا فقیروں کے اصول کیا ہیں، ان کے فرقے کتنے ہیں، اور ان کے معز بانی کس سنہ میں اور کہاں کہاں پیدا ہوئے چونکہ ہمارے پیارے شہیدؒ نے فقیروں کی حالت کی بھی بہت کچھ اصلاح کی تھی، اور زیادہ تر ہر ملک کا مسلمان کچھ ہندوستان پر ہی موقوف نہیں ہے کم و بیش فقیروں ہی کا معتقد ہے، اس لئے ہمارے مشرقی ناظر کے لئے یہ نہایت ہی دلچسپ مقام ہوگا جہاں وہ ہر فرقہ کے فقیر کا تذکرہ اس کے معز بانی کے ساتھ ملاحظہ کرے گا یہ وہ بیان ہوگا جو عینی شہادت پر مبنی ہے۔ (باقی بر صفحہ ۱۸۱)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورنہ خبر نہیں کیا ناگہانی آفت مولانا شہیدؒ پر نازل ہوتی ۔ اس کی تصدیق ان ریاستوں میں جہاں سکھوں کا اثر اب تک موجود ہے بخوبی ہو سکتی ہے ، جموں وغیرہ میں دیکھ لیا جائے چنے والا تک روادار نہیں ہے کہ مسلمان اس کی دکان کے قریب آئے اور چنے خریدے بلکہ جب کوئی مسلمان لینے جاتا ہے دور سے پیسہ دکھاتا ہے اور زبانی کہتا ہے اتنے کے چنے لوں گا فوراً اس نے چنے تولے اور دونے میں (اس لئے کہ یہاں ہر چیز حتیٰ تیل تک دونے میں آتی ہے)۔

بقیہ (۱) فقیر معلوں نے اس امر کو بہت دھوم دھام سے ثابت کیا ہے کہ فقیری حضرت ابو بکر صدیق رضہ اور حضرت علیؓ سے نکلی ہے یہ تو محض ناممکن ہے کہ فقیروں کے بیشمار قواعد اور ان کی لا انتہا مذہبی تقریبات اور اصول سے کوئی آگاہ ہووے کیونکہ ان میں باہم اکثر اسلامی ممالک میں ایسی پوشیدہ اور رازدارانہ انجمنیں ہوتی ہیں جہاں کوئی دوسرا شخص کبھی جا نہیں سکتا اور ان کی کیفیت بالکل فرامیشن (فری میسن) والوں سے ملتی ہے پھر بھی جو کچھ اپنا ذاتی تجربہ اور مغربی سیاحوں کے سفرنامہ سے ملا ہے اپنے معزز ناظر کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے ۔

سنہ ہجری میں ۴۵ اہل مدینہ نے اور مدینہ والوں کی طرح اپنے کو بھی دائرہ اسلام میں داخل کیا، انہوں نے وفاداری اور صداقت کی قسم کھائی کہ ہم نبی اکرم کے اصول پر ثابت قدم رہیں گے ، پھر انہوں نے ایک جتھے کے پنتھ کی بنیاد ڈالی اور شب و روز مذہبی فرائض کے انصرام اور زہد و ریاضت نفس کشی میں اپنے کو محو کر دیا ، اپنے کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز کرنے کے لئے انہوں نے اپنا نام صوفی رکھا ۔ یہ نام آخری زمانہ میں نہایت پرجوش مسلمانوں کے ناموں کے ساتھ لیا جانے لگا ۔ اور اب تک اس مقدس نام کا اطلاق اس مسلمان پر ہو سکتا ہے جو دنیا کی لذائذ کو نفسانی خواہشوں کے لئے ترک کر دے اور اپنے کو نہایت محنت اور مشقت سے خدا کی یاد میں محو کر دے یا ہمہ تن اپنے کو عبادت بنا دے ۔ صوفیوں نے اپنے نام کے ساتھ فقیر کا لفظ بھی اور ملا لیا کیونکہ ان کے مذہب کا اصول یہ تھا جو اس شعر میں ادا ہوا ہے ۔ شعر

آنچہ در دنیاست بر آزادگان آمد حرام   خاطر جمع است در زیر فلک سامان ما

خدا کی بندگی میں تمام عالم کو بھول جانا صوفیوں کے مذہب کا اصل الاصول ہے ۔ وہ نبی اکرم کی اس حدیث پر مٹے ہوئے تھے " الفقر فخری " یعنے فقیری میرا فخر ہے ۔ نبی اکرم کے وصل سے پہلے (یعنی زمانہ حیات ہی میں) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ذکر کے طریق علیحدہ علیحدہ جاری کئے (بقیہ (۱)

---

(۱) مصنف نے یہاں سنہ کا عدد نہیں لکھا (مصحح) ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھ کے وہ سڑک کے کنارے پر رکھ گیا، مسلمان نے پیسہ اس کے ہاتھ میں ذرا اوپر سے پھینک کے سڑک پر سے دونا اٹھا لیا اور بے چارہ دل میں خفیف ہوتا ہوا گھر چلا آیا، موجودہ زمانہ میں جب یہ کیفیت ہے تو اس زمانہ میں جب سکھوں کے عروج کا شہاب ثاقب چمک رہا تھا کیسا کیفیت ہوگی، مولانا شہیدؒ نے تمام باتوں کو نوٹ کر لیا تھا، اور نہایت حفاظت سے اپنی نوٹ بک کو رکھتے تھے، یہ لا انتہا تفرقہ حد سے زیادہ تلخ تر حقارت انگیز نظارہ اس زہریلی دشمنی

(بقیہ صفحہ) ہیں، داکرنے کیلئے بتاتے تھے۔ یہیں سے دو گروہ صوفیوں یا فقیروں کے قائم ہوگئے۔ اپنے بستر مرگ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سلمان الفارسی کو طرق ذکر میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور حضرت علی نے اپنا جانشین حسن البصری کو مقرر فرمایا، ان دونوں معزز جانشینوں نے اپنے خلفاء کے ذکر کے طرق کی پوری طور سے تقلید کی اور اپنے کو اسلامی گروہ میں واجب الاحترام اور اعلیٰ درجہ کا زاہد اور متقی ثابت کیا۔ ان میں سے بعض عبادت اللہ کی سرخوشانہ حالت میں ملک بملک گشت لگانے نکلے اور ہزاروں کو اپنا ہمخیال بنایا۔

یہاں تک ان کا لاثانی جوش دل میں ابلا کر ۳۷ھ میں اویس القرنی قارو (یمن) کے رہنے والے نے ایک دن یہ بیان کیا میں نے فرشتہ جبریل کو خواب میں دیکھا اس نے مجھے خدا کا حکم یہ سنایا تو دنیا کو خدا کے نام پر ترک کر دے اور سرتا پا خدا کی یاد میں محو ہو جا، اس ربانی قاصد نے تمام و کمال ذکر کے قواعد بھی بتائے اور جو کچھ اس پاکباز صوفی کے آئندہ طرق ذکر قرار پائے، سب کی ہدایت جبریل ہی نے کی۔ دوسرے دن سے اویس القرنی نے دنیا کو ترک کر دیا، اور اس کے سحر آمیز سامانوں پر لات ماری، دنیاوی راحتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور شب و روز ذکر اللہ میں زندگی بسر کرنے لگے۔ آخرکار ترک دنیا اور عبادت خدا بانتے اسلام کی محبت نے یہاں تک طول کھینچا اور اس قدر محبت نبی کا جوش ابلا کر اویس نے اپنے دانت اس لحاظ سے توڑ ڈالے کہ رسول خدا کے بھی دو دانت مشہور جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے۔ آپ نے چاہا میرے مرید بھی ایسا ہی کریں، اور پھر آپ نے یہ ارشاد کیا کہ تمام وہ میرے مرید جو ربانی الطاف یا یادری سے خصوصیت سے بہرہ ور ہوں گے اور جن کے دلوں پر میرے طرق کے نقش پورے منقش ہوں گے، ان کے دانت فوق الفطرۃ کرشمے سے خود بخود ٹوٹ جائیں گے، یعنے ایک فرشتہ جب وہ گہری نیند میں ہوں گے الگ سے ان کے دانت نکال لے گا اور جب وہ جاگیں گے تو سرہانے ان دانتوں کو رکھا ہوا پائیں گے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس قسم کی باتیں شروع ہوگئی تھیں لیکن ان کا اثر لوگوں کی طبائع پر بہت دیرپا نہ ہوا۔ (باقی صفحہ ۱۸۲)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نقشہ کھینچتا ہے جو سکھوں کو مسلمانوں سے تھی، پھر مولانا نے یہاں بہت سی مسجدیں غیر آباد اور ٹوٹی ہوئی ملاحظہ کیں، اور ان میں خوک اور کتوں کو بندھا ہوا دیکھا۔ یہ ہر سکھ کو مجاز تھا اگر اسے دوسری جگہ سونے کو نہ ملے وہ چاہے جس مسجد میں چلا آوے، ملا کا ہاتھ پکڑ کے نکال دے اور آپ وہاں شب باشی کرے، سؤر کا گوشت بآزادی کھا سکتا تھا، اور مسجد کو پاخانہ گاہ بنا سکتا تھا۔

(بقیہ ص ۱۸۱) کم ہوتا تھا۔ ہمارے عارف باللہ اویس نے زیادہ مرید اپنی زندگی میں بہم نہ پہنچائے، اور آخر یمن ہی میں آپ کی وفات ہوگئی۔

۱۴۹ھ ہجری مطابق ۷۶۶ء میں شیخ الوان نے اول ہی اول فقیری کے مستقل قاعدے اور طرق کی بنیاد ڈالی۔ اب تک آپ کے پیرو موجود ہیں جو الوانیہ کہلاتے ہیں۔ گو اسلام نے نفس پر زیادہ تشدد کرنے سے و معتزلی نشینی سے منع فرمایا ہے پھر بھی فقرا نے وہ وہ قواعد تشددِ نفس اور خوفناک ریاضتوں کے نکالے جن پر آج بڑے بڑے عالم اور مولوی چلتے ہیں۔

ایم ڈی اوسن نے اپنی مشہور کتاب عثمانی سلطنت میں لکھا ہے۔ مشکل سے کوئی مشہور و معروف مولوی یا فاضل اسلام کا ایسا ہوگا جو الوانیہ سوسائٹی کا ممبر نہ ہو۔

ہر صدی میں فقرا کے نئے پیشوا پیدا ہوئے اور پھر سب کے گروہ علیحدہ علیحدہ ہوگئے جو آج تک موجود ہیں۔ مذکورۂ بالا فاضل نے تینس ۳۲ بتیس پیشواؤں کے نام معہ ان کے وطن وغیرہ کے اپنی بیش بہا کتاب میں لکھے ہیں جو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

نمبر شمار	طبقۂ فقرا	بانی	وطن بانی	سنہ ھ	سنہ ء
۱	الوانیہ	شیخ الوان	جدہ	۱۴۹ھ	۷۶۶ء
۲	ادہمیہ	ابراہیم ابن ادہم	دمشق	۱۶۱ھ	۷۷۷ء
۳	بسطامیہ	بایزید بسطامی	جبل بسطم	۲۶۱ھ	۸۷۴ء
۴	سقیطیہ	سری سقطی	بغداد	۲۹۵ھ	۹۰۷ء
۵	قادریہ	عبدالقادر جیلانی	بغداد	۵۶۱ھ	۱۱۶۵ء

(باقی بر صفحہ ۱۸۳)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب مولانا شہیدؒ علی الصبح کسی مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے تو ایسا اتفاق بارہا ہوا کہ آپ نے سکھوں کو مسجد میں سوتا ہوا اور ناپاک کرتا ہوا ملاحظہ کیا، بعض خوب صورت مسجدیں ٹوٹ کر سکھوں کا گھر بن گئی تھیں اور اکثروں میں جیسا کہ اوپر لکھا گیا سُور، کُتے، گھوڑے، بیل وغیرہ باندھے جاتے تھے، علانیہ طور پر اجازت نہ تھی کہ کوئی فرد بشر قرآن گلے میں ڈال کے نکل سکے. اگر کسی ناواقف نے ایسا کیا. قید خانہ بھیج دیا گیا اور اس کا قرآن زبردستی آگ میں ڈال

نمبر شمار	طبقہ فقرا	بانی	وطن بانی	سنہ ھ	سنہ ء
۶	رفعیہ	سید احمد رفیع	بغداد	۵۷۶ھ	۱۱۸۲ء
۷	سہروردیہ	شہاب الدین	بغداد	۶۰۲ھ	۱۲۰۵ء
۸	کبرویہ	نجم الدین	خوارزم	۶۱۷ھ	۱۲۲۰ء
۹	شرنبلیہ	ابوالحسن	مکہ	۶۵۶ھ	۱۲۵۸ء
۱۰	مولویہ	جلال الدین رومی	کنواح	۶۷۲ھ	۱۲۷۳ء
۱۱	بداویہ	ابوالفطن احمد	تانتا (مصر میں)	۶۷۵ھ	۱۲۷۶ء
۱۲	نقشبندیہ	پیر محمد	قصر عریفا	۷۱۹ھ	۱۳۱۹ء
۱۳	سعدیہ	سعد الدین	دمشق	۷۳۶ھ	۱۳۳۵ء
۱۴	بختشیہ	حاجی بختش	کیرسہر	۷۳۶ھ	۳۳۵ء
۱۵	خلواتیہ	عمر خلواتی	قیصریہ	۸۰۰ھ	۱۳۹۷ء
۱۶	زینیہ	زین الدین	کوفہ	۸۳۸ھ	۱۴۳۸ء
۱۷	بابیہ	عبدالغنی	ایڈریانوپل	۸۷۰ھ	[illegible]
۱۸	بہرامیہ	حاجی بہرامی	انگورا	۸۷۶ھ	۱۴۷۱ء
۱۹	اشرفیہ	اشرف رومی	چین ازنگ	۸۹۹ھ	۱۴۹۳ء
۲۰	بکریہ	ابوبکر رافعی	الیپو	۹۰۲ھ	۱۴۹۶ء
۲۱	سنبلیہ	سنبل یوسف بلوی	قسطنطنیہ	۹۳۶ھ	۱۵۲۹ء
۲۲	گلشانیہ	ابراہیم گلشنی	قاہرہ	۹۴۰ھ	۱۵۳۳ء

(باقی بر صفحہ ۱۸۴)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا گیا۔

مولانا نے اس کی بابت مختلف افواہیں گوش گزار کیں، مگر ذاتی تجربہ سے آپ کو پتا لگ گیا جب سے لاہور وغیرہ میں سکھوں کی عمل داری ہوئی ہے بیس لاکھ سے زیادہ قرآن مجید جل چکے ہیں اور اب کوئی دن ایسا نہیں جاتا جہاں ہر شہر میں آٹھ دس قرآن روزمرہ نہ جلائے جاتے ہوں، یہ مولانا شہید کو پتہ نہ لگا آیا رنجیت سنگھ کو بھی اس کی اطلاع کی جاتی ہے یا نہیں مگر وہ حکام جو اس کی طرف

نمبر شمار	طبقۂ فقراء	بانی	وطن بانی	سنہ ھ	سنہ ء
۲۱	اگہت تشبیہ	شمس الدین	مگینیا	۹۵۱ھ	۱۵۴۴ء
۲۴	ام شنبہ	شیخ امام سنن	قسطنطنیہ	۹۵۹ھ	۱۵۵۲ء
۲۵	جلواتیہ	پیر افتدی	بروسا	۹۸۸ھ	۱۵۸۰ء
۲۶	عشاقیہ	حسن الدین	قسطنطنیہ	۱۰۱۰ھ	۱۵۹۲ء
۲۷	شمیہ	شمس الدین	مدینہ	۱۰۱۰ھ	۱۶۰۱ء
۲۸	سنن امیہ	علم سنن امی	الوالی	۱۰۷۹ھ	۱۶۶۸ء
۲۹	نیازیہ	محمد نیاز	لمنس	۱۱۰۰ھ	۱۶۹۳ء
۳۰	مرادیہ	مراد شامی	قسطنطنیہ	۱۱۳۲ھ	۱۷۱۹ء
۳۱	نورالدینیہ	نورالدین	قسطنطنیہ	۱۱۴۶ھ	۱۷۳۳ء
۳۲	جمالیہ	جمال الدین	قسطنطنیہ	۱۱۶۴ھ	۱۷۵۰ء

ان میں سے تین گروہ بسطامیہ، نقشبندیہ اور بختشیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے اپنے کو کہتے ہیں اور باقیماندہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکلے ہیں۔ ہر گروہ ان دو عظیم الشان بانیوں تک اپنا سلسلہ پہنچاتا ہے۔ نقشبندیہ جو خواجہ پیر محمد نقشبند کے پیرو ہیں مختلف طرق رکھتے ہیں یہ لوگ عموماً ذکر خفی کرتے ہیں اور بالکل یہی طریقہ ان کے ہاں رائج ہے۔ ان کی خاص عبادت کو ختم خواجگان کہتے ہیں۔ ایک بار استغفار کہتے ہیں۔ سات بار سلامات، سات بار فاتحہ، نو دفعہ سورہ الم نشرح پڑھتے ہیں اور اس کے بعد سورہ اخلاص پڑھتے ہیں۔ ان عبادتی تقریبات کا نام ذکر ہے۔ اس کے خاص کر کرنے کے (باقی بر ۱۸۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہر قریہ اور دیہہ میں مقرر تھے اپنے ہاتھوں سے علانیہ یہ ظلم کرتے تھے، عموماً جب اگھائی کا زمانہ آتا مسلمان زمینداروں کی جان پر بن جاتی، ان سے یہ کوئی سننے والا نہ ہوتا تھا کہ اب کے کال پڑا، اور اب کے فلاں سنگھ جی اپنے مویشیوں کو سال بھر فصل کے دنوں میں چرایا کئے، بلکہ ان پر کوڑے بازی ہوتی تھی اور مجبور کیا جاتا تھا کہ روپیہ لاؤ، اگر کسی نے روپیہ محصول کے دے دئے تو خیر ورنہ اُن کے بال بچے چھین لئے جاتے تھے، اور سر بازار نیلام کر

(بقیہ حاشیہ) ہفتہ میں ایک بار باہم ملتے ہیں، معمولی طور پر یہ دن جمعرات کا ہوتا ہے، عشاء کی نماز کے بعد سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے، اور تمام شب رہتا ہے۔ ہر شہر اور شہر کے ہر ضلع میں اس کے ممبر مختلف سوسائٹیوں میں منقسم ہیں جہاں وہ سب مل کے اپنے مرشد کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور نہایت ہی توجہ سے ذکر کرتے ہیں پہلے پیر یا اور کوئی بھائی ایک لفظ زبان سے نکالتا ہے اور بعد ازاں سب مل کے کہتے ہیں ہو یا اللہ بعض شہروں میں نقشبندیہ کے خاص خاص وسیع مکان مقرر ہیں جو خاص ذکر ہی کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ شیخ اپنی ممتاز عمامہ سے اپنے مریدوں میں پہچانا جاتا ہے۔ فرقہ بکتشیہ کا بانی بخارا کا رہنے والا تھا جس نے جان نثاریوں میں پرجوش روح پھوک کے بہت بڑی ناموری حاصل کی تھی اس گروہ کے فقیر کی نشانی ایک پٹکا ہے، جسے مفصلہ ذیل فقرے کہہ کے اپنی کمر سے باندھ لیتے ہیں :-

(۱) میں نے حرص و تنگ چشمی کو کس لیا اور فراخ چشمی یا بے حرصی کو کھول دیا۔

(۲) میں نے غصہ کو باندھ لیا اور عاجزی کو کھول دیا۔

(۳) میں نے بخل کو گانٹھ دے لیا اور پارسائی کو کھول دیا۔

(۴) میں نے جہالت کو باندھ لیا اور خدا کی دہشت کو کھول دیا۔

(۵) میں نے حیوانیہ جوش کو باندھ لیا اور خدا کی محبت کو کھول دیا۔

(۶) میں نے بھوک کو کس لیا اور توکل کو کھول دیا۔

(۷) میں نے شیطنت کو باندھ لیا اور رحمانیت کو کھول دیا۔

سلطنت ترکی میں مولویہ فقیر بکثرت ہیں۔ اس گروہ فقراء کا بانی مولوی جلال الدین رومی ہے جو مشہور مصنف مثنوی کا ہے، یہ مثنوی ایران اور تقریباً کل اسلامی دنیا میں پڑھی جاتی ہے۔ ان فقراء کے تکیے بنے ہوتے ہیں جہاں بدھ اور اتوار کو ان کے جلسے ہوتے ہیں۔ یہ فقیر گول لمبی لمبی ٹوپیاں پہنتے ہیں (باقی برصفحہ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دئے جاتے تھے۔

مولانا شہیدؒ نے یہ خونی نظارے اپنی پرنم آنکھوں سے دیکھے۔ آپ نے بعض دولت مند اور زمیندار مسلمانوں کو بھی دیکھا اور آپ کو تعجب ہوا کہ یہ اپنے غریب بھائیوں کی مدد نہیں کرتے مگر تحقیق کے بعد یہ سارا شبہ رفع ہو گیا، یعنے ان کی ثروت اس وجہ سے قائم تھی کہ وہ سکھوں کی مجلسوں میں برملا اسلام اور بانئے اسلام کی نسبت توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے تھے اور بعض

(بقیہ ص۱۸۵) کے طرح پران کا لباس ہوتا ہے۔ جامہ کی صورت بالکل راجپوتانہ کے تلک کے ہم مشابہ ہے جو مسلمان عورتیں پہنتی ہیں، ذکر کرتے وہ اپنے جامے اُتار ڈالتے ہیں اور صرف جاکٹ اور نیچے پنچے کوٹ پہنے رہتے ہیں کبھی اچھلتے ہیں اور کبھی سر کو گردش دیتے ہیں، اور کبھی غیر معمولی جوش میں چکر کھانے لگتے ہیں۔ فقرائے قادریہ کا بانی سیّد عبدالقادر ہوا ہے جس کا لقب پیر دستگیر ہے، اور آپ بغداد میں مدفون ہیں۔ یہ لوگ ذکر جلی اور ذکر خفی دونوں ہی کرتے ہیں۔ ہندوستان کی شمال مغربی حدود میں بہت سنی المذہب مولوی قادریہ ہیں، مچھلی والوں میں مذہب عام طور پر پھیلا ہوا ہے۔

چشتیہ معین الدین بندہ نواز کے پیرو ہیں جن کا لقب گیسودراز ہے آپ کا مزار گلبرگہ میں ہے۔ عموماً شیعہ بھی اس مذہب یا طرق کے فقیر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ راگ راگنی سے شوق رکھتے ہیں کیونکہ اس گروہ کے بانی نے یہ کہا ہے کہ گانا روح کی خوراک ہے یہ لوگ ذکر جلی کرتے ہیں۔

گروہ جلالیہ کا بانی سید جلال الدین بخارا کا رہنے والا ہے یہ فقیر وسط ایشیا میں بہت پائے جاتے ہیں، اکثر ندہبی دریوزہ گر اسی پنتھ کے فقیر ہوتے ہیں۔

سہروردیہ افغانستان میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور ان میں فاضل اکثر دیکھے گئے ہیں۔ یہ شہاب الدین سہرورد کے رہنے والے کے پیرو ہیں (سہرورد عراق کا ایک شہر ہے) یہ بے شر فقیر کہلاتے ہیں یہ فقیر بھی بے شمار ہیں۔

ہندوستان میں قرداریہ پنتھی کے فقیر بکثرت آباد ہیں۔ اس گروہ فقرا کا بانی زندہ شاہ مدار شامی ہوا ہے جس کا مزار مکنپور (اودھ میں) ہے ملنگ فقیر اسی گروہ سے نکلے ہیں جو ہندوستان کے بازاروں میں دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ایک گرہ میں اپنے بالوں میں باندھ لیتے ہیں جو اکثر ناظرین نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ رفیعیہ گروہ کے فقیر بھی ہندوستان میں بے شمار ہیں وہ اپنے نفس پر بہت سختی توڑتے ہیں ان کی عبادت یہ ہے کہ وہ اپنے جسم کی (باقی برص۱۸۷)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقات سلطنت کی آنکھ میں اپنا اعتبار بڑھانے کے لئے اپنے غریب مسلمانوں کو ناحق بیگناہ گرفتار کرا دیتے تھے۔

وہ بظاہر مسلمان تھے مگر دراصل سکھ ہی تھے جو اپنی عارضی زندگی آرام سے گزارنے کے لئے یہ یہ نالائم باتیں کرتے تھے مگر سچ پوچھو تو ان کی بھی عزت نہ تھی۔ ہاں صرف اتنی بات تھی کہ سکھوں کے دست ظلم سے ان کا مال و متاع بچا ہوا تھا۔

(بقیہ حاشیہ ۱۸۶) کمالات دین اُدھیڑا کریں یہ درویش ترکی اور مصر میں بھی پائے پائے جاتے ہیں۔

دوسرا گروہ فقراء کا قلندریہ ہے جس کا بانی قلندر یوسف اندلسی ہوا ہے، جو اسپین کا رہنے والا تھا۔ کچھ زمانہ تک وہ بکتشیہ رہا لیکن جب اس پنتھ سے علیحدہ کر دیا گیا تو اس نے بطور خود ایک مذہب کی بنیاد ڈالی۔

غرض تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کل گروہ کے فقراء کے اصول ذکر مختلف ہیں ورنہ جب غور سے دیکھا گیا تو سب اکیلے خدا کی پرستش کرتے ہیں اور محمدؐ کو اپنا آخر الزمان نبی مانتے ہیں۔ یہی عین اسلام ہے، اور یہی دین خدا ہے، گو یہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض گروہ افراط تفریط میں پڑ کر شریعۃ کے اصول سے متجاوز ہو گئے ہیں، پھر بھی انہوں نے کبھی وہ باتیں نہیں کیں جو آج ان کے نام لیوا کر رہے ہیں۔ ان کا ایک بڑا اصول نفسانی خواہشات کو ترک کرنا ہے مگر آج ہمارے بھائی صوفی یا فقیر اس میں ڈوبے ہوئے ہیں، بلکہ اس کا میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ کوئی صوفی یا فقیر جس گروہ میں اپنے کو بیان کرتا ہے نہ تو اس کے بانی کے سوانح عمری اسے یاد ہوتے ہیں، اور نہ وہ اس کے اصول جانتا ہے۔ نام کے قادریہ اور نقشبندیہ رہ گئے ہیں۔

اُن میں سے بعض قسم کے فقیر مولانا شہیدؒ کو پنجاب میں بہت سے ملے، مگر سوائے گور پرستی اور چڑھاوا لینے کے کسی مذہبی فرض کی انجام دہی میں انہیں سرگرم نہیں دیکھا۔ پیری مریدی کا بھی بہت زور دیکھا جو کم زیادہ اب تک موجود ہے مگر وہ بھی بے نتیجہ پایا نہ مرید یہ جانتا ہے کہ جب دست بیعت دیتے ہیں تو کیا کرتے ہیں نہ پیر کو یہ خبر ہے مرید سے کیا کہلانا چاہیئے۔

اس میں شک نہیں اگر مولانا شہید ان ظاہردار صوفیوں اور فقیروں کی زبوں حالت کی اصلاح نہ کرتے تو خبر نہیں قوم اسلام کی کیا بُری گت بنتی، آج ہندوستان میں صرف مولانا شہید ہی کا طفیل ہے کہ ہماری آنکھوں میں جھوٹے سچے صوفی اور فقیر کی شناخت کی قوت آگئی ورنہ بڑے بڑے پڑھے لکھے اس میں ڈوبے ہوئے تھے (باقی ۱۸۸)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض امرت سر کی ملانا شہیدؒ نے خوب خوب سیر کی اور مسلمانوں کی ناگفتہ بہ خستہ حالت کو بغور ملاحظہ فرمایا، پھر آپ نے جیسا کہ تواریخ علمائے دہلی والا نے لکھا ہے، اس سفر سے امرت سر میں کچھ نہ کچھ پولٹیکل فائدہ بھی اُٹھانا چاہا۔ گو یہاں سکھوں کے ظلم و ستم کی یوں آگ مشتعل ہو رہی تھی، پھر بھی آپ کی دلیر مگر دور اندیش طبیعت نے پولٹیکل فائدہ اٹھانے میں پس و پیش نہ کیا، آپ نے پوشیدہ پوشیدہ لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ نکالا، اور ان کے خیالات سکھوں کی

(بقیہ حاشیہ) سچا فقیر یں چاہے وہ قزاق ہو یا دراصل رہزن ہو خدا ہوتا ہے۔

ہم نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے ہر پنتھ کو دیکھتے ہیں اور اس کے اصول کی تعریف کرتے ہیں اس میں شک نہیں جتنے مت نکلے ہیں سب خدا پرستی کے طریقے کو آسان کرنے کے لئے نکلے ہیں، ان کا پہلا اصول حرص و ہوا کو چھوڑنا اپنے نفس کو اپنے تابع کرنا اور خدائے واحد کی سچے دل سے پرستش کرنا۔ چنانچہ جب سہروردیہ میں کسی کو مرید کرتے ہیں تو مرید سے یہ کہلواتے ہیں میں اس خدا کے آگے کوئی دوسرا معبود نہیں جو زندہ ہے، توانا ہے۔ ہمیشہ رہنے والا ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور اس کی مہربانی اور نگاہِ مکرمت کا امیدوار ہوں یہی استغفاری جملہ کئی بار مرید اپنی زبان سے دہراتا ہے اور پھر یہ کہتا ہے "میں خدا اور اُس کے پیارے نبی کی تائید سے اُسے اپنا مرشد یا ہادی بناتا ہوں اور خدا کی درگاہ میں عہد کرتا ہوں کہ کبھی اس سے جدا نہیں ہونے کا۔ خدا ہمارا شاہد ہے۔ خدا کی قسم سوائے خدا کے اور کوئی خدا نہیں ہے۔ آمین"

اس کے بعد مرشد اور مرید دونوں کلام مجید کی پہلی سورۃ پڑھتے ہیں، پھر مُرید مرشد کے ہاتھوں پر بوسہ دیتا ہے، اور اس طرح تقریبات مریدی ادا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد مرید اکثر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا ہے اور کبھی کبھی مرشد بھی اپنے مریدوں کے مکان پر قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ یہ مکان جہاں یہ مقدس نفس خدائے برحق کی پرستش کی اپنے مُریدوں کو تعلیم دیتے ہیں، عموماً باغوں میں بنے رہتے، اور جنہیں ترکی اور مصر میں تکیہ کہتے ہیں۔ وہاں دوسرے شخص کا گزر نہیں، قادریہ میں مرید ہونے کا دوسرا دستور جو توکل بیگ نے جرنل ایشیاٹک میں بیان کیا ہے، وہ مفصلہ ذیل ہے۔

جب میں نے آخوند ملا محمد کے ذریعہ سے شیخ ملا شاہ سے شرف مریدی حاصل کیا میں نہیں بیان کر سکتا، میرے دل کی کیا حالت ہوگئی، نئی نئی امنگیں وحدت پرستی کی دل سے خود بخود اُبلنے لگیں، اور غیر معمولی جوشوں نے میرے قلب کو گھیر لیا۔ (باقی برص۱۸۹)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابت دریافت کئے وہ بیچارے روزمرہ پُرامن انگریزی عملداری میں بھاگے جاتے تھے۔ خدا سے چاہتے تھے کوئی تادیب دہندہ کھڑا ہو۔ اور ان ناواجب باتوں کا سکھوں سے عوض لے۔ مسلمانوں کو خوف اس قدر تھا کہ وہ سکھوں کے خلاف مشورہ کرنے میں اپنی جان کی ہلاکت سمجھتے تھے، اور یہ جانتے تھے اگر کچھ سُن گن سکھوں نے اس کی پالی تو گھر بار اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا اور بال بچے کولہو میں پلوا دیئے جائیں گے۔ مولانا شہیدؒ کو پنجابیوں سے تو کچھ

(بقیہ ص ۱۸۸) آپ سے میری طبیعت میں خدا کے سچے علم سیکھنے کی بھڑکتی ہوئی آگ لگ گئی، اس کی تلاش اور تحصیل میں نہ رات کی نیند تھی نہ دن کا آرام رہا تھا۔ ابتدائے تعلیم میں شب و روز مجھے سورۃ اخلاص کا ورد رہتا تھا میں نہیں کہہ سکتا کہ جوشش میں کے بار پڑھ جاتا، میرا خیال یہ ہے جو شخص اس سورت کو سو بار پڑھے گا وہ گویا اپنی دینی منت پوری کرے گا۔

میں نے چاہا کہ شیخ مجھے توجہ دے اور اپنی محبت مجھے بخشے، میں نے سورۃ اخلاص کا وظیفہ ابھی ختم ہی کیا تھا کہ خود بخود مرشد کے دل میں میری طرف سے ہمدردی پیدا ہوگئی، گزشتہ شب میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا، تمام شب وہ مجھے توجہ دیتا رہا، جب کہ میں نے اپنے کو بالکل باطنی استغراق میں محو کر دیا۔ تین شب یوں ہی توجہ لیتے گزر گئیں، چوتھی شب شیخ نے کہا۔ اب مُلا سنگھم بیگ اور صالح بیگ تم اپنی روحانی تاثیرات توکل بیگ میں بخش دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا جب کہ میں نے تمام شب استغراق میں مکہ کی طرف منہ کیے ہوئے گزاری۔ جوں ہی صبح صادق کی پو پھٹنی شروع ہوئی، کچھ کچھ روشنی میرے ضمیر میں پیدا ہونے لگی لیکن میں شکل اور رنگ میں امتیاز نہ کر سکتا تھا۔

صبح کی نماز کے بعد میں شیخ کی خدمت میں حاضر کیا گیا، اس نے میری دماغی حالت کی کیفیت دریافت کی، میں نے عرض کیا میں نے اپنی چشم باطن سے ایک روشنی دیکھی۔ یہ سُن کر شیخ کی کسی قدر دلجمعی ہوئی اور وہ بولا۔ تیرا قلب تاریک ہے مگر وہ گھڑی آگئی ہے جب میں صفائی سے اپنے کو تجھے دکھاؤں گا۔ پھر اس سے اپنے سامنے بیٹھنے کا مجھے حکم دیا اور ارشاد کیا ہمارے خال و خط یا چہرہ مہرہ اپنی ضمیر میں جمالے پھر اس نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی، اور ارشاد کیا ہم پر تو اپنے کل خیالات کا اجتماع کرے۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر ایک دم میں شیخ کی روحانی مدد سے میرے دل کا قفل کھُل گیا، اس نے دریافت کیا تو نے کیا دیکھا۔ میں نے عرض کیا میں نے دوسرا توکل بیگ اور دوسرا ملا شاہ دیکھا۔ پھر میری آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی، میں آنکھیں (باقی برصفحہ ۱۹۰)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدد نہ ملی، ہاں افغانوں سے اپنے ارادہ میں جان پڑتی ہوئی دیکھی ۔ ایک دن مولانا شہید رح کی ایک بوڑھے افغان سے ملاقات ہوئی، عندالتقریر اس نے بیان کیا ہماری ناچاقی نے سکھوں کو ہم پر چیرہ دست بنا دیا ہے ۔ جب سکھوں نے ہم پر حملہ کیا ہے ہم یوسف زئی فرقہ سے کشت وخون کر رہے تھے ۔ ہمیں خود اپنی جانوں کا ہوش نہ تھا کہ سکھوں نے ہم پر دھاوا کیا، اس شکستہ حالت میں بھی اگر اتفاق کر کے سکھوں کا مقابلہ کرتے تو ایک بچہ بھی بچ

(بقیہ صفحہ ۱۸۹) کھولے اپنے شیخ کو اپنے سامنے بیٹھا ہوا دیکھا، پھر دوبارہ انہوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی ۔ پھر میں نے اپنی باطنی آنکھوں سے شیخ کو دیکھ لیا ۔ میں نے استعجاب میں یہ کہا اے مرشد آیا میں تجھے اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں یا جسمانی آنکھوں سے تجھے میں اس وقت ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا ہمیشہ دیکھا کرتا ہوں ۔

اسی اثنا میں میں نے ایک چکا چوندی مارتی ہوئی شکل اپنے پاس آتی ہوئی دیکھی ۔ شیخ نے مجھ سے ارشاد کیا جو شکل تیرے قریب آ رہی ہے اس سے نام دریافت کر، میں نے اپنی روحانی زبان سے یہ سوال کیا یا دوسرے الفاظ میں میرے ضمیر میں اس سوال دریافت کرنے کی کیفیت پیدا ہوئی، معاً اس نورانی شکل نے یہ جواب دیا، میں عبدالقادر جیلانی ہوں ابھی میں تیرے ساتھ آگے ملا ہوں جا تیرا دل روشن ہو گیا، میں نہیں کہہ سکتا کہ اس ولی اللہ کا احترام میرے ضمیر میں کس درجہ پیدا ہوا ۔ میں ہر جمعہ کی شب کو سارا قرآن شریف پڑھ لیا کرتا تھا، ملا شاہ نے پھر کہا روحانی دنیا اپنے تمام وکمال حسن کے ساتھ مجھے نظر آ گئی میں نے کامل اطاعت اور فرمانبرداری سے باطنی الفاظ سے اپنے پیر کا شکریہ ادا کیا اور اس کا سچا خادم بنا، دوسری شب میں نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چار صحابہ کی زیارت کی جو اپنے نبی کے ساتھ فرحان وشادان تھے، اور پھر تمام اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے فیضیاب ہوا، تین مہینے کے بعد میں ایک ایسی سرزمین میں پہنچا جہاں ان صورتوں میں ایک صورت بھی نظر نہ آئی، اس عرصہ تک شیخ مجھے توحید اور علم خدا کے اسرار بیان کرتا رہا ۔ تاہم ابھی تک درجہ تکمیل کو میں نہیں پہنچا تھا، نہ اس نے اس کی کامل حقیقت مجھے بتلائی تھی ۔ ایک برس گزرنے کے بعد مجھے توحید کا علم ہو گیا، اور اب میں شیخ سے ان الفاظ میں اپنے الہام اور القائے ربانی کو یوں بیان کرنے لگا، میں اپنے جسم پر پانی اور خاک دیکھتا ہوں ۔ اب مجھے نہ اپنے دل کا پاس ہے ۔ نہ اپنے روح کا ۔ ہائے افسوس کس غفلت میں میری اتنی زندگی گزر گئی ۔ اس کے بعد دل نہایت ہی پرجوش ہوا (باقی برصفحہ ۱۹۱)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر نہ آتا مگر افسوس کہ ہم میں معاندانہ جنگ و جدل برقرار رہی، اس وجہ سے سکھوں کو فتح حاصل ہوئی۔ ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ ہمارے نابالغ بچوں اور بیمار مردوں، عورتوں کو سکھوں نے کس بے رحمی سے قتل کیا، اور زندہ آگ میں جلا دیا بلکہ اگر خیال ہے تو یہ ہے کہ اُنہوں نے ہمارے پاک مقابر کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اور ہماری مسجدوں میں سور ذبح کئے اور جو کچھ ان سے ہو سکا دین اسلام کی توہین کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اور اب

(بقیہ صفحہ ۱۹۰) چشمہ اُبلا مجھ میں تو اور میں تجھ میں یہ جملہ روحانی قوت سے میری زبان دل سے نکلا، شیخ سنتے ہی خوش ہو گیا اور یہ کہنے لگا توحید کی اصلی سچائی اب تجھ پر کھلی ہے۔ توکل بیگ نے مجھ سے اصول توحید کی پورے طور پر تعلیم پائی، اس کی باطنی آنکھیں روشن ہوگئی ہیں، گوناگوں رنگوں اور صورتوں کے کمرے اس نے بخوبی دیکھ لئے ہیں، یہاں تک کہ وہ بیرنگ کمرہ میں داخل ہوا، اور اب اُس کا رونگٹا رونگٹا یہ گویا ہے ؎

شکر اللہ کہ در ساغر من ریختہ اند — مے بے رنگ زمیخانہ بے نام و نشان

اب وہ توحید کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سے اسے وصل ہو سکتا ہے، شبہ اور تذبذب کی پھیری اب کبھی اس پر نہ چل سکے گی۔

کوئی متنفس توحید کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا جب تک اپنی باطنی آنکھیں نہ کھولے اور اُن سے نہ دیکھے۔

میری اس تحریر سے ناظر سوانح کو اس قدر اندازہ کرنے کی سمجھ آجائے گی کہ وہ اصل تصوف اور جھوٹی فیلسوفی کو علیحدہ علیحدہ کرلے گا، اور اسے صاف طور پر یہ بھی اظہار ہو جائے گا کہ مولانا شہیدؒ نے جس تصوف کی مخالفت کی تھی وہ جھوٹا تصوف تھا جس سے لوگوں کو ٹھگا جاتا ہے۔ اور خدا کی مخلوق کو فریب میں پھنسا کے دین و دنیا کا نہیں رکھا جاتا۔ موجودہ زمانہ میں چند شریر النفوس نے اپنے ناقابل پیروں کی تعریف میں وہ وہ کتابیں طبع کی ہیں جن میں سراسر کفر و الحاد بھرا ہوا ہے مثلاً نور الابصار میں ایک پیر کی کرامتوں کا ذکر ہے، میرے خیال میں جتنی کرامتیں یا معجزے اس میں بیان ہوتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں سے ان کا وزن بھاری ہے، اس کتاب میں پیرجی کو عالم غیب بنایا گیا ہے اور یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ دین محمدی تیرہ سو برس سے تاریک تر تھا یہ پیرجی کا دم تھا کہ اُنہوں نے اسے روشن کر دیا۔ نبی اکرم غیب دان نہ تھے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا اس کا صدق و کذب جب تک وحی نہ اُتری آپ کو معلوم (باقی برصفحہ ۱۹۲)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک وہ اسی سرگرمی سے توہین اسلام کئے جاتے ہیں۔ بے محابا سکھ ہر مسلمان کے مکان میں چلے آتے ہیں۔ انہیں اختیار ہے چاہے جو کچھ چیز اٹھالیں اگر کھانا پکتا ہوا ہو تو اس پر سُور کی ہڈی ڈال کے پاک کر لیتے ہیں، اور خود وہیں بیٹھ کے نبیڑ جاتے ہیں۔ ہر طرح سے ناک میں دم کر رکھا ہے، کوئی دریافت کرنے والا نہیں ہے اگر آپ میرے ساتھ پشاور چلیں تو میں آپ کو یہ ساری کیفیت دکھاؤں۔ مولانا شہیدؒ کو اس بوڑھے ولایتی کی معیت اچھی معلوم ہوئی اور آپ امرت سر سے پوشیدہ اس کے ساتھ لاہور پہنچے، کیونکہ امرت سر میں سکھوں کے مختلف حلقوں میں مولانا کے خلاف سرگوشیاں ہونے لگیں تھیں، جن کی آواز ہنوز حکام کے کان تک نہ پہنچی تھی۔ مولانا شہید کا ظاہری لباس ایسا تھا کہ ان پر کسی قسم کا جرم بھی عاید نہ ہو سکتا تھا مگر یہ باتیں وہاں ہوتی ہیں جہاں قانون کی حکمرانی ہو۔ سکھوں کی عملداری میں بڑا جرم مسلمان ہونا تھا مجسٹریٹ کے سامنے جب کوئی جرم کسی مسلمان پر ثابت نہ ہوتا تھا تو اس سے سکھ ہو جانے کی درخواست کی جاتی تھی اور جب وہ انکار کرتا تھا تو اس پر یہ عظیم الشان جُرم قائم کر کے سزائے موت دی جاتی تھی۔ چند کوتاہ قلموں نے سکھوں کے ان قابل رحم مظالم کو لوگوں کے دلوں سے نیا نسیا کرنے کے لئے مسلمان شہنشاہوں کے سر پر جابرانہ ظلم پھیکے ہیں، اور اپنی بے معنی تواریخ میں من گھڑت قصے گھڑ گھڑ کے انہیں بدنام کرنا چاہا ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ خاک ڈالے سے نہ مہتاب چھپ سکتا ہے۔ نہ روشن آفتاب کی کرنیں ہاتھ لگانے سے میلی ہو سکتی ہیں۔ ایسی تاریخوں سے ہندوؤں کے بچے ضرور فائدہ اٹھاتے ہیں، اور چکنے نیکے ایسی کتابوں کو پڑھتے ہیں مگر بصر کی نگاہوں میں وہ ساری باتیں بیہودہ اور لغو ہیں، غرض

بقیہ نوٹ ہوا اگر گرونانک جی کئی کئی سال پہلے کی خبریں اس طرح بیان کر دیتے ہیں گویا اُن کی آنکھوں کے آگے ہو رہی ہیں۔ دراصل وہ بے چارے سادے سیدھے بے لکھے پڑھے سمجھ کے بلے سے تھے۔ اُن کے جانشین نے مرنے کے بعد انہیں خدا بنا دیا (معاذ اللہ)، اسی قسم کے اشد کفریات بکنے والے کی مولانا شہیدؒ مخالفت کرتے تھے اور اصلی تصوف کے آپ بڑے حامی تھے، اور خود بھی بہت بڑے صوفی تھے، میری اس توضیح سے ان بدگمانیوں کو کامل شکست ملے گی جو مولانا شہیدؒ کی مقدس ذات پر لاعلمی یا تعصب سے قائم کی جاتی ہیں، اور آپ کی والا شان اصلاح کا سچا مرتبہ معلوم ہوگا ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شہیدؒ امرتسر سے لاہور پہنچے، اور ایک سرائے میں جا کے قیام کیا، آپ نے ریاست کا رنگ دیکھ کے ولایتی کو علیحدہ کر دیا اور تاکید کر دی دن کو مجھ سے نہ ملے نہ کبھی بات کرے کیونکہ رنجیت سنگھ کا یہ حکم تھا اگر پشاور یا قندھار کا باشندہ کسی پردیسی سے بات چیت کرتا ہوا دیکھا جائے تو اسے اسی جگہ پر فوراً بغیر پوچھے گچھے سزائے موت دی جائے۔ صدہا بے گناہوں کی جانیں اسی طرح ضائع ہو چکی تھیں مگر ان کا انتقام لینے والا کوئی نہ تھا۔

سکھوں کا دستور ہے کہ وہ ہولے کر کے کھاتے ہیں۔ دہلی میں ہولے سوکھے بوٹوں کو گھاس پھوس کی آگ میں معہ شاخوں کے خستہ کرنے کو کہتے ہیں۔ مگر سکھوں میں اُنہیں ہولے نہیں کہتے، وہ ایک بڑے فولادی پنجرہ میں چیل۔ کوّے، کبوتر، تیتر، مینائیں طوطے غرض مختلف قسم کے جانور بند کر کے پنجرہ کو کسی درخت سے لٹکا دیتے ہیں، اور پھر نیچے سے آگ دے دیتے ہیں، وہ زندہ پرند پھڑپھڑا کے بھُن کے کوئلہ ہو جاتے ہیں۔ پھر اُنہیں صاف کر کے یہ ناخدا ترس کھاتے ہیں۔ اسی طرح بے گناہ مسلمانوں کے بھی ہولے کئے جاتے تھے اور یوں تڑپا کے اُنہیں مارا جاتا تھا۔ ہم ان شرمناک کارروائیوں کا ذکر نہیں کرنا چاہتے جو سرِ بازار سکھ کرتے تھے۔ ہماری محمدی تہذیب اور قانون انگلشیہ ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم ان میں سے ایک بات کا بھی تذکرہ کریں، صرف اسی قدر لکھنا کافی ہوگا کہ سکھوں کی قدرت میں جو کچھ تھا اور اُن کی بونگی عقل جتنے مظالم ایجاد کر سکتی تھی وہ انہوں نے بے گناہ مسلمانوں پر توڑے جنھوں نے اُف تک نہیں کی۔ ہم اپنے قول کی سند کے لئے ایک معتبر کتاب میں سے جو ایک ہندو صاحب ایکسٹرا اسینٹ کی تصنیف سے ہے، چند جملے سکھوں کے مظالم کی بابت نقل کرتے ہیں، جو اُنہوں نے غالباً گیا، قطعی اسی زمانہ کا ذکر کیا ہے، جب مولانا شہید دورہ پنجاب میں تھے، چنانچہ وہ لکھتا ہے :۔

ابتدا میں سکھوں کا طریق غارت گری اور لٹیرے بننے کا تھا جو ہاتھ آتا تھا لوٹ کر اپنی اپنی جماعت سے تقسیم کر لیا کرتے تھے، اور بسبب ان کے لوٹ کے اور علاقے داروں وہ دیہات والوں نے ان کو نذرانہ دینا منظور کیا کہ وہ راکھی کہلاتے تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی، اذان یعنے بانگ باآواز بلند نہیں ہونے دیتے تھے، مسجدوں کو اپنے تحت میں لے کے گرنتھ پڑھنا اس میں شروع کرتے، اور اس کا نام مست گڑھ رکھتے تھے اور سچ کریا مانند اور ہندوؤں کے ان کو مطلق نہیں۔ شکاری اور شراب خوار ہوتے ہیں، اور گھوڑے پر چڑھے ہوئے روٹی کھاتے چلے جاتے ہیں، اور دیکھنے والے کہتے ہیں جہاں وہ پہنچتے تھے جو برتن مٹی استعمال کسی مذہب والے کا (خصوصاً مسلمان کا) پڑا ہوا ان کو ہاتھ آجاتا تھا پانچ چھتر اس پر مار کر اس میں کھانا پکا لیتے تھے یعنی پانچ جوتے اُس پر مارنا اس کو پاک ہو جانا سمجھتے تھے۔

ناظر سوانح اندازہ کر سکتا ہے کہ ہندو مصنف نے جب یہ واقعہ بیان کیا ہے اور مجبوراً اُس کے قلم سے بھی سرزد ہو گیا، پھر کون شبہ کر سکتا ہے کہ ہمارا محمدی رپورٹر غلط بیان کرے اوپر والے جملوں کے ہر ہر لفظ سے ٹپکتا ہے کہ ہندو مصنف سکھوں کے مظالم کا حال لکھنا نہیں چاہتا۔ مگر واقعات کا اظہار اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ دبی زبان ہی سے سہی ضرور قلمبند کرے، ہر ہر لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مصنف قلم سے نکالنا نہیں چاہتا۔ اور وہ نکلے جاتے ہیں جیسے ایک شخص ایک قدم اٹھانا نہیں چاہتا، اور زبردستی اسے دھکیل کر کوئی شخص کہیں لے جانا چاہے۔

مولانا شہیدؒ نے القصہ لاہور میں پہنچ کر امرت سر سے بھی زیادہ سکھوں کے جابرانہ مظالم کا اور ہی چڑھا ہوا رنگ دیکھا، جہانگیر کے مقبرہ میں سے قیمتی پتھر اکھیڑ لئے گئے تھے اور گرنتھ پڑھنے کا مقام اسے بنا لیا گیا تھا، جس کا نام مست گڑھ رکھا تھا، سینکڑوں نام اور مسلمانوں کی قبریں اکھڑوا کے پھینکوا دی تھیں، فیصدی دس مسجدیں بشکل مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں اور نہیں سب پر سکھ ہی اپنا تسلط رکھتے تھے۔ کہیں گھوڑے بندھے ہوئے ہیں تو کہیں خود رہتے ہیں۔ کہیں گرنتھ پڑھنے کی جگہ ہے، تو کہیں بداعمالی کرنے کا مقام ہے۔

یہاں کے مسلمانوں کی حالت دو صورتوں سے قابل رحم تھی۔ پہلی صورت تو یہ تھی کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے روشن احکام کو بھلا دیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایمان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر اذکار میں قرآن و حدیث کو تو بالکل ہی اڑا دیا تھا۔ صرف کسی فرضی پیر شہید کے اقوال یاد رہ گئے تھے، جنہیں وہ کلام ربانی سے بہتر اور مستند گردانتے تھے یہ پہلا خونی نظارہ تھا جس سے پیارے شہیدؒ کے آنسو ٹپک پڑے اور وہ بے اختیار ہو گیا، نمازوں میں بجائے اللہ اکبر کے یا غوث اعظم لوگوں نے کہنا فرض سمجھ لیا تھا، اس سے زیادہ قہر خدا مسلمانوں پر اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ بداعمالی سے بالکل گمراہ کر دئے گئے خدا کی گوناگوں رحمتوں کا پرتو ان پر سے بالکلیہ اٹھ گیا تھا بعینہ یہ کیفیت تھی اگر کسی کے آگے قرآن کی آیتیں پڑھو وہ منہ پھاڑے ہوئے دیکھتا تھا کہ کیا پڑھا جا رہا ہے اور کس ملک کی بولی ہے ہاں پیروں، شہیدوں، ولیوں کی جھوٹی کرامتوں کی قلمی کتابیں اکثر ان کے ہاتھوں میں دکھائی دیتی تھیں، جو حد سے زیادہ کفر والحاد کی طرف ان کو لے جانے میں کوتاہی نہ کرتی تھیں ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ کسی نہ کسی کا مرید ہو جانا جنت کو خرید لینا ہے، پھر گویا جنت ان کے باپ دادا کی ہو گئی۔ یہی کیفیت پیروں کی تھی، اور یہی حالت مریدوں کی تھی دونوں ایک ہی تھیلی کے بٹے تھے، یہ پہلا خونی اور فنا کر دینے والا نظارہ تھا جس نے مولانا شہیدؒ کو خون کے آنسو رلوایا، اور بعد ازاں اس سے دوسرے درجہ کا سکھوں کی دین اسلام کے ساتھ بے ادبی اور مسلمانوں پر ناقابل بیان مظالم تھے جو ہر عدالت ہر شاہراہ ہر محل اور سکھوں کے ہر مکان میں ہوا کرتے تھے یہ لکھنا فضول ہے کہ سکھوں نے کون کون سے ظلم مسلمانوں پر کئے بلکہ یہ لکھنا چاہیئے کہ کونسا ظلم دنیا میں ایسا باقی رہ گیا جو انہوں نے نہ کیا ہو۔ پنجاب میں ہمیشہ سے مسلمانوں کی آبادی تگنی ہے مگر یہ افسوس سے دیکھا جائیگا کہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں فیصدی ۳۵ مسلمان جلا وطن ہو کے انگریزی عملداری میں چلے آئے تھے، اب سمجھ لیا جائے کہ سکھ مسلمانوں سے کیسا وحشیانہ برتاؤ کرتے تھے جس کی نظیر سوائے اندلس اور بیت المقدس کے تیسری جگہ نہ ملے گی، یہ مظالم نظر غور سے مولانا شہیدؒ نے دیکھے، اور آپ کی طبیعت پر ان افسوس ناک منظروں نے عجیب اثر کیا، آپ کا قطعی ارادہ ہو گیا کہ ان سکھوں سے حتی الوسع انتقام لینے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور جس تدبیر سے ممکن ہو مسلمانوں کو ان کے پنجۂ ظلم سے نجات دلوانی ضرور ہے کئی موقعوں پر آپ نے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھے، اپنی نڈر طبیعت اور خطرناک بہادری سے کئی بار سکھوں کے مقابلہ میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دست بشمشیر ہونا پڑا، مگر آپ کی دور اندیش اور محتاط عقل سمجھتی تھی کہ یہ شجاعت نہیں ہے بلکہ جلادت ہے جس سے سوائے جان ضائع ہونے کے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

ایک ملکی یا قومی ہمدرد کبھی گوارا نہ کرے گا، اس کے سامنے قوم کے بچے یوں بے بسی کی حالت میں ذبح کئے جائیں مگر مقتضار وقت سے بشرطیکہ اس کے دماغ میں عقل ہے وہ کسی خوش آئندہ موقع کا منتظر رہے گا اور اسی کو یہی شجاعت اور قوم پر جان نثاری کہتے ہیں۔ نفس جان دے دینے کا نام بہادری نہیں ہے بلکہ ایسے موقع پر جان دینے کا نام شجاعت ہے کہ جس سے قوم کا بیڑا پار ہو جاوے، اور تمام آفتیں قوم پر سے ٹل جائیں۔

مولانا شہیدؒ نے گاؤں در گاؤں اور قصبہ در قصبہ چکر لگایا، سکھوں کے مظالم کی خوب خوب بانگی دیکھی، ان کے پولیٹیکل معاملات اور بندوبست سلطنت کو بھی ملاحظہ کیا، اور بعض بعض قلعوں کا نقشہ بھی اُتارا۔ غرض ہر قسم کا جزدی اور کلی اُتار چڑھاؤ سکھ سلطنت کا ملاحظہ کیا، راہ میں بہت سے مسلمان سرداروں سے افغانستان کی سرحدات پر ملاقات ہوئی، اُن سے بھی جو کچھ حاصل کرنا تھا حاصل کیا۔

تمام سفر میں دو تین جگہ مولانا شہیدؒ پر سکھوں کی طرف سے زیادتی بھی ہوئی اور کوئی تعجب نہ تھا اگر پیارا شہیدؒ ان کی تیغ برّاں کا شکار ہو جاتا مگر فطرت کو ہمّت سے کام لینے تھے اور انہیں نازک کلائیوں پر سکھوں کے بہت سے شہروں کی فتح لکھی ہوئی تھی پھر کیونکر ممکن تھا کہ ذرا بھی بال بیکا ہوتا۔ اور کسی قسم کا بھی آسیب آپ کی مبارک ذات پر حادث ہوتا، دو برس تک مولانا شہیدؒ نے پنجاب کی سیر بالکلیہ کر لی، اس کثیر عرصہ میں آپ کو سکھوں کی کریہہ بولی سے بھی مہارت تامّہ حاصل ہوگئی، ڈوگری، پنجابی بخوبی بولنے اور سمجھنے لگے، اور خاموشی ہی سے صدہا مسلمانوں کو گور پرستی کی تاریکی سے نکالا، آپ کی خاموشانہ تلقین کا اہل پنجاب پر یہاں تک اثر ہوا کہ عورتیں بھی عربوں کی سی تہ بند باندھنے لگیں، اور عرصہ تک پنجابیوں کی یہ کیفیت رہی کہ برہنہ پا شاہراہوں میں پھر رہے ہیں۔ کہیں ان کے کان میں یہ پڑ گیا تھا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی بارہا برہنہ پا پھرے ہیں، کیا تو یوں گور پرست تھے، اور کیا اپنے ہادی کی محبت میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف پیارے شہیدؒ کے ذریعہ سے ایسے محو ہوتے کہ دنیاوی معاشرت میں بھی رسول اللہؐ ہی کی اتباع افضل جانی، مولانا شہیدؒ کے وعظ میں قدرتی تاثیر تھی، کلکتہ کے اضلاع میں اکثر بنگالی مسلمان ایسے دکھائی دئے ہیں جو جوتیاں بہت کم پہنتے ہیں، اور کرتے کے گریبان میں گھنڈی یا بوتام بہت ہی کم لگاتے ہیں۔

مولانا شہیدؒ نے اس سفر پنجاب میں جو جو کچھ سختیاں اٹھائیں اور مصیبتیں جھیلیں انہیں مفصل بیان کرکے ہم ناظر کا وقت نہ لیں گے، صرف ان کے ایمان کے لئے اسی قدر کہہ دینا کافی ہے، کہ آپ نے یہ سفر پاپیادہ کیا تھا، اس سفر میں کبھی آپ برہنہ پا ہوتے تھے اور کبھی پاؤں میں جوتی ہوتی تھی، چونکہ چلنے پھرنے پانی میں تیرنے کی مشق بڑھی ہوئی تھی، اس لئے آپ نے اس عظیم الشان سفر کو جتنا خیال میں آسکتا ہے گردانا نہیں، اور خوش قسمتی سے کبھی آپ سفر میں مریض بھی نہیں ہوئے۔

اگر ہمارے دماغ میں ذرا بھی عقل ہے، اور ہمیں فطرت سے فہم سلیم کا حصّہ ملا ہے تو آسانی سے ہماری سمجھ میں آجائے گا کہ مولانا شہیدؒ میں فاروق اعظمؓ جیسی روح اور حضرت خالدؓ جیسے بیدھڑک شیر کی سی اسپرٹ اور سچے مسلمانوں کا سا سچ اور اس کے دین پر فدائیانہ عشق تھا، جس نے ہوش سنبھالتے ہی مسلمانوں کی خستہ حالی پر خون کے آنسو بہائے اور ان کی ترقی میں بڑھا ہوا بوڑھا ہوا، اور آخر ان ہی کے لئے جان دے دی، اس تواریخی اُتار چڑھاؤ کے دیکھنے کے بعد اور اس عظیم الشان اور محنت اور جان نثاری کے علم حاصل ہونے کے بعد اگر اب بھی ہم اپنی ناتراشیدہ عقول کے صدقہ میں نئی نئی گھڑی ہوئی باتیں آپ پر عاید کریں، اور اپنی ناپاک دو ورقی تصنیف میں آنکھیں بند کرکے نالائم جملوں سے یاد کریں تو ہماری حالت پر افسوس ہے۔ یہ کتنے ماتم کرنے کا مقام ہے کیا تو وہ زمانہ تھا کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کو مسلمان بنانے کے لئے ملک کے ملک چھان ڈالتے تھے، اور جب اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتے تھے تو اپنی خطرناک محنتوں کا صلہ انہیں کامیابی سے وصول ہو جاتا تھا یا اب یہ زمانہ آگیا کہ ہم ان برتر نفوس کو جن پر قوم اسلام قیامت تک فخر کرے گی، اپنی قوم سے نئے نئے من گھڑت الزام لگا کے خارج کرنا چاہتے ہیں، اور ان کی جگہ ان رذیلہ انفاس کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں جو درحقیقت ننگ اسلام اپنی زندگی میں بھی رہے، اور مرنے کے بعد بھی اگر چشم بصیرت وا ہو اور انصاف کی بو دل و دماغ میں ہو، اور اسلام سے کچھ بھی تعلق ہو تو معلوم ہو کہ ہندوستان میں پہلا شخص اسمٰعیل ہوا ہے جسے ریفارمر (مصلح) کا لقب دے سکتے ہیں ہندوستان کی آٹھ سو برس کی سلطنت کا اگر کچھ نتیجہ ہوا ہے تو یہ کہ مسلمانوں میں ایسا شخص پیدا ہوا جس نے صدیوں کی خرابیوں کو دُور کیا، اور جس کے واقعات سوانح عمری سے اس کی کافی شہادت ملتی ہے۔ ہاں انصاف اور اسلام سے سچی محبت اور نبی اکرمؐ سے فدائیانہ عشق چاہیئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

سفر سے مراجعت، بے بنیاد افواہیں!

سیّد احمد صاحب سے مُلاقات

جب مولانا شہیدؒ نے اپنے دلی مقاصد حاصل کرلئے تو آپ دہلی تشریف فرما ہوئے، فی الحال آپ نے اپنے ارادہ کی اطلاع کسی کو بھی نہیں کی نہ یہ بیان کیا میں کیوں گیا تھا کہاں کہاں کا دَورہ کرکے آیا ہوں۔ یہ باریک اور رازدار باتیں اسی حد تک کام دے سکتی ہیں جب تک وہ عالم بطون میں رہیں، اور جہاں اُن کا انشا ہوگیا پھر ان میں فائدہ پہنچانے کا زیادہ مادہ نہیں رہتا۔ آپ نے اپنے داخلہ کے وقت سے کسی کو بھی اطلاع نہیں دی، آپ کا ارادہ بیسار ازداراً تھا اسی طرح آپ کا سفر بھی خاموشانہ تھا، سکھوں کی بے انتظامی کی وجہ سے پنجاب کے رستے بہت خراب تھے اکثر جاٹ اور قزاقی پیشہ زمیندار اکے دُکے پر حملہ کرتے تھے، کسی کی مجال نہ تھی کہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بھی سفر کرسکے۔ اور علاوہ رہزنوں کے بھیڑیوں، بگھیروں تیندووں اور بعض اوقات شیروں کا بھی ڈر ہوتا تھا جو سالانہ صدہا آدمیوں کا صفایا کردیا کرتے تھے، مگر آپ کی حالت اس قابل نہ تھی کہ آپ قافلہ کے پابند رہتے، اور اسی کے ساتھ منزل بمنزل طے کرتے۔

سفر پنجاب میں بعض موقعے ایسے بھی پڑ گئے تھے کہ آپ کو چوبیس گھنٹے برابر چلتا رہنا پڑا، اور گھنٹہ بھر بھی آرام لینے کا موقع نہ ہوتا تھا، آپ کا مقصد عظیم، کام خطرناک اور حالت نازک تھی، کہیں ممکن ہوسکتا ہے کہ ان صورتوں میں آپ قافلہ کے ساتھ معیت کرسکتے؛

یہ صحیح ہے جس کا عظیم الشان بھروسہ دل سے خدا کی مدد پر ہو نہ اُسے کوئی چیز اذیت پہنچا سکتی ہے نہ اُس بہادر پر کبھی خوف طاری ہوسکتا ہے۔ وہ سو شیروں کا ایک شیر ہے، اور سو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہادروں کا ایک بہادر ہے سعدی کی وہ حکایت جس کا پہلا شعر یہ ہے :-

یکے دیدم از عرصہ رود بار   کہ پیش آمدم بر پلنگ سوار

بالکل صحیح اور درست ہے جس کے دل میں خوف خدا اور اُسی کا بھروسہ ہے شیر کی ہرگز مجال نہیں ہے کہ اس کو سواری نہ دے، اور اس کے آگے غریب گدھے کی طرح نہ بن جائے، معمولی عقول ان باریک باتوں کو تسلیم کرتی ہوئی جھجکیں گی مگر جنہوں نے صوفیوں کے اقوال اور ڈلپاور (قوت تیقن) کی تاثیرات ملاحظہ کی ہیں وہ ان باتوں کو کوئی بھی بڑا کام نہ سمجھیں گے۔ عربی دال واجب الاحترام صوفیوں کے اقوال دیکھ سکتے ہیں، اور انگریزی خواں میڈم بلیوڈسکائی کی مصنفہ کتاب کو جو زیادہ تر ولپاور ہی کے بیان اور اسی قیمتی اور قریب قریب لاینحل مضمون کی توضیح کے لئے لکھی گئی ہے۔ دیکھ کر اور ساتھ ہی اس کے سمجھ کے اپنا اطمینان کر سکتا ہے، صوفی اسی کو خرق عادت اور کرامت کہتے ہیں۔

مولانا شہیدؒ چونکہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں سرگرم تھے، انہیں نہ جنگل کی سنسانی نہ خبیث ارواح یعنی رہزنوں، چوروں کی دستبرد اور درندہ جانوروں کی دہشت انگیز آوازوں کا کچھ ہراس تھا۔ نہ دشمن دین و ایمان سکھوں کا چنداں خوف تھا، جب آپ اپنے خیالات سے فرصت پاتے تو اپنے دل میں خواہش توضرور کرتے کہ میں بیکار نہ مارا جاؤں، میری جان شیریں مسلمانوں پر صدقہ ہو اور جب اپنے عالیشان فرائض کی انجام دہی یا توحید پھیلانے کا خیال آتا تھا تو پھر سوائے خدا کے کسی مہیب چیز سے تل برابر بھی خوف نہ رہتا تھا۔

کیا ہم روز مرہ اپنی آنکھوں کے آگے نہیں دیکھتے کہ رذیلہ انفاس حیوانی جذبات کے آناً فاناً میں کس کس طرح مطیع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر انہیں جب تک اُن کے دماغ میں وہ جنون ہے دین و دنیا کا ہوش نہیں رہتا، اور ایسی حالت میں ان سے وہ وہ افعال سرزد ہو جاتے ہیں جن کا حدوث کبھی ان کی ذات سے ممکن نہیں سمجھا جا سکتا۔ چہ جائے کہ پاک نفوس میں ربانی ذوق و شوق اور ملکیہ جذبات کا ابھار ہو پھر بھلا ارذل مخلوق میں سے اسے کونسی چیز آسیب پہنچا سکتی ہے۔

شاہ صاحبؒ نے بارہا اپنے محمدی بھائیوں سے اپنے سفر پنجاب کا حال بیان فرمایا اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثنائے گفتگو میں یہ بھی تذکرہ کیا کہ کبھی کبھی ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ شیر اور شیرنی بیٹھے ہیں، اور میں اپنے خیال میں محو ان کے آگے سے چلا گیا، نہ شیر نے مجھے دیکھ کے میری طرف جست کی نہ میں نے یہ دیکھ کے خوف کھایا کہ یہ شیر ہے مجھے کھا جائے گا۔

اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ انسان کی آنکھ میں وہ کشش ہے اگر کسی جانور سے دو تین منٹ بھی ملی رہیں تو وہ جانور کیا تو اپنی جگہ ہی پر بیٹھا رہے گا یا زمین پر گر پڑے گا یا بدحواس ہو جائے گا، جب تجربہ سے آنکھ میں اس درجہ کی مقناطیسی کشش ثابت ہو گئی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ دل میں جو گزرگاہِ جلیل اکبر ہے اس سے ہزار چند زیادہ کشش نہ ہو اور وہ جس پر توجہ کرے اُسے پار نہ لنگھا دے، اس لحاظ سے ہمیں اس کو تسلیم کرنے میں کوئی بات مانع نہیں آتی کہ مولانا شہیدؒ کا دل پورا انسانی جوہروں سے اس طرح آراستہ تھا جس طرح کہ ربّانی جلووں سے منوّر ہو رہا تھا، پھر بھلا یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ شیروں نے آپ پر حملہ نہ کیا، اور آپ بھیڑیوں کے غول میں سے نکل گئے، انہوں نے کان بھی نہ ہلایا جب ایک مبصّرانہ نظر انسانی جبروت میں ڈالی جائے گی، اور اس کی ماہیت پر دل کی آنکھوں سے دیکھا جائے گا تو اس بات کا ثبوت پورا مل جائے گا کہ انسان کائنات کے سر پر کھڑا ہوا ہے، اور اس کی ذاتی شرافت نے اسے تمام کائنات پر فضیلت بخشی ہے۔

مولانا شہیدؒ کا سفر میں جن جن حوادث سے واسطہ پڑا تھا اگر وہ مفصل بیان کئے جائیں، اور ان کی ماہیت سے ناظر کو آگاہ کیا جائے تو گویا میں نے ناظر کو دھوکا دیا، اور اسے دیرینہ کراماتوں کے فسانہ کی بھول بھلیوں میں پٹے پٹے ٹوئیاں مارتا ہوا چھوڑ دیا۔ جہاں سے وہ فطرت کی گوناگوں قوتوں کی حالت اور نوعیت کو نہ سمجھ کے سخت پریشانی اور بے اطمینانی میں پڑ جائیگا اس لئے میں ان واقعات کا ذکر نہ کروں گا کیونکہ اُنہیں حل کرنے اور عام فہم بنانے میں جس قدر مجھے دقت پڑے گی اس سے کہیں ناظر کو سمجھنے میں طرح طرح کی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لئے ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ بیٹھے بٹھائے ناظر کو خلجان میں ڈالوں بہتر ہے کہ دوسرے روشن اور صاف مطالب کی طرف اپنے قلم کو پھیروں

یہ بات بھی بیان کرنے کے قابل ہے کہ دہلی میں مولانا شہیدؒ کے بعد کیا کیا افوا ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفین نے بے پر کی اڑائیں، اور اپنے شامت زدہ خیالات سے آپ کی والا ذات پر کیا کیا اتہامات عائد کئے۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں پیارے شہیدؒ کا یہ سفر جس قدر رنج کا اور زاتی تھا اسی قدر خاموشانہ تھا وقت کی مصلحت ہرگز اس کی مقتضی نہ تھی کہ آپ اپنے سفر پنجاب کا منشا کسی پر ظاہر کرتے یا یہ بھی بیان کرتے کہ میں سفر پنجاب پر روانہ ہوتا ہوں۔ جب محمدی گروہ میں سے یکایک مولانا شہیدؒ غائب ہو گئے اور مخالفوں کو جستجو کے بعد بھی نہ ملے تو ان کی طبائع میں خلجان پیدا ہوا، اور وہ اس راز سربستہ کی جستجو میں اپنی عقلیں لڑانے لگے، بہت سے مخبر خاص اس کام کی انجام دہی کے لئے مقرر کئے گئے کہ مولانا شہیدؒ کے شاگردوں سے جہاں تک ہو سکے ان کا پتہ لگائیں آیا وہ کہیں جمنا میں ڈوب گئے یا خودکشی کر کے راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کی پہلی کوشش یہ تھی کہ وہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں مولانا شہیدؒ کے ہمدرد بن کے حاضر ہوئے اور انہوں نے متعجبانہ لہجہ میں یہ دریافت کیا حضرت کئی دن سے ہم نے شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کو نہیں دیکھا اور یہ بھی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ گھر میں نہیں ہیں تعجب ہے کہ وہ کہاں تشریف لے گئے، اور یکایک ہمیں بے پناہ چھوڑ کے کہاں چلے گئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ خود متفکر تھے، اور انہیں اپنے پیارے بھتیجے کے یوں یکایک چلے جانے کا صدمہ سخت ہوا تھا گو وہ یہ بخوبی جانتے تھے کہ اسمٰعیلؒ کا یوں چلا جانا ضرور معنے رکھتا ہے، اور اس میں اعلیٰ مقاصد کا مادہ مضمر ہے، پھر بھی آپ کو خصوصیت سے محبت تھی، آپ نے محض اپنی لاعلمی ظاہر کی اور کہا تم پتہ لگاؤ اگر تمہیں معلوم ہو جائے مجھے بھی اس کی اطلاع کر دینا۔

جن ناعاقبت اندیشوں نے اپنی خبیث طبائع کی بدولت یہ خیال کیا شاہ صاحب جھوٹ بولتے ہیں انہیں ضرور معلوم ہوگا وہ کوتاہ بین یہ نہ سمجھے شاہ صاحب کبھی جھوٹ نہ بولیں گے اسی خیال سے جاتے وقت مولوی اسمٰعیلؒ صاحب نے اپنے چچا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور اپنے خاندان کے ہر ممبر سے اپنا ارادہ ظاہر نہ کیا کیونکہ وہ جھوٹ بولنے کے نہیں اور جو شخص دریافت کرے گا انہیں کہنا پڑے گا اور اگر وہ یہ کہیں گے مجھے معلوم ہے بتاتا نہیں تو نئے نئے شبہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو ہوں گے اور خبر نہیں اپنی نافہمی مذبذب طبائع کی بدولت لوگ کیا کیا خیال کرنے لگیں گے یہاں سے جب مخالف ناامید ہوئے اور اُنہیں پتہ نہ لگا تو اب دوسری تدبیریں کرنی شروع کیں یعنے آپ کے خاص الخاص شاگردوں سے جا گٹھے، پہلے اُن کے معتقد بن گئے اور کچھ صدق دلی سے اُنہیں نذرانہ بھی پیش کیا۔ چند روز میں ان پاکیزہ طینت طلبہ کو ان چلتے پرزوں نے گانٹھ لیا، اور ایک دن اِدھر اُدھر کی باتیں ملا کے رونے لگے، اور شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کے چلے جانے پر سخت افسوس کیا اور کہا ایسی حالت میں کہ شرک و بدعت کی اصلاح ہوتی چلی تھی، شاہ صاحبؒ کا دہلی چھوڑ کے یوں چلا جانا قہرناک ہے، غرض ایسی باتیں بنائیں جو انتہا درجہ کی ہمدردی سے بھری ہوئی تھیں اور ان میں دلسوزی سرتاپا پائی جاتی تھی۔ طلبہ نے صاف طور پر یہ کہہ دیا شاہ اسمٰعیل صاحبؒ الٰہ آباد تشریف لے گئے ہیں مگر یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ الٰہ آباد کیوں گئے ہیں اتنا پتہ لگ جانا بھی اُنہوں نے اپنی فتح کی پیشین گوئی خیال کی، اور ایسے رازِ سربستہ کے افشا ہونے پر وہ پھولے نہیں سمائے۔ ان کے ظرف اسی قابل تھے کہ وہ ان ناچیز کامیابیوں پر بغلیں بجائیں، اور اپنی فتحمندی ان بے بنیاد خیالی کامیابیوں پر خیال کریں، اُنہوں نے یہ سنتے ہی کئی آدمی پوشیدہ الٰہ آباد دوڑائے کہ جا کے اسمٰعیلؒ کی خبر لائیں، ڈیڑھ دو مہینے میں آدمی واپس آگئے اور اُنہوں نے صاف طور پر بیان کر دیا وہاں اسمٰعیل نہیں گیا۔

اس تحقیق کے بعد خوفناک تذبذب ان کے دلوں میں پیدا ہوا، اور اب وہ چاروں طرف ہکا بکا دیکھنے لگے کہ یہ معاملہ کیا ہوا، کبھی تو آپ سے آپ یہ خیال کر کے خوش ہوتے ہیں کہ خدا نے ہمارے دشمن کو غارت کیا، کبھی یہ قاتل اور فنا کر دینے والا خیال ان کے دل میں آتا ہے، خبر نہیں وہ اپنی کامیابی کی تدبیریں کرنے کے لئے ادھر اُدھر گیا ہوا ہوگا، ان دو متضاد خیالات سے ان کے دل پریشان تھے اور وہ حد سے زیادہ جستجو میں تھے، جس طرح پتہ نکلے یہ نکالنا چاہیئے کہ آخر ہم میں سے وہ غائب ہی کہاں ہو گئے۔

اس جستجو کرنے والے گروہ کا لیڈر سب سے زیادہ دنیا بیگ خان تھا، جس نے مولانا شہیدؒ کی بعد ازاں شہادت کی خبر سن کر جامع مسجد میں خوشی کی شیرینی عصر کی نماز کے بعد تقسیم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تھی - اس کوتاہ اندیش کو بڑی جستجو تھی اور اس نے اپنا صدہا روپیہ پیارے شہیدؒ کے پتہ لگانے میں صرف کر دیا تھا - کہیں مولوی فضل حق صاحب کے پاس لوگ جاتے تھے اور کہتے تھے آپ کا دشمن خود بخود دہلی چھوڑ کر چلا گیا، اب آپ دہلی آ کے تشریف رکھیں وہ بیچارے ایسی شکست فاش کھا کے راہی خیر آباد ہوئے تھے کہ انہیں گوارا نہ ہوا کہ میں دہلی جا کے رہوں اس کے علاوہ رامپور میں ان کی بیش قرار تنخواہ بھی ہو گئی تھی، نواب رام پور بھی آپ کے علم و فضل کا معتقد تھا، دینا بیگ[1] خان اور امام عیدگاہ دہلی کی عجیب کیفیت تھی جو شخص ان کے پاس جھوٹی خبر بھی لاتا تھا اسے بھی دو ایک روپیہ دے دیا کرتے تھے، دینا بیگ نے تو عام طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ جو کوئی صحیح خبر اسمٰعیل کے مرنے کی سُنا دے گا اُسے پانسو روپیہ انعام کے دوں گا معمولی طور پر کئی مہینہ تک یہ خبریں اُڑتی رہیں کہ آج فلاں جگہ اسمٰعیلؒ کی نعش دیکھی گئی ہے اور کل فلاں مقام پر ہم نے سُنا کہ اسمٰعیل خود کشی کر کے مر گئے کوئی یہ بھی کہتا تھا کہ اسمٰعیل کی چالاکی ہے، آپ گھر میں بند ہو کے بیٹھ گئے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ میری نسبت لوگوں میں کیا کیا خیالات پیدا ہوتے ہیں، اور کیا کیا افواہیں اُڑتی ہیں یہ کبھی بھی کسی کو خیال نہ تھا کہ مولانا شہید نے اس عظیم الشان کام کے لئے سفر کیا ہے اور اس گرانبار فرض کی انجام دہی کے لئے اپنا دن کا چین اور رات کا آرام چھوڑ دیا ہے، بھلا یہ خیال اُن کے دلوں میں آنے ہی کیوں لگا اور وہ کیوں اس طرف متوجہ ہونے لگے، انہوں نے تو اپنی نا فہمی سے پیارے اسمٰعیل کو دشمن اسلام سمجھ لیا تھا اور یہ جانتے تھے قوم و ملک کی تباہی اسمٰعیل کی ذات سے ہو گی بعینہ ان کی وہی مثال تھی جو کفار عرب کی رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھی ہاں فرق اس قدر تھا کہ یہ لوگ مومن تھے مگر تلخ تر دشمنی اور حق کو زک دینے میں ان سے کم نہ تھے، اس سے زیادہ ضد، اس سے زیادہ ہٹ دھرمی اس سے زیادہ تعصب، اس سے زیادہ کینہ پن، اس سے زیادہ بے ایمانی، اس سے زیادہ خلاف اسلام اور کونسا فعل ہو گا کہ حاجی قاسم نے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں یہ کہہ دیا تھا جسے اسمٰعیل حرام کہے گا میں اسے حلال سمجھوں گا اور جسے وہ حلال بتائے گا میں اسے حرام خیال کروں گا، یہ دیکھ کر پھر کس کو شبہ رہ سکتا ہے کہ پیارے شہیدؒ کو ہر طرح ستانے میں کوشش نہ کی گئی

---

[1] بیگ کے ساتھ خان کا لفظ خطاب کا ہے جو مغلوں کو شاہ کی طرف سے ملتا تھا ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی اور سخت تنگ نہ کر دیا گیا ہوگا۔

دنیا بیگ وغیرہ کی آرزو یہ تھی کسی طرح ہمیں صحیح خبر اسمٰعیل کی موت کی مل جائے تاکہ ہم کھیل کھلیں اور پھر نئی نئی من گھڑت باتوں کے خیال کرنے کا موقع ملے مگر وہاں پتہ ہی نہ چلتا تھا وہ بیچارے بیچ بیچ کے بیٹھ رہے اور یہی پتہ نہ لگا کہ مولانا شہیدؒ کو زمین کھا گئی یا آسمان۔ بہرحال اس تذبذب آمیز خوشی میں بھی وہ کسی قدر مطمئن تھے کہ اسمٰعیل خواہ زندہ ہوں یا وفات پا گئے ہیں، غرض دہلی سے تو چلے گئے یہی ہمارا مدعا تھا اور یہی ہمیں حاصل ہوگیا کبھی نہ کبھی تو ہمیں خبر لگ ہی جائے گی۔ مخالفین کی یہ اطمینانی دل و دماغ کو تسلی بخش نہ تھی، نہ ان کی روحانی اضطراب کو دفع کر سکتی تھی گو وہ اس امر کی کوشش کرتے تھے کہ اب ہم یقینی اس امر کو سمجھ لیں کہ اسمٰعیل ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلے گئے۔

سب سے زیادہ ایک لطیف بات جو یقیناً ناظر سوانح کی دلچسپی کا باعث ہوگی بیان کرنے کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک صوفی نے دنیا بیگ سے اپنا خواب[1] آکے اس وقت بیان کیا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اس کی تھوڑی دیر کے بعد داخل دہلی ہوں گے۔ وہ خواب بڑا ہی مذاق کا ہے یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ صوفی نے درحقیقت خواب دیکھا تھا یا کچھ اینٹھنے کے لئے بطور خود تصنیف کر لیا تھا مگر بظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفی نے وہ خواب ضرور ہی دیکھا ہوگا اور جسے ہم اس کے خیالات دلی کا پرتو اور مولانا شہیدؒ کے حق میں خوش آئندہ پیش گوئی خیال کر سکتے ہیں، خواب کا اختصار مفصلہ ذیل ہے۔

(صوفی دنیا بیگ سے بیان کر رہا ہے)

میں تہجد کی نماز پڑھ کے سو رہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جامع مسجد کے حجرہ میں بیٹھا ہوا ہوں، اور شاہ عبدالقادر جیلانی کا حجرہ میں دربار لگا ہوا ہے۔ حجرہ کی وسعت آنکھوں میں نہیں سماتی۔ ہزاروں آدمی دست بستہ حاضر ہیں، اور جائے صدر پر شاہ عبدالقادر جیلانی جلوہ فزا ہیں، ربانی جلوہ کی حجرہ میں ایسی کثرت ہے گویا کئی آفتاب آکے بند ہوگئے ہیں اس روشنی پر بھی کسی کی آنکھوں میں چکاچوند نہیں ہوتی۔ آفتاب کی سی تیزی اس روشنی میں نہیں ہے

---

[1] تحفہ عزیزی صفحہ ۱۹۵، ۲۹۵۔۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ چاند کی سی خنکی پائی جاتی ہے، میں شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے بہت ہی قریب ہوں۔ ہم سب فرحاں و شاداں ہیں، ایک کیفیت آ رہی ہے جس کے لطف کو میں تا زیست نہ بھولوں گا۔ ہر قسم کا ذکر ہو رہا ہے مگر لطف یہ ہے ایک شخص بولتا ہے اور معہ پیر دست گیر سب توجہ اور شوق سے سنتے ہیں، اثنائے گفتگو میں ایک شخص نے جو میرے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اسماعیل کا ذکر ہتک آمیز الفاظ میں کرنا شروع کیا، قاعدہ کے موافق سب سنتے رہے جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہم نہیں چاہتے کہ ہماری مجلس میں ایسے شخص کا ذکر ہو جو دین خدا کا دشمن ہے اور اُس نے اسلام کے مٹانے میں کمر باندھ لی ہے۔ یہ سن کر ذاکر نے عرض کیا اس نظر سے میں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ہماری اس خوش صحبت میں دلچسپی بڑھے، بلکہ یہ موقع غنیمت جان کے عرض پرداز ہوں کہ ایسے سرکش دشمن ایمان کو حضور کے دربار سے سزا ملنی چاہیئے، اس نے دین خدا میں رخنہ ڈال رکھا ہے اور آپ جیسوں کی نسبت کلمات توہین آمیز کہتا ہے یہ کہہ کے وہ چپکا ہو رہا، پھر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس سے کہا تو نہیں جانتا ہم نے اس کے قدموں کو دہلی کی سرزمین سے کاٹ دیا ہے بلکہ وہ کبھی کا دنیا سے بھی رخصت ہو چکا ہے واقعی مجھے گوارا نہ تھا کہ ایسا رخنہ انداز اسلام زندہ بچے، ابھی شاہ عبدالقادر جیلانیؒ یہ فرمانے بھی نہ پائے تھے کہ یکایک ایک خوفناک صدا سُنائی دی اور حجرہ کی چھت ہم سب پر آ پڑی، اس صدمہ سے میں نے ایسا غل مچایا کہ میری آنکھ کھل گئی اور کل گھر والے میرے ساتھ اُٹھ بیٹھے۔ یہ سنتے ہی دینا بیگ بہت خوش ہوئے۔ پیر دست گیر کی بشارت اور پھر چھت کا گرنا، انہوں نے اپنی عقل کے مطابق پیارے شہیدؒ کے ناپید ہو جانے کا ثبوت سمجھا لیکن یہ خیال نہ کیا ایسے بے ادبوں پر خدا کی طرف سے چھت گرائی گئی جو سچے حامی دین متین اور نبی اکرمؐ کے پیارے کو رخنہ انداز کہیں۔ بہر حال صوفی کے خواب کے ٹکے سیدھے ہو گئے، اور اس کے قول پر اعتبار کر کے دینا بیگ نے کچھ زر نقد عنایت کیا۔

اس معاندانہ روح کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس پر یہ حالت گو پوری نہ سہی مگر کسی قدر گزر چکی ہے وہ جان سکتا ہے کہ انسانی فطرت کی مایوسی جب چاروں طرف اسے مخالف دکھائی دیتے ہیں کس درجہ تک بڑھ جاتی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ جس دن مولانا شہیدؒ داخل شہر دہلی ہوتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، افواہوں کا یہ طوفان بے تمیزی برپا تھا جس کی نظیر ہندوستان کی تواریخ میں اور کہیں ملنی مشکل ہے۔

پیارے شہیدؒ کے داخل شہر ہوتے ہی مخالفوں نے ایسی چپ کھینچی گویا انہیں سانپ سونگھ گیا۔ اب وہ حیران تھے کہ یہ بھید کیا ہے، خبریں تو ایسی گرم گرم اڑ رہی تھیں اور یہ یکایک زندہ آکہاں سے پہنچے غرض علاوہ وعظ و تعلیم کے مولانا شہیدؒ نے سکھوں سے انتقام لینے کی بھی پوشیدہ ہی پوشیدہ تدبیر کرنی شروع کی۔ خیال کرتے کرتے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ سید احمد صاحبؒ سے بھی جو آج کل شہر دہلی میں تشریف رکھتے ہیں مشورہ کرنا چاہیئے۔

مولانا شہیدؒ کی طبیعت میں سکھوں سے انتقام لینے اور مسلمانوں میں توحید پھیلانے کا شعلہ بھڑک رہا تھا، آپ اپنے ہم خیال کی تلاش میں لگے ہوئے تھے کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ اس کام میں سرگرم ملے تو میں اس کا مطیع بن کے ان سخت تر فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہوں یہ ظاہر تھا کہ ایک غیر معمولی پر جوش شخص جیسا مطیع بن کے محتاط بن سکتا ہے اور قابل تحسین کام کر سکتا ہے بطور خود حکمران ہو کے ہرگز نہیں کر سکتا۔ کہیں اسے اپنے عہدہ کا خیال ہوتا ہے اور کہیں اسے مختلف وقتوں کی پیچیدگی میں پڑ کے ان سے نکلنے کا تصور بندھا رہتا ہے۔ کہیں اپنی کامیابی کے لئے نئی نئی صورتیں نکالنی پڑتی ہیں۔ کہیں عظیم الشان مشکلوں کو جو اس کی راہ میں سائل ہو جاتی ہیں اٹھانا پڑتا ہے یہ سارے خیالات یہ سارے منصوبے یہ ساری تدبیریں اسی وقت تک عمل میں آسکتی ہیں کہ جب وہ افسری کے گراں تر بار سے سبکدوش ہو اور کسی لائق شخص کی ماتحتی میں ہو کے کام کرے، پیارا شہید خوب سمجھتا تھا کہ ہتھیلی پر سرسوں نہیں جم سکتی، اور یہ کام جب تک کہ اس میں مدت مدید نہ صرف کی جائے کبھی نہیں نکل سکتا۔ یہ مانا کہ آپ کی بے آرام روح اور غیر معمولی اصلاح اور انتقام کا اشتیاق لحہ بلحہ طبیعت کو گدگداتا تھا مگر دور اندیش عقل اور سنجیدہ فکر اس کی بے چینی کو حد اعتدال سے نہ گزرنے دیتا تھا۔ آپ کے سب سے زیادہ مشیر اور آپ کی سرگرمی میں جان ڈالنے والے مولانا عبدالحی صاحبؒ خویش شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تھے، روز مرہ مشورہ ہوتا تھا، اور نئی نئی باتیں اپنی کامیابی کی سوچی جاتی تھیں۔

ایک دن مولانا عبدالحی صاحبؒ سید احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جوانی کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالقادر صاحبؒ کی مسجد میں مقیم تھے۔

آپ ۱۸۱۶ء کے اختتام پر اول ہی بار دہلی میں تشریف لائے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے قرآن و تفسیر و حدیث کی تعلیم پائی تھی۔ عموماً لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے گو آپ کو ظاہری علم سے بہت کم حصہ ملا تھا مگر آپ کا دل ربانی جلووں سے منور ہو رہا تھا اور آپ کے دل میں بھی سکھوں سے انتقام لینے اور توحید پھیلانے کا ازحد شوق تھا۔ آپ کا اتقا اور صفائی قلب اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بڑے بڑے علماء آپ کے معتقد بن گئے۔ جب سید احمد صاحبؒ نے مولانا عبدالحی صاحبؒ کو دیکھا اپنی بے مثال قوت قلب سے آپ کے دل پر اثر ڈالا اور وہ صرف یہ تھا کہ اپنے خیالات جو بالکل نتھرے ہوئے اور پاکیزہ تھے مولانا موصوف پر ظاہر کئے، اور بہت سی باتیں ان ہی منصوبوں کے متعلق بھی بیان کیں یہ سنتے ہی مولانا موصوف سید احمد صاحبؒ پر فریفتہ ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا جس رہنما کی ہمیں تلاش تھی وہ مل گیا اس سے بہتر اگر چراغ لے کر بھی ڈھونڈھیں گے تو نہ ملے گا، طبیعت کا بے لوث پن اور پاکیزگی عموماً ایسے نقوش بہت جلد قبول کر لیتی ہے جو اس کے خیالات کے مطابق ہوں خواہ وہ ایک معمولی انسان کی زبان سے کیوں نہ سرزد ہوتے ہوں برخلاف اس کے سید احمد صاحبؒ غیر معمولی ذکاوت اور لاثانی لیاقت کے شخص تھے آپ کی دور اندیش طبیعت کی ایک متعصب[1] مؤرخ بھی تعریف کرتا ہے پھر بھلا اس سے کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ سید احمد صاحبؒ نے مولانا عبدالحی صاحبؒ کو اتنی جلدی اپنا شیدا بنایا جتنی جلدی سنگ مقناطیس سوئی کو اپنی طرف گھسیٹ لیتا ہے، جب مولانا موصوف دل سے سید احمد صاحبؒ کے والہ و شیدا بن گئے تو آپ نے پیارے شہیدؒ کو جا کے یہ سارا ماجرا بیان کیا، اس عرصہ میں مولانا شہیدؒ یوں تو کئی بار سید احمد صاحبؒ سے مل چکے تھے، لیکن خاص استفادہ کے ارادہ سے کبھی نہ حاضر خدمت ہوئے تھے۔ آپ نے یہ سنتے ہی فرمایا مجھے اس عظیم الشان فرض کی انجام دہی میں سید احمد صاحبؒ کی متابعت لازم ہے اور ہمارے مقاصد کا بر آنا اور ہماری امیدوں کی کامیابیاں صرف سید احمد صاحبؒ کو اپنا مرشد بنانے میں حاصل ہوں گی۔

نادیدہ جمال او نہ ہوشش بدلم سرزد　　ناگشتہ مرید دانا نہ چنیں باید

---

[1] دی انڈین مسلمان مصنفہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صفحہ ۱۲ ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے دن مولانا عبدالحی صاحبؒ اپنے ساتھ پیارے شہیدؒ کو لائے اور بہت سی رازدارانہ باتوں کی بابت مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے سید احمد صاحبؒ کی خاص باتوں میں اطاعت قبول کی، اور سنت نبویؐ کے مطابق بیعت کی، اس بیعت کی نسبت ایک متعصب انگریز مورخ یہ لکھتا ہے :۔

"سیدؒ احمد صاحبؒ کے پہلے دو مرید وہ شخص تھے کہ جو اپنی لاثانی ضمیری جوہروں اور علمی قابلیتوں میں اپنے وقت کے فرد اکمل تھے۔ یہ دو فرد اکمل دہلی کے سب سے بڑے ڈاکٹر (حکیم) یا فاضل اجل کے کنبہ سے تعلق رکھتے تھے، جس نے اُنہیں بطور خود اپنی ہی نگرانی میں مذہبی تعلیم دی تھی۔ یہ دونوں مذہبی رنگ سے رنگے ہوتے تھے اور ان کے اصلاح پھیلانے کے جوش اور توحید کی اشاعت کے جذبے نے اُنہیں سید احمد صاحبؒ کا مرید بنا دیا۔"[1]

اس احترام اور اعتصام نے جوان فضلائے دہر اور حکمائے عصر نے اپنے ناخواندہ پیر کا غیر معمولی ادب سے کیا، اور بھی سید احمد صاحبؒ کی شان کو بڑھا دیا اور آئندہ ان کے ارادوں میں جان ڈال دی۔ ان کی عربی کے علم ادب اور علوم مختلفہ سے عظیم الشان واقفیت نے عام طور پر اُنہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنے پیر کے مجددیت کے لقب کی جس کو انھوں نے خود قبول کر لیا تھا، بہت زور شور سے تائید کریں اور لوگوں میں منوائیں، اس عقیدہ کے مطابق کہ خدا وقتاً فوقتاً اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے امام اور مجدد یا رہنما یا مصلح بھیجتا رہتا ہے تاکہ اس کی مخلوق کا ایمان ضعیف نہ ہونے دیں اور انہیں ایک حد تک قائم رکھیں، انھوں نے یہ ثابت کیا کہ سید احمد صاحبؒ میں یہ تمام صفتیں اور نشانیاں پائی جاتی ہیں اور وہ خدا کی طرف سے توحید پھیلانے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اوّل بڑی بات یہ تھی کہ سید احمد صاحبؒ سید تھے، آپ کے مذہبی وجدان کے انبساطی جوہروں سے جس زمانہ میں کہ آپ نے خدا اور نبی کی زیارت کی تھی اور بلحاظ گہری پناہ دینی اور عجیب وضع اور طرز و انداز میں ان دو ڈاکٹروں نے اپنے پیر کو نبی اکرمؐ سے مشابہت دی۔ ان بارہ اماموں میں سے جو دنیا میں تجدید و توحید کریں گے اور دنیا کو راہ راست پر لائیں گے۔ ہندی بعض مسلمانوں کے عقائد کے مطابق چھ امام آئے اور چلے گئے چار امام اور آئیں گے، اور یوں ہی اصلاح کریں گے۔ اس پاک سلسلہ میں سید احمد صاحبؒ کا دوسرا نمبر شمار ہوا ہے۔ خواب میں آپ نے دیکھا تھا کہ نبی اکرمؐ کی چہیتی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی

---

[1] دی انڈین مسلمان مصنفہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر صـ ۱۲۔ [2] دی انڈین مسلمان مصنفہ ہنٹر صـ ۵۲،۵۳ +

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ کے معزز سرتاج حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مجھ سے ملاقی ہوئے ہیں جو آپ کے معزز آباؤ ابداد تھے ۔ بیٹے کے موافق انہوں نے سید احمدؒ پر نوازش کی اور خوشبوؤں سے آپ کو غسل دیا اور شاہانہ پر جلال پوشاک پہنائی۔

بہرحال یہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا میں جو انسان بھیجا گیا ہے خواہ ادنیٰ بنا کے یا اعلیٰ بنا کے اسے ضرور قوانین قدرت کی متابعت کرنی پڑتی ہے ۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم آخر الزمان نبی تھے اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے اگر آپ کی خواہش ہوتی تو بلا زحمت اٹھائے بھی خدا میں یہ قدرت تھی کہ کفار کے دلوں کو آپ کی طرف پھیر سکتا تھا مگر منشائے الٰہی اس سے ساقط ہوتا تھا، اس نے نبی اور سب سے پیارے نبی کو بھی مجبور کیا کہ قوانین قدرت کی پیروی کرے اور اُن پر اسی طرح پابند ہو جیسے عام آدمی ہوتے ہیں یہ ایک بڑی حکمت تھی اگر یہ بات نہ ہوتی تو دنیا کا انتظامی ڈھانچا کبھی کا توڑ مروڑ کر پھک جاتا، اسی طرح سید احمد صاحبؒ کی زیادہ کامیابی صرف پیارے شہیدؒ اور دوسرے درجہ پر مولانا عبدالحی صاحبؒ کے معتقد بننے سے ظہور پذیر ہوئی والا حسبی اور اعلیٰ نسبی اور اس پر شرافت علمی نے پیارے شہیدؒ کو سید احمد صاحبؒ کا جان نثار معتقد بنا دیا، سید احمد صاحبؒ اگرچہ ناخواندہ تھے پھر بھی آپ کے دل پر القائے ربانی کا پرتو پورے طور سے پڑا ہوا تھا اور آپ کی انتظامی حالت میں جان ڈالنے کے لئے شاہ اسمٰعیلؒ اور مولانا عبدالحی حکمائے عصر کی ضرورت تھی، جن کی دھواں دار اسپیچوں نے ایک تہلکہ ہندوستانی سرحدوں میں ڈال دیا تھا۔ اور جن کے زبردست اثر نے نیا رنگ سید احمد صاحبؒ کی کامیابی پر چڑھا دیا تھا۔

غرض جب پیارے شہیدؒ کا اطمینان ہوگیا، اور آپ نے اپنی تدبیروں اور نتھرے ہوئے خیالات کا بازگشت پالیا تو اب دوسری تدابیر میں سید احمد صاحبؒ کے مشورہ سے مصروف ہوئے، آپ کی غامض نظریں اور عمیق خیالات ان رازدارانہ مصلحت کا مادہ مضمر رکھتے تھے۔ جنہیں سوائے سید احمد صاحبؒ اور پیارے شہیدؒ کے یا مولانا عبدالحی صاحبؒ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا، پولیٹکل معاملات کی پیچیدگیوں کا ہار جس کی گردن پر پبلک لائف میں قدم رکھتے ہی رکھا گیا وہ اسمٰعیل تھا جس نے تحمل سے اس ہار کو سہائے رکھا، اور جبتک اس کے بناوٹی معتقدوں نے بے اعتدالی نہ کی، اور جبتک اس کی جان میں جان باقی رہی اس وزنی بوجھ کو اپنی گردن پر سے ماندہ ہوکے نہ اُتارا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

جہاد کی تدبیریں، بعض واقعات کا ذکر

ہم پہلے بابوں میں لکھ آئے ہیں کہ مولانا شہیدؒ نے لوگوں کے دلوں پر نادر الوجود فتوحات علی التواتر حاصل کی تھیں، اور آپ کا اثر نہ صرف عوام الناس تک محدود رہا تھا بلکہ بڑے بڑے شہزادے اور امرا بھی آپ کی بابرکت ذات کو مسلمانوں کے حق میں اکسیر جانتے تھے اور ان کا اعتقاد یہاں تک بڑھا تھا کہ انہوں نے آخرکار یہ تسلیم کر لیا تھا کہ اگر مولانا اسمٰعیل کا ظہور نہ ہوتا تو دہلی میں سے تو خصوصاً شرک و بدعت نہیں مٹتی، اس قابل تحسین کامیابی نے آپ کے رازدارانہ ارادہ میں جان ڈال دی، اور جس دن شہر دہلی میں یہ خبر ہوئی کہ مولانا اسمٰعیلؒ اور مولانا عبدالحیؒ دونوں نے سید احمد صاحبؒ سے بیعت کی ہے پھر کیا تھا ہزاروں آدمی آنے لگے اور صدق دلی سے آپ کی بیعت سے مشرف ہونے لگے؛ نہ ہزار کی گنتی تھی اور نہ دو ہزار کی ہر وقت مکان میں ایک مجمع لگا رہتا تھا اور معتقدین کے جوق جوق سرگرمانہ اعتقاد سے اپنے استاد کے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی نجات آخرت سمجھنے لگے تھے، جب دہلی میں زیادہ کامیابی ہوئی تو سید احمد صاحبؒ قرب و جوار میں روانہ ہوئے مولانا شہیدؒ ہمرکاب تھے، آپ کے پراثر زبردست وعظ سامعین کے کلیجوں کو ہلا ہلا دیتے تھے اور انہیں مجبور کرتے تھے کہ وہ سید احمد صاحبؒ کے مرید ہوں، اس وقت کئی سو آدمی ایسے بھی منتخب کئے گئے جو جوان اور مرد میدان تھے اور جن کی ذات پر میدان جنگ میں بھروسہ ہو سکتا تھا۔ یہ ایک پوشیدہ اور چھپی ہوئی کارروائی تھی جس کا حال کسی پر روشن نہ ہو سکتا تھا، ابھی تک نہ علانیہ طور پر کسی کو یہ علم تھا کہ سید احمد صاحبؒ اور آپ کے دوست یا مرید اسمٰعیل صاحبؒ کا ارادہ کیا ہے اور کیا کرنا چاہتے ہیں، ساتھ ہی اس کے جس عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا تھا اس کے لئے جتنی مدائب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے اور جرأت و شجاعت کی ضرورت تھی، اسی قدر کثیر التعداد آدمیوں اور بے انتہا سامان کی حاجت تھی اور یہ ضرور تھا کہ اس ارادہ سے عام ہندوستان کے مسلمان ہمدردی کریں اور ہر متنفس اپنی حیثیت کے موافق سکھوں سے انتقام لینے میں مسلمانوں کی مدد کرے۔

سید احمد صاحبؒ گو اعلیٰ درجہ کے روشن دماغ اور مدبر تھے لیکن حقیقت میں آپ کی ہمت میں جان ڈالنے والے اور آپ کی تدابیر میں نئی بات پیدا کرنے والے اسمٰعیلؒ اور عبدالحیٔؒ تھے سید احمد صاحبؒ کے خلق اور اتقا نے ان دو فضلائے دہر کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور یہ اس طرح سے سید احمد صاحب کی خدمت کرتے تھے گویا ان کے حلقہ بگوش ہیں یا زر خرید غلام ہیں باہم مشورہ ہونے کے بعد طے پایا کہ مختلف شہروں میں مختلف آدمی روانہ کئے جائیں تاکہ وہ سید صاحبؒ کے ارادہ سے مسلمانوں کو آگاہ کریں اور جو کچھ اُن سے وصول ہو وہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیں جب یہ کام تمام ہو چکا تو سوا سو آدمیوں کے ساتھ سید احمد صاحبؒ نے خود بھی سفر کیا اور آپ انگریزی عملداری میں ہوتے ہوئے شیعوں کے دارالخلافہ میں پہنچے، قصبہ نصیر آباد میں جہاں محترم سید اپنے بھائی اسحٰق کی وفات پر تشریف لے گئے تھے شیعوں کے مجتہد سے خفیف سی رنجش ہو گئی تھی، گو بعض سوانح نویسوں نے اسے شاعرانہ مبالغہ سے بیان کیا ہے مگر وہ کوئی بڑی بات نہ تھی، صرف دیرینہ مذہبی کدورت کی ایک قابل شرم وجہ تھی، جس نے سلطنت لکھنؤ کو خواہ مخواہ تہلکہ میں ڈال دیا۔ سید صاحب کے پاس گو نصیر آباد میں گنتی کے آدمی تھے مگر ان کے مریدوں کی کثیر تعداد بریلی میں بڑھی ہوئی تھی۔ تبرا جس کی مذہبی بنیاد شیعہ مذہب میں کہیں سے ثابت نہیں ہوتی، شیعوں کی حکومت میں برملا کہا جاتا تھا اور کوئی منع نہ کرتا تھا۔ محرم کے دنوں میں سید احمد صاحبؒ اپنے وطن مالوف میں پہنچے تھے اور یہی دن طوفان بے تمیزی کے برپا ہونے اور بزرگوں کو گالیاں دینے کے بہت مشہور ہیں۔ وہ لوگ سالہا سال سے عادی تھے کہ سر بازار تبرا کریں اور سنیوں کو کھجا دیں۔

مولوی حیدر علی صاحب جو مجتہد اعظم مولوی دلدار علی صاحب کے سالے تھے اس قصبہ میں چند ماہ سے مقیم تھے، انہوں نے پانچویں تاریخ محرم الحرام سید صاحب کو دوستانہ رقعہ لکھ کے اطلاع دی کہ کیا تو آپ اپنے بھائی سنیوں کو لے کے چار پانچ روز کے لئے باہر شہر سے تشریف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے جائیں یا اگر آپ کو یہیں رہنا ہو تو اپنے گھروں کے دروازے بند کرکے ہو بیٹھو. ورنہ باہمی کشش سے نتیجہ اچھا نہ ہوگا مومنین (یعنے شیعہ) اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کے لئے آزاد ہیں، ان کا اس دینی کام میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ جوں ہی اس مضمون کا رقعہ مولوی حیدر علی صاحب کا محترم سید کو پہنچا۔ آپ نے مولوی اسمٰعیلؒ کے آگے رکھ دیا اس کا کیا جواب ہے۔ یہ لوگ اپنی حکومت پر غرہ کرتے ہیں پیارے شہیدؒ نے دور اندیشانہ یہ جواب دیا ہمیں شیعوں کی کمزوری اور بزدلی کا بخوبی علم ہے یہ رقعہ صرف گیدڑ بھبکی ہے۔ یہاں اُن کا اتنا زور بھی نہیں ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں کہ دین کے لئے ہم کوئی چشم زخم اٹھائیں. اُنہیں لکھ دیا جائے کہ کیا تو ہم سے عام مجمع میں آپ مناظرہ کرنے پر راضی ہوں اور نہیں تم آپ کو اطلاع دیتے ہیں اگر بازاروں یا سربستہ کوچوں میں ذرہ بھی ہرزہ سرائی کی. اور بزرگان دین کی شان میں گستاخی کی پھر ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ رقعہ کا یہ گرم جواب دیکھتے ہی مولوی حیدر علی صاحب تو جان کے خوف سے اسی دن شب کو لکھنؤ بھاگ گئے اور اپنے مریدوں یا معتقدوں کو خبر نہ کی کہ سید احمد صاحبؒ یوں آمادہ ہیں انہوں نے حسب معمول تبرّا بازاروں میں کہنا چاہا تھا مگر، سُنیوں کی آمادگی سے وہ رُک گئے اور اب کے اُنہوں نے نہ کوئی مجلس کی، نہ تعزیہ داری کی اور آخر کار ایک ڈپوٹیشن لکھنؤ غازی الدین حیدر کی خدمت میں روانہ ہوا۔

سید صاحبؒ اور پیارے شہیدؒ کو شیعوں سے کچھ ذاتی پرخاش تو تھی ہی نہیں کہ خواہ مخواہ انہیں ستاتے اور اُن پر حملے کرتے، پیارے شہیدؒ اور واجب الاحترام شہیدؒ کے بزرگ چچا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تو اکثر اپنے وعظ میں شیعوں اور شیعی مذہب کا ادب سے ذکر کرتے رہتے تھے اور یہی بہت بڑی تہذیب ہے کہ مخالف کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھے. ہاں اس کے مقابل میں شیعوں کی تلخ تر عداوت کی کوئی بھی انتہا نہ تھی، وہ سُنیوں کو ایذا دینا اور انہیں خدا واسطہ ستانا اپنے دین میں سکھوں کی طرح افضل اور اعلیٰ تر خیال کرتے تھے۔

اس عرصہ میں سید صاحبؒ تو مع اپنے معتقدوں کے بریلی چلے آئے، اور شیعوں کا ڈپوٹیشن روتا پیٹتا لکھنؤ پہنچا۔ یہاں مولانا مولوی دلدار علی صاحب جو شیعوں کے قبلہ وکعبہ اور مجتہد وقت تھے تشریف رکھتے تھے۔ وہ اپنے معتقدوں سے بھی زیادہ سُنیوں کے خون کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیاسے تھے۔ شاہ اور دربار پر ان کا بہت بڑا اثر تھا اور وہ جانتے تھے اودھ میں میری حکومت ہے۔ ساتھ ہی اس کے علم و فضل میں بھی اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے تھے، اور ادیب بھی بہت بڑے تھے۔

اُنھوں نے ڈپوٹیشن کی حسرت ناک حالت پر آنسو بہائے، اور کہا ہمارے ہی قصبہ میں ہم ہی پر خارجی (شیعہ سنیوں کو کہتے ہیں) ایسے چیرہ دست ہو جائیں کہ مومنین اپنے فرائض مذہبی کی انجام دہی نہ کر سکیں، اور یوں خوفزدہ فریادی یہاں بھاگے ہوئے آئیں۔ پہلے مجتہد صاحب آنکھوں میں آنسو بھر لائے، اور شیعوں کی زاری و بکا پر بعد ازاں تسلی دی اور یقین دلایا کہ سیداحمدؒ اور ان کا جید مرید اسمٰعیل قتل کیا جائے گا۔ اگر شاہ نے پہلو تہی کی تو میں تمہارا ساتھ دوں گا، اور نہیں یہ تو تم خوب جانتے ہو تمہارا منتقم حقیقی امام حسینؓ شہید کربلا ہے جو تمہاری نجات کا باعث ہوگا، جس کی مقدس شہادت پر ہماری نجات موقوف ہے، بظاہر مجتہد صاحب کے یہ چھینٹے ڈپوٹیشن کے آنسو پونچھ رہے تھے، مگر ان کا دلی اطمینان تو جب ہی ہوتا جب وہ اپنے دانتوں سے سنیوں خصوصاً اسمٰعیل کی بوٹیاں چباتے۔

قصہ مختصر یہ کہ مجتہد صاحب خود سکھا پڑھا کے ڈپوٹیشن میں سے دو چار چرب زبان آدمی اپنے ساتھ لے گئے اور غازی الدین حیدر سے کل کیفیت عرض کر دی، پھر نمبرداران کے اظہار دلوائے یہ سنتے ہی شاہ لکھنؤ سخت غضبناک ہوا۔ سنیوں کے نام پر دانت پیسنے لگا، اور اس نے قسم کھا کے کہا میں ابھی پہلے اپنے ہی شہر میں سنیوں کے قتل عام کا حکم دیتا ہوں۔ ادھر ڈپوٹیشن کا زاری کرنا ادھر مجتہد وقت کا زور ڈالنا ایسا معمولی نہ تھا کہ متعصب شیعہ شاہ کے دل پر اثر نہ ہوتا۔ اس کا خشمگین چہرہ ایسا خوفناک ہو گیا تھا کہ تھوڑی دیر تو خود مجتہد صاحب ہی بات کرتے ہوئے ڈرے۔ نواب معتمد الدولہ نائب سلطنت خاموش کھڑا ہوا تھا، اور دل میں کہہ رہا تھا دیکھے مجتہد سلطنت کو رکھتا ہے یا اس کی اینٹ سے اینٹ بجوا دیتا ہے، چند منٹ تک شاہ پیچ و تاب کھاتا رہا، بعد ازاں اس نے معتمد الدولہ کو حکم دیا کہ افسر فوج کے پاس حکم بھیج دو کہ وہ توپوں سے سُنیوں کے محلّے اُڑا دے۔

یہ سُن کے معتمد الدولہ کی اور بھی سٹی گم ہوئی، اور اب اس کا قافیہ تنگ ہوا کہ اس کا کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دوں، جب نائب سلطنت نے غیر معمولی سکوت کیا تو شاہ اودھ نے زور کی آواز میں یہ کہا کہ جواب کیوں نہیں دیتا اور میرے اس حکم کی تعمیل کیوں نہیں کرتا۔ نائب نے ہاتھ باندھ کے نہایت آہستہ لہجہ میں یہ کہا مجھے حضور کے حکم کی تعمیل کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے، اگر میری جان بخشی ہو (حکم دیا منظور ہے) تو میں یہ عرض کرتا ہوں حضور منصف ہیں دولت انگلشیہ میں حضور کے عدل کی بڑی دھوم ہے۔ اگر یہ سانحہ پیش آیا تو لندن تک ایک تہلکہ پڑ جائے گا اور نہیں کیا آفت برپا ہو۔ ہزاروں بے گناہ جانوں کا آناً فاناً میں یوں فیصلہ کر دینا کونسا مذہب صحیح بتاتا ہے۔ ان بے گناہوں میں بچے بھی ہیں، حاملہ عورتیں بھی ہیں جب ان کو قتل کیا جائیگا آپ اس کا جواب روز جزا حضرت امام حسینؓ شہید کربلا اور جناب امیر کے آگے کیا دیں گے دوسرے حضور کی فوج کے اکثر افسر اور بہت بڑا حصہ سنی ہے۔ تیسرے ایسی خونریزی خلاف معاہدہ سرکار انگریزی ہے۔ جب یہ متواتر دو تین وجوہات غازی الدین حیدر نے سنی تو اب اس کی آنکھیں کھلیں غصہ بھی بہت کچھ فرو ہو گیا، اور اب اس نے چند منٹ تک سکوت کیا مولوی دلدار علی صاحب قبلہ و کعبہ بھی سناٹے میں آئے۔ بڑی دیر کے بعد پھر سکوت ٹوٹی اور پھر شاہ اودھ دھیمی آواز سے یہ گویا ہوا۔ آخر اس ظلم کا جو مومنین پر توڑا گیا ہے کیا چارہ کرنا چاہیئے، اور ان کے زخم کا اندمال کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ سن کے معتمد الدولہ بہت خوش ہوا۔ اور اس نے دلیری سے یہ جواب دیا۔ ہاں یہ بات فکر کرنے اور باہمی مشورہ پر موقوف ہے نائب السلطنت کے اس سفارش کرنے سے نہ صرف بیچارے سنیوں کی جان بچی بلکہ خود سلطنت اودھ بچ گئی۔ نہیں تو انگریز اس خونریزی پر لکھنؤ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔

اصل میں نائب السلطنت اور مجتہد صاحب کی دلی عداوت تھی دونوں ایک دوسرے کو دربار میں ذلیل کرتے اور آفت میں پھنسانے کی تدبیریں لگے رہتے تھے، نائب بیچارہ عموماً اپنے بچاؤ میں لگا رہتا اور مجتہد روزمرہ جوڑ چلتے رہتے تھے، ساتھ ہی اس کے یہ بھی تھا کہ نائب بھی بعض وقت چوکتا نہ تھا، جب اس کا وار لگ جاتا تھا تو حضرت کو نیچا ہی دکھاکے رہتا تھا یہ باہمی عداوت مجتہد کی شرمناک کارروائی کا نتیجہ تھی۔ مجتہد چونکہ عموماً امرا کے گھروں میں آیا جایا کرتے تھے۔ نائب کے مکان میں حسب معمول قدم رنجہ فرماتے تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نائب کی ایک لڑکی زینب نامی مجتہد کی شاگردنی بھی تھی اور معشوقہ بھی تھی، مجتہد نے اس سے افشائے راز کے بعد جب وہ فطرتی وزن سے گرانبار پائی گئی متعہ کرنا چاہا۔ نائب نے آبدیدہ ہو کے کہا ظالم خاندان تک کی تو تو نے جڑ سے کاٹ دی اور اب بھی متعہ کرنا چاہتا ہے۔ غرض بڑی جھک جھک کے بعد اپنی بدنامی کے خوف سے مجتہد صاحب راضی ہوئے اور نکاح کر دیا گیا۔ مجتہد کی اور بھی کئی بیویاں تھیں۔ انہوں نے چشم نمائی کی کہ کیا تو اسے نکال دو نہیں ہم گھر سے نکل جائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ پیدا ہونے پر اسے زہر دے کے پار اُتارا، اور نائب السلطنت کو ہاتھ سے ہاتھ ملتا ہوا چھوڑا۔

نائب ایک بڑا کائیاں اور ہوشیار شخص تھا، اس نے اس خونی راز کے ظاہر کرنے میں کچھ فائدہ نہ دیکھا، اور خاموشی سے انتقام لینے کی فکر میں لگا رہا۔

اس گفتگو اور سوال وجواب کے بعد معتمد الدولہ غازی الدین حیدر کے پاس گیا اور عرض کیا اگر حضور اجازت دیں تو میں سید صاحبؒ کو بلاؤں تاکہ آپ فاضل اسمٰعیل کا وعظ جس کا بارہا حضور نے شوق ظاہر فرمایا ہے سن لیں، اور ساتھ ہی اس کے حضور ظل اللہ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ جن پر مجتہد وقت نے یہ الزامات قائم کئے ہیں وہ کیسے مہذب اور شائستہ ہیں۔

یہ سن کے شاہ نے حکم دیا تم منزور بلاؤ میں حکمران ہوں میری ایک آنکھ سُنی اور دوسری شیعہ ہے۔ اگر ان میں کوئی جھگڑا ہوگا تو آئندہ میں بے رو رعایت فیصلہ کیا کروں گا۔

معتمد الدولہ نائب السلطنت نے بریلی میں سید صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ بھیجا اور لکھا حضور اپنے مبارک قدموں سے لکھنؤ کو بدنصیب اور محروم نہ رکھیں گے اور اپنے مریدوں کے سحر آمیز وعظوں اور صداقت سے بھری ہوئی تقریروں سے ہمیں بھی شرف بخشیں گے، شاہ چشم براہ ہے اور حضور سے نیاز حاصل کرنے کا اشتیاق رکھتا ہے۔

جوں ہی یہ عریضہ پہنچا سید صاحبؒ متفکر ہوئے کہ چلیں کیونکہ وہ سُن چکے تھے، مولوی حیدر علی صاحب بھاگ کے چلے گئے تھے اور ڈپوٹیشن بھی کبھی کا پہنچ چکا ہوگا، ایسا نہ ہو ہمارے ساتھ دھوکا برتا جائے اور ہمیں غفلت میں ہلاک ہونا پڑے۔ سید صاحبؒ کا یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال حقیقت میں نہایت ہی محتاط اور دور اندیشانہ تھا۔ پیارے شہیدؒ اور مولوی عبدالحی صاحبؒ نے اس پر بہت غور کیا، پھر آئندہ شہیدؒ نے یہ کہا کچھ خوف کی بات نہیں ہے۔ ضرور چلنا چاہئیے شاہ خلاف معاہدہ نہیں کر سکتا جو سرکار انگلشیہ سے ہوگیا دوسرے وہاں سُنی بھی بہت ہیں تیسرے فوج کا بہت بڑا حصّہ سُنی المذہب ہے۔ ہمیں وہاں چلنے سے فائدہ بہت ہوگا۔ یہ باتیں سید صاحبؒ کی سمجھ میں بھی آگئیں اور اب آپ نے بریلی سے لکھنؤ جانے کا مصمم ارادہ کرلیا زیادہ آدمی ہمراہ لے جانے خلاف مصلحت دیکھے۔ مبادا شاہ لکھنؤ کو بدگمانی ہو۔ دوسرے اتنے آدمی وہاں لے جانے مناسب بھی نہ تھے، کیونکہ جہاں سید صاحبؒ تشریف لے گئے اور مولوی اسمٰعیلؒ اور مولوی عبدالحی صاحبؒ نے وعظ فرمایا بس ہزاروں آدمی آ کے مسلمان ہونے لگے، پھر کیا ضرورت پڑی تھی کہ بھیڑ بھنگے کے ساتھ جا کے اپنے کو انگشت نما بنائیں۔

آپ نے اپنے روانہ ہونے کی اطلاع معتمدالدولہ بہادر کو کردی، لکھنؤ میں ایک ہلکم مچ گئی کہ اسمٰعیل آتا ہے یہ تعجب سے دیکھا جائے گا کہ پیارے شہید کی جس قدر دھوم شہر بشہر مچ رہی تھی نہ سید احمد صاحب کی اتنی شہرت تھی نہ عبدالحی صاحب وغیرہ کی بچپن ہی کے زمانہ میں شہر در شہر لوگ آپ کی ذہانت اور علمیت کا چرچا کرنے لگے تھے، اور جب آپ نے وعظ کہنا شروع کیا ہے تو دو تین ہی برس کے عرصہ میں چار پانچ کروڑ مسلمانوں میں قریب قریب آپ کی شہرت یا ناموری ہوگئی تھی، سید احمد صاحبؒ آپ کے پیر تھے مگر ان کو خواص کے سوا عوام بہت ہی کم جانتے تھے۔ لکھنؤ کے گلی کوچہ میں یہ دھوم ہوگئی، اسمٰعیل مناظرہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ مجتہد وقت مولانا دلدار علی صاحب تھے، ان ہی کا گھر مرجع خلائق ہوگیا تھا، اور ہر شخص مناظرہ کے لئے مجتہد صاحب کو آمادہ کرتا تھا، مجتہد تو سناٹے میں تھے کہ کیا بندوبست کرنا چاہیئے، اور معمولی لیاقت کے طلبہ جامے کے باہر ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے ہم اسمٰعیل کو صرف باغ فدک کا سوال کرکے بند کردیں گے۔ کہیں لکھنؤ کے چانڈو خانوں میں اسمٰعیل کی آمد آمد کی خبریں نئے نئے لباس میں اُڑتی تھیں، اور پھر وہاں سے اعجوبہ رنگ میں رنگین ہوکے شہر میں پھیلتی تھیں۔ ساتھ ہی اس کے یہ سخت حیرت انگیز مقام ہے کہ ہر خبر میں پیارے شہیدؒ کی وقعت اور جلال علمی مخالفین کے دلوں کو تھراتا تھا۔ سب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بڑا خوفناک اثر مجتہد دلدار علی صاحب کے مقدس قلب پر ہو رہا تھا۔ مجتہد صاحب نے مولانا اسمٰعیل کی بے نظیر لیاقت اور بے مثال حاضر جوابی کی نسبت بہت کچھ سُنا تھا اور انہیں یقین تھا کہ اگر میں نے اس سے بحث کی اور آخر میں اس پر فتح بھی حاصل کی پھر بھی وہ ناک چنے چبوا دے گا۔ اگر میں نے اس پر فتح پائی تو کوئی بڑی بات نہیں وہ ایک پردیسی آدمی ہے۔ دوسرے دن یہاں سے چلا جائے گا، تین دن چرچا کر کے لوگ بیٹھ رہیں گے، اگر خدانخواستہ میں کسی مسئلہ میں بند ہو گیا تو میرا لکھنؤ میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ ان خونی خیالات پر بھی مجتہد صاحب خوب جانتے تھے کہ میں اسمٰعیلؒ کے مناظرہ سے پہلو تہی نہیں کر سکتا، میں خود کوئی بہانہ کرونگا شاہ مجھے مجبور کرے گا۔

اس خانی کشمکش میں ہمارے شیعوں کے قبلہ و کعبہ پھنسے رہے، اور ایک دن مولانا اسمٰعیل صاحبؒ اپنے مرشد سید احمد صاحبؒ کی ہمرکابی میں داخل شہر لکھنؤ ہوئے۔

شاہ کی طرف سے استقبال کیا گیا، جلوس معتمد الدولہ لے کے پہنچا، اور نہایت توقیر سے آپ رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔

شاہ پیر محمد عرف ینا شاہ کی درگاہ کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ بڑے بڑے تمبو نصب کر دئے گئے تھے، کیونکہ جب تک کوئی اعلےٰ درجہ کا مکان ایسا نہ تھا جہاں ایسے معزز مہمان فروکش ہوتے۔

لکھنؤ میں جو لہریں شیعی مذہب کے سمندر میں اُٹھ رہی تھیں وہ اب خوفناک طوفان سے بدل گئیں، اور ہر شخص پیارے شہیدؒ اور اُن کے پیر کی زیارت کرنے اور شکل دیکھنے کے لئے آنے لگا۔

مجتہد صاحب بجائے اس کے سید اور اسمٰعیل کی ابراہیمی یا حسینی طریقہ سے مہمان نوازی کرتے، انہوں نے صدہا جانباز شیعہ نوجوانوں کو آمادہ کیا کہ شب کو چھاپہ مارا جائے اور اسمٰعیل کا سر اُتار لیا جائے۔

یہ افسوس ناک خبر افسر فوج شاہی کو جو سُنی المذہب تھا پہنچ گئی، وہ دوڑا ہوا مجتہد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے علیحدہ لے جا کے لجاجتانہ لہجہ میں یہ کہا برائے خدا ہماری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزت حضور ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ بے چارے پردیسی ہیں ان کے ساتھ کچھ زیادتی نہ کرنی چاہیئے۔ میں نے ایسا ایسا سُنا ہے اگر وہ صحیح ہے تو کتنے غضب کی بات ہے۔ برائے خدا آپ خاموشی اختیار کریں، یہ سنتے ہی مجتہد صاحب گرم ہوئے اور کہا تو سُنی ہو کے سُنی کی پچ کرتا ہے تو ذرا صبر کر، تجھ ہی کو حکم دیا جائے گا کہ سید اور اسمٰعیل کا سر اُتار لا اس وقت تو کیا کرے گا تو ایک ملازم ہے۔ تجھے ایسی باتیں بنانی مناسب نہیں ہیں، یہ لوگ ہم پر حملہ کرکے آئے ہیں، میرے دشمنوں نے اسمٰعیل کو بلالیا ہے کہ وہ مجھے سرِ جلسہ زک دے پھر میں کیونکر جانوں کہ وہ میرے مہمان ہیں اور مجھے اذیت دینی روا نہیں۔

کمانڈر انچیف نے یہ سُن کے اپنی تلوار نکال لی، اور کہا مجتہد تو سلطنت شیعی کے بھلاوے میں نہ رہے تیری تو ابھی گردن اُتار لیتا ہوں اور شاہ کو قید کرکے سید احمد کو تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہوں، جب یہ گرم گرم باتیں ہوئیں، اور مجتہد صاحب نے اپنی جان ہلاکت میں دیکھی تو اب انہوں نے اپنا روئے سخن بدلا اور یہ گویا ہوئے۔

"تمہارا خفا ہونا عبث ہے میں تمہارا امتحان لیتا تھا آیا شیعہ شاہ کے نمک خوار بن کے تم اپنے مذہب کا کتنا پاس و لحاظ کرتے ہو، بڑی خوشی کی بات ہے کہ تمہارے شہر میں تمہارے اتنے بڑے بڑے علماء کا گزر ہوا، جاؤ اپنے کام میں لگو اور ان کی حفاظت کرو" کمانڈر نہایت بھولا اور سچا اور سیدھا آدمی تھا، مجتہد کے دم میں آکے اُٹھ کھڑا ہوا، اور اُلٹے مجتہد سے معافی مانگنے لگا۔

اس تحریر سے ناظر سوانح اس قدر اندازہ ضرور کرلے گا کہ جب مجتہد کا یہ حال تھا تو عوام الناس شیعہ جو سُنی کی صورت دیکھنی حرام جانتے تھے، کیا کیا نئی نئی تدبیریں ایذا پہنچانے کی کر رہے ہوں گے جن کی اطلاع ہمیں نہیں ملی ان کا عام مقولہ تھا کہ گھروں میں سور رکھنا بہ نسبت ایک سنی کے رکھنے سے زیادہ بہتر ہے گو وہ سنیوں کو بالکل اپنے میں سے علیحدہ نہ کرسکتے تھے پھر بھی دربار میں اسی کی عزت زیادہ ہوتی تھی جو شیعہ ہو جاتا تھا۔

شاہ ہی کی طرف سے مہمان نوازی کا معقول سامان کیا گیا، اور اس کے مہتمم درخواست کرکے خود معتمد الدولہ نائب السلطنت بن کے آپ کی ہمراہی میں ۷۰ یا دوسرے مورخ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موافق ۱۱۲ آدمی تھے، جن میں سب پڑھے لکھے شریف اور مرد میدان اور قوی تھے۔ دوسرے دن سید احمد صاحبؒ دس آدمیوں کے ساتھ جن میں مولانا شہیدؒ اور مولوی عبدالحی صاحبؒ دائیں بائیں چلتے تھے، ہاتھیوں پر بیٹھ کے دربار میں تشریف لائے، محل کے دروازہ پر خود غازی الدین حیدر استقبال کے لئے موجود تھے۔ نہایت تپاک سے بخندہ پیشانی سید صاحب نے شاہ اودھ سے ہاتھ ملایا، پھر مولانا شہیدؒ اور مولوی عبدالحی صاحب نے مصافحہ کیا، اس کے بعد ہمراہیوں سے ایک ایک کر کے شاہ ملا۔ یہ ملاقات پرائیوٹ تھی، سوائے معتمدالدولہ اور مجتہد کے بادشاہی خاندان کے دو تین ممبروں کے اور کوئی نہیں تھا، پہلے بادشاہ نے سید احمد صاحب کی ممنونی ظاہر کی کہ آپ سفر کی تکلیف گوارا فرما کے یہاں تک تشریف لائے۔ اس وقت وہی معمولی جواب و سوال ہوتے، جو ہوا کرتے ہیں۔ پندرہ بیس منٹ تک جب معمولی گفتگو ہوتی رہی تو غازی الدین حیدر نے دوسرا پہلو بدلا اور کہا میں چاہتا ہوں مولوی اسمٰعیل صاحب وعظ فرمائیں آپ کی خوش بیانی اور روانی تقریر کے آوازے تو بہت دنوں سے سنتا رہا ہوں مگر یہ اتفاق نہیں پڑا کہ اپنے کان سے آپ کے لاثانی وعظ کو گوش گزار کروں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میرے ہی شہر میں آپ قدم رنجہ فرمادیں، اور میں بغیر اٹھائے تکلیف سفر اور دوسری جگہ جائے بغیر آپ کے وعظ کو باسانی گوش گزار کروں۔

سید صاحبؒ کی اجازت سے مولانا شہیدؒ نے وعظ کہنا منظور فرمالیا، اور دوسرے دن جمعہ وعظ کے لئے قرار ہوا، پہلا وعظ جامع مسجد میں ہوا۔ مجتہد کے حواس باختہ تھے اور وہ کوشش کرتا تھا کہ غازی الدین حیدر وعظ میں نہ جائیں یہ محض ناممکن تھا، آخر وقت مقررہ پر معتمدالدولہ نائب السلطنت اور مجتہد کو ہمراہ لے کے غازی الدین حیدر آموجود ہوئے۔

سید صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب کے مشورہ سے یہ قرار پایا کہ پہلے مولانا شہید ہی وعظ فرمادیں اور شیعہ مذہب پر بیان کیا جائے۔ معتمدالدولہ گو شیعہ تھا مگر مجتہد سے اسے کامل نفرت تھی اور اسی وجہ سے وہ مذہب شیعی کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا تھا، اور یہ کوشش کرتا تھا اگر غازی الدین حیدر مسلمان ہو جائے تو میں بھی ایمان لے آؤں۔

اب یہ بیان کرنا فضول ہوگا کہ مولانا شہیدؒ نے ایسا وعظ دیا اور ایسی زبردست تقریر کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صرف اسی قدر لکھ دینا کافی ہے کہ مولانا شہیدؒ نے پوری آمادگی اور قابلیت سے وعظ فرمایا۔ مجتہد تو سناٹے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ اسمٰعیل بول رہا ہے یا خود خداوند تعالیٰ گفتگو کر رہا ہے غازی الدین حیدر آمادہ تھا کہ سُنی ہو جاؤں اگر ایک خیال جہانداری اور اپنی دلربا مہتاب بیگم کی محبت کا نہ آتا تو وہ ضرور عین جلسہ ہی میں بول اُٹھتا۔ عوام اور خواص میں سے سات سو آدمی مسلمان ہوئے، اور سب نے اپنے گزشتہ شنیعہ افعال سے توبہ کی، اور سید صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہو کے حلقہ غلامی میں آئے۔

کئی گھنٹے تک یہی وعظ رہا۔ چاروں طرف سکوت حکومت کرتا تھا اور سب کے سر ہلتے ہوئے معلوم ہوتے تھے، مخالف مخالف نہ رہا تھا اور ہر شخص تعریف کرتا تھا کہ ایسا بے ساختہ بیان مسلسل ہم نے کسی کا نہیں سنا۔ حافظہ اس بلا کا کہ بیسیوں کتابوں کا حوالہ اور ان کی عبارت کا نوک زبان پڑھنا یہ اور بھی سمجھ دار سامعین کی دلچسپی کا باعث تھا۔

جب آپ وعظ فرما چکے تو غازی الدین حیدر مصافحہ کر کے اور حد سے زیادہ تعریف کر کے روانہ ہوئے، معتمد الدولہ کہہ گئے ہیں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سب رئیس علاوہ مجتہد صاحب کے جمع ہوئے، اور انہوں نے دوسرے دن کے لئے بھی عرض کیا، اور اپنی خواہش اسی مضمون کے سننے کی ظاہر کی۔ پیارے شہیدؒ نے قبول کر لیا مگر ساتھ اس کے یہ اعلان دے دیا گیا کہ صبح کی نماز پڑھ کے تو مولوی عبدالحی صاحب وعظ فرما دیں گے، اور ظہر کے بعد اسمٰعیل کل کا بقیہ مضمون بیان کرے گا۔

مولوی عبدالحی صاحبؒ کے علم و فضل کی بھی کامل شہرت تھی، اور بڑے بڑے علماء آپ کی علمی لیاقت کے قائل تھے۔

دوسرے دن اندھیرے سے لوگ جمع ہونے شروع ہوئے، جامع مسجد میں خلقت کا ہجوم بہت تھا، کندھے سے کندھا چھلتا تھا، اور چلنے میں شانہ سے شانہ رگڑ کھاتا تھا۔ ایک کے اوپر ایک گرا پڑتا تھا۔ شیعہ سُنی دونوں گروہ کے لوگ بہت تھے، کوئی تمیز نہ ہو سکتی تھی کہ شیعہ کون ہے اور سُنی کون ہے، ڈاڑھی منڈوانے کی رسم ایسی عام تھی کہ کوئی بھی اسے عیب نہ خیال کرتا تھا۔ فجر کی نماز پڑھ کے غرض مولوی عبدالحی صاحب کھڑے ہوئے اور ہمارے ہمعصر سوانح نویس

لے سوانح احمدی صفحہ ۴۳

www.KitaboSunnat.com

کے قول کے مطابق آپ نے "وذالنون اذ ذهب الآیۃ" تک قرآن کی آیت پڑھ کے وعظ کہنا شروع کیا، وعظ کا ایسا اثر ہوا کہ سامعین سکتہ کی حالت میں ہو گئے، اور ہر ایک کے مُنہ سے واہ واہ کی آواز آرہی تھی۔ یہ بیان اس فصاحت و بلاغت سے ہوا کہ علماء فریقین (یعنے سُنی و شیعہ) جو موجود تھے وہ مولانا کے سحر انگیز تسلسل مضامین طلاقت لسانی قوت بیانیہ قرآن و حدیث سے واقفیت تامہ رکھنے میں قائل ہو گئے۔ اور یک زبان ہو کے یہ کہا حیف ہے ہماری ساری عمر جہل و نادانی میں بسر ہوئی مگر وادی کا ہنوز پتہ نہ ملا اور ہم نے منطق اور فلسفہ کے پیچھے پڑھ کے اپنی تمام عمر ضائع کر دی"

پیارے شہیدؒ کی تقریر میں بڑا کمال یہ تھا کہ جہلا جس آسانی سے اُسے سمجھ کے دلچسپی لے سکتے تھے اور اس سے مستفید ہو سکتے تھے، اسی طرح فاضل اجل بھی دلچسپی کے ساتھ فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ مولوی عبدالحی صاحبؒ کا بینظیر قیمتی وعظ خصوصیت سے علما اور سمجھ دار دل ہی کو مزا دیتا۔ بعض اوقات جہلا مُنہ تکتے کے تکتے رہ جاتے تھے۔

حق یہ ہے مولانا شہیدؒ کو فطرۃ سے جن خاص صفتوں کا حصّہ ملا تھا وہ سب ممتاز تھیں، اور اُن میں خصوصیت کا رنگ ایسا تھا کہ دوسری جگہ کہیں بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ مولانا شہیدؒ کے وعظ نے شیعی سرحدوں میں زلزلہ ڈال دیا تھا اور شیعی عمارت کی بنیادیں متزلزل ہو گئی تھیں۔ سخت متوحش نظروں سے مجتہد صاحب اور فضلا دیکھتے تھے کہ یہ آفت بیٹھے بٹھائے ہم پر کہاں سے نازل ہوئی، جس طرح محمود نے سومنات پر حملہ کیا تھا اور برہمن مندر میں بیٹھے یہ کہہ رہے تھے ہم آرام سے سنکھ بجاتے اور سومنات جی کے آگے ڈھوک (سجدہ) دیتے تھے، یہ آفت ناک بلا ہم پر کہاں سے آپڑی، یہی کیفیت علمائے اثنا عشریہ کی بھی تھی وہ باہم مشورہ کرتے تھے اگر اسمٰعیل سے مناظرہ نہ کیا تو لوگ کہیں گے ڈر گئے اور اگر مناظرہ کیا اور ہار گئے تو پھر جلا وطن ہونا پڑے گا۔ صلاح کرتے کرتے یہ بات قرار پائی کہ فرنگی محل کے سُنی علماء کو بہکاؤ اور اُن کو اسمٰعیل کے مقابلہ میں کھڑا کر دو۔ جب ان سے بحث شروع ہو جائے گی بس پھر ہمیں سہل نجات مل جائے گی۔ اس وقت مولوی محمدؐ اشرف صاحب علمائے فرنگی محل کے سرتاج تھے۔ مجتہد کے وہ دماغ تھے کہ شاہ کے پاس بھی کئی بار بلوانے سے جایا کرتے تھے۔ بھلا اور کسی شخص کے پاس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانا کیا معنے مگر ضرورت بڑی بلا ہوتی ہے۔ اب اپنے حوارئین کو ساتھ لے کے مولوی محمد اشرف کے پاس فرنگی محل میں حاضر ہوئے، بیچارے محمدؐ اشرف بھی گھبرا کے تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے، اور اُنہیں تعجب ہوا کہ آج مجتہد صاحب رستہ بھول گئے۔

پہلے وہی معمولی باتیں تکلف آمیز اخلاق کی ہوئیں، اس کے بعد مجتہد صاحب نے مولوی محمدؐ اشرف صاحب کے علم وفضل کی تعریف کی، اور جب اپنے خیال میں اُنہیں شیشہ میں اُتار لیا تو یہ گویا ہوئے۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ سید احمد صاحب کے ساتھ مولوی اسمٰعیل بھی تشریف لائے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے ایک دو وعظوں میں عوام الناس اور جاہل روّسار کو اپنا معتقد بنالیا ہے گو مذہبی خیالات میں ہم میں اور آپ میں فرق ہے۔ مگر ہم وطن ہونے اور بیرونی نیک نامی اور بدنامی میں حصّہ لینے میں کوئی بھی فرق نہیں ہے۔ اگر اسمٰعیل کے مقابلہ میں کوئی کھڑا نہیں ہوا تو لوگ یہ کہیں گے شیعہ سنیوں میں ایک بھی مولوی اس قابل نہ تھا کہ جو مناظرہ کر سکتا یا اسمٰعیل رح کے سامنے ایک بات بھی کر سکتا۔ مولوی محمد اشرف صاحب نے جواب دیا کیا مولوی محمد اسمٰعیلؒ نے مناظرہ کے لئے ہم میں سے کسی کو طلب کیا ہے۔ مجتہد نے کہا طلب تو نہیں کیا ہے مگر اس کا وعظ خود اس بات کی شہادت دیتا ہے جس کا زہرہ ہو اس کی تردید کرے۔

مولوی محمدؐ اشرف علی ایک لائق اور فاضل شخص تھا۔ کتاب بینی میں مہارت تامتہ رکھتا تھا۔ حدیث وتفسیر وفقہ میں بھی خوب منجھا ہوا تھا۔ علم ادب میں بھی بڑا مشہور تھا یہ سب کچھ تھا مگر دماغ ملائی عادات وصفات سے بھرا ہوا تھا، یعنے اپنے مقابلہ میں کسی کو مال نہ سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ میرا ثانی پیدا ہونا محالات سے ہے، اس بے چارہ کا یہ قصور نہ تھا ہر ملائی دماغ کی یہی خاصیت اور فطرت ہوتی ہے۔ آپ مجتہد کے دم جھانسوں میں آکے یہ بول اُٹھے اسمٰعیل لاکھ کچھ عُمدہ واعظ ہوں مگر میرا شاگرد ولایت علی اسے دو باتوں میں بند کر دے گا۔

یہ سن کے مجتہد کو اطمینان ہوا اور اب وہ یہ سمجھ گیا کہ ولایت علی کے زک اُٹھانے پر محمد اشرف ضرور مقابلہ پر آئیں گے۔ خوب پخت وپز کر کے چلتے بنے۔ مولوی محمد اشرف کو اسمٰعیل کا کچھ بھی خیال نہ تھا نہ وہ جید الملی کی پروا کرتے تھے۔

مجتہد کے جانے کے بعد اُنہوں نے اپنے شاگرد رشید مولوی ولایت علی صاحب کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلا کے سمجھایا تم جاؤ اور سید احمد صاحب سے چند سوال مذہبی اور چند ادب میں کرو، اور اگر وہ جواب دینے میں پس و پیش کریں تو اسمٰعیل سے لپٹ پڑنا، وہ بھی اگر بند ہو جائے تو عبدالحی کو نہ چھوڑنا غرض جتنے مولوی سید احمد کے ساتھ ہیں سب کے ناطقے بند کر کے آنا۔

مولوی ولایت علی صاحب عظیم آبادی خود بہت بڑے لائق شخص تھے، آپ فارغ التحصیل تو ہو گئے تھے مگر تبرکاً مولوی محمد اشرف صاحب کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، اور زمانی شبہ کے موقع پر دریافت کر لیا کرتے تھے۔ اور یہ بات تعریف کے قابل تھی کہ حق بات کو سمجھنے کی صلاحیت برخلاف عام ملاؤں کے آپ میں موجود تھی، اور ساتھ ہی انصاف پسندی بھی اور ملاؤں کے علاوہ آپ کا شیوہ تھا۔

اپنے بزرگ اُستاد کے حکم کے بموجب آپ پہلے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صاف دل سے اس امر کا اظہار کر دیا کہ میں اپنے چند شکوک رفع کرنا چاہتا ہوں۔ سید احمد صاحب نے ایسے موقعوں کے لئے خصوصاً مولوی اسمٰعیل کو خاص کر رکھا تھا فوراً وہ بلائے گئے، اور مولوی ولایت علی صاحب سے کہا گیا جو کچھ آپ کو دریافت کرنا ہو اسمٰعیل حاضر ہے استفسار کر لیجئے۔

مولوی صاحبؒ نے پہلے وہ شکوک دریافت کیے جو اُن کے اُستاد نے بتلائے تھے، اور پھر اپنی طرف سے ہر بات پر جما کے اعتراض کئے، غرض جس قدر تحصیل کیا تھا کوئی بات بھی باقی نہ رکھی۔ ہر علم ہی میں سے سوالات کئے، جواب دو لفظی اور جامع ہوتے تھے، دوسری بار جواب کے بعد پھر جواب الجواب دینے کا موقع نہ ملتا تھا، مولوی ولایت علی نے چونکہ آپ کی طبیعت صلاحیت پسند تھی، اور آپ کا دل انصاف مآب تھا۔ بیتابی سے مولانا شہیدؒ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ دونوں ہاتھ چوم لئے، اور کہا آج آپ نے مجھے اپنا سچا رام بنالیا، پھر مولانا شہیدؒ نے سید صاحبؒ کی تعریف کی، قصہ مختصر یہ کہ ولایت علی نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور التجا کی کہ مجھے اپنی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کا حکم دیجئے۔ سید احمد صاحب نے بخوشی منظور فرمالیا، پھر ولایت علی صاحب اپنے استاد کے پاس آئے، اور جو کچھ کیفیت تھی ساری بیان کر دی، مولوی محمد اشرف صاحبؒ کو ملالی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دماغ رکھتے تھے، پھر بھی عالم تھا اور علم دوست اس کی صفت تھی فوراً مولانا شہیدؒ کی علمی قابلیت سُن کے پگھل گیا اور خود دوڑا ہوا آیا۔ خوب خوب علمی گفتگو رہی، سید احمد صاحب نے بھی مختصر سی تقریر بیان کی، اور پھر مولانا شہیدؒ نے جو بیان شروع کیا اس میں تو دونوں اُستاد شاگردوں کو مزا آگیا۔ مولوی محمد اشرف نے درخواست کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسالت مآب کو "ما ارسلنك الا رحمة للعالمين" فرمایا ہے اس کی تفصیل سننا چاہتا ہوں مولانا شہیدؒ نے ایسا رقت انگیز اور پر اثر بیان کیا کہ مولوی صاحبان کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی، انہیں معلوم ہوگیا کلام میں اثر ہونا اور حافظہ کی یہ لاثانی قوت ہونی خداداد بات ہے، کسبی نہیں ہے، خبر نہیں کیسا زبردست وہ اثر تھا اور کیسا شیریں لہجہ تھا کہ وہی باتیں دوسرا شخص کرتا تھا تو اس قدر توجہ مبذول نہ کی جاتی تھی اور جب مولانا شہیدؒ فرماتے تھے تو اُن میں ہی کچھ ایسا کمال پیدا ہو جاتا تھا کہ از خود سننے کو جی چاہتا تھا، اور ایک حالت قلب پر ایسی طاری ہوتی تھی کہ جو اس پر عمل کرنے کو مجبور کرتی تھی۔ ہائے جس نے پیارے شہید کا وعظ سنا ہے یا جنہوں نے سنا ہے اُن سے سنا ہے وہ میری اس تحریر کی تصدیق بخوبی کر سکتا ہے۔ اب جوں ہی فرنگی محل کے یہ دونوں سرتاج سید احمد صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تو اور بھی علماء کے آنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پڑھا لکھا تو کوئی باقی نہ رہا تھا جو بیعت سے مشرف نہ ہوا ہو۔

مجتہد صاحبؒ نے جب یہ سُنا کہ مولوی محمد اشرف صاحبؒ نے بھی بیعت کی تو وہ یہ سمجھے مولوی نے مجھے دھوکا دیا وہ پہلے ہی سے سید احمد اور اسمٰعیل کا معتقد تھا، آپ نے ایک کریہ نامہذب جملہ ارشاد کیا، جس سے شیعی مذہب کی اور تہذیب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ غصہ تو بہت ہی آیا تھا۔ آپ فوراً یہ بول اُٹھے کُتا کتوں میں جا کے مل گیا ہم تو یہ سمجھے تھے یہ کچھ غیر وطن ہونے کی وجہ سے بھونکے گا مگر وہ بھی جا کے دم ہلانے لگا۔ ادھر یہ ناتراشیدہ جملہ مجتہد صاحبؒ نے فرمایا، اور ادھر مولوی محمد اشرف صاحب کو اس کی خبر ہوئی، آپ سن کے چپکے ہو رہے، اگر دبی زبان سے کہا تو صرف اتنا ہاں یہی صحیح ہے۔ ان کی سلطنت ہے وہ چاہے جو کچھ کھلیں ان کا دل جانتا ہے کہ کتا کون ہے، اور کون کس کے پاس التجا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کے آیا تھا۔

خود کسے نا سزا چرا گوید　　نا سزا آں کہ نا سزا گوید

ابھی سید صاحب کو چار دن لکھنؤ میں آئے ہوئے گزرے تھے۔ دعوتوں کے صدہا پیغام سُنی اور شیعوں کے ہاں سے آچکے تھے، اتنی دعوتیں کیونکر منظور کر سکتے تھے۔ آپ نے عموماً نقد روپیہ لینے پر قناعت کی کیونکہ جس عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا تھا اس کے لئے لوں روپیہ کی ضرورت تھی، گو روپیہ کا نقد لینا کسی قدر بدنامی کا سبب تھا مگر جب لینے والوں د نیں صاف نہیں اور وہ اسے خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہتے تھے، پھر دوسرے شخص کو شبہ نہیں ہوتا اور ہمیشہ دینے والا باطمینان تمام دے دیتا ہے اور جب مولانا شہیدؒ جیسا مطمئن کرنے والا ہو، پھر لوگ کیوں سرگوشیاں کرنے لگے اور کیوں انہیں بدگمانی ہونے لگی تھی۔ چوتھے دن کی شب کو چوبدار آیا کہ معتمد الدولہ تشریف لاتے ہیں۔ سید احمد صاحب ملاقات کے تمبو میں آ بیٹھے اور صرف آٹھ دس آدمیوں کے سوا کوئی بھی ان کے پاس اس وقت نہ تھا۔

نائب السلطنت کے آنے پر سید احمد صاحب مع مولوی اسمٰعیل صاحب اور عبدالحی صاحب کے کھڑے ہوگئے، اور بہت خاطرداری سے اپنے پاس بٹھایا۔ اس خوش باطن رئیس کو قدرتی طور پر سید احمد صاحب سے اُلفت بہت ہوگئی تھی، اور یہ اُلفت صرف مولانا شہیدؒ کی تقریر کا صدقہ تھا ہر شخص یہ کہتا تھا جس کے مرید ایسے ہیں پیر خود کیسا ہوگا، بڑی دیر تک باتیں ہوتی رہیں پھر نائب السلطنت نے دعوت کے لئے کہا معمولی انکار کے بعد منظور کرلیا گیا اور دوسرے دن شام کو سید احمد صاحبؒ مع اپنے صادق مرید اسمٰعیل اور عبدالحی کے ہاتھیوں پر بیٹھ کے معتمد الدولہ کے مکان پر تشریف فرما ہوئے، آج تو تقریباً کل ہی شیعہ سُنی مولوی جمع تھے، اور سوائے شاہ کے اکثر امرا بھی تھے۔ جلسہ نہایت پر تکلف اور امیرانہ تھا ابھی آپ بیٹھے ہی تھے کہ اسمٰعیل صاحبؒ پر سب کی تیز تیز نظریں پڑنے لگیں، نگاہوں میں استعجاب اور خوف کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا وہ برابر ٹکٹکی باندھ کے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے کسی عجیب الخلقت چیز کو تکتے ہیں۔ پہلے آہستہ آہستہ ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر مولانا سبحان علی خان صاحب جو ایک زبردست فاضل اور مقرر تھے آگے بڑھے اور معمولی تمہید کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد مولانا عبدالحی صاحبؒ سے کچھ دریافت کیا، خطاب مولوی اسمٰعیل صاحب کی طرف بھی تھا مگر سید صاحب کے اشارہ سے عبدالحی صاحب نے جواب دیا۔ سوال یہ تھا کہ حدیث "الحیاء شعبۃ من الایمان" کے کیا معنے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے گھنٹہ بھر کامل اس کی تفسیر بیان کی، بڑے روشن ہال میں سوائے سکوت اور گردنوں کی جنبش کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بڑے بڑے علماء حیران تھے کہ یہ معنی یہ بے مثال تشریح ہم نے نہ کسی کتاب میں دیکھی نہ اپنے کانوں سُنی مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ خود ربانی جلوہ ہے کہ اتنی چمک دے رہا ہے یہ کسبی امر نہیں ہے نہ کسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے ہاں جسے خدا چاہے تقریر تھی یا ایک برقی تحریک تھی جو برابر دلوں کو اپنی مٹھی میں دبائے لیتی تھی اور ایسی مقناطیسی کشش تھی جو قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی، تقریر کی عمدگی پر سب نے آفرین کی اور کسی میں مع مجتہد کے یہ یارانہ ہوا کہ ایک بات بھی مولوی عبدالحی صاحب سے اعتراضاً دریافت کر سکے، مشہور تھا جس مجلس میں مولانا اسمٰعیل ہوں وہاں نفس اعتراض فنا ہو جاتا ہے، اور لوگوں کے دماغوں اور دلوں سے ایسا محو ہو جاتا ہے کہ سوائے تسلیم و رضا کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں، لکھنؤ کا پر تکلف کھانا لایا گیا اور سب نے بطیب خاطر کھانا کھایا، عطر و پان کے بعد پانچ ہزار روپے معتمدالدولہ نے نذرانہ کے طور پر پیش کئے، سید صاحب نے لے لئے اور پھر وہاں سے رخصت ہو کے اپنے گھر چلے آئے۔

سید احمد صاحبؒ نے لکھنؤ میں سوا مہینہ کے قریب قیام فرمایا، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ مذہب شیعی کو متزلزل کر دیں، اور وہ چڑے چڑیا کی کہانیاں جن پر شیعوں کے مذہب کا دار و مدار ہے، مذہبی عقائد سے برطرف کر دیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی آرزو تھی کہ کسی طرح مجتہد صاحب عام مجمع میں مجھ سے گفتگو کر لیں، مگر مجتہد صاحب حیلے کر کر کے ٹال دیتے تھے، کبھی ملکی معاملات کی پیچیدگی بیان کر کے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے، اور کبھی جگہ کے مقرر ہونے پر تامل تھا، اور کبھی اپنی بیماری اور پستی آواز کا بہانہ کرتے تھے۔ بایں ہمہ مناظرہ کرنے سے بھی انکار نہ تھا، اور جب شیعہ عمائد کی طرف سے مجبور کئے گئے تو وعدہ کر لیا ہاں روز فردا میں ٹالتے رہے۔ مجتہد ہی کے سبب سے سید احمد صاحب کو مہینہ سوا مہینہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھنؤ میں قیام کرنا پڑا، اور نہیں لکھنؤ آنے سے جو منشا تھا وہ پورا ہو چکا تھا، غازی الدین حیدر خود دو بار ڈیرہ ہی میں شاہ مینا کی درگاہ پر قدمبوس ہو چکے تھے اور ایک سچی روایت کے بموجب شاہ اودھ نے یہ فرمایا تھا اگر مولوی اسمٰعیل صاحب برس دن میں یہاں رہ کے روز وعظ فرمائیں تو مجھ سمیت یہاں کا بچہ بچہ سنی ہو جائے گا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ اسمٰعیل جیسا نفس سید صاحب علیحدہ کر دیتے، اور اس موہوم کامیابی پر اپنے آئندہ عظیم الشان عزم کو خام چھوڑ دیتے۔ سید صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ مجھے بہت سے فرائض اسمٰعیل کی معیت میں انجام دینے ہیں، اس لئے میں اسے نہیں چھوڑ سکتا، الحمد للہ کہ آپ کی طبیعت میں سنی مذہب کی صداقت توجی امید ہے کہ آئندہ خیالات کی کامل اصلاح ہو جائے۔ جتنے وعظ اب تک اسمٰعیل یہاں دے چکا ہے اور آئندہ دے گا، ہدایت حاصل کرنے والے کے لئے کافی ہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب رستہ دیکھتے دیکھتے بیقرار ہو گئے، اور مجتہد کے وعدے وعید سنتے سنتے تنگ آ گئے۔ آخر ایک دن آپ نے تنہا ہی جانے کا مصمم ارادہ کیا۔ سپاہیانہ لباس زیب تن کیا، پٹنچہ کمر میں اُڑسا شمشیر آبدار پہلو میں، غرض اس سج دھج سے مولوی دلدار علی صاحب کے مکان پر آئے۔ یہاں اکثر مجتہد صاحب کے معتقدین دست بستہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بہت سے طلبہ کلینی وغیرہ کتابیں پڑھ رہے تھے۔ مولوی دلدار علی مجتہد کا مکان اسرانہ سامانوں سے آراستہ تھا، اور شاہی شوکت برستی تھی۔ نقیب چوبدار کونوں میں کھڑے ہوئے تھے۔ بایں ہمہ ہر شخص اندر آنے اور مجتہد صاحب تک پہنچنے کے لئے آزاد تھا ہاں خلاف ادب کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال سکتا تھا۔

مولانا شہید رح نے چوکھٹ میں قدم رکھتے ہی عجب پر شوکت دربار دیکھا اور سامنے مجتہد صاحب کو طلبہ کے ساتھ مشغول پایا، آپ دلیرانہ جا کے علیحدہ ہو بیٹھے اور السلام علیک کے سوا کورنش وغیرہ نہیں کی۔ جیسی وہاں کی اخلاقی اور مذہبی مجالس کا قاعدہ تھا۔ نئی سپاہیانہ صورت اور اس بیباکی کو سب نے حقارت کی نظر سے دیکھا۔ مجتہد صاحب نے بھی اپنے ناخواندہ اجنبی مہمان کو کن انکھیوں سے دیکھ لیا، اور خاموش طلبہ کو سبق پڑھاتے رہے۔ مولانا شہید رح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چپکے بیٹھے رہے۔ اور کسی سے بات نہ کی۔ جب مولوی دلدار علی صاحب مجتہد فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنے اجنبی مہمان سپاہی سے باخلاق دریافت کیا، بھائی تم کون ہو کہاں سے آئے ہو۔ مولانا شہیدؒ نے جواب دیا میں ایک مسافر سپاہی ہوں ایک مسئلہ کی تحقیق کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے عموماً ایسے مسئلے مسائل سے کام رہتا ہے میں نے خیال کیا ہے آپ ہی لکھنؤ میں بہت بڑے فاضل ہیں مجھے اچھی طرح سمجھا کے میرا اطمینان کر دیں گے۔ مجتہد صاحب نے فرمایا تم بخوشی دریافت کرو جو کچھ مجھے معلوم ہوگا میں تمہیں بتا دونگا اجازت پا کے مولانا شہیدؒ نے دریافت کیا تقیہ اور نفاق میں کیا فرق ہے۔ گو یہ سوال مشکل تھا مگر مجتہد صاحب نے دونوں کا اختلاف بیان کیا، اور بہت سی دلیلیں بھی پیش کیں۔ مولانا شہیدؒ نے دلیلوں کو توڑ دیا اور دونوں کو یکساں کر کے دکھا دیا۔ پھر مجتہد نے اپنے مطلب کے اظہار میں گوہر افشانی کی مگر دوبارہ بھی بیکار گئی۔ غرض تین بار دونوں کو علیحدہ علیحدہ ثابت کرنے میں کوشش کی، اور یہاں تینوں ہی بار اس کی تردید ہوگئی اور دکھا دیا گیا کہ دونوں ایک ہی ہیں۔

جب یہ ردّ و بدل ہوئی تو اب مجتہد صاحب کے کان کھڑے ہوئے وہ سمجھ گئے کہ ضرور یہ کوئی فاضل اجل ہے نرا سپاہی نہیں ہے میری ایک بات بھی نہیں چلنے دیتا۔ اب کتنی خفت کی بات تھی، طلبہ الگ سناٹے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور یار آشناؤں کو تو گویا سانپ سونگھ گیا ہے سب متعجب تھے کہ یہ کس غضب کا سپاہی ہے کہ مجتہد صاحب کو کسی پہلو پر جمنے نہیں دیتا جب مولوی دلدار علی مجبور ہوئے اور زیادہ زبانی گفتگو کی مصلحت نہ دیکھی تو آپ نے اپنا پیچھا چھڑانے اور اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ ارشاد کیا ایسے مسائل زبانی طے نہیں ہوتے۔ آپ ناحق اس مشکل مسئلہ کے سمجھنے اور اس پر ردّ و قدح کرنے کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ جب مولانا شہیدؒ نے مجتہد کو لاجواب پایا تو آپ السلام علیک کہہ کے اٹھ کے چلے آئے پیچھے مجتہد صاحب نے آدمیوں کو دوڑایا کہ اس سپاہی کے پیچھے پیچھے جاؤ اور یہ دیکھتے رہو وہ کہاں جاتا ہے اور کون ہے۔

ابھی وہ لوگ جانے بھی نہ پائے تھے کہ ایک شخص دریافت کرتا ہوا آیا مولوی اسمٰعیل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب یہاں آئے تھے، مجتہد صاحب نے اپنے خاص مصاحبین کو دوڑا دیا کہ جس طرح ہو منت وسماجت کرکے مولوی اسمٰعیل کو لے آویں۔

غرض مولوی اسمٰعیل واپس آئے، مجتہد نے اٹھ کے تعظیم دی معانقہ کیا اور معذرت کی کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ سپاہیانہ لباس میں جلوہ افزا ہیں، اس لئے اس وقت آپ کی تعظیم نہیں دی گئی، اب دوبارہ آنے پر اس مسئلہ کی نسبت کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد مولانا شہیدؒ اُٹھ کے چلے آئے۔ مجتہد صاحب کے دل کو لگی ہوئی تھی، اپنے تمام شیعی علماء کو جمع کیا اور ان کے آگے یہ جھگڑا پیش کرکے استفتا لینا چاہا۔ سب نے مل کے اس کی بابت بڑی طول طویل بحث لکھی۔ صدہا کتابوں کا حوالہ اور عبارت بھی نقل کی اور یہ ثابت کیا کہ نفاق اور چیز ہے تقیہ اور بات ہے۔

جب یہ استفتا تیار ہوگیا مولانا شہیدؒ کی خدمت میں بھیج دیا گیا، جو شخص کاغذ لے کے گیا تھا اس کی ملاقات پہلے مولوی عبدالحی صاحبؒ سے ہوئی وہ سمجھا مولوی اسمٰعیل یہی ہیں، اُس نے بڑے تپاک سے استفتا پیش کیا اور یہ عرض کیا مجتہد صاحب نے آپ کی خدمت میں ارسال کیا ہے۔

جونہی مولوی عبدالحی صاحب نے اس فتویٰ کو ملاحظہ کیا تو آنکھیں کھل گئیں۔ عبارت کا ادق اور پیچیدہ ہونا تو ایک معمولی امر تھا مگر سب سے زیادہ مشکل یہ تھا کہ اگر جواب الجواب لکھا جائے گا اس کے لئے صدہا کتب کی ضرورت ہوگی، اور حالت سفر میں ان میں سے ایک کتاب بھی پاس نہیں ہے، سوا اس کے کوئی چارہ ہی نہیں دیکھا کہ خاموشی اختیار کی جائے، آپ نے کئی کئی بار پڑھا مگر کوئی پہلو جواب کا نہ دیکھا، لیاقت تو پیچھے درکار تھی مگر پہلے کئی اونٹ کتابوں کے چاہیئے تھے جن کا بہم پہنچنا محال تھا۔ جب جواب دینے کا کوئی رستہ نہ دیکھا آپ نے وہ کاغذ مولوی اسمٰعیل کے پاس بھجوا دیا، اس وقت مولانا شہیدؒ چہل قدمی کرنے گئے تھے، آدمی دریافت کرکے آپ کے پیچھے دوڑا، اور وہ کاغذ رستہ میں اسمٰعیل کو دیا۔ آپ سمجھ گئے کہ مجتہد صاحب نے یہ کارستانی کی ہے، کتابوں کے حوالے دیکھ کے پہلے آپ بھی چونکے مگر جب قوت حافظہ نے اس سے زیادہ کتابوں کا خزانہ اپنے میں دکھایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب مولانا شہیدؒ نے کتابیں نہ ہونے پر اپنے کو خزانہ کتب پایا تو اُس کے جواب دینے میں اتنا پس وپیش نہ کیا فوراً اپنے ڈیرے میں واپس آئے، بغیر دوبارہ پڑھے لکھنے بیٹھ گئے اور دو گھنٹہ کے عرصہ میں جواب الجواب مجتہد صاحب کی خدمت میں روانہ کردیا۔ جواب الجواب میں بھی بہت سی کتابوں کا حوالہ معہ اُن کی عبارت کے درج تھا۔ ہم اس بحث کو یہاں لکھنا مناسب نہیں سمجھتے وہ طول طویل بہت ہے اور ناظرین کی دلچسپی کا باعث اس قدر نہ ہوگی، کیونکہ اس سے دلچسپی وہی شخص لے سکتا ہے کہ جسے صدہا کتب تواریخ وغیرہ پر عبور ہو نہیں تو یہ عالمانہ بحث اس کے سامنے معمولی تحریر سے زیادہ وقعت نہ رکھے گی، جوں ہی مجتہد صاحب نے جواب الجواب دیکھا آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اب اُنہوں نے کوئی چارا نہ دیکھا، سوا اس کے کہ کنوئیں میں ڈوب مریں یا کچھ کھا کے سو رہیں۔ علما کے آگے جواب الجواب پیش کیا گیا، انہوں نے کہا یہ بحث تمہارے لئے مفید نہیں ہے، ہم نے کئی دن میں ل کے جواب لکھا اسمٰعیل نے بغیر مدد کتب دو تین گھنٹے میں جواب لکھ دیا ضرور اسے موکلوں کا علم آتا ہے وہ ان سے کام لیتا ہے۔ نہیں آدمی کا حافظہ ایسا زبردست نہیں ہو سکتا کہ صدہا کتابوں کی عبارت اسے ازبر ہو اور بغیر دیکھے جس کتاب کی عبارت نقل کرے اصل میں اور بن دیکھے نقل کرنے میں ایک حرف کا بھی فرق نہ ہو۔

مجتہد سوائے خاموشی کے اور کیا کر سکتے تھے۔ ہاں مختلف علمار کو مولوی صاحب موصوف کے خلاف بھڑکاتے رہے، ان باتوں سے کچھ نتیجہ نہ تھا، اور بہت سے حاسدوں نے مخالفت کی مگر ایک بھی پیش نہ چلی۔ آخر کامیابی کے ساتھ سید احمد صاحبؒ مع اپنے دوستوں کے بنارس چلے آئے۔ کل ممالک مغربی کا تقریبًا چکر لگایا، اور ہر طرح سے جہاد کی تدبیریں کرلیں، کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ تھا کہ جہاں سید احمد صاحبؒ کے واعظ وعظ دیتے اور چند آدمی جمع کرتے نہ پھرتے ہوں، اسی اثنا میں آپ نے حج بیت اللہ بھی کر لیا، اور وہاں سے واپس ہو کے پھر اپنے عظیم الشان فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہوئے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے یہ اعلان دے دیا تھا، سرکار انگریزی پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے۔ نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انتقام لیتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حکام انگلشیہ کو بالکل خبر نہ ہوئی، اور نہ اُن کی تیاری پر مانع آئے۔ سکھوں کی قوی سلطنت کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانا بہت سخت اور دشوار کام تھا مگر مولوی اسمٰعیل کی جرأت اور بیدھڑک دلیری نے ایسی خوفناک سلطنت سے مقابلہ کرنا کچھ مآل نہ سمجھا، اصل میں اپنے مسلمان بھائیوں کے انتقام لینے کا جوش اُٹھ رہا تھا، ایسی بیخودی میں یہ اندازہ نہیں ہوسکتا کہ جس پر میں حملہ کر رہا ہوں وہ مجھ سے زیادہ قوی ہے یا کمزور ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ سکھوں کی سرحدوں پر حملہ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

مذہبی لڑائیاں

جنگ ابتداء ۱۲۴۱ھ سے شروع ہوتی ہے!

جتنی مذہبی لڑائیاں مجاہدین نے سکھوں کے مقابلہ میں لڑیں، ان میں سب سے زیادہ پارٹ (حصہ) مولانا شہید نے لیا تھا، پولٹیکل خطوط جتنے حکمرانوں کے نام روانہ ہوئے، وہ سب مولانا شہیدؒ ہی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں، جن میں سے بعض ہم آئندہ درج کریں گے۔

جب ہر طرح مجاہدین کی جمعیت ہو گئی، اور روپیہ بھی حسب ضرورت اکٹھا ہو گیا تو مولانا شہیدؒ کے مشورہ سے سید صاحبؒ نے خاموشی سے پہلے تھانیسر کا سفر کیا۔ یہاں کے لوگوں کو گونج کے طور پر اپنے ارادہ سے آگاہ کیا، اور پھر آپ نے مالیر کوٹلہ، ممڈوت، بہاولپور، حیدرآباد سندھ، شکارپور، جاگن، خان گڑھ، درۂ ڈھاور، درۂ بولن، قندھار، کابل کا سفر کیا۔ یہ عظیم الشان سفر بہت بڑی مصلحت پر مبنی تھا، اور جو جو نتائج سید صاحب نے مولانا شہید کے ذریعہ سے حاصل کئے وہ خوش آئندہ ہی نہ تھے بلکہ سکھ سلطنت کے لئے زوال کی ایک فال سمجھنی چاہیئے۔ عموماً جس شہر میں آپ تشریف لے جاتے تھے، پہلے وہاں کے علماء پر سکہ بٹھاتے تھے جب وہ معتقد بن جاتے تھے تو امراء اور عوام الناس کا قبضہ میں آنا کچھ بات ہی نہ تھا۔

بڑی بات یہ تھی کہ سکھوں کے قابل رحم مظالم سے سب چیخ اٹھے تھے اور خدا سے چاہتے تھے کوئی منتقم پیدا ہو تو ہم اُس کی مدد کریں۔ اُمید سے زیادہ مسلمانوں نے سید صاحب سے ہمدردی کی اور جب آپ کابل پہنچے ہیں تو یہاں اول مشکل جو آپ کو پیش آئی وہ ملا محمد کو اپنا رام بنانا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا محمدؒ ایک فاضل اجل اور عالم متبحر تھا اور عموماً کابل کا کابل اس کا مرید تھا۔ اس کے اشارہ پر ہزاروں افغان گردن کٹانے کو موجود تھے، جب محلہ وہ افغانان میں آپ نے قیام فرمایا تو پہلے ملا محمد کے شاگرد مولانا شہیدؒ کا امتحان لینے کے لئے آئے، معمولی درسی صرفی نحوی کتابوں کے مشکل مقامات خوب دیکھ دیکھ کے بحث کرنے کے لئے موجود ہوئے مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے مکان میں تشریف رکھتے تھے، آپ کی طبیعت میں بچپن ہی سے مذاق بھرا ہوا تھا اور ایسے مواقع پر آپ ضرور مذاق کیا کرتے تھے۔ آتے ہی ایک شخص نے شرح ملاجامی سے ایک مشکل مقام دریافت کیا، آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر ایک طالب علم نے صدرا میں سے کچھ استفسار کیا، پھر بھی آپ نہ بولے۔ تیسرے نے شمس بازغہ میں سے کچھ سوال کیا اس کا بھی جواب نہ دیا گیا، اب تو طلبہ نے بغلیں بجائیں اور وہ سمجھ گئے دُور کے ڈھول سہاؤنے ہوتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل کی اتنی شہرت تھی مگر یہ ایک حرف بھی نہیں جانتے آخر انہوں نے کہا ہم نے آپ کے علم وفضل کا چرچا سنا تھا اور یہ بھی ہمارے گوش گزار ہوا تھا آج آپ ہند میں فرد ہیں مگر ہم نے مل کے آپ کو کچھ بھی نہیں پایا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو ایک قطرۂ خون نکلا

یہ تقریر سن کے آپ مسکرائے اور یہ گویا ہوئے طالب علمو! یہ بھی کوئی انصاف کی بات ہے تم نے تو ان مقامات کا جو مجھ سے استفسار کرنے آئے شب بھر خوب مطالعہ کیا ہے میں نے ان پر غور ہی نہیں کیا پھر میں کیونکر برجستہ جواب دے سکتا ہوں، آج تم کوئی خاص مقام مجھے بتا دو میں بھی اسے دیکھ لوں اور تم بھی دیکھ کے آؤ کل ہماری جوڑ لڑے گی مگر ساتھ ہی اس کے یہ سمجھ لینا ایک شخص سے بحث کروں گا اتنے آدمیوں کا مقابلہ تنہا شخص کیونکر کر سکتا ہے یہ سُن کے سادہ لوح طلبہ بہت خوش ہوئے، اور ایک مقام شرح ملا کا بتا گئے اور یہ کہہ گئے آپ اسے سوچ رکھیئے گا، کل آپ سے بحث کرینگے اُنہوں نے اپنے اُستاد آخوند ملا محمد سے ساری کیفیت دہرائی وہ ایک معمر فاضل شخص سن کے سر ہلانے لگا اور سمجھ گیا، اسمٰعیل نے انہیں قابل خطاب نہ پایا۔ اسی لئے یہ کہہ کے ٹال دیا۔ دوسرے دن وہ خود مع شاگردوں کے آیا اور معمولی مزاج پرسی کے بعد تقلید پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

در مباحث وا ہوا۔ کامل تین گھنٹے تقریر ہوتی رہی، آخر مولانا شہیدؒ نے اُسے قائل کر دیا اور یہاں تک اسے سید صاحب کا معتقد بنایا کہ اس نے بطیب خاطر بیعت کی اس کا مرید ہونا تھا کہ ہزاروں ولایتی آنے اور بیعت کرنے لگے۔ ولایتوں پر یوں فتحمندی حاصل کرنا سکھوں پر فتح پانے کا ایک دیباچہ تھا، اس کامیابی پر سید احمد صاحبؒ نے بیتابانہ پیارے شہیدؒ کو گلے سے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دے کے دعا دی خدا کا ہاتھ ہمیشہ تیرے سر پر رہے ان پے درپے کی کامیابیوں اور علمی فتوحات نے عملی فتوحات میں جان ڈال دی، اکثر لوگ سکھوں سے انتقام لینے کے لئے تیار ہو گئے، اور اب جنگ کی بہت زور شور سے تیاریاں ہونے لگیں۔

مولانا شہیدؒ سید احمد صاحبؒ کی سررشتہ داری کا کام بھی انجام دیتے تھے، اور لشکر مجاہدین کے کمانڈر انچیف بھی تھے۔ ان دوگراں تر فرائض کی انجام دہی بحسن وخوبی کرنی ایک سخت کام تھا مگر اسمٰعیل جیسے قوی بازو کے آگے وہ اس آسانی سے حل ہو جاتا تھا گویا کچھ بھی نہیں ہے آپ کے قلم میں جیسی غیر معمولی قوت نمو اور زبان میں جیسی ممتاز قوت گویائی تھی، ایسی ہی میدان جنگ میں شمشیر آبدار کو گردش دینے اور ناواقف مجاہدین کو قواعد داں سکھوں سے لڑوانے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جنگ کی جتنی تدابیر پوشیدہ اور ظاہر کرنی تھیں سب کی گئیں اور جب ہر طرح سے آراستہ ہو گئے تو درۂ خیبر سے ہوتے ہوئے حدود پشاور میں آئے۔ یہاں سے ہشت نگر ملک یوسف زئی میں ہوتے ہوئے موضع خویشگی میں قیام پذیر ہوئے، اس موضع سے سکھوں کی پولٹیکل منظر کا خوشنما سین بخوبی معلوم ہوتا تھا۔ مولانا شہیدؒ نے ادھر اُدھر آدمی بھیج کے تمام موجودہ حالت گورنروں اور سکھوں کی سرحدی فوجوں کی دریافت کرلی، زیادہ مدد آپ کو اپنے ان نقشوں سے ملی جو آپ نے اپنے پرائیویٹ (حج کے) سفر پنجاب میں حاصل کئے تھے۔ کامل طور پر دریافت ہو گیا فلاں قلعہ کا افسر فلاں سکھ ہے اور فلاں گڑھی کا قلعہ دار فلاں سنگھ جی ہے۔

ہر امر میں کامیابی جب ہوتی ہے کہ اعیان شہر معاونت کریں خواہ ان کی معاونت کتنی ہی قیمت کیوں نہ رکھتی ہو۔ بڑی بات مولانا شہیدؒ کے وعظ میں یہ تھی قومی اصلاحوں کا بوجھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء سے گزار کر امراء کی گردن پر رکھتے تھے، عموماً تو یہ ہوتا تھا کہ وعظ سننے کے بعد لوگ رام بن جایا کرتے تھے مگر بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ صرف زبانی سننے کا ان پر وہ اثر ہوتا تھا کہ نادیدہ مولانا شہیدؒ یا ان کے مرشد سید صاحبؒ کے مرید اور عاشق شیدا ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی فدائیت اور فریفتگی زبان حال سے یہ گویا ہوتی تھی۔

نادیدہ جمال او مہرش بدلم سرزد ناکاشتہ میروید دانا نہ چنیں باید

مثلاً سردار محمد خان جو امیر دوست محمد خان کا چھوٹا بھائی تھا، خود بخود مولانا شہیدؒ کی مقناطیسی کشش رکھنے والی محبت میں محو ہو کے مع اپنے باڈی گارڈ کے طلوع آفتاب سے پہلے موضع خویشگی میں آکے قدموں پر گر پڑا، پیارے شہید نے اپنی شیریں زبانی سے اُسے خوش کر دیا اور پھر سید صاحب کی خدمت میں حاضر کیا۔ سید صاحب کی بیعت سے بعد ازاں مشرف ہو کے آپ کے سچے مددگاروں میں بنا۔ یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ مولانا شہیدؒ کی تقریر تو پر اثر مشہور تھی مگر رفتہ رفتہ آپ کی شہرت انجذاب قلبی میں بھی بڑھتی گئی۔ ایک ضعیف بوڑھا شخص (مرحوم) جو بارہا مجھ سے ملتا رہتا تھا، اور جس نے مولانا شہید کی ہمرکابی کا شرف مدتوں حاصل کیا تھا ایک دن یہ کہنے لگا مولانا اسمٰعیل صاحبؒ اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے جنگ کے اُتار چڑھاؤ کو تک رہے تھے۔ یک بیک آپ کے دل میں یہ خیال آیا سکھوں کی طرف سے ہمارے مقابلہ کے لئے مسلمان بھیجا گیا ہے یہ ملکی لڑائی تو ہے نہیں کہ وہ گنہگار نہ ٹھہرتے بلکہ یہ مذہبی جنگ ہے اگر وہ ہمارے مقابلہ میں مارا گیا تو قطعی جہنمی ہوگا ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے اس شنیع تر کام سے باز رکھیں یہ فرما کے مولانا شہید خاموش ہو گئے، آپ کی آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں اور چہرہ پر غیر معمولی تمتاہٹ جس میں فکر اور افسردگی کی گہری گہری تہ تھی جلوہ دے رہی تھی اور آپ کا ہر سر مو یہ گویا تھا۔

جوش دکھلا دے ذرا آج تو اے حضرت دل اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

تین گھنٹے بھی مشکل سے گزرے ہونگے کہ وہ تنہا آپ کے خیمہ میں چلا آیا اور پابوس ہو کے کہا میری طبیعت بے چین ہے، خدا کے لئے میری مدد کیجئے، آپ نے ٹھنڈا پانی اس کے سر پر ڈالا اور اپنی گفتگو کے آب شیریں سے اس کی روحانی پیاس بجھائی خدا معلوم یہ روایت کہاں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک صحیح ہے مگر ہاں یہ امتحان تو ہم نے مسمریزم کے ماہر کا بھی کیا ہے کہ اسے اپنے سے ناتوان کا بیہوش کرے باتیں کرنا کوئی بڑی بات کوئی مشکل امر نہیں معلوم ہوتا یا کسی جاتے ہوئے شخص کو بلا لینا کوئی بڑی بات نہیں خیال کی جاتی۔ ممکن ہے اسی طرح کی کوئی قوت پیارے شہیدؒ میں بھی ہوگی اور کبھی کبھی اتفاقیہ اس کا ظہور بھی ہو جاتا ہوگا۔

پہلی جنگ

موضع خویشگی سے سکھوں کے قوانین جنگ سامان آلات حرب اور بعض پوشیدہ معاملات سے جو جنگ کی جان ہوتے ہیں اطلاع ہوگئی تو سید صاحبؒ مولانا شہیدؒ اور اپنے خاص خاص دوستوں کے مشورہ سے نوشہرہ آگئے یہاں جنگ شروع ہو جانے کا پورا خیال تھا۔ اس مقام پر آپ نے کسی قدر سپاہ مجاہدین کو بھی درست کیا۔ دس دس مجاہدین کی ایک ایک ٹکڑی کی اور اُن پر ایک ایک افسر نامزد کیا اور موقع موقع پر دُور دُور تک اُنہیں پھیلا دیا، پانسو آدمیوں کی کمان آپ کی اور تین سو جانباز مجاہدین سید صاحب اور بعض مستورات کی حفاظت کے لئے چھوڑے۔ یہ پہلا ہی موقع پیارے شہیدؒ کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں شمشیر بازی کرنے کا تھا۔

دربار لاہور کو بھی پے درپے مجاہدین کے ارادے اور آگے بڑھنے کی خبریں جا رہی تھیں رنجیت سنگھ ولایتوں پر فتح حاصل کر کے خواب خرگوش میں پڑا ہوا خراٹے لے رہا تھا، اور اسے ذرا بھی خیال نہ تھا کہ میری حدود کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کے دیکھے گا جب عین جگر میں مجاہدین کے لشکر کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں دربار لاہور کے کانوں میں پہنچیں تو وہ اپنے خواب نوشین سے چونکا ہوا اور نہایت افروختہ ہو کے سردار بدھ سنگھ کی ماتحتی میں دس ہزار فوج دے کے مجاہدین کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا وہ جانتا تھا دس ہزار سکھ فوج بیس ہزار مخالفین پر بھاری ہے۔ بدھ سنگھ نے موضع اکوڑہ میں اپنا لشکر گاہ کیا، نوشہرہ سے یہ مقام بارہ میل کے قریب واقع ہے۔ ادھر ہلالی جھنڈا فراٹے بھر رہا تھا اور اُدھر سکھوں کا پھریرہ اُڑ رہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ دریائے لنڈ دونوں لشکروں کی حد فاصل تھا۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے سید صاحب نے مولانا شہیدؒ سے وہی معمولی تحریری پیغام لکھوا کے بھیجا جو نبی اکرم یا خلفائے راشدین کے وقت میں جب وہ مخالفین اسلام سے بہت ستائے جاتے تھے اور ناچار اپنی حفاظت دینی مالی اور جانی کے لئے جنگ کرنے کو تیار ہوتے تھے تو جنگ سے پہلے یہ تحریری نامہ بھیجا کرتے تھے۔ کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ، پھر ہم تمہارے بھائی ہیں، یا جزیہ دو پھر ہم تمہاری حفاظت کریں گے، اور اگر دونوں ہی باتیں منظور نہیں کرتے تو جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اسی مضمون کا نامہ سید صاحبؒ کی اجازت سے مولانا شہیدؒ نے سردار بدھ سنگھ کی معرفت دربار لاہور کو روانہ کیا، جُوں ہی قاصد دربار رنجیت سنگھ میں پہنچا اور دلیری سے یہ نامہ دیا دربار بھر میں اُس پر حقارت انگیز آوازیں بلند ہوئیں، جیسے مدائن میں یزدجرد کے پاس سعد بن ابی وقاصؓ کا پیغام لے کے جب مغیرہؓ گئے تھے اور یہی باتیں سنائی تھیں ان پر بھی حقارت کے نعرے مارے گئے تھے۔ رنجیت سنگھ نے نہایت بزدلانہ طور پر ایلچی کو پٹوا کے اور دھکے دلوا کے دربار کے باہر نکال دیا اور اُس نامہ کا کچھ جواب نہ دیا۔

جب قاصد لشکر گاہ مجاہدین میں پہنچا اور ساری کیفیت سنا دی، سید صاحب بہت خوش ہوئے اور کہا ہم اپنا فرض ادا کر چکے، اب ہم سے خداوند تعالیٰ روز حشر باز پرس نہ کرے گا۔ مولانا شہید متفکر تھے کہ ہم لنڈھ سے پار اُتر کے جنگ کریں گے تو ہمیں فائدہ ہوگا یا یہیں جما رہنا منفعت پہنچائے گا، آپ اسی شش و پنج میں تھے کہ رئیس[1] اکوڑہ سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کے بیعت سے مشرف ہوا، اور اس نے تمام جنگ کے اُتار چڑھاؤ سید صاحب اور مولانا شہید کو سمجھائے اور کہا کہ بدھ سنگھ کا ارادہ ہے سمہ میں آ کے جنگ کرے، میرے خیال میں اس کا لنڈھ سے پار ہونا ہمارے لئے بہتر نہ ہوگا مناسب ہے کہ حضور ہی پیشقدمی کر کے دریائے لنڈھ سے پار اُتر کے اس کے بڑھنے کو روکیں، مولانا شہید نے بھی اس کی تائید کی۔ آخر موضع خویشگی میں جو جنگ کے لئے مناسب تھا پھر قیام کیا۔ ادھر سردار بدھ سنگھ

---

[1] امیر خان سردار قوم خٹک ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکوڑہ میں داخل ہوگیا۔

مصلحت اس کی مقتضی ہوئی کہ اس عظیم الشان فوج پر شبخون مارا جائے۔ مولانا شہیدؒ کا ارادہ اس فوج کی کمان کرنے کا تھا مگر سید صاحبؒ نے اجازت نہ دی آخر دو ہزار چیدہ مرد میدان آدھی رات کو روانہ کئے گئے، انہوں نے خاموشی سے لنڈھ کو عبور کیا شب کی تاریکی بھی ایسی کبھی دیکھنے میں نہ آئے گی۔ دو بجے کے قریب لشکر مجاہدین سکھوں پر جا کے گرا۔ سکھ بےہوش نہ تھے پہرہ چونکی سے وہ بھی چوکس تھے۔ ان کے کانوں میں جوں ہی اچانک اللہ اکبر کی صدائیں پہنچیں وہ گھبرا کے اُٹھے بندوق سے گزر کے سینہ بسینہ جنگ ہونے لگی صبح تک زبردست خونریزی ہوئی۔ طرفین کو مزا آگیا۔ اگر بدھ سنگھ آزمودہ کار نہ ہوتا تو ایک سکھ بھی جانبر ہو کے نہ جاتا، مسلمانوں نے قواعد دان سکھوں کو دکھا دیا کہ ہماری بے سروسامانی اور قوانین جنگ سے ناواقفیت تمہاری اس شان وشوکت اور بے انتہا سازو سامان پر چشمک مارتی ہے، بہت بڑی خونریزی کے بعد سکھوں نے میدان جنگ مسلمانوں کو سونپ کے جان بچائی، اور پانچ میل اکوڑہ کے پرے سید وبستی میں اپنی شکستہ فوج کی درستی میں مشغول ہوئے، مسلمانوں نے علی الصباح نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی۔ اس جنگ میں گو قلیل تعداد مسلمانوں کی شہید ہوئی تھی مگر اس قلیل تعداد میں نامور بہت تھے، سکھوں کے کشتوں کی ٹھیک تعداد نہیں معلوم ہوسکتی، کیونکہ اکثر مقتولین کو وہ اپنے ساتھ اُٹھا کے لے گئے تھے۔ ہاں جو میدان جنگ میں بے گور وکفن پڑے ہوئے تھے ان کی تعداد ڈھائی ہزار تھی۔ یہ نمایاں فتح مسلمانوں کو ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء مطابق ۲ جمادی الاول ۱۲۴۲ھ میں حاصل ہوئی۔

گو مولانا شہیدؒ نے اس جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا تھا پھر بھی آپ لنڈھ کی ایک طرف اس ترپ کو جس پر آپ کمان کر رہے تھے صبح تک لئے کھڑے رہے۔ اثنائے جنگ میں برابر خبریں آرہی تھیں آپ ہدایتیں کر رہے تھے کہ فلاں طرف سے حملہ کرو اور فلاں رُخ دشمن کا روکو۔ گو جی تو بہت چاہتا تھا کہ خود بھی مجاہدین کے ساتھ شرکت کریں مگر اپنے مرشد کا حکم بار بار مانع آتا تھا کیونکہ آپ نے حکم دے دیا تھا کہ اس سے آگے جب تک حکم ثانی نہ آجائے ایک قدم بھی نہ بڑھانا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جنگ

اس نمایاں فتح نے دربار لاہور میں ایک زلزلہ ڈال دیا اور تمام ملک ہند میں ایک تہلکہ پڑ گیا، اب رنجیت سنگھ کی آنکھیں کھلیں اور اسے معلوم ہوا مجاہدین مُنہ کا نوالہ نہیں ہیں کہ آنکھیں بند کر کے ہڑپ کر جاؤں گا اور خبر نہ ہوگی۔ مولانا شہیدؒ نے پہلے دہلی اور بعد ازاں جہاں جہاں سید صاحبؒ نے حکم دیا خطوط روانہ کئے اور اصلی اصلی کیفیت جنگ کی تحریر کی ایک سردار نے اس خوش آئندہ فتح کے بعد سید صاحب کی خدمت میں یہ عرض کیا اگر آپ حضرو پر شب کو چھاپہ ماریں تو علاوہ بے تعداد سامان رسد آلات حرب اور مال وزر ہاتھ آنے کے سکھوں کی کمریں ٹوٹ جائیں گی کیونکہ ایک ہی بھرا پڑا سر سبز زرخیز موضع ہے جس پر سکھوں کی بہت بڑی جماعت کی زندگی کا دارو مدار ہے، اگر یہاں آپ کو کامیابی حاصل ہو گئی اور قطعی ہوگی تو پھر اور بھی مجاہدین کی قوت بڑھے گی اور سکھوں کو مات ملے گی، مولانا شہید کی سمجھ میں بھی بات آگئی۔ آپ نے سید صاحب کے حکم سے شبخون مارنے کے لئے تین دستے سو سو آدمیوں کے منتخب کر کے تیار کئے۔ انہیں تمام جنگی اُتار چڑھاؤ کو بخوبی سمجھا دیا اور چند خاص خاص ہدایتیں جو مولانا شہید کیا کرتے تھے ان سے بھی کہہ دیں ان کی مدد کے لئے سید صاحبؒ کے حکم سے خود پیارا شہیدؒ دوسو سوار افغانی لے کے کھڑا ہوا جن میں بعض بعض آپ کے خاص خاص شاگرد بھی تھے۔ یہ تین دستے جنہوں نے طمع غنیمت میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہی تھے۔ ان میں ایک بھی ہندوستانی نہ تھا ہاں دس بیس قندھاری ضرور تھے جو ان کے ساتھ سید صاحب سے اجازت لے کے روانہ ہوئے تھے یہ شبخون جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے مولانا شہید کی خلاف مرضی وقوع میں آیا۔ سید صاحب نے اجازت دے دی تھی، اور آپ نے بھی جنگ کے لئے مستعدی ظاہر کی تھی مگر ایسی خفیف جنگوں کی بنیاد کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دیسیوں نے حضرو کو لوٹا، اور بکثرت مال غنیمت لے کے وہاں سے بھاگے۔ پیچھے سے سکھوں نے تعاقب کیا اور بعد ازاں باہم جنگ چھڑ گئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر مولانا شہیدؒ خطرناک دلیری نہ کرتے تو ہندوستانیوں کو سخت چشم زخم اٹھانے پڑتے، گو مال غنیمت اُمید سے زیادہ ہاتھ لگا مگر پھر کیا سید صاحبؒ کو ایک حصہ بھی دیسیوں اور قندھاریوں نے نہ دیا، اور خود ہڑپ کر گئے۔ اصل میں پولٹیکل اور جنگی معاملات کی پیچیدگیوں کو سلجھانا اور اپنے موافق ان سے نتائج پیدا کرنے ایک دشوار کام ہے مولانا شہیدؒ میں یہ روح تھی کہ وہ ان ہیبت ناک معاملات جنگی کا اُتار چڑھاؤ سمجھ سکیں مگر ان پر کاموں کا اس قدر بوجھ تھا کہ وہ کچھ کر ہی نہ سکتے تھے جتنی تدبیریں کی جاتی تھیں قدرتی یا اتفاقی طور پر تو حسب مدعا پڑ جاتی تھی۔ ورنہ بعض اوقات تو مجاہدین کی طرف سے ایسی بے عنوانیاں ہو جاتی تھیں کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا تھا۔

تمام مجاہدین پر کوئی حاکم نہ تھا یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ سید صاحبؒ اور مولانا شہید وغیرہ کو وہ لوگ بزرگ جانتے تھے اور بیعت سے مشرف ہونے کے بعد اطاعت بھی کرتے تھے مگر یہ اطاعت خوشی کی اطاعت تھی، کوئی تعزیری قوانین ان کے لئے مرتب نہ کئے گئے تھے جس کے وہ پابند ہوتے نہ اُن کی بے اعتدالیوں پر جیسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سزا دیا کرتے تھے کسی مجاہد کو تعزیر دی جاتی تھی۔

حضرو کا شبخون گو لٹیروں کے حق میں بہتر ہوا مگر سکھوں کو اس شبخون نے اور زیادہ دلیر اور حوصلہ مند بنا دیا وہ سمجھ گئے ان لوگوں میں میدان میں کھلم کھلا جنگ کرنے کی قدرت نہیں ہے یہ لٹیرا پن ہی جانتے ہیں حالانکہ یہ بات نہ تھی مجاہدین کا اکثر حصہ میدان میں بھی سکھوں کے مقابلہ میں شربت شہادت پینے کے لئے لب خشک دکھائی دیتا تھا اور وہ گھر سے اسی لئے نکلا تھا کہ یا سر دہم یا ستائم کلاہ قصہ مختصر یہ کہ اس حضرو کے شبخون سے قندھاریوں اور دیسیوں نے تو فائدہ اٹھایا مگر سید صاحب کے گروہ کا کچھ نفع سوائے مضرتِ جان کے نہ ہوا۔

تیسری جنگ

مجاہدین میدان جنگ میں نہایت دلیری اور قابل توصیف بے جگری سے لڑتے تھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر جب انہیں کوئی لڑوانے والا یا دشمن کی زد سے بچانے والا نہ تھا، ان کی بے محابا جرآتیں اور بنظیر شجاعتیں جیسا کہ چاہیئے نتیجہ پیدا نہ کرتی تھیں۔

مولانا شہیدؒ نے اس وقت مصلحت یہ سمجھی کہ اس ملک کے کل مولویوں سے یہ اقرار نامہ لکھوا لیا جائے کہ ہم نے سید صاحبؒ کو امام تسلیم کیا۔ یہ تدبیر چل گئی اور نہ صرف پنجاب کے مولویوں نے بلکہ ہندوستان کے بھی اکثر علما نے یہ اقرار نامہ لکھ کے بھیج دیا کہ ہم سید احمدؒ کو امام المسلمین تسلیم کرتے ہیں۔

حضرو کے شبخون کے بعد جس نے شجاع مجاہدین کے دامن جرآت پر بزدلی کا دھبہ لگا دیا تھا۔ بدھ سنگھ جنرل افواج سکھ نے ایک خط سید صاحب کی خدمت بابرکت میں روانہ کیا اور لکھا کہ شبخون مارنا اور بےخبروں پر ہتھیار چلانا شجاعان دہر کا شعار نہیں ہے کیا وجہ ہے کہ آپ میدان جنگ میں نہیں آتے اور دست بدست جنگ کر کے باہمی قسمتوں کا فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے۔

سید صاحب نے اس کا جواب ایسی مجملاً عبارت میں دیا کہ جس سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا آیا آپ نے شبخون ناپسند فرمایا یا میدان جنگ میں دست بدست جنگ کرنی اچھی جانی چونکہ یہ ایک پولٹیکل بھید ہے، اور ایسی عبارت ضرور ایسے نازک معاملات میں تحریر ہونی چاہیئے اس لئے ہم مولانا شہیدؒ کی تعریف کرتے ہیں کہ آپ کا صحیح دماغ ان اہم اور بعض اوقات لاینحل معاملات میں بھی ایسا لڑ جاتا تھا کہ اب تک آپ کی تدابیر ملکی پر سمجھنے والے عش عش کرتے ہیں۔ خط جسے ہم بجنسہ درج ذیل کرتے ہیں مولانا شہید کی پولٹیکل قابلیت کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ بتاتا ہے، وہو ہذا۔

از امیر المومنین سید احمد صاحبؒ بجواب نامہ سردار بدھ سنگھ جنرل افواج مہاراجہ رنجیت سنگھ

از امیر المومنین سید احمد بر ضمیر ابہت تخمیر سپہ سالار جنود دعساکر مالک خزائن و دفاتر جامع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست و سیاست حادی امارت و ایالت صاحب شمشیر و جنگ عظمت نشان سردار بدھ سنگھ ہدی اللہ تعالیٰ سواء الطریق و امطر علیہ سحاب التوفیق ۔ پوشیدہ نماند کہ نامہ فصاحت شمامہ مشتمل بر اظہار مراتب دعاوی شجاعت و شہامت رسید مضامین مندرجہ واضح گردید ظاہرا آنچہ ایں جانب را از ہنگامہ آرائی و معرکہ پیرائی مقصود است آں را خوب نہ فہمیدہ اند کہ نامہ مذکورہ و نگارش نمودہ اند الحال بگوش ہوش باید شنید و خلاصہ آن بغور تمام باید فہمید کہ منازعت با اہل حکومت و ریاست بنا بر اغراض متعددہ می باشد بعضے را از منازعت مذکورہ حصول مال و ریاست مقصود می باشد و بعضے را اظہار شجاعت و شہامت و بعضے را فقط تحصیل مرتبۂ شہادت و این جانب را امرے دیگر متصور است و آن فقط بجا آوردن حکم مولائے خود کہ مالک علی الاطلاق و ملک بالاستحقاق است کہ در مقدمہ نصرت دین محمدی وارد شدہ است خدا عزوجل گواہ است برین معنی ایں جانب را از ہنگامہ آرائی غیر از امر مذکور غرضے دیگر از اغراض نفسانیہ درمیان نیست بلکہ آرزوئے آں ہم نہ گاہے بر زبان میگردد و نہ گاہے در دل میکند رو پیش در نصرت دین محمدی ہر سعی بہر وجہ کہ ممکن می باشد بجا می آرم و ہر تدبیرے کہ دراں مفید می نماید بر روئے کار می آرم و انشاء اللہ تعالیٰ تا دم مرگ در ہمیں سعی مشغول خواہم ماند و تمام عمر در ہمیں تدبیرات مبذول خواہم کرد تا زندہ ام ہمیں راہ می پویم و تا موجود ام ہمیں مقصد می جویم و تا سر و پا است ہمیں راہ است و ہمیں سود اخواہ مفلس شوم خواہ غنی خواہ منصب سلطنت یابم خواہ رعیت گری خواہ متہم بجبن شوم خواہ متسم بشجاعت خواہ بمرتبۂ غرا فائز شوم خواہ بمنزلہ شہادت آیے اگر بینم کہ رضائے مولائے من در ہمیں منحصر است کہ در معرکہ جنگ تنہا بجان خود بیایم پس بسم اللہ و تا للہ کہ بصد جان سینہ سپر نمایم و در مجامع عساکر بید غدغہ و سواس در آیم بالجملہ مرا با ظہار دعاوی شجاعت و تحصیل ریاست غرض نیست علامتش ہمیں است کہ اگر کسے امرار کبار در و سار عالی مقدار دین محمدی قبول نماید فی الحال مردانگی او بصد زبان اظہار نمایم و از دیار سلطنت او بہزار جان می خواہم بلکہ در باب ترقی ریاست او مساعی بیشمار می آرم این امر فی الحال امتحان کنند اگر خلاف برآید دراں الزام دہند اگر بنظر انصاف غور نمایند ایں جانب بدین مقدمہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلا مطعون و ملام نیست زیراکہ وقتیکہ آن عظمت نشان در مقدمہ بجا آوردن احکام حاکم خود ہیچ عذرے وحیلہ نمی توانند آورد حالانکہ آن حکومت نشان از افراد ایشان بلکہ از جملہ برادران ایشاں است پس ایں جانب در مقدمہ بجا آوردن حکم احکم الحاکمین چگونہ عذر تواند آورد حالانکہ آن جلیل الشان خالق جمیع افراد انسان بلکہ مکوّن سائر اکوان است والسلام علی من اتبع الہدی۔

تحریر بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ ہجری فقط۔

بدھ سنگھ جنرل افواج سکھاں کے پاس جب یہ نامہ پہنچا تو سوائے تیاری جنگ کے وہ اور کیا جواب دے سکتا تھا، اس نے دریائے اباسین پر تین ہزار شائستہ فوج سکھوں کی روانہ کی اور حکمت یہ کی کہ آٹھ دس توپوں کو اپنے عقب میں رکھ لیا تاکہ مجاہدین بے خبر ہو کے ہم پر حملہ کریں تو ہم ان کی خبر لیں۔ اس وقت بہت بڑے انتظام کی ضرورت تھی۔ افغانوں کا بزدلاپن اور دھوکے بازی کھل چکی تھی، ان پر کسی قسم کا بھروسہ نہ ہو سکتا تھا۔ مولانا شہیدؒ نے ایک بار سید صاحبؒ کی خدمت میں یہ عرض کر دیا تھا ہمیں افغانوں کی جمعیت بڑھنے میں زیادہ خوش نہ ہونا چاہیئے یہ لوگ بزدل اور دغا باز ہیں ان کی وجہ سے ہمیں چشم زخم اٹھانی پڑے گی مگر سید صاحب نے اس بات کو نہ مانا تھا۔ آپ کا یہ خیال تھا کہ جب کوئی شخص خود جہاد کے لئے بغیر کہے جانا چاہتا ہے میں اسے کیوں روکوں، ایک دیسی سردار نے درخواست کی اگر حکم ہو تو اباسین سے پار اٹک کے دشمن کی فوج پر دیسیوں کے ساتھ حملہ کروں آپ نے اجازت دے دی مگر مصلحتاً سید صاحب نے مولانا شہیدؒ کو بھی ہمراہ کر دیا کل پانسو ہندوستانی آپ کے ساتھ تھے۔ مولانا شہید نے سردار مذکور سے کہہ دیا کہ جب تک ہم کشتیوں پر قبضہ نہ کرلیں گے فتح نہیں پا سکتے۔ بڑی کشمکش سے کشتیوں پر بھی قبضہ ہو گیا۔ مولانا شہید نے دیسیوں کے ساتھ گھل مل کے دشمنوں پر حملہ نہ کیا بلکہ سکھوں کے مقابلہ میں ایک طرف سے تو دیسی سردار مذکور کی زیر کمان بڑھے اور دوسری طرف سے مولانا شہیدؒ نے اپنے گھوڑے کی باگ اٹھائی جب نصف دریا دیسیوں نے طے کر لیا اور سکھوں نے اپنے حملہ آوروں کو اپنی زد پر بالکل ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا تو انہوں نے اپنی عقب والی توپوں سے فیر کرنے شروع کئے، جوں ہی دس بیس دیسی اڑے کل فوج کی فوج الٹی پھری، بہت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اباسین کے نذر ہوئے اور باقی جان بچا کے بھاگے۔ محض بے سرا پن تھا نہ کوئی قاعدہ جاری تھا نہ کسی کی باقاعدہ کمان تھی، لوٹ کا لالچ افغانوں کو لئے پھرتا تھا۔ اور ایسے حملوں میں اگر پیارے شہیدؒ کا دم نہ ہوتا تو سخت ذلت ہوتی۔

جس وقت دلیسیوں کی بے تعداد بے سری فوج بھاگی ہے مولانا شہیدؒ کے بھی پیر اکھڑ گئے تھے، آپ نے اس نظارہ کو حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور چاہتے تھے کہ باگیں پھیر لیں اور مٹھی بھر آدمیوں کو دشمنوں کے پنجہ سے نکال لیں مگر اپنی نڈر طبیعت اور غیرت اسلام نے تقاضا نہ کیا، آپ نے اپنے آدمیوں کو للکارا اور کہا یہی وقت ہے اسلام پر جان قربان کر دینے کا، بڑھو اے میرے بھائیو بڑھو، یہ کہہ کے سب سے پہلے گھوڑے کو آگے بڑھایا جتنے ہندوستانی ساتھی تھے آپ کے پیچھے سکھوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ٹوٹ پڑے، قدرتی طور پر سکھوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اپنی توپیں اور بہت سا سامان حرب چھوڑ کے بھاگے۔

اسے ہم تائید غیبی کہہ سکتے ہیں ورنہ مٹھی بھر آدمی کبھی اُن سے مقابلہ کر کے جانبر نہ ہو سکتے تھے۔ مولانا شہیدؒ نے کل سامان پر قبضہ کر لیا اور بفتح وظفر اپنے کیمپ میں واپس آئے۔

چوتھی جنگ

اس اتفاقیہ فتح کے بعد سید صاحب مع اپنے کل جان نثاروں کے نوشہرہ میں آگئے یہاں سرداران پشاور بیس ہزار فوج لئے ہوئے سید صاحب کی مدد کے لئے تیار کھڑے ہوئے تھے۔ دربار لاہور کو وقتاً فوقتاً پے درپے شکستوں کی خبریں پہنچ رہی تھیں، اور وہاں سے برابر لشکر روانہ ہو رہا تھا۔ میدان سیدو جنگ کے لئے موزوں قرار دیا گیا۔ طرفین کی آنکھیں اس انقطاعی جنگ پر لگ رہی تھیں، سکھوں کی بھی پندرہ ہزار فوج جمع ہو گئی تھی، اور دونو لشکر آمادۂ پیکار تھے، بارود تیار تھی صرف بتی دینے کی کسر تھی، ایک نئی آفت سید صاحب اور آپ کے صادق مریدوں پر آتے آتے رہ گئی، سوائے تائید غیبی کے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا خیال ہو سکتا ہے۔ پشاور کے سردار جن میں بعض شیعہ مذہب بھی تھے گو بظاہر انہوں نے سید صاحب سے بیعت کر لی تھی مگر جانی دشمن تھے، رسد پہنچانے کا انتظام انہوں نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ دو شخص[1] آپ کے لئے کھانا لایا کرتے تھے، یعنی کھانے کا انتظام ان کے سپرد تھا، سید صاحبؒ اور مولانا شہید وغیرہ کو ان پر کامل بھروسہ تھا۔ انہوں نے ایک دن موقع پا کے زہر ہلاہل سید صاحب کے کھانے میں ملا دیا۔ اتفاق سے وہ کھانا شب کو صرف سیدؒ صاحب نے کھایا۔ کھانا کھاتے ہی آپ کے تیور بدل گئے، اور زبان کا اینچنا سنسنیوں کا ہونا شروع ہوا، خیر یہ ہوئی کہ آپ خود بخود بیہوشی کے عالم میں قے پر قے کرنے لگے۔ مولانا شہید مغموم پاس بیٹھے ہوئے تھے، صبح کو جنگ ہونے والی تھی اور سردار فوج کی یہ کیفیت ہو گئی۔ گھڑی بگھڑی آپ کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ دونوں فوجیں جنگ کے لئے آراستہ ہوئیں۔ مجاہدین سید صاحبؒ اور مولانا شہید کی غیر موجودگی سے ہول میں آئے جاتے تھے۔ شیعوں کے سردار[1] نے چالاکی سے ایک لنگڑا ہاتھی سید صاحب کی سواری کے لئے بھیج دیا، اور مہاوت کو خوب سکھا پڑھا دیا جس طرح ہو سید احمد کو ہلاک کرا دیجو۔ خیمہ کے دروازہ پر آکے لوگ غل مچانے لگے سید صاحبؒ بہت جلد سوار ہو جائیں ورنہ جنگ مومنین کے لئے خطرناک بن جائے گی۔ اس وقت سید صاحبؒ کو کچھ کچھ ہوش آگیا تھا مولانا شہید نے کہا جس طرح ہو ہاتھی پر مجھے بٹھا دو۔ آخر پانچ چھ آدمیوں نے سید صاحبؒ کو پکڑ کے ہاتھی پر سوار کرا دیا۔ شیعوں کا سردار بیس ہزار فوج سے دامن کوہ میں کھڑا ہوا تھا۔ مجاہدین کو اس سے بہت سہارا تھا جب آپ میدان جنگ میں پہنچے ہیں تو لڑائی شروع ہو گئی تھی، شیعوں کا سردار برابر سکھوں کو توپیں مار رہا تھا مگر سوائے آواز کے گولا گولی نہ چھوڑا جاتا تھا۔ جب سخت معرکہ آرائی ہوئی اور سکھوں نے شیعہ سردار سے دو آدمیوں کی معرفت ساز باز کر لی تو وہ آندھی مینہ کی طرح حملہ آور ہوئے، شیعہ سردار اپنی کل فوج کے ساتھ غل مچاتے ہوئے بھاگ نکلے۔

---

[1] نذر محمد، ولی محمد۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں دیکھ کر مجاہدین کے بھی پیر اکھڑ گئے، مولانا شہیدؒ نے پہلے سکھوں کے خونخوار حملہ کو روکا مگر جب دیکھا کہ سید صاحب تو بیہوش پڑے ہوتے ہیں، اور ان کا ہاتھی جنبش نہیں کھاتا اور وہ عنقریب سکھوں کے قبضہ میں آنے کو ہیں۔ آپ نے میدان سکھوں کے ہاتھ سونپ کے سید صاحب کو سنبھالا، اور بمشکل کئی آدمیوں کی مدد سے آپ نے گھوڑے پر بٹھا کے صاف میدان جنگ سے نکل آئے، جب مجاہدین نے سید صاحب اور مولانا شہید کو اپنے میں نہ پایا ان کے پیر بھی اکھڑ گئے نہ کوئی کمانڈر تھا نہ انہیں کوئی خالد جیسا لڑانے والا اور نہ مثنیٰ جیسا حملہ آوروں کے پنجہ سے نکالنے والا تھا جدہر ان کا سینگ سمایا سراسیمہ ہو کے بھاگے، سکھوں نے تعاقب کیا اور مظلوم مسلمانوں کو نہایت بے بسی کی حالت میں قتل کیا، ان کا سامان لٹ رہا تھا اور اُن کی جانیں ضائع ہو رہی تھیں۔ ادھر سید صاحب کے لینے کے دینے پڑ رہے تھے، اور ادھر مجاہدین کی جانوں پر بن رہی تھی۔ بہت سے مسلمان سکھوں نے قید کر کے لاہور روانہ کئے جہاں وہ نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ یہ فاش شکست اپنے سوتیلے بھائی شیعوں کے ہاتھوں ناواقف مجاہدین کو اٹھانی پڑی، اسی طرح ایک شیعہ وزیر نے ہلاکو خاں کو بغداد پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا اور جب بت پرست سلطان نے بغداد فتح کر لیا تو بے گناہ سُنی لاکھوں قتل کئے گئے تھے، شیعوں نے جو جو مظالم مسلمانوں پر توڑے ہیں وہ قابل بیان نہیں، سید صاحب کو اگر ذرا بھی اس کا علم ہوتا کہ شیعہ سُنی کا کبھی دوست نہیں بن سکتا تو وہ کبھی اُن کے دھوکے میں نہ آتے۔ وہ سچے مسلمان تھے اور انہوں نے شیعہ سُنی کی تفریق ہی بالکل اڑا دی تھی مگر اس صاف باطنی کے مقابل میں بھلا حضرات شیعہ کب چوکنے والے تھے جس کروٹ ان سے بن پڑا انہوں نے کبھی کوئی دقیقہ سنیوں کے ستانے اور ہلاک کرنے کا اٹھا نہیں رکھا۔ یہ قہرناک شکست بھی بیچارے سنیوں کو ان ہی کی مہربانی سے نصیب ہوئی۔

لہ سردار یار محمدؒ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں جنگ

آخر بمشکل مسلمان سکھوں کے تعاقب سے بچ کے اپنے مریض سید کے گرد جمع ہوتے، سید صاحب بیہوش پڑے ہوئے تھے اور انہیں دنیا مافیہا کی کچھ بھی خبر نہ تھی، برابر علاج ہو رہا تھا اور کوشش کی جا رہی تھی کہ زہر کسی طرح جسم سے نکل جائے۔ ایک وفادار سنی سردار نے مولانا شہیدؒ کو مشورہ دیا کہ آپ سید صاحبؒ کو چندگئ اگر لے چلیں تو بہتر ہے، وہاں کی آب و ہوا بھی اچھی ہے اور مخالفوں کا بھی اتنا خوف نہیں ہے۔ جاڑا کڑا کے کا پڑنے لگا تھا اور پہاڑوں پر برف باری شروع ہو گئی تھی۔ مولانا شہیدؒ نے سردار مذکور کی صلاح بموجب معہ کل مجاہدین کے سید صاحب کو لے کے موضع چندلئی میں آکے قیام کیا سامان سارا لٹ چکا تھا، مجاہدین کی حالت افسوس ناک تھی، سرمائی سامان کچھ نہ رہا تھا اور رسد کا سامان تو تین دن پہلے سے ختم ہو چکا تھا، مجروحین تڑپ رہے تھے اور تندرست فاقہ کشی سے نالاں تھے، سید صاحب ابھی تک بیہوش ہی تھے۔ اب یہ حالت مولانا شہید کی سخت امتحان کی تھی۔ کوئی مددگار چاروں طرف نظر نہ آتا تھا۔ ہر چند آپ کا شیریں موثر وعظ مجاہدین کو بہت کچھ تھپک رہا تھا مگر فاقہ کی زبردست بیقراری کے آگے اس کا اثر بھی زیادہ دیر نہ رہتا تھا۔ ادھر اپنی بے سرو سامانی کا غم دوسرے سید صاحب کی نازک حالت کا جانکاہ صدمہ تیسری بے عزتی کے ساتھ شکست کھانے کا تبدل الم جان کو آدھا کئے دیتا تھا گو پیارا شہیدؒ اس پر بھی شاکر تھا مگر اس کے صابر دل کو بے چین کرنے والا نظارہ مؤمنین کی زار حالت کا تھا جو انتہا درجہ سخت اور نازک تھی، خدا خدا کر کے آٹھ دن میں سید صاحب کو ہوش آیا، اب مومنین کی کسی قدر ڈھارس بندھی اور انہیں بزرگ سیدؒ کے بچنے کی اُمید ہوئی، موضع والے بیچارے روزمرہ کہاں سے دیتے، آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ درختوں کی چھالیں اور جنگل کی بوٹیاں اُبال اُبال کے کھانے لگے، دن بھر دھوپ میں گزر کرتے تھے اور شب کو سردی سے محفوظ رہنے کے لئے الاؤ کے گرد بیٹھ جاتے تھے، سب کی یکساں ہی کیفیت تھی نہ سید صاحب بچے تھے نہ مولانا شہید، کوئی صورت بہتری کی نہ معلوم ہوتی تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرے دن کبھی کبھی ایک ایک مٹھی جوار کی بمشکل میسر آجاتی تھی ورنہ درخت کے پتوں اور گھاس پات پر زندگی بسر ہوتی تھی اس اثنا۔ میں سید صاحب بھی اچھے ہو کے چلنے پھرنے لگے تھے اور مجاہدین کے ساتھ کبھی لکڑیاں کاٹنے چلے جاتے تھے اور کبھی اگر کہیں سے غلہ ہاتھ لگ گیا تو مولانا شہید کے ساتھ چکی پیسنے بیٹھ جاتے تھے۔ بایں ہمہ کوئی مجاہد بد دل نہ تھا اور نہ کسی نے یہ درخواست کی کہ میں وطن جاتا ہوں نہ کوئی فاقہ کشی کی مصیبت سے چھپ کے بھاگا بلکہ اس غضب ناک مصیبت پر بھی وہ سید صاحب اور مولانا شہید کی معیت دولت مندانہ زندگی بسر کرنے سے بہتر جانتے تھے۔

یہ سخت تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ جتنی ان کی شکستہ حالی حد سے زیادہ گزر گئی تھی، اس سے زیادہ ان کی ہیبت ایسی بھاری شکست کھانے پر بھی قرب و جوار میں پھیلی ہوئی تھی کوئی متنفس مومنین کی خستہ حالی سے واقف نہ تھا جس کی عرضی آئی دیکھ کے خاموش ہو رہے جواب دینے کی بات ہی کونسی تھی جس سے جواب باصواب دیا جاتا۔ ایک دن اسی خستہ حالی میں رئیس پکھلی کا ایک وکیل معہ عرضی کے پہنچا اسی عرضی میں لکھا ہوا تھا ایک گڑھی پر سکھوں نے حملہ کر کے میرے بیٹے کو محصور کر دیا ہے۔ برائے خدا آپ جلدی ایک دستہ مجاہدین کی فوج کا روانہ کیجئے جو میرے بیٹے کو اُن کے پنجہ سے خلاصی دلوائے۔

جب مولانا شہیدؒ نے عرضی پڑھ کے وکیل کے سامنے سنائی تو سید صاحبؒ نے وکیل سے کہا کہ کل اس کا جواب دیں گے، شب کو مولانا شہیدؒ سے دریافت کیا کہ تمہاری کیا مرضی ہے فاقہ کشی اور بے سرو سامانی کی بلا ہم پر چھا رہی ہے۔ اس مصیبت زدہ حالت میں مجاہدین میں یہ دم کہاں ہے کہ خونخوار قوی سکھوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ اب جو کچھ تمہاری صلاح ہو کیا جائے۔ مولانا شہیدؒ نے عرض کیا کہ ایک ہی جگہ پڑے رہنے سے ہم اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے، بے بسی کی حالت میں فاقہ کشی کرتے کرتے مر جانے سے دشمن کے مقابلہ میں گردن کٹانا زیادہ انسب ہے، بہتر ہوگا اگر

۱؎ اے سردار حبیب اللہ خان ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ اس وکیل کو مایوس نہ جانے دیں گے ۔ سید صاحب کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی آپ نے فرمایا میرے خیال میں اسمٰعیل تمہارا افسر ہو کے جانا انسب ہوگا ۔ مولانا شہیدؒ سوائے بچشم کے اور کیا جواب دیتے ، فوراً سو آدمی ذرا مضبوط سے جن میں رامپوری نووارد بہت تھے چنے گئے ، اور تیسرے دن مولانا شہید اُنہیں اپنے ہمراہ لے کے وکیل کے ساتھ جانب پکھلی روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت موضع پکھلی میں پہنچ گئے ۔

مولانا شہیدؒ کی بے سرو سامانی اور مجاہدین کی قلت گو بعض وقت ناظر سوانح کو غلجان میں ڈالے گی اور وہ یہ دیکھ کے حیرت کرے گا کہ ایسا شخص جو بہت عرصہ سے خود طرح طرح کی مصیبت میں پھنسا ہوا ہو اور اس وقت بھی اس کی ناگفتہ بہ حالت ہو پھر بھی وہ کس شوق اور اُولوالعزم ارادہ سے اپنے بھائی مسلمانوں کے بچانے کے لئے آمادۂ پیکار ہو ، اور خونخوار دشمن کی کثیر التعداد فوج اور سامانِ حرب کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے ، حقیقت میں یہ بات غور و تامل کی ہے مگر جب مولانا کی حمیتِ اسلام سے بھری ہوئی فطرت پر نظر کرے گا تو اسے چنداں استعجاب نہ رہے گا ۔

مولانا شہیدؒ کا اصلی منشا یہ تھا کہ مسلمانوں کی حمایت میں میری جان نکلے اس سے بحث نہ تھی کہ ان مسلمانوں کے عقائد درست ہوں یا نہ ہوں ۔ کئی بار تجربہ ہو چکا تھا کہ دیسی مولانا شہید اور اُن کے پیر سید احمد صاحب سے فدائیانہ عشق نہیں رکھتے بلکہ اپنے ذاتی اغراض میں ڈوبے ہوئے ہیں ، بایں ہمہ یہ تمام غیر خوش آئندہ خیالات نہایت کمزور اور بادر ہوا معلوم ہوئے اور وہ اپنے پیر کے مشورہ سے ان ہی مسلمانوں کو سکھوں کے ظالم پنجہ سے بچانے پر آمادہ ہوگیا ۔ اس سے زیادہ اسلام سے فدائیانہ عشق رکھنے کی مثال بہت کم ملے گی ۔

پکھلی میں مولانا شہیدؒ کا پہنچنا سکھوں کی اشتعالِ طبع کا باعث[1] ہوا ۔ ناظم موضع نے ایک سکھ[2] افسر کی سرکردگی میں ڈیڑھ ہزار فوج روانہ کی اور اسے ہدایت کر دی کہ موضع ڈمگلہ میں پہنچ کر اپنی مورچہ بندی کرے ۔

---

[1] سردار ہری سنگھ ناظم پکھلی ۱۲ [2] سردار پھول سنگھ ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سردار افواج سکھ نے ڈمگلہ میں خوب مضبوطی سے مورچہ بندی کی اور بکثرت دیسی بھی اپنی فوج کی تعداد بڑھانے کے لئے اپنے ساتھ کر لئے، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت سکھوں کی جمعیت چار ہزار سے کچھ زیادہ ہی ہو گئی تھی۔ مولانا شہید نے بھی ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کی آڑ میں اپنے مٹھی بھر آدمیوں کو قیام کرنے کا حکم دیا۔

خوانین پکھلی مولانا شہیدؒ کی خدمت میں معہ اپنے ہمراہیوں کے آموجود ہوئے اور باہم یہ مشورہ طے پایا کہ شبخون مارنا چاہیئے۔ مولانا شہیدؒ نے دو ہزار دیسی خوانین کے ذریعہ سے اپنی کمک پر دیکھے مگر اس خوش منظر سے آپ کا دل خوش نہیں ہوا، آپ دیسیوں کی بزدلی اور دغابازی کا تجربہ کر چکے تھے، آپ کو یقین تھا کہ یہ مُنہ بمنہ یا سینہ بسینہ خونخوار سکھوں سے میدان جنگ میں شمشیر بازی نہیں کر سکتے مگر اب وقت بہت بڑی آپڑی تھی اگر انہیں ساتھ نہ لیتے تو خوانین سے بگڑتی ہے اور جو ہمراہ لیتے ہیں تو میدانِ جنگ سے اُن کے فرار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آخر فکر کرتے کرتے آپ نے ایسا بندوبست فرمایا کہ اگر دیسی بھاگ بھی جائیں تو ہندوستانی لڑاکو مجاہدین پر ان کا کچھ اثر نہ پڑے اور دوسرے دن شب کو تیاری کر کے حملہ کا حکم دیا۔

دیسی ابھی سکھوں کے مورچوں کے قریب بھی نہ پہنچنے پائے تھے کہ فرار شدن کا صیغہ گردانے لگے اور ایسے دم دبا کے بھاگے کہ شاید کوسوں پر جا کے دم لیا ہوگا۔ کل تین سو آدمیوں کے قریب دیسیوں کے رہ گئے۔ شب کے دو بج چکے تھے رات اندھیاری اور تیرہ و تار تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا، سکھوں نے اپنے لشکر کے چراغ کبھی کے گل کر دیئے تھے۔ کبھی کبھی ہوا کے جھونکے آبادی کی خبر دیتے تھے، ورنہ اندھیری کی تاریک چادر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوسوں تک سنسانی حکومت کر رہی ہے، آدمیوں کے چلنے کی آہٹ ان ہی ہوا کے جھونکوں سے معلوم ہوتی تھی۔ مجاہدین زمین سے لگواں جا رہے تھے اور اُن کی کوشش تھی کہ ہمارے قدموں کی آہٹ نہ معلوم ہو۔ مورچوں پر جتنے سکھ جواں تھے وہ سب ہوشیار تھے۔ قلب لشکر کے سپاہی ضرور آرام میں تھے، ادھر اُدھر فوج کی بیداری سکھوں کی دُور اندیشانہ روح کا نقشہ کھینچ رہی تھی، مولانا شہیدؒ نے پچاس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی تو مورچہ پر چھوڑے اور نوّے ہندوستانیوں کے ساتھ جن میں رامپوریوں کی بڑی تعداد تھی عقب کی طرف اپنے کو پہنچا دیا اور سامنے سے تین سو دیسی جو ابھی فرار نہ ہوئے تھے ایک دل چلے مسلمان کی زیر کمان بڑھے چلے آتے تھے، جب مولانا شہید بندوقیں تانے ہوئے بہت ہی قریب پہنچ گئے تو چند سنتری مورچوں پر پہرہ دیتے دکھائی دیئے، گو ان کی صورت شکل قد ڈیل ڈول مطلق نہ دکھائی دیتا تھا پھر بھی اس قدر معلوم ہو رہا تھا کہ سیاہ پرچھائیاں گردش لگا رہی ہیں چند منٹ تک آپ نے سوچا اور فکر کیا کہ مجھے اس پہلو پر حملہ کرنے سے کامیابی ہوگی یا دوسرے رُخ پر حملہ آور ہونا فائدہ دے گا۔ فوراً آپ کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور آپ نے شتابانہ مگر غیر ممکن السمع قدموں میں دوسری طرف سے سکھوں کو آدبایا اور خوفناک تکبیروں کی آواز سے سکھوں پر حملہ کیا، سکھوں نے گولیوں کا مینہ برسانا شروع کیا مگر تاریک شب میں ان کی فی ہزار ایک گولی بھی بمشکل نشانہ پر لگ سکتی تھی، مولانا شہیدؒ نے بندوقوں سے گزر کے تلواروں کے قبضے پکڑ لیے، اور اب سینہ بسینہ جنگ شروع ہوگئی سکھ کچھ تو شراب اور نیند کے نشہ میں تھے اور کچھ اُنہیں اپنے مخالفین کا بے تعداد لشکر معلوم ہوا، اس کا ہراس اور بھی اُنہیں بزدل بنا رہا تھا۔ پہلے تو بیس منٹ کے قریب انہوں نے اندھا دھند مقابلہ کیا اور جب ان پر حد سے زیادہ خوف طاری ہوا تو وہ سراسیمہ ہو کے بھاگے اور اپنا کل سامان فاتحانِ اسلام کے لئے چھوڑ گئے، سکھوں کا سردار بڑا آزمودہ کار مرد میدان تھا اس نے ایک ہزار قدم پر جا کے اپنے سپاہیوں کو پھر جمع کیا اور گاؤں کے پانچ چار جھونپڑوں میں آگ لگا دی تاکہ مخالفین کی تعداد معلوم ہو جائے، جوں ہی خشک پھوس کی تیز تیز بلند بلند لپٹیں اُٹھیں مجاہدین کا بھرم کھل گیا اور انہیں معلوم ہوا کہ یہ مٹھی بھر آدمی ہیں جنہیں ہم نے ہزاروں سمجھ لیا تھا اپنی لاعلمی اور ساتھ ہی اس کے بزدلانہ پن پر ملامت کی اور دوبارہ غیظ و غضب میں مسلمانوں کی جمعیت پر حملہ کیا۔

یہاں ایک نیا گل اور کھل گیا تھا کہ جب سکھ اپنا سامان چھوڑ کے سراسیمہ بھاگے ہیں تو دیسیوں نے موقع غنیمت جان کے اُسے لوٹنا اور اپنے گھر لے جانا شروع کر دیا تھا کچھ تو بھاگ گئے تھے اور جو کچھ دیسی رہ گئے تھے وہ اسباب پر گرے ہوئے تھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوں ہی سکھوں نے حملہ کیا دیسیوں کی شامت آگئی، اگر مولانا شہید غیر معمولی اور بے حد حزک شجاعت نہ کرتے تو ایک دیسی کی بھی جان نہ بچتی۔

مولانا شہیدؒ نے اپنے مٹھی بھر آدمیوں کو پراگندہ نہ ہونے دیا اور اس طرح سمیٹے رکھا جیسے مرغی اپنے بچوں کو پروں میں دبا کے بیٹھتی ہے۔ شب ہنوز تیرہ و تار تھی۔ آسمان کی مصفا نیلی چادر پر غلیظ ابر محیط ہو رہا تھا، آپ نے یہ حکمت کی کہ ایک جگہ جم کے نہ لڑے تین منٹ اس پرے سے جنگ کی تو چار منٹ دوسرے دستے سے تمام لشکر میں نئے سرے سے ایک تہلکہ مچ گیا۔ سکھوں کا سردار سمجھ گیا مسلمانوں نے مجھے دھوکا دیا یہ ضرور ادھر اُدھر چھپے ہوئے ہوں گے جو اس وقت بے شمار نکل آئے یہ خیال سکھوں کی فوج اور ان کے سردار کے لئے سم قاتل کا اثر رکھتا تھا، ڈیڑھ گھنٹے یا اس سے کچھ کم انہوں نے خونخواری سے جنگ کی۔ مگر بعد ازاں کسی سکھ نے اتفاق سے یہ کہہ دیا سردار جی مارے گئے، جوں ہی یہ آواز اُن کے کان میں پہنچی پھر وہ ایک لمحہ بھی نہ ٹھہرے، اور ایسے بے تحاشا بھاگے کہ پیچھے کی کچھ خبر نہ لی۔ دیسیوں نے سکھوں سے سخت چشم زخم اٹھایا۔ پھر بھی مولانا شہیدؒ کی نڈر دلیری نے اُنہیں بال بال بچادیا۔

یہ فتح مولانا شہید کا حوصلہ سکھوں کے مقابلہ میں بڑھانے والی تھی، آپ اور آپ کے ساتھی دو دن سے فاقہ سے تھے ایک کھیل کا دانہ بھی اُڑ کے مُنہ میں نہ گیا تھا۔ ہاں اس فتح سے بہت سا غلّہ اور مویشی کسی قدر سامان حرب غازیوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ یہ سامان کچھ ایسا بہت نہ تھا کہ آئندہ جنگ کے لئے مولانا شہیدؒ کو سہارا دے سکتا تھا تاہم اس وقت غازیوں کے آنسو پچھ گئے تھے اور انہوں نے خدائے واحد کا شکر کر کے اُسے خوشی خوشی اپنے کام میں لانا شروع کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے ساٹھ شہید اور گیارہ مجروح، سکھوں کے تین سو قتل اور پانسو مجروح ہوئے۔

چھٹی جنگ

ابھی وہ گڑھی جس کی مدد کے لئے مولانا شہیدؒ تشریف لائے تھے ذرا فاصلہ پر تھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ نے دوسرے دن اس پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ مولانا شہید گو غیر معمولی فنون جنگ اور بے نظیر بہادری میں لاثانی قابلیت رکھتے تھے مگر سکھوں کے مقابلہ میں اپنا ضعف بخوبی سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ دن کو کثیر التعداد سکھوں سے میدان لینا سخت مشکل اور دشوار ہے، آدمیوں کی کمی، دیسیوں کی بے اعتباری اور سب سے زیادہ سامان رسد اور سامان حرب کا غیر موجود ہونا بڑی بھاری دقتیں تھیں جو مولانا شہیدؒ کو متوحش خاطر بنا رہی تھیں۔

خوانین وغیرہ زبانی جمع خرچ تو بہت کرنا جانتے تھے مگر عملی ہمدردی ان سے ایسی ظہور پذیر نہ ہوتی تھی جس سے مسلمانوں کا اطمینان ہوتا۔ بہرحال مولانا شہیدؒ اپنے اکیلے خدا کے بھروسہ پر قانع تھے اور شہادت کا سرخوشانہ خیال بار بار ایک وجد انگیز خوشی میں آپ کے قلب کو شاداں و فرحاں بنا رہا تھا۔

گڑھی شنگاری جس میں ایک مسلمان گھرا ہوا تھا اور جس کے بچانے کیلئے مولانا شہیدؒ تشریف لائے تھے نصف میل کے فاصلہ پر تھی بہت دنوں سے سکھوں کی فوج اس گڑھی کا محاصرہ کئے ہوئے پڑی تھی نہ گڑھی والے باہر نکل کے جنگ کر سکتے تھے نہ سکھ اس گڑھی کو مسلمانوں سے خالی کرا سکتے تھے، جب ان سکھوں نے مولانا شہید کا حال سُنا تو دریافت کیفیت کے لئے ایک بینڈ سکھوں کا شب کو گشت لگاتا ہوا مولانا شہید کے مورچہ کے قریب آیا۔ نہ تو مولانا کو خبر تھی کہ ابھی جنگ ہو جائے گی اور نہ بظاہر وہ دستہ اس غرض سے ادھر آیا تھا۔

مسلمان بیچارے تین وقت کے کڑاکا گزرنے کے بعد بیٹھے ہوئے کھانا پکا رہے تھے، بعض نے کھانا تیار کر لیا تھا اور بعض کی ہانڈیاں اور توے ابھی چولھے ہی پر چڑھے ہوئے تھے کہ مولانا شہیدؒ نے فوراً مسلمین کو کمربندی کا حکم دیا وہ جان نثار اسی بھوک میں کھانے کو چھوڑ کے کمربستہ ہوئے اور سکھوں کے مقابلہ کے لئے کچھ کی طرح اپنی جگہ جم گئے۔ مولانا شہیدؒ سب سے آگے تھے جب وہ گولی کی زد پر آ گئے تو پہلے آپ نے گولی چلائی پھر مسلمانوں نے باڑھ مارنی شروع کی، یکایک جب ان پر گولیوں کا مینہ برسا تو وہ خوفزدہ ہو کے بھاگے مگر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے ایک شخص نے غل مچا کے کہا نادانوں جن سے تم بھاگتے ہو وہ تم سے تعداد میں چار چھٹے سے بھی زیادہ کم ہیں یہ سنتے ہی کل سکھ سوار جن میں پیدل بھی تھے دوبارہ جھپٹے ، یہاں سے برابران پر گولیوں کی بھرمار ہو رہی تھی ، گولیوں کا جواب گولیوں سے دیتے ہوئے وہ آگے بڑھے چلے آئے ، اور آخر یہاں تک قریب آگئے کہ دست بدست جنگ شروع ہوئی ۔ پہلے بندوق کے کندوں سے خوب خونریزی ہوئی اور بعد ازاں تلواریں کھچ گئیں ۔ یہ وقت حد سے زیادہ اُن مٹھی بھر آدمیوں کے لئے خوفناک تھا ۔ مولانا شہیدؒ نے دس دس آدمیوں کی ٹکڑیاں کر کے کئی طرف سے سکھوں کے ہیبت ناک حملہ کا جواب دیا تھا ، ابھی تک پیارے شہیدؒ کی تلوار گلے ہی میں پڑی تھی اور آپ اپنی توڑے دار بندوق سے اس قدر جلدی فیر کر رہے تھے کہ دیکھنے والے کو تعجب آتا تھا ۔ ایک دلیر سکھ نے پینترا کاٹ کے آپ پر تلوار کا وار کرنا چاہا ۔ آپ نے ایسی ایک ٹیپ کی گولی ماری کہ وہ پانچ قدم پر چت جا پڑا پھر دوسرے نے حملہ کیا دوسری گولی بھی اُسی پھرتی سے لگی ، اور اس سکھ کا کام بھی تمام ہوا ۔ تیسری بار آپ بندوق بھر کے باروت پیالہ پر ڈال ہی رہے تھے کہ ایک سکھ کی گولی نے آپ کی ایک انگلی اڑادی ، گو بیباک شہید نے اس فیر کو بھی خالی نہ جانے دیا مگر چوتھی بار جب آپ بندوق بھرنے لگے تو انگلی کے خون سے بندوق کا پیالہ بھر گیا ۔ اب کیا تھا درد کا سہار کر سکتے تھے مگر اس اتفاقی امر کو کیا کرتے ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے اُسی وقت پھر ایک خونخوار سکھ نے لپک کے تلوار کا وار کرنا چاہا ، آپ نے ذرا دو قدم سرک کے ایسے زور سے بندوق ماری کہ وہ چکرا کے گرا ، اور آپ نے فوراً اُس کا سر اُتار لیا انگلی سے خون برابر بہ رہا تھا درد کی ایسی شدت تھی کہ الامان تکلیف سے آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا تھا اور آپ یہ چاہتے تھے کہ جنگ موقوف ہو تو میں اس انگلی پر کپڑا گیلا کر کے لپیٹ لوں ۔ ناچار اسی حالت میں آپ نے تلوار ہاتھ میں لی انگلی نے تمام ہاتھ کو ایسا ناکارہ کر دیا تھا کہ تلوار پکڑی نہ جاتی تھی پھر بھی اس شیر نے اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈال ہی دیا اور اللہ اکبر کہہ کے سکھوں پر جھپٹ پڑا ، اور مٹھی بھر مسلمانوں کو آواز دی مار لیا ہے گھبرانا نہیں ابھی میدان ہمارے ہاتھ آنے کو ہے ۔ وہ فنونِ جنگ جو دہلی میں آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سیکھے تھے اس وقت خوب کام آرہے تھے۔ مولانا کو اس قدر کمال تھا کہ اگر دس آدمی مل کر تلواروں کا حملہ کریں اور آپ کے پاس سوائے معمولی لکڑی کے اور دوسری چیز نہ ہو تو آپ اُن دس آدمیوں سے کبھی ضرب نہیں کھاتے تھے اور ایک ایک ہاتھ میں بہت پھرتی سے سب کی تلواریں چھین لیتے تھے ایک غیر معمولی جوش اور دوسرے نبوٹ وغیرہ کے فن سے کامل مہارت بہت کچھ فتحیابی کی پیشین گوئی کر رہی تھی۔

خدا خدا کر کے سکھوں کے پیر اکھڑے اور وہ بے تحاشا بھاگے۔ ایک تو میدان مولانا شہیدؒ کے ہاتھ رہا اور دوسرے ایک بڑی زبردست کامیابی یہ ہوئی کہ جب یہ دستہ سکھوں کا شکست کھا کے بھاگا ہے اور اپنی فوج کو جو محاصرہ کیے پڑی ہوئی تھی اطلاع دی ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہا کہ مسلمان حملہ کرنے کو ہیں وہ وہاں پریشان ہو گئے۔ سردار کا بیٹا جس کی نجات دینے کے لئے مولانا شہیدؒ گئے تھے سکھوں کو سراسیمہ پا کے گڑھی سے نکل کھڑا ہوا، معمولی طور پر سکھ اس سے مزاحم ہوئے مگر اپنی پریشانی کے آگے انہیں اس کے بھی ہوش نہ رہے کہ اپنے دشمن کو تو روکتے اور اس کو نہ جانے دیتے۔

مولانا شہیدؒ اپنی انگلی کے زخم سے نہایت خوش معلوم ہوتے تھے، اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قبول کرے تو یہ انگشت شہادت میرے لئے کافی ہے۔

ناظر کو کبھی ان فتوحات پر شبہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جو کچھ تحریر کیا گیا ہے ایمان دار معائنہ کرنے والوں کی زبانی سنا ہوا ہے جو خود ان معرکوں میں شریک تھے اور ان سب کی صداقت اُن فارن آفس کے کاغذوں سے ہوتی ہے جن کی نقل ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب مسلمانانِ ہند میں کی ہے۔

جب مولانا شہیدؒ کے یہاں آنے کا مقصد نکل آیا یعنے سردار کا بیٹا سکھوں کی قید سے چھوٹ گیا تو آپ نے سید صاحب کی طرف سے مراجعت کی اور بخیر و عافیت پنجتار میں پہنچ گئے۔

بعض بے عنوانیاں

ابھی مولانا شہید سید صاحب کے کیمپ تک نہ پہنچے تھے کہ آپ کو یہ خبر لگی کہ چند

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علما کے قافلے آرہے ہیں جن میں چھ سات سو آدمیوں سے زیادہ ہیں یہ سُن کر پیارا شہید بہت خوش ہوا، اور اپنی جمعیت کی بڑھوتری دیکھ کے اور بھی زیادہ ہمت بندھی یہ صحیح ہے کہ ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔ ملانی دماغ کبھی اس قابل نہیں ہوتا کہ اتحاد سے کام کرے قدرتی طور پر اس میں خود پسندی اور بیجا تبختر۔ غیر نتیجہ مند اس بلا کی ہوتی ہے کہ نہ وہ خود چین سے رہتا ہے نہ اپنے متعلقین کو چین سے رہنے دیتا ہے۔ ان لوگوں کو جنگ سے اور تدابیر ملکی یا قومی اتحاد سے کیا کام یہ دوسری بات ہے کہ مولوی اسمٰعیل جیسا ایک جوہر نکل آئے جسے فطرت کے نہروں کا کامل نمونہ کہنا چاہیئے جس میں فطرت نے ہر علم اور فن کا مذاق مضمر رکھا تھا ہمارے ایک مرحوم بوڑھے دور اندیش دوست کا خیال صحیح ہے کہ اگر مولانا شہیدؒ کے ساتھ ملانے نہ ہوتے تو آج سارا پنجاب مسلمانوں کا ہوتا۔ پیارا شہیدؒ اپنی جانبازیوں کا بہت کچھ فائدہ اٹھاتا مگر ان ملانوں نے جو اس کے ساتھ تھے اُسے ہمیشہ اپنی نامعقول تدابیر کے صدقہ میں ناکام رہنے دیا اور آخر نوبت یہ ہوئی کہ مولانا شہیدؒ اور سید صاحبؒ کی شہادت ہی پر کل کوششوں اور خونریز جانبازیوں کا اختتام تھا۔

غرض جب یہ قافلے ہندوستان کے مختلف شہروں سے آئے ہیں تو ان میں مولوی محبوب علی صاحب دہلوی عجب دماغ کے شخص تھے، ان کی نسبت زیادہ لکھنا فضول ہے صرف یہی دو لفظ کفایت کرتے ہیں۔ وہ ملانے تھے کچھ ضرورت نہیں کہ تمام جہاں کا رونا رو بیٹھیں کہ وہ خود پسند تھا، خردماغ تھا، متعصب اور کوتاہ اندیش تھا، حاسد اور مسلمانوں کو برباد کرنے والا تھا۔ بس ان الفاظ کے بجائے یہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ وہ ملّا نا یا ملّا تھا۔

مولوی محبوب علی صاحب جن کا سفر مولانا شہید یا سید صاحب اور آپ کی پارٹی (گروہ) کے لئے منحوس تھا وارد پنجاب ہوئے اور ابھی پانچ چار منزل سید صاحب سے جدا ہوں گے کہ آپ نے تند اور ناتہذب الفاظ میں جیسا کہ عموماً ملانوں کی تحریر ہوا کرتی ہے ایک خط سید صاحبؒ کو روانہ کیا اور اس میں یہ ناقابل باتیں تحریر کیں پہلے تمہیں لازم تھا کہ کلمہ گو کافروں سے بھگتے اور ان پر جہاد کرتے پھر سکھوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ یہ کلمہ گو کافر جدانی تھے جنہوں نے محبوب علی صاحب کے مذہبی احکام میں انگشت اعتراض درازی کی تھی یا دوسرے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی کی روایت کے بموجب انہوں نے سمجھایا تھا کہ ابھی آپ آگے نہ بڑھیں، رستہ میں سکھوں کی فوج جو ابھی دربار لاہور نے بھیجی ہے پڑی ہوئی ہے۔ مبادا آپ سے مقابلہ ہو اور آپ چشم زخم اٹھائیں۔ بس اس سننے کی کہاں تاب تھی فوراً ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا اور یہ بھی فتوئے دے دیا کہ سکھوں سے زیادہ ان کلمہ گو کافروں پر (معاذ اللہ) جہاد فرض ہے۔

مولانا شہیدؒ نے نہایت صبر سے اس خط کو پڑھ کے سنایا۔ مولوی صاحب کی تیز مزاجی اور بے جا ظلم پر افسوس کیا اور بعد مشورہ یہ سویا ہوا جواب لکھ کے بھیجا آپ اتنی جلدی نہ فرماویں انشاء اللہ جو کچھ یہاں آ کے مشورہ ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ غرض خدا خدا کر کے کل مولوی صاحبان پنجتار میں پہنچے۔

ابھی آئے ہوئے دو ایک دن بھی نہ ہوئے تھے کہ ہمارے بہادر مندی ملا نے سید صاحب کی معاشرت پر دس بیس اعتراض جما دیئے اور کہا جب تک مجھے اس کا جواب نہ ملے گا میں ہرگز دوسرا کام نہ کرنے دوں گا۔

ان اعتراضوں کو نقل کر کے میں ناظر کی سمع خراشی نہ کروں گا کیونکہ جتنی باتیں مولوی صاحب نے کیں وہ ایسی ذلیل اور ناروا تھیں کہ جو عموماً ایک ملا نے دماغ کی صفت ہوتی ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ آپ لوگوں کو بہکانے لگے اور بہت سے مجاہدین کو اپنی طرف توڑ لیا۔ اتفاق سے مولانا شہید سید صاحب کے کیمپ میں محبوب علی کے داخل ہونے سے پہلے دو چار روز کے لئے کسی نج کے کام پر بھیج دیئے گئے تھے۔ یہاں محبوب علی نے لوگوں کا ناک میں دم کیا آخر مباحثہ کی ٹھہری اور مولوی رامپوری صاحب نے ان کو ساکت کیا جب وہ ساکت ہو گئے تو اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کے دہلی روانہ ہوئے۔ آپ جامع مسجد کے نیچے امام کی گلی میں رہتے تھے، روزمرہ اس فرحت خیز ٹکڑے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور معتقدوں کے روزمرہ مرغن کھانے اڑانا بھلا وہاں کب رکھے تھے۔ یہ اس نظر سے گئے تھے کہ جو حصہ پنجاب سکھوں سے اسمٰعیل نے لیا ہے اس پر میں حکمران بنا دیا جاؤں گا، اور جب انہوں نے ہنوز تلواروں کی جھنا جھنی صدائیں اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی ہولناک آوازیں اور بندوقوں کی ٹھائیں ٹھائیں اور توپوں کی مہیب گرج کے سوا اور کچھ نہ دیکھا تو اپنی اصلیت پر آ گئے۔ آخر محبوب علی صاحب اپنے آدمیوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو لے کے دہلی واپس پھرے۔ جب مولانا شہیدؒ نے یہ کیفیت سنی آپ ہاتھ سے ہاتھ ملنے لگے، اور کہا کاش وہ چار دن میں اور ٹھہر جاتا تو محبوب علی صاحب کو مزا چکھاتا۔ اور انہیں دہلی کے مرغن کھانے یہیں کھلا دیتا۔ حقیقت میں مولانا شہید ہوتے تو ضرور پوری طرح خبر لیتے کیونکہ محبوب علی نے ایسا ہی کام کیا تھا۔ ایک شخص کی روایت کے بموجب مولانا شہید مولوی محبوب علی کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ سید صاحب نے منت سماجت کر کے بچایا ورنہ تو نند چیر ہی ڈالی ہوتی مگر یہ روایت ایسے شخص کی زبانی سنی ہے۔ جو وہاں موجود نہ تھا بلکہ سنی ہوئی بیان کرتا ہے اور جو روایت ہم نے اوپر لکھی کہ مولانا شہیدؒ وہاں اس موقع پر موجود نہ تھے معائنہ کرنے والوں نے بیان کی ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مولوی محبوب علی صاحب کا دہلی سے روانہ ہونا بیچارے مسلمانوں کے لئے جو مولانا شہیدؒ کے زیر کمان کام کر رہے تھے سخت منحوس تھا۔ یہ حادثہ جوان ذات شریف کی والا ذات کی تشریف آوری کا نتیجہ تھا۔ غریب الوطن مسلمانوں کے حق میں سم قاتل کا اثر رکھتا تھا۔ اگر مولانا شہیدؒ جیسا کوئی اس فوج کا سر دھرا نہ ہوتا تو اُسی دن تمام امیدوں اور آرزوں کا خون ہو جاتا۔ اور مسلمان جانبازوں کو کہیں بھاگتے نہ بنتی۔ اسی پر خیر گزری اور خدا نے ایسے مفسد کو بہت جلد کیمپ میں سے دفع کیا۔

دوسرا غضب ناک واقعہ مسلمانوں کے کیمپ میں اور یہ ہوا کہ مولانا عبدالحی صاحب نے جنہیں علم وفضل میں مولانا شہیدؒ سے دوسرے نمبر پر سمجھنا چاہیئے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی وفات موضع خہر بتاریخ ۸ شعبان ۱۲۴۳ھ ہجری میں وقوع میں آئی۔ یہ قبل از وقت موت مومنین کے دلوں کو ہلا دینے والی تھی۔ جس طرح مولانا شہیدؒ نے اپنے زبردست مشیر اور فاضل دوست کو کھو دیا، اسی طرح سید صاحب نے اپنا ایک بازو ٹوٹا ہوا سمجھا یہ بے نظیر فاضل جس پر ہمیشہ تاریخ کی روشنی چمکے گی عجیب وغریب قابلیت کا تھا، اس کی زبان میں قوت گویائی اور قلم میں غیر معمولی نمو کی قوت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ دور دور آپ کا شہرہ تھا۔ شیریں کلامی اور برجستہ تقریر کرنے میں بھی آپ ید طولیٰ رکھتے تھے، سید صاحب نے آپ کا ماتم کیا مولانا شہید آپ پر خون کے آنسو روئے، مسلمانوں کی زبان سے بے ساختہ یہ نکل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رہا تھا۔

نوجوان تجھ سے ہی آباد تھا یہ سب خطہ ‏ ‏ ‏ تیرے منہ موڑتے ہی جل گیا سارا گلشن
ہچکی بندھ جاتی ہے اے مخزن لطف و خوبی ‏ ‏ ‏ یاد کر کر کے تجھے کرتا ہے عالم شیون

یہاں تو غریب الوطن پردیسی مسلمانوں پر یہ بپتا پڑی اور ہندوستان میں مولوی محبوب علی صاحب نے ان کے خلاف لوگوں کو آمادہ کیا اور ایسی ایسی بے بنیاد باتیں گھڑ گھڑ کے اُن کے سر چپکیں کہ عموماً مسلمان برافروختہ خاطر ہوئے، اور جو کچھ ہمدردی مولانا شہیدؒ سے وہ کرتے تھے اُنہوں نے کرنی چھوڑ دی۔ ناچار سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے چند فاضل اس غلط فہمی کے مٹانے کے لئے روانہ ہندوستان کئے، جنہوں نے واقعات کا پر اثر الفاظ میں بیان کر کے بہت کچھ لوگوں کا اطمینان کیا اور انہیں پھر سید صاحبؒ اور مولانا شہیدؒ کا ہمدرد بنا دیا۔

یہ صحیح ہے کہ اکثر ہندوستانی سکھوں سے اپنے بھائی مسلمانوں کا انتقام لینے کے لئے شامل مولانا شہیدؒ نہ ہوئے تھے اور انہیں صرف لوٹ کا لالچ کشاں کشاں لایا تھا مگر ان کی اس بدکرداری سے بیچارے شہید پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا جیسے بعض کفار عرب بظاہر مسلمان ہو جاتے تھے مگر باطناً کافر رہ کے مولانا سیدنا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کارروائی کرتے تھے، اور مسلمانوں کے زک دینے کی نئی نئی تدبیریں کرتے تھے۔ اسی لئے ان کے واسطے یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ایمان والوں سے مل کر کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب وہ اپنے شیاطین میں جاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔

یہی کیفیت مولانا شہیدؒ کے کیمپ کی تھی اس میں دونوں ہی طرح کے آدمی تھے۔ دین کی حمایت بھی کرنے والے تھے، اور لوٹ کا مال اینٹھنے کے لئے بھی آ گئے تھے۔ دلوں کا حال تو اللہ جانتا ہے ان کی شناخت قوت البشری سے جب تک تجربہ نہ ہو بہت بعید ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں جنگ

یہاں غریب الوطنی پرپے در پے یہ پتا پڑ رہی تھی اور دربار لاہور وہاں مسلمانوں کے پسپا کرنے کے لئے نئی نئی فوجیں برابر روانہ کر رہا تھا۔ ابھی مولانا شہیدؒ اتفاقی حوادث سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ چار ہزار فوج دریائے لنڈھ سے عبور کر کے اتمان زئی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے آپہنچی۔ اب کے نئی بات اور یہ ہوئی تھی کہ ان چار ہزار آدمیوں میں خال خال سکھ نظر آتے تھے ورنہ سب کے سب درّانی مسلمان تھے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک دو چھینٹوں سے اپنے بھائی مسلمانوں پر چڑھ آئے تھے، ان کے ساتھ دو توپیں بھی تھیں۔ مولانا شہیدؒ نے اطلاع پاتے ہی اپنی شکستہ فوج کو آراستہ کیا اور تھوڑی سی جمعیّت کے دو حصّے کر کے ایک حصّہ اپنی زیر کمان کیا اور دوسرا حصّہ سید صاحب کی ماتحتی میں مقرر ہوا کل حملہ آور مسلمان جو محمدؐی جھنڈے کے نیچے کام کر رہے تھے مشکل سے بارہ تیرہ سو ہوں گے۔ باہم مولانا شہیدؒ اور سید صاحب میں یہ مشورہ طے پایا کہ میں دشمن کے میمنہ کی طرف شب خون ماروں اور آپ میسرہ کی جانب سے ان پر گر پڑیں۔

درّانی اپنی کثیر التعدادی پر اکڑے ہوئے تھے اور یہاں خدا کے بھروسہ پر پھولے نہ سماتے تھے۔ سید صاحب جس نصف حصّہ فوج کی کمان کر رہے تھے وہ ابھی بہت دُور مگر مولانا شہیدؒ درّانیوں کی فوج کے بہت ہی قریب پہنچ گئے تھے۔ پہرہ دار نے آواز دی کون آتا ہے مولانا شہیدؒ خاموشانہ آگے بڑھتے چلے آئے۔ اس نے پھر دوسری آواز دی، آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ پھر اس نے تیسری آواز دی جواب نہ ملنے پر اس نے گولی ماری اور خوف زدہ غل مچاتا ہوا لشکر میں آگیا۔ مولانا شہیدؒ گھوڑے پر سوار تھے اور دو سو آدمی اور بھی آپ کے ساتھ قدم بقدم علاوہ چار سو پیدلوں کے آرہے تھے۔ مولانا شہید کی پہلی نظر تو توپوں پر لگ رہی تھیں، آپ سب سے پہلے ان ہی پر جا پڑے، گولہ انداز نے مہتابی کو روشن کر کے چاہا کہ پہلے مولانا شہید کو اڑا دوں کہ مولانا نے تلوار کا پھرتی سے وار کر کے اس کی گردن

ؐ مولوی محمد علی صاحب، مولوی ولایت علی صاحب، مولوی عنایت علی صاحب ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اڑادی - دوسرا توپچی بھی یوں مارا گیا - مولانا شہیدؒ نے فوراً وہ دونوں توپیں درانیوں کی طرف پھیر کے فیر کرنے شروع کئے ایک وفادار ہندو[1] جو مولانا شہیدؒ پر فریفتہ تھا، گولہ اندازی پر مقرر ہوا - اس نے اس قدر پھرتی سے گولہ اندازی کی کہ درانیوں کے پیر اکھڑ گئے، ادھر مولانا شہیدؒ ان پر کر پڑے، تکبیروں کی آوازیں خوب زور شور سے بلند ہو رہی تھیں - بھلا اب درانی کیوں کر میدان جنگ میں ٹھہر سکتے تھے - اپنا کل سامان چھوڑ کے بھاگے جب وہ فرار ہو رہے تھے، سید صاحب بھی ان پر آپڑے جتنے درانی مارے گئے ان کی تعداد ٹھیک نہیں معلوم ہاں جن مردوں کو وہ میدان میں چھوڑ گئے تھے وہ چار سو سے زیادہ شمار میں تھے، مولانا شہیدؒ کی فوج کا ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا - یہاں سے فرار ہو کے درانیوں نے تھوڑی دور کے فاصلہ ایک بلند ٹیلہ پر مورچہ بندی کی اور اب ان کا ارادہ انتقام لینے کا پورا پورا ہو گیا - اس عرصہ میں صبح ہو گئی تھی - ان کے مقابل میں مولانا شہیدؒ بھی مورچہ بندی کر چکے تھے - مورچہ بندی سے فارغ ہو کے آپ نے اذان کہی اور سب مسلمانوں نے جماعت کی نماز پڑھی جب یہ جماعت ہو چکی تو مورچہ والی جماعت نے اسی طرح نماز فجر پڑھی اور اب تازہ دم ہو کے گولہ باری شروع کر دی - درانی گولیاں مار رہے تھے، اور یہاں سے گولوں کو ان کے جواب کے لئے چھوڑا جاتا تھا - تین چار گھنٹے تک تو وہ بہت جم کے لڑے مگر جب ان کے آدمی آموں کی طرح گولوں سے ٹپ ٹپ ٹپکنے لگے تو مورچہ غریب الوطنوں کے حوالہ کر کے بھاگے اور میل بھر کے فاصلہ پر جا کے قیام کیا - مولانا شہیدؒ نے صرف اس خیال سے کہ درانی مسلمان ہیں اپنے آدمیوں کو یہ حکم کر دیا تھا جب تک سینہ بسینہ جنگ میں کوئی مقابلہ کے لئے تلوار نہ اٹھائے اُسے قتل نہ کرنا نہ بھاگتے کا تعاقب کرنا اور جسے گرفتار کرو اسے وہی کھانا دینا جو تم آپ کھاتے ہو اور وہی کپڑا پہنانا جو تم آپ پہنتے ہو کیونکہ وہ بھی تمہارے بھائی مسلمان ہیں -

درانی جہاں سے آئے تھے وہیں بھاگ کے چلے جاتے اگر انہیں خیبر وغیرہ کی طرف سے ان کو مدد نہ پہنچتی - خیبر والا سید صاحب سے بیعت کر چکا تھا مگر سکھوں کی رشوت نے اُسے باغی بنا دیا - اور اب وہ کھلم کھلا مولانا شہیدؒ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا - قدرتی طور

---

[1] ہم قوم راجپوت باشندہ بیسواڑہ ۱۲

www.KitaboSunnat.com

سے درّانیوں پر مولانا شہیدؒ کا ایسا خوف بیٹھا ہوا تھا کہ خفیف سی جنگ میں وہاں سے بھی فرار ہو گیا اور اپنے ساتھ یخبریوں کو بھی بھگا کے لے گیا۔

اس عظیم الشان فتح سے مسلمان مالا مال ہو گئے اور اس کا اثر ملک پنجاب پر بہت بڑا یہ ہوا کہ دو ہزار سرداروں کے فدویت نامے ایک دن میں آ گئے جس میں انھوں نے اپنی گزشتہ گور پرستی وغیرہ سے توبہ کی تھی اور سچی راہ اختیار کی تھی انھوں نے عہد کیا کہ قرآنی احکام پر عمل درآمد کریں گے، اور جو بدعتیں کہ دین میں خلل ڈالتی ہیں بالکل ترک کر دیں گے ان کی یہ بھی درخواست تھی کہ ہمارے ہاں عمّال اور قاضی مقدمات کے فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں ہم ان کی اطاعت کریں گے اور ان کے فیصلوں کو اپنے حق میں ناطق خیال کریں گے۔

پیارے شہیدؒ کا پہلا مدعا یہ تھا کہ دین خدا کی اشاعت ہو اور مسلمان اس بدعت و شرک کی گنگھور گھٹا سے نکلیں وہ مدعا جیسا دہلی میں حاصل ہوا تھا، ایسا ہی پنجاب میں بھی حاصل ہوا، الحمد للہ کہ پھر ایسے تاریک ترخطہ میں خدا کا جلال چمکا اور لوگ سچے محمدی بننے لگے۔ گور پرستی اور پیر پرستی، تعزیہ پرستی، ماتا مائی کی پرستش کو لات ماری اور اس اکیلے خدا کی پرستش کا ڈنکا بج گیا جس کا ناطق قرآن مجید ہے۔

یہ لوگ جو سچے دین دار بنے تھے مولانا شہید اور آپ کے غریب الوطن ساتھیوں کے سب سے زیادہ ہمدرد تھے انھوں نے یہ التزام کر لیا تھا کہ اپنی کمائی کا آٹھواں حصہ مولانا شہید کے لشکر کی نذر کر دیں اور جو کچھ وقتاً فوقتاً ان سے بن آوے وہ لشکر اسلام کی خدمت کرتے رہیں۔

آٹھویں جنگ

یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور ہے کیونکہ اب کے ایک فرانسیسی جنرل سے مقابلہ تھا جو سکھوں پر کمان کر رہا تھا اور جسے دربار لاہور نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ ان صاحب بہادر کا نام اسوانٹورا تھا یہ دربار لاہور میں اپنی جانبازی اور فوجوں کو دشمن سے لڑوانے میں بڑی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ غرض تین ہزار سکھی فوج لے کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھے اور چلتے وقت یہ وعدہ کر آئے ہیں کہ میں سید احمد اور اسمٰعیل کو حضور کے دربار میں زندہ لا کے کھڑا کر دوں گا، فوراً دریائے اباسین کو معہ چند مسلمان سرداروں کی رہنمائی کے عبور کیا، اور اب سید صاحب کے کیمپ کی طرف بڑھے۔ لیکن بڑھنے سے پہلے وہ ہنڈ ریاست میں ٹھہر گیا۔ یہاں ایک باغی امیر[1] مسلمان کا عمل دخل تھا وہ سید صاحب سے بیعت کر کے باغی ہو گیا تھا، اس نے فرانسیسی جنرل کو غریب الوطن مسلمانوں کے رازدارانہ حالت کی بہت کچھ اطلاع دی اور بیان کیا کہ یہ مٹھی بھر آدمی ہیں صرف اسمٰعیل کی تدبیروں سے چار چار پانچ پانچ ہزار فوج سے میدان لیا ہے۔ فرانسیسی نے بہت غور سے رئیس کی تقریر سنی اور حکم دیا کہ تم بھی ہمارے لئے کچھ فوج جمع کر دو۔ کئی دن تک یہاں مقیم رہا اور بہت سا سامان رسد اور کئی توپیں ڈھائی ہزار فوج نئی بھرتی کر کے مولانا شہید کے کیمپ کی طرف بڑھا یہاں دم دم کی خبریں برابر آ رہی تھیں۔ آپ بھی اپنی تیاری سے غافل نہ تھے۔ آپ نے چاروں طرف خوب دیکھ بھال کے مورچہ بندی کے لئے ایک مقام دو پہاڑوں کے بیچ میں پسند کیا۔ یہی رستہ تھا جسے طے کر کے آدمی پنجتار میں آسکتا تھا۔ آپ نے ان دونوں پہاڑوں کے بیچ میں پھرتی سے ایک دیوار ساڑھے پانچ فیٹ بلند بنوائی، اس کی تعمیر میں مولانا شہید اور سید احمد بھی شریک تھے بارہ تیرہ سو مسلمانوں نے دو تین دن کے عرصہ میں اس پھرتی سے ایک مضبوط دیوار بنائی کہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ دیوار پر چار برجیاں بنائیں اور ہر برجی میں ایک ایک توپ لگائی گئی۔ کئی کئی گولہ انداز مقرر کئے گئے یہ دیوار گویا مسلمانوں کا زبردست مورچہ بنی۔ سکھ تو سکھ اس وقت اگر فرانسیسیوں کا زبردست لشکر بھی حملہ کرتا تو مسلمانوں کا خیال تھا کہ ایک دفعہ تو ہم اسے بھی پسپا کر دیں گے یہ مانا کہ آدمی بہت کم تھے مگر ان میں ابتدائی مسلمان عربوں کا سا جوش تھا، اور ہر شیر شمشیر بکف جنگ کرنے کے لئے موجود تھا۔ آخر کئی دن کے بعد فرانسیسی جنرل وہاں آ کے پہنچا، اور اپنے خیمے وہیں نصب کئے۔

مولانا شہید اور سید صاحب نے اب کے اور ایک نیا انتظام کیا تھا یعنے فوج کے تین حصے کر کے ہر حصہ کو ذرا فاصلہ پر روانہ کر دیا تھا۔ پہلے نشان کا نام صبغۃ اللہ تھا اس پر

---

[1] سردار خادی خان باغی ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفید اور زرد ریشم وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ آخر آیت تک نفیس حرفوں میں کاڑھی گئی تھی یہ نشان داد ابوالحسن نصیر آبادی کے پاس تھا جو چار سو جانباز مسلمانوں کے آگے ایک خوبصورت گھوڑے پر سینہ تانے ہوئے کھڑا تھا۔ دوسرا نشان جس کا نام مطیع اللہ تھا اور جس پر سورہ بقرہ کا آخری رکوع سبز ریشم سے موٹے موٹے لفظوں میں نہایت ہی خوشخط کاڑھا گیا تھا ابراہیم کے پاس تھا جو خود فولادی اور زرہ بکتر پہنے ہوئے اپنے حصہ کو لئے ادھر اُدھر گردش لگا رہا تھا۔ تیسرا نشان فتح اللہ نامی تھا اس پر اخیر رکوع سورہ صف کا لکھا ہوا تھا، اور اس کو ایک عرب محمد نام لئے ہوئے تھا۔ یہ نشان نہایت ہی نوق البھڑک تھا اس کا حاشیہ ایک خوبصورت ہلال کا تھا اور جو آیت اس کے نیچے کاڑھی گئی تھی وہ بالکل سرخ ریشم کی تھی یہ ساری ترکیبیں مولانا شہید کی تھیں، آپ گویا کمانڈر انچیف اور ان پروں کے لڑانے والے تھے۔ جب تمام مسلمان اس طرح میدان میں آ کر جمے تو مولانا شہید نے نہایت پرشوق اور فرحت افزا نگاہوں سے اس طرف دیکھا، مسلمانوں کی آن بان اور ان کے بہادرانہ تیور دیکھ کے پیارا شہید بہت ہی خوش ہوا، اور پھر سب کے بیچ میں کھڑے ہو کے آیت بیعت رضوان پڑھ کے سُنائی اور نہایت خوبی سے اس آیت کی تفسیر بیان کی، عام مسلمانوں میں جن میں قندھاری بھی دو ڈھائی سو شامل تھے ایک عجیب تحریک پھیل گئی، ایک ایک نے وجد انگیز حالت میں نہایت صدق دلی سے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی یہ بیعت گویا ایک قسم کا بچن تھا کہ جنگ میں ہم منہ نہیں موڑنے کے اور جب تک ہماری جان میں جان باقی ہے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑنے کے، بس اسی ایک قسم کی بیعت شریعت اسلام کے بانی نے جائز قرار دی ہے اور یہ موجودہ پیری مریدی کی مکروہ بیعت ایک محض لغو اور ناکارہ خلاف اسلام فعل ہے۔

وہ وقت آ گیا کہ مولانا شہیدؒ کے وعظ کے اثر کا نتیجہ جو مسلمانوں کے دلوں پر ہوا تھا کچھ رنگ لائے۔ یہاں فرانسیسی جنرل آندھی اور مینہ کی طرح یلغار کرتا ہوا زیر دیوانہ پہنچا۔ ابھی دو گولی کے پٹے سے بھی زیادہ تھا کیمپ بہت پیچھے رہ گیا تھا اس نے ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کے دوربین سے مسلمانوں کی فوج کو ملاحظہ کیا جو کہ مولانا شہید نے تیرہ سو آدمیوں کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹکڑیاں ٹکڑیاں کر کے ذرا دُور دُور کے فاصلہ پر اس ترکیب سے کھڑا کیا تھا کہ دیکھنے والے کو ہرگز یہ تمیز نہ ہو سکتی تھی کہ یہ صرف تیرہ سو ہی ہیں. جوں ہی اس کی نظر لہراتی ہوئی سرخ و زرد جھنڈوں پر پڑی اور زرہ بکتر والے سواروں کو ادھر اُدھر دوڑتے ہوئے دیکھا ہوش باختہ ہو گئے، متعجب اور خوف زدہ ہو کے کہنے لگا او خادی خان (رئیس ہنڈ باغی) تم نے ہمیں دھوکا دیا تم کہتا تھا اسمٰعیل کے ساتھ غازی تھوڑے ہیں یہ اتنے کہاں سے آ گئے اور بابا ہم اتنے غازیوں سے کیونکر میدان جنگ لے گا جب تک مہاراجہ رنجیت سنگھ خود ہی نہ آئے گا اسے فتح نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی رئیس ہنڈ نے اطمینان کیا اور کہا آپ جنگ کریں میں اور فوج جمع کر دوں گا۔ غرض بہزار دقت قدم بقدم اپنی فوج کو لے بڑھا، کیا تو بہت تیز رفتار میں آ رہا تھا یا اس نے اب دھیمی چال کر دی اور ایک طرف سے پیارے شہید کو دھوکا دے کے دوسرے رُخ سے دیوار پر جا پہنچا اور دیوار کو ڈھانا شروع کر دیا، اس وقت مولانا شہید نے بھی عجیب کام کیا، آپ نے پہلے صبغۃ اللہ نشان والی فوج کو بڑھنے کا حکم دیا اور پھر جو تاک تاک کے گولہ اندازی کی ہے انہیں سنبھلنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اب سکھ پسپا ہوئے اور جیسے بے دھڑک وہ دیوار پر چلے آئے تھے کئی سو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ بہادر ابوالحسن صبغۃ اللہ لئے ہوتے برابر وجد انگیز حالت میں بڑھا چلا جاتا تھا، بندوق دونوں ہاتھوں میں تھی توڑا سلگ رہا تھا مگر ابھی اس نے نہ اس کی فوج نے فیر کرنے شروع کئے تھے ۔

مولانا شہید ان تمام ٹکڑیوں کو لڑا رہے تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک سبز جھنڈی تھی، اور آپ نے یہ حکم دے دیا تھا جب تک میں جھنڈی نہ ہلاؤں فیر نہ کئے جائیں۔

ہر جانباز بہادر بے چین تھا کہ اسمٰعیل جھنڈی کیوں نہیں ہلاتا آخر جب وہ موقع آ گیا کہ مسلمانوں کے فیر کچھ کام کرتے، آپ نے جھنڈی ہلائی اور ایک کڑا کے کی آواز میں اللہ اکبر کہا۔ بس یہ کہنا تھا کہ فیر شروع ہو گئے اور بڑھتے بڑھتے اس قدر قریب آ گیا کہ سینہ بسینہ جنگ کی ٹھہر گئی۔ اتفاق سے نشان بردار کے بازو میں ایک گولی لگی اور مولانا شہید نے دیکھا کہ نشان جھکنا چاہتا ہے کہ آپ قلب فوج میں سے لپکے اور فوراً اس کے ہاتھ سے نشان لے کے اس پرچے کی کمان کرنے لگے، قدرتی طور پر پیارے شہید کا رعب سکھوں کے دلوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اس قدر بیٹھا ہوا تھا کہ جہاں اُنہوں نے صورت دیکھی اور وہ کانپ گئے، اب کیا تھا خوب گھمسان کا میدان ہوا۔ تلوار، بندوق، چھری، کٹاری ہر ایک چیز چل رہی تھی جس کے پاس جو کچھ ہوا اس نے مقابل کی اُسی سے خبر لے لی جدھر یہ شیر گرتا تھا صفوں کی صفوں کو کائی کی طرح سے چیر ڈالتا تھا۔ مولانا شہید جب کئی سکھوں کی کمپنیوں کو صاف کر چکے تو آپ کی طبیعت میں خطرناک دلیری کا ایک دھواں دھار جوش اٹھا اور وہ جوش یہ تھا کہ انٹورا صاحب جنرل افواج سکھ کا سر کاٹ لاؤں۔ یہ جوش گو آپ کی نڈر طبیعت، بیدھڑک دلیری سچی شجاعت اور سخت بے جگری کا شاہد تھا مگر ساتھ ہی اس کے خوش آئند نہ تھا۔ فرانسیسی دو ہزار سنگین سکھوں کے بیچ میں محفوظ تھا وہاں تک دو تین سو آدمیوں کا اول تو پہنچنا ہی محال تھا اور اگر پہنچ بھی جائیں تو کامیابی یہ عنقا صفت سمجھنی چاہیئے۔

باایں ہمہ پیارا شہید پسپا کرتا ہوا سکھوں کے قلب تک جا پہنچا اور ذرا دم لے کے اپنے پراگندہ آدمیوں کو سمیٹا اور ارادہ کیا کہ بجلی کی طرح انٹورا پر جا پڑوں۔ وہ مولانا شہیدؒ کی غیر معمولی شجاعت کی بانگی دیکھ رہا تھا اور یہ بھی اس کی نظر میں تھا کہ اور جتنے اسلامی پرے لڑ رہے ہیں کوئی پیش قدمی کر کے اس قدر آگے نہ بڑھ سکا جتنا اسمٰعیل اپنی کمپنی کو لے کے آگے بڑھ آیا یہ خیال انٹورا کو پسپا کرنے کے لئے کافی تھا ایسا ہیبت ناک اثر اس کی طبیعت پر ہوا کہ اس نے باگیں اٹھا دیں اور بشکل مسلمانوں سے پیچھا چھٹا کے اپنے کیمپ میں آرام لیا۔ بھلا بپھرا ہوا شیر (اسمٰعیل) کب گوارا کر سکتا تھا کہ اس کے آگے سے گورخر اس طرح بھاگ جائے۔ اس نے تعقب کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کل کیمپ اور اس کا سامان مسلمانوں کے لئے چھوڑ کے آپ سیدھا لاہور کی طرف بھاگا یہ فتح بہت شان و شوکت سے پیارے شہید کو حاصل ہوئی۔

نویں جنگ

نابہنجار خادی خان نے اس شکست سے بڑی منہ کی کھائی۔ رستہ میں جتنے گھر اور گاؤں محمدیوں کے آئے ایک ایک کو بتا بتا کے انٹورا صاحب سے آگ لگوا دی اور معصوم بچوں کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکھوں کی خون آلود تلوار سے قتل کرایا جہاں تک اس سے ہو سکتا تھا مسلمانوں کی بیخ کنی میں کوتاہی نہ کرتا تھا۔ اپنے اضلاع میں نئی نئی گھڑنتیں گھڑ کے پیارے شہید اور سید احمد صاحب کو بدنام کرنا اور ہمیشہ ان کے خلاف مسلمانوں کو آمادہ پیکار کرتا رہتا تھا۔ لطف یہ تھا کہ صدق دلی سے بیعت بھی کر چکا تھا۔ مولانا شہیدؒ نے کہا سکھوں سے تو ہم لڑتے ہی رہیں گے مگر سب سے پہلے اس کانٹے کو راہ سے ہٹا دینا چاہیئے۔ مبادا کسی وقت اس سے سخت چشم زخم پہنچے۔ اب اس یورش کے قابل سوائے پیارے شہید کے اور کون تھا۔ سات سو آدمیوں کو ساتھ لے کے آپ ہنڈ کی طرف بڑھے۔ خادی خان کو بھی مولانا اسمٰعیلؒ کے آنے کی خبر ہوئی وہ اپنے قلعہ کی مضبوطی اور فوج ہونے پر اس قدر غرّان تھا کہ اسے کچھ پروانہ ہوئی اور اس نے کہہ دیا اسمٰعیل کی قضا لا رہی ہے بھلا کسی کے گھر پر چڑھ کے آنا مشکل اور کام رکھتا ہے پہلے آپ کا ارادہ تھا کہ شب کو سیڑھیاں لگا کے قلعہ پر چڑھ جائیں مگر شب کو رستہ بھولنے کی وجہ سے یہ ارادہ تو پورا نہ ہو سکا۔ ابھی صبح کی پو پھٹی تھی کہ آپ قلعہ ہنڈ کی دیواروں کے نیچے جا پہنچے۔ کل ڈیڑھ سو آدمی ساتھ تھے اور باقی ماندہ پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ نے خاموشی سے بارہ بندوقچیوں کو بھیج دیا کہ تم دروازہ کے پاس اس ٹیلہ کے پیچھے چھپ کے کھڑے ہو جاؤ۔ جوں ہی دروازہ کھول کر قلعہ میں سے لوگ نکلیں اور شہر کی طرف جانے لگیں تم فوراً قلعہ میں گھس جانا اور انہیں گولیاں مار دینا، بھاگتے ہوؤں کو روکنا نہیں، مقابلہ کرنے والے کو تہ تیغ کرنا۔ ابھی بہت روشنی نہ ہوئی تھی۔ نسیم سحری طفلانہ اٹکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی اور خادی خان کو خبر دے رہی تھی کہ تیرا یہ خواب نوشین زہر آلود ہے۔ مگر وہ کچھ اپنے قلعہ کی مضبوطی میں ایسا مخمور تھا کہ اسے نسیم سحری کے جھوکوں کی اطلاع کی بھی ذرا خبر نہ تھی، جوں ہی مولانا شہید نے بندوقوں کی آواز سنی آپ بھی فوراً بندوق چھتیائے ہوئے معہ ہمراہیوں کے داخل قلعہ ہوئے۔ ہتھیار اٹھانے کی بھی فرصت نہ دی اور سب کو خوف دے کے باہر نکال دیا۔ قلعہ کے دوسرے حصہ میں خادی خان سوتا تھا۔

ٹھائیں ٹھائیں بندوقوں کی آواز ہوئی اور لوگوں کا غل سنائی دیا تو بخبر و بتیں ہڑ بڑا کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھا اور پریشان باہر نکل آیا دیکھا تو یہاں گلی ہی اور کھلا ہوا ہے۔ فوج کے سرداروں کو ڈراؤنی صدائیں پکارا وہاں کسی کا بھی پتہ نہ تھا۔ پھر وہ اپنے کمرہ کے زینہ سے قلعہ کی چھت پر چڑھ گیا اور وہاں سے غل وشور مچانا شروع کیا۔

سراسیمہ ادھر اُدھر بھاگا پھرتا تھا، آخر ایک مسلمان کی گولی نے اُسے تھل بیڑے سے بٹھایا۔

یہ تعجب سے دیکھا جائے گا کہ سوائے سامان حرب کے مولانا شہیدؒ نے قلعہ میں کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا اس کی مستورات کو حکم دے دیا کہ تم جہاں چاہو چلی جاؤ اور اپنا کل مال و متاع لے جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنا تمام سامان لے کے چلتی بنیں۔ اب مولانا شہید کا قبضہ بالکلیہ قلعہ پر تھا۔ مگر مخالفت کی آگ دن بدن بھڑکتی جاتی تھی اور افسوس یہ ہے کہ غریب الوطن مسلمانوں میں کوئی بھی مولانا اسمٰعیل جیسا تدابیر جنگی میں ماہر و کامل نہ تھا پھر کون امید کر سکتا ہے کہ زمانہ کے وہ وعدے جو اس نے مولانا شہید سے بچپن میں کئے تھے پورے ہوتے، اور تمام وہ آرزوئیں جو اول دن سے آپ کی طبیعت میں اٹھ رہی تھیں بر آتیں۔ اکیلا چنا بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا۔

یہاں مولانا شہیدؒ کا قبضہ ہنڈ کے قلعہ پر ہوا اور وہاں پنجتار اور ہنڈ کی راہ مخالفوں نے بند کر دی۔ سید صاحبؒ سخت پریشان ہوئے اور متذبذب تھے کہ کیا کرنا چاہیئے کاش وہ اپنے کل آدمیوں کو لے کے ہنڈ میں چلے آتے تو یہ چشم زخم جو بہادر شہید نے اٹھائی کبھی اس شجاع نفس کو نہ اٹھانی پڑتی۔ خبر نہیں سید صاحب کیا سوچتے رہ گئے اور انہوں نے اسمٰعیل کی ذرا بھی خبر نہ لی، قلعہ میں صرف سوا سو کے قریب آدمی تھے جس میں سے کم ہوتے ہوتے ساٹھ رہ گئے تھے۔ کیونکہ ایک ایک دو دو شخص روز سید صاحب کی خدمت میں روانہ کئے جاتے تھے کہ آپ فوراً قلعہ ہنڈ پر آجائیں، خبر نہیں رستہ ہی میں بیچارے مخالفین کی تیغ برّان کے شکار ہو جاتے تھے یا سید صاحب کے کیمپ میں جا کے غائب ہو جاتے تھے۔

حاکم قلعہ کے بھائی امیر خاں نے تنگ ہو کے اور قلعہ کی فتح سے مایوس ہو کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید صاحبؒ کو جا گانٹھا کہ آپ مجھے قلعہ واپس دلوا دیں میں آئندہ سے شریعت محمدی کے موافق عمل درآمد کرنے کو موجود ہوں وہ بیچارے ایک فقیر طبیعت آدمی تھے انہیں ملکی اور جنگی معاملات سے اتنی دلچسپی نہ تھی گو آپ کی دلیری اور بے جگری میں کلام نہ تھا مگر اکیلی شجاعت جب تک کہ اس کے ساتھ پولٹیکل دماغ نہ ہو محض بے کار ہوتی ہے۔ امیر خان کے بہکائے میں آکے آپ نے مولانا اسمٰعیل کو ایک رقعہ لکھ بھیجا کہ قلعہ فوراً حامل رقعہ ہذا کے حوالہ کر دو یہ آئندہ شریعت محمدی کی اشاعت دینے کی قسم کھاتا ہے۔

شاہ صاحب نے زیادہ وقعت کی نظر سے اس رقعہ کو نہ دیکھا اور اس کا جواب لکھ بھیجا یہ قلعہ اس آسانی سے نہیں دیا جا سکتا، قصہ مختصر کہ آخر حاکم پشاور نے پانچ ہزار فوج سے قلعہ ہنڈ پر حملہ کیا تاکہ اپنے سپاہی کا انتقام لے۔ یہاں پچاس ساٹھ آدمی جن کے پاس سامان بھی بہت کم رہ گیا تھا کیونکر ایسی عظیم الشان فوج کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ سید صاحب کا رستہ دیکھتے دیکھتے شاہ صاحب کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں مگر وہاں صدائے برنخاست کا مضمون تھا، آخر غازی اسمٰعیل محصور ہو گیا۔ حاکم پشاور کے لشکر کی کمان ایک انگریز کیول صاحب نامی کے ہاتھ میں تھی۔ آٹھ دن تک غازی نے ان مٹھی بھر آدمیوں سے پانچ ہزار فوج کو قلعہ پر قبضہ نہ پانے دیا مگر تابکے رسد بند کر دی گئی تھی۔ پانی سوائے چشمان پرنم کے کہیں ڈھونڈے بھی نہ ملتا تھا کیونکر کام چل سکتا تھا۔ حاکم پشاور کو یہ خبر نہ تھی کہ اسمٰعیل ایسا خستہ حال ہے وہ آٹھ دن کے محاصرہ سے خود تنگ آگیا، اس نے کیول صاحب کی معرفت صلح کا پیام دیا۔ چونکہ ایک انگریز کا قدم بیچ میں تھا اس لئے شاہ صاحب کو بھروسہ تھا کہ مجھ سے دغا نہ ہوگی۔ معاہدہ میں یہ امر طے پایا کہ اسمٰعیل اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کے قلعہ سے نکل جائیں کوئی مزاحم نہ ہوگا مگر ہتھیار ایک بھی ساتھ نہ ہو۔ جب عہد نامہ پر کیول کے دستخط ہو گئے تو شاہ اسمٰعیل معہ اپنے جاں نثار ہمراہیوں کے نہتے قلعہ میں سے نکل آئے۔ حاکم پشاور سلطان محمد خان نے سخت بزدلی اور بے ایمانی کو کار فرما کر کے مولوی اسمٰعیل کو ان کے کل آدمیوں کے ساتھ قید کر لیا۔ کیول چونکہ ایک ایمان دار سپاہی تھا۔ اپنے آقا کے اس بزدلانہ پن سے سخت ناراض ہوا، اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت سخت و سُست کہا، نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا، کیوں نے نوکری چھوڑ دی اور شاہ صاحبؒ نہایت بے کسی کی حالت میں قید ہو گئے۔ سلطان محمد نے مولوی اسمٰعیل کو سامنے بلا کے کہا تم جانتے ہو تمہارے ساتھ اب کیا سلوک کیا جائے گا۔ مولانا شہیدؒ نے بیباکانہ جواب دیا تیری شقاوت قلبی اور بے ایمانی سے یہ اُمید ہے کہ تو ہمیں شربت شہادت پلائے، بسم اللہ ہم اس کے لئے تیار ہیں اور بہت خوشی سے خدا کی راہ میں گردن کٹانے کو موجود ہیں۔

یہ خبر خوفناک آگ کی طرح پنجتار میں پہنچی۔ سید صاحب اور غازیوں کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور ہر مسلمان غریب الوطن کا دل دھکڑ پکڑ کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس کے اس سخت جانکاہ غم نے انہیں بزدل نہ بنا دیا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ طیش میں بھر گئے اور انہوں نے عہد کر لیا کہ جب تک اسمٰعیل کا انتقام سلطان محمد سے نہ لے لیں گے ہمیں کھانا پینا حرام ہے۔ سید صاحب نے بصلاح چند مسلمین پشاور کی طرف باگیں اٹھا دیں۔

سلطان محمد نے جب یہ سُنا کہ سید صاحبؒ پشاور کی طرف بڑھے ہیں وہ قلعہ ہنڈ کو چھوڑ کے پشاور میں بل ہانکتا کو دون پھانکتا پہنچا، قیدی اس کے ساتھ تھے۔ یہاں پہنچ کے قیدیوں کو اُس نے ایک سخت گڑھی میں قید کیا جو جو تکلیفیں بے چارے غازیوں کو دی جاتی تھی وہ قابل بیان نہیں گڑھی کے ارد گرد دو سو سواروں کا پہرہ ہر وقت رہتا تھا مگر مولانا اسمٰعیل اپنی رہائی کی تدبیر میں لگے ہوئے تھے، اور اس تکلیف اور سخت تر قید میں بھی مایوس ہو کے نہ بیٹھ رہے تھے۔ ایک دن موقع پا کے آپ فصیل پر مع اپنے کل آدمیوں کے چڑھ آئے وہاں سے دھڑام دھڑام کود کے سواروں پر گر پڑے، سوائے بودی سی لکڑیوں یا پتھروں کے آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ شب کی تاریکی نے سواروں کو سراسیمہ کر دیا کئی سوار گر پڑے، اور کتنے سوار ادھر ادھر جان کے خوف سے چھپ گئے۔ شاہ صاحب کے ہاتھ بیس گھوڑے اور سامان حرب بندوق تلوار وغیرہ لگ گیا، آپ گھوڑوں پر سوار ہو کے یہ غل مچاتے ہوئے بھاگے۔ سلطان محمد خان سے کہہ دینا اسمٰعیل جاتا ہے اگر روکا جائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توروک سے۔

آپ دھڑاکے سے نکلے چلے آئے کسی کا یہ یارا نہ ہوا کہ آپ کا تعقب کرتا۔ یہاں سے رہائی پا کے آپ پنجتار پہنچے اور سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھتے ہی سید صاحب اور کل غازیوں کی جان میں جان آگئی، اور سب نے شکر خدا کیا کہ ظالم عہد شکن کے پنجہ سے کس آسانی سے جان بچائی۔

سید صاحب کا ارادہ تھا کہ اپنا ہیڈ کوارٹر کشمیر کو بنائیں مگر رستہ کے امیروں کی مخالفت سے کوئی امید نہ ہوسکتی تھی کہ غریب الوطن صحیح وسالم کشمیر پہنچ سکیں گے۔ ایک بار شاہ اسمٰعیل صاحب نے کوشش بھی کی مگر انب وعشرہ کا حاکم آپ کا سد راہ ہوا۔ اس لئے آپ کو مجبوراً واپس آنا پڑا، اور اب آئندہ حملہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

دسویں جنگ

مولانا شہیدؒ کو کشمیر کے راستہ میں جس ریاست نے روکا تھا وہ انب کی دولت مند ریاست تھی اس کی سرسبزی اور خودسری کی دھاگ تمام پنجاب پر بیٹھی ہوئی تھی۔ صلاح یہ ٹھہری کہ کشمیر کی جگہ غازیوں کا ہیڈ کوارٹر انب ہی کو کرنا چاہیئے مگر ریاست انب پر قبضہ کرنا کچھ منہ کا نوالہ نہ تھا بلکہ اس مشکل کشائی کے لئے اسمٰعیل جیسے نڈر بہادر اور فنون جنگ کی ضرورت تھی۔ کئی دن کے مشورہ ہونے کے بعد مولانا شہیدؒ نے انب کی طرف باگ پھیری۔

پاھندی خان حاکم انب کو جب معلوم ہوا کہ اسمٰعیل یلغار کرتے ہوئے آرہے ہیں تو اس نے ایک چال چلی یعنے ایک فدویت نامہ لکھ کے شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ کیا اور صاف طور پر تحریر کر دیا کہ میں نے اطاعت قبول کی، احکام اسلام کی پابندی اپنے اوپر فرض جانی، اور اپنی کل ریاست میں احکام جاری کر دوں گا کہ ہر شخص قرآن وحدیث کے مطابق آئندہ سے عمل کرے۔ اس سے بہتر شاہ صاحب کی نظر میں اور کونسی بات آسکتی تھی۔ آپ یہ فدویت نامہ دیکھ کے بہت خوش ہوئے اور باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری ہی برکت سے تیرا جلال پنجاب کے تاریک تر خطہ میں پھیلتا جاتا ہے۔

پائندی خان اپنے خیال میں جب مسلمانوں کو چکمہ دے چکا تو اب اس نے دو ہزار مرد میدان منتخب کر کے حملہ کی تیاری کی اور چاہا کہ غفلت میں سب کو تہ تیغ کر ڈالوں مگر اس کا یہ بزدلانہ خیال خبط تھا جنون تھا اور محال تھا۔ شاہ اسمٰعیل بڑا تجربہ کار اور ہوشیار جنگی شخص تھا وہ اپنی خواب گاہ میں بھی ہتھیار باندھ کے سوتا تھا وہ بالکل امن کی جگہ بھی چوکنا رہتا تھا، اس کی طرف سے قطعاً ہتھیار کھولنے کی ممانعت تھی اور حکم تھا فتح کے بعد بھی ایسے چوکنے اور ہوشیار رہو گویا تم مغلوب ہو چکے ہو اور تمہیں اپنے مہیب دشمن کا خوف ہے۔

شب کے تین بجے پائندی خاں نے اپنے خیال میں غافل پا کے اسمٰعیل پر حملہ کر دیا یہاں سارا معاملہ لیس تھا ایسی خونریزی سے جنگ ہوئی اور بہادر ایسی جان توڑ کر لڑے کہ بڑے نقصان کے ساتھ پائندی خان کو بھاگنا پڑا، اور پھر اس پیمان شکن کا آنب کے کسی ضلع میں بھی ٹکنا دشوار ہو گیا، معمولی طور پر اس کا چند آدمیوں نے تعاقب کیا مگر اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ دریائے اباسین کو عبور کر کے خبر نہیں کہاں کا مارا کہاں جا نکلا۔

آنب چونکہ سرسبز دولت مند اور وسیع ریاست تھی اس لئے فی الحال مولانا شہید نے یہی بہتر سمجھا کہ آنب ہی کو ہیڈ کوارٹر بنایا جائے چنانچہ نہایت اطمینان سے کل دفاتر قاضیوں اور مفتیوں کے کھولے گئے، اور بالکل ہر بات شرع محمدی کے موافق انجام پانے لگی۔ سید صاحب نے نئے طور سے اپنی مہر کندہ کرائی جس پر اسمہ احمد لکھا ہوا تھا۔ مولانا شہیدؒ نے بھی ایک مہر کندہ کرائی، اس پر واذکر فی الکتاب اسمٰعیل لکھا ہوا تھا یہ دونوں مہریں کبھی تو مولانا شہید کی امانت میں رہتی تھیں اور کبھی منشی فضل الرحمان صاحب کے پاس رہتی تھیں ہر شئ کا حساب کتاب ہر منشی کے پاس تھا اور علیحدہ علیحدہ ہر ہر محکمہ کے افسر مقرر ہو گئے تھے تحصیل مالگذاری کا بندوبست بھی بطرز احسن ہو گیا اور جتنی باتیں کہ تدابیر ملکی کے لئے ضروری ہیں وہ سب مولانا شہید جیسے صائب رائے کی بدولت انجام پذیر ہو گئی تھیں اور اب کسی قدر شان دین احمدی معلوم ہوتی تھی۔ غریب الوطن مسلمانوں کو بھی چنداں آرام ملتا تھا اور ہر شخص خوش و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرّم نظر آتا تھا۔

گیارہویں جنگ

یہ ایک قدرتی بات تھی کہ مسلمان لڑاکوں کی دھاک ملک پنجاب پر ایسی زبردست بیٹھی ہوئی تھی کہ ہر لشکری کا دل کانپتا تھا اور بڑے بڑے افسر مانے بیٹھے تھے کہ ہم نے اسمٰعیل جیسا جنرل اور فوج کو لڑانے والا نہیں دیکھا۔

لفظ اسمٰعیل پنجاب میں بچہ بچہ کو معلوم تھا اور اس کا ایسا خوف چھایا ہوا تھا کہ درّانیوں اور سکھوں کی عورتیں اپنے بچوں کو اسٹیل کے نام سے ڈراتی تھیں صرف اس بے نظیر قوی، جری اور شجاع نفس کی بدولت پنجاب کا بہت سا حصہ سید صاحب کے زیر حکومت ہو گیا تھا پنجتار قلعہ لنڈھ اور اس کے تمام اضلاع نوبت بنوبت فتح ہوتے چلے گئے تھے۔ دریائے اباسین کا سارا ملک مسلمانوں ہی کے زیر حکومت تھا۔ زیدہ، تربیلا، پھولڑہ وغیرہ وسیع اور سرسبز صوبے سب فتح ہو چکے تھے۔ اور فی الحال محمدیت نے سب کو اپنا محاط بنا لیا تھا۔ مولانا شہید ارمان بھری خوش خوش نظروں میں دین خدا کی سچی نورانی ہدایت کی اشاعت دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں پھولے نہ سماتے تھے آپ کا اصلی مدعا یہ تھا کہ شرک اور بدعت کی خراب اور غلیظ رسم سٹ کے وحدت پرستی کا نور چمکے۔ اس سے زیادہ ایک مصلح اپنی مرادیں اور کیا کامیاب ہو سکتا ہے۔ خود خداوند تعالیٰ اس جانکاہی اور بے مثال کوشش کی داد دیتا تھا۔ اور تمام مخلوق غرض ذرہ ذرہ مرحبا و مرحبا کی صدائیں بلند کرتا تھا۔ یہ ایک شاعرانہ استعارہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقی بات ہے جب ایک مقدس نفس ایک عظیم الشان غرض کی انجام دہی کر چکتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ بھی نکل آتا ہے۔ اس وقت خود اس کا دل بولتا ہے اور اسے مبارک باد دیتا ہے اور وہ اس آواز کو اپنے کانوں سے سنتا ہے۔ یہ وہ آواز ہے کہ جو حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر آئی تھی اور جس آواز میں خدا بولتا ہے۔ یہ آواز ان ہی مقدس اور برگزیدہ انفاس کو آتی ہے جن کا دل دنیاوی کدورتوں سے پاک ہوتا ہے اور جن کے نورانی قلب پر ہر دم ربانی جلوے پرتو فگن ہوتے ہیں ان کا یقین معمولی یقین رکھنے والوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہیں بڑھا ہوا ہے، ان کا اعتقاد اپنے اکثر ہمعصروں سے درجۂ ممتازیت رکھتا ہے، اپنے دل کی مستقیم حالت سے جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں خداوند تعالیٰ اس میں ہمارا رہبر ہے۔ وہ خدا کا جلال باطنی آنکھوں سے دیکھتے دیکھتے ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھنے لگتے ہیں اور انہیں کچھ تعجب نہیں معلوم ہوتا۔ وہ اپنی تمام آئندہ اور گزشتہ آرزوؤں کو پہلو بہ پہلو اپنے دل میں آتا ہوا اور موجود دیکھتے ہیں اور باہم مقابلہ کرنے کی قوت ان میں پوری ہو جاتی ہے۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اپنی ناکامی کو بھی کامیابی تصور کرکے اس سے خوش دل رہتے ہیں۔ غرض ایسے مصلح جن کے دل اُتار چڑھاؤ کی یہ کیفیت ہوتی ہے اُنہیں یہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ہم دنیا میں محض اصلاح قومی اور خدا کی مخلوق کے لئے بہبودی کے سامان مہیا کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں، اسی پاک اور برتر خیال میں ہوش سنبھالتے ہیں۔ اسی میں جوان ہوتے ہیں، اسی میں پوری عمر میں پہنچ کر جان بحق تسلیم ہو جاتے ہیں۔

سی طرح مولانا شہید کا حال تھا جو آرزو کہ آپ نے ہوش آتے ہی کی تھی وہ نہ دولت ہونے کی تھی اور نہ ملک گیری کی خواہش تھی صرف یہ آرزو تھی کہ جس طرح ہو قرآن و حدیث کے احکام کی پابندی مومنین پھر سرگرمی سے کریں اور اپنے کو کسی کے ساتھ بجز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نسبت دینی سخت بے ادبی اور خیرہ چشمی خیال کریں۔ کتنے غضب کا مقام ہے کہ جس مسلمان سے دریافت کرو کہ تمہارا مذہب کیا ہے یا تم کس گروہ میں ہو تو وہ اس کا جواب یہ دے گا کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں یا حنبلی ہوں یا مالکی ہوں یا کیا جانے کیا کیا ہوں مگر کسی خدا کے بندہ کی زبان سے یہ نہ نکلے گا کہ میں الحمد للہ محمدی ہوں اس سے زیادہ بے ادبی مسلمان ہو کے اور کیا ہو سکتی ہے، کفرانِ نعمت اور محسن کشی اسی کو کہتے ہیں۔ اگر نسبت کا بھی کچھ شرف ملتا تھا تو چار صحابہ کو مگر یہ بات نہ ہوئی، نہ کوئی ابوبکری ہوا، نہ عمری ہوا نہ عثمانی ہوا ہاں حضرات شیعہ خواہ مخواہ اپنے کو شیعانِ علیؓ کہتے ہیں مگر جب ان سے دریافت کیا جائے گا تو جواب یہی دیں گے کہ ہم شیعہ ہیں۔

پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے یہ نکلوا دیا کہ ہم محمدی ہیں چاروں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ اس ضلع میں استنے محمدی آباد ہیں اور اس ضلع میں اتنی تعداد اسلامیوں کی ہے۔

یہ مولانا شہیدؒ کی تائید غیبی بھنی چاہیئے کہ دن بدن ان کی سلطنت خود بخود بڑھتی جاتی تھی اور تمام سرداروں کے فدویت نامے برابر چلے آرہے تھے۔ مسلمانوں کے پاس سامان حرب مکمل ہوگیا تھا، اور چند روز کے آرام نے انہیں پھر کے سے ایسا تازہ دم بنا دیا تھا کہ اب ان کی تلواریں میانوں میں تڑپنے لگی تھیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ جو کئی شکستوں کے بعد بھی اب تک خواب خرگوش میں پڑا سوتا تھا آخر بیدار ہوا، اور متوحش نظروں سے اسمٰعیل کی فتوحات کی لین ڈوری آگے بڑھتی ہوئی دیکھی اس کے ہوش و حواس پراگندہ ہوگئے، اور اب اسے یقین ہوگیا کہ جب تک میں بذات خود اس کا انتظام نہ کروں گا ملک بچنا مشکل ہے۔

سکھ اب تک بالکل بچے ہوتے ایک آدھ شکست کھا کے سیر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے رشوتیں دے دے کے مسلمان رئیسوں کو سید صاحب کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی اور کوئی مسلمان سید صاحب سے مخالفت نہ کرتا بلکہ ساتھ دیتا تو پھر ناممکن تھا کہ پنجاب بھر میں سکھوں کی سلطنت کا نام و نشان بھی رہتا مگر یہ بات ہی اول دن سے ہونی نہ لکھی تھی بھلا کیونکر ہو کے رہتی۔

وہ خیال سکھوں کا کہ مسلمان رئیس ہی اسمٰعیل کو نیچا دکھا دیں گے بالکل خام ثابت ہوا۔ اور اب انہوں نے وحشتناکی سے دارالخلافہ کے مطلع پر غبار جنگ نمودار دیکھا۔ رنجیت سنگھ نے مشورہ کے بعد چار ہزار فوج پیدل اور ایک ہزار سوار چار توپ خانے اور بہت سامان حرب دے کے چتربائی پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کئے۔ اور افسر فوج خالصہ کو آپ ہدایتیں کر دیں کہ یوں جنگ کرنا اور یہ کرنا غرض جتنی باتیں اسے سمجھانی تھیں سب بیان کر دی گئیں۔ وہ جنرل شراب کے نشہ میں سرمست چتربائی پر حملہ آور ہوا۔

شاہ صاحب نے یہ انتظام کیا تھا کہ بہت سے پرچہ نویس ادھر ادھر مقرر کر دئے تھے جو بھیس بدلے ہوئے پھرتے تھے، اور ایک ایک ادنے ادنے خبر لا لا کے دیتے تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرچہ نویسوں نے سکھوں کے لشکر کی پوری پوری خبر دے دی۔ یہ سب سے زیادہ انسب معلوم ہوا کہ مولانا شہید ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ سکھوں کی فوج کا استقبال کریں۔ دو توپیں اور ایک ہزار آدمی لے کے آپ سکھوں کے استقبال کے لئے بڑھے۔ ہزار میں آٹھ سو پیدل اور دو سو سوار تھے۔ چتربائی سے جانب شرق ایک وسیع میدان میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا پہلے دونوں طرف سے توپوں کے فیر ہوتے رہے۔ بعدازاں شاہ صاحب نے حملہ کا حکم دیا پانسو آدمی تو موروچوں پر قابض رہے اور پانسو نے حملہ کر کے دو مورچے اپنے قبضہ میں کر لئے اور پھر آگے آنکھیں پھاڑ کے دیکھا۔ ابھی دست بدست بھی جنگ نہ ہوئی تھی کہ سکھوں کی خالصہ خونخوار مہیب فوج ایسی دم دبا کے بھاگی جس کی نظیر کہیں بھی نہیں معلوم ہوتی۔ خبر نہیں ایک ایک مسلمان انہیں سو سو کے برابر معلوم ہوتا تھا یا خبر نہیں اُن کی صورتیں ایسی دہشت ناک دکھائی دیتی تھیں کہ جہاں انہوں نے حملہ کیا اور مخالفین کے پیر اکھڑ گئے۔

ان متواتر فتوحات سے اندازہ کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ اگر ذرا بھی مسلمانوں میں قوت انتظامیہ ہوتی تو ان کی حکومت قطعی دوبارہ پنجاب پر قائم ہو چکی تھی۔ رنجیت سنگھ جیسے دس اور ہو جاتے تو کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ ایک صرف اسمٰعیل کا دم تھا بھلا وہ کیا کر سکتا تھا اور اکیلا تمام جہان کے فرائض کی انجام دہی اس سے کیونکر ہو سکتی تھی۔ آخر کو انسان تھا خطا وصواب دونوں کا احتمال بلکہ یقین اس کی رائے پر ہو سکتا تھا ہاں واقعات کو پیش نظر رکھ کے یہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسا بہت کم اتفاق پڑا ہے جہاں اس کی رائے نے خطا کھائی ہو ورنہ ایسی صحیح بیٹھتی تھی کہ گویا کسی نے اسے القا کر دی ہے اور بے شک خدا اسے القا کرتا تھا۔ اور اس کا دل خصوصیت سے گزرگاہ جلیل اکبر تھا یہ تعجب سے دیکھا جائے گا کہ اب سید صاحب اور مولانا شہید کی وہ دھاک بندھی ہوئی تھی کہ ایک صوبہ یا ایک قلعہ فتح کیا اور آس پاس کے کئی ضلع اور بھی فتح ہوتے چلے گئے۔ چتربائی کی فتح کیا پائی۔ بیسیوں فدویت نامے امیرانِ دہ کے آنے شروع ہوئے۔ اور سب نے شریعت محمدی کے روشن رستہ میں چلنے کا عہد واثق کیا۔

مسلمانوں پر کبھی مولانا صاحب نے خود حملہ نہیں کیا نہ آپ کو ان سے پر خاش تھی بلکہ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقابلہ میں وہ اپنی شقاوت قلبی سے دنیا کے فانی اور معمولی سے لالچ میں آ کے مسلمانوں کے مقابلہ میں شمشیر بدست ہوتے تھے اور انہیں ذرا بھی شرم نہ آتی تھی۔ آپ نے کبھی کسی ضلع یا ریاست کو اپنے قبضہ میں کر کے کچھ جزیہ نہ چاہا نہ ملک کا کوئی حصہ مانگا بلکہ اس کے مقابلہ میں یہ التجا کی جاتی تھی کہ بدعت و شرک سے تائب ہو جاؤ، اور دین محمدی کی سوسائٹی کے سچے ممبر بن جاؤ جو رستہ قرآن و حدیث بتاتا ہے اس پر چلو اور اس کے خلاف کو گمراہی تصور کرو، بس یہ ہدایت ہوتی تھی اور یہ جزیہ لیا جاتا تھا ساتھ ہی اس کے یہ بھی معاہدہ کر لیا جاتا تھا چونکہ تم بھائی مسلمان ہو اگر ہمارا سکھوں سے مقابلہ ہوا تو تم ہماری جان و مال سے مدد کرنا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں باب

فتح پشاور اور بعض بے اعتدالیاں

پے درپے کی کامیابیوں نے ایک زبردست اثر اضلاع سمہ اور پشاور کے سرداروں پر ڈالا، اور دن بدن اکثر ریاستیں خود بخود مطیع ہوتی گئیں، جب یہ قوت مسلمانوں کو حاصل ہوئی تو مولانا شہیدؒ کے مشورہ سے پشاور کی طرف باگیں پھیریں اور ارادہ کیا کہ پشاور کو زیر فرمان شریعت کر کے لاہور پر ایک زبردست حملہ کی تیاری کر دی جائے۔ مولانا شہید کے رعب کی ہیبت قوت نے کسی کو یارا نہ دیا کہ وہ پشاور کے رستہ میں مزاحم ہوتا۔ آخر آپ بے روک ٹوک حدود پشاور سے گزر کے اس کی چار دیواری کے نیچے پہنچ گئے۔

اس وقت حاکم پشاور دست بستہ حاضر ہوا، اور سید صاحب کے ہاتھ پر بڑے جھگڑے اور قیل وقال کے بعد بیعت کی، اور ٹھنڈے پیٹوں ملک پشاور سید صاحب کے سپرد کر دیا، اور عرض کیا حضور کو اختیار ہے خواہ مجھے اپنی جگہ پر بحال کریں یا اپنا دوسرا خلیفہ مقرر کر دیں۔ اب یہاں اور مملکت کے ایک بہت بڑے ماہر کی ضرورت تھی۔ جب خدا نے اس آسانی سے ملک دے دیا تھا، اس کو اسی آسانی سے کھو دینا ایک پولیٹیشن کی نگاہ میں وقعت پیدا نہیں کرتا۔

جب لشکر اسلام پشاور میں داخل ہوا ہے تو چاروں طرف مبارک باد کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور بظاہر ہر شخص خوش و خرم معلوم ہوتا تھا۔ سلطان محمد خان نے چند ہی روز میں سید صاحبؒ کو کچھ ایسا شیشہ میں اُتار لیا کہ اُنہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ملک پشاور پھر اُسی کو تفویض کیا جائے۔ مولانا شہیدؒ نے جب سید صاحبؒ کو ایسا آمادہ پایا تو آپ خاموش ہو رہے اور کچھ زبان پر نہ لائے، حالانکہ آپ کی مرضی ہرگز نہ تھی کہ ایسا کیا جائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اپنے پیر کا ادب مانع تھا کہ ان کی آمادگی کے خلاف رائے زنی کی جائے اور جو تصور بندھ گیا اس کی مند میں سمجھایا جائے ۔ جاہل سے لے کے عالم تک حتیٰ کہ اسی ملک کے اکثر سردار جو سید صاحبؒ کے دل سے معتقد تھے، برابر اپنی ناراضی ظاہر کر رہے تھے بلکہ دو چار نے تو جرأت کر کے سید صاحبؒ کی خدمت میں عرض بھی کر دیا کہ سلطان محمد خان حاکم پشاور اور اس کے بھائیوں نے بارہا عہد شکنی کی ہے اور ہمیشہ بیعت کر کر کے پھر گئے ہیں اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہے ۔ آپ کبھی اس پر بھروسہ نہ کریں، اور اس ملک کو اس کے سپرد نہ کریں مگر سید صاحب نے اپنی نیک نیتی سے کسی کے مشورہ کو نہ مانا اور آخر اسی کو امیر پشاور کر کے آپ پھر پنجتار میں واپس چلے آئے ۔

ہاں انتظام میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا، قاضی اور وہ یکی (عشر) کی تحصیل کرنے والے مقرر کئے گئے اور عام حکم دے دیا گیا کہ شراب افیون چانڈو اور مدک کوئی نہ پینے پائے ۔ شراب کی بھٹیاں توڑ دی گئی تھیں، کسبیاں اور خانگیاں ناپید کر دی گئی تھیں اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھتا تھا اس کو تعزیر دی جاتی تھی ۔ عموماً پنجاب کے باشندے ترک اور نشئی چیزوں کے استعمال کرنے کے عادی تھے، انہیں یہ قیود سخت قہرناک معلوم ہوئیں مگر ابھی غازیوں کا سکہ جما ہوا تھا کوئی چوں تک نہ کر سکتا تھا ۔ چہ جائے کہ علانیہ مخالفت کرتا، ملک پشاور درحقیقت مولانا شہید یا سید صاحب کا رام ہو چکا تھا اور ہر شخص یہی جانتا تھا کہ سلطان محمد ان ہی کی طرف سے حکمرانی کرتا ہے ۔ احکام شریعت ناگوار صورت میں پبلک کے آگے پیش کئے جاتے تھے ۔ سید صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا کہ وہ شرع محمدی کے موافق عمل درآمد کریں مگر ان کی بے اعتدالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جا رہی ہیں، مجاہدین میں سے کسی شخص نے انہیں پکڑا اور زبردستی مسجد میں لے جا نکاح پڑھا لیا ۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مجاہدین میں سب طرح کے آدمی تھے برے بھی اور بھلے بھی بلکہ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ برے زیادہ اور بھلے کم تھے ۔ کبھی علانیہ طور پر سید صاحب کے کسی ساتھی کو سزا نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی گئی۔ حالانکہ اکثر ناجائز افعال ان سے سرزد ہوا کرتے تھے۔ یہ محض ناممکن تھا کہ نوجوان عورت رانڈ ہوکے عدت کی مدت کے گزر جانے پہلے خاوند بیٹھی رہے اس کا جبراً نکاح کیا جاتا تھا خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ پشاور میں بڑے بڑے سرداروں میں نکاح ثانی کی رسم نہ تھی، اور اُسے سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے یہ مانا کہ نکاح ثانی قرآنی حکم ہے۔ مگر جس ناگوار طریقہ سے وہ پبلک کے آگے پیش کیا گیا تھا وہ ناقابل برداشت تھا۔

ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی کہ میرا نکاح ثانی ہو مگر مجاہد صاحب زور دے رہے ہیں نہیں ہونا چاہیئے۔ آخر ماں باپ اپنی نوجوان لڑکی کو حوالہ مجاہد کرتے تھے اور ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔

ایک ایک چھوٹے چھوٹے ضلع قصبہ گاؤں میں ایک ایک عمال سید صاحب کی طرف سے مقرر ہوا تھا وہ بے چارا جہانداری کیا خاک کرسکتا اُلٹے سیدھے شریعت کی آڑ میں نئے نئے احکام بے چارے غریب کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اُف نہ کر سکتے تھے۔ کھانا پینا، بیٹھنا، اٹھنا، شادی بیاہ کرنا سب ان پر حرام ہوگیا تھا، نہ کوئی منتظم تھا نہ کوئی دادرس تھا۔ معمولی باتوں پر کفر کا فتویٰ ہو جانا کچھ بات ہی نہ تھا۔ کاش مولانا شہید پشاور کے عامل ہوتے تو پشاوریوں پر یہ ظلم نہ ہوتا۔ ذرا کسی کی لبیں بڑھی ہوئی دیکھیں، اس کے لب کتروا دیئے۔ ٹخنوں سے نیچے تہبند دیکھی ٹخنہ اڑوا دیا۔ تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی۔ انتظام سلطنت ان مسجد کے ملانوں کے ہاتھ میں تھا جن کا جلیس سوائے مسجد کے دلو درس کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب ان کو منتظم امور سلطنت بنا دیا گیا تھا اور پھر غضب یہ تھا کہ اُن پر کوئی حاکم مقرر نہ تھا کہ پبلک ان کی اپیل اعلےٰ حکام کے آگے پیش کرے۔ ان ہی بے دماغوں کے فیصلے ناطق سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کر لیا جاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی قابل تنسیخ اور ترمیم نہیں ہے۔ کیسا ہی پیچیدہ مقدمہ ہوتا تھا۔ اس کی گھڑی بھر بھی تحقیق نہ کی جاتی تھی نہ اس پر غور کیا جاتا تھا بس ملاں جی کے سامنے گیا اور اُنہوں نے پھٹ سے فیصلہ دے دیا۔ کون جھک جھک کرے اور کون تحقیق کی تکلیف برداشت کرے۔ سید صاحب کی خدمت میں شکایتوں کی عرضیاں گزر رہی تھیں مگر دہاں بھی پرسش نہ ہوتی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ آپ کو یقین تھا شریعت کے ارکان کی پابندی کرنے کے چونکہ یہ عادی نہیں ہیں اور اب انہیں پابندی کرنی پڑتی ہے، اس لئے یہ ہمارے آدمیوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ مولانا شہید خاموشی سے اس بے انتظامی کو دیکھ رہے تھے اور سکتہ میں تھے کہ دیکھئے اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

غرض ایک عام ناراضی ان نئے منتظموں کی طرف سے تمام ملک پشاور میں پھیل گئی، اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ باہم ان کے قتل کی سازشیں ہونے لگیں۔ تاہم ابھی بہت کچھ رعب کی دھاک بندھی ہوئی تھی اور رئیسوں پر سکہ جما ہوا تھا وہ ابھی ان خونخوار سازشوں میں جو منتظموں کے خلاف کی جاتی تھیں شریک نہ تھے۔ گو ان کے تیور بھی بدلنے لگے تھے، پھر بھی ان میں سنجیدہ سکوت حکمرانی کر رہا تھا۔

بدقسمتی سے ایک نیا گل کھلا گل کیا کھلا گویا غازیوں یا مجاہدوں کی زندگی کے شیرازہ کو اس نے پراگندہ کر دیا۔ باہم یہاں کے کل عمّال نے جن کی تعداد ہزار سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی ایک فتویٰ مرتب کیا اور اسے پوشیدہ مولوی اسمٰعیل کی خدمت میں بھیج دیا۔ فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ بیوہ کا نکاح ثانی فرض ہے یا نہیں۔ مولانا شہید کیا واقف تھے کہ ملک پشاور میں یہ آگ پھیل رہی ہے اور اس وقت اس فتویٰ کی اشاعت سخت غضبناک ہوگی۔ آپ نے سادہ طور پر اس پر اپنی مہر کر دی، اور سید صاحب کی بھی اس پر مہر ہو گئی۔ اور پھر وہ فتوے قاضی شہر پشاور سید مظہر علی صاحب غازی کو بھیج دیا گیا۔ انہوں نے اس فتویٰ کی اشاعت ہی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضرور ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔

اس اعلان کا شائع ہونا تھا تمام ملک مجاہدین کے خلاف شمشیر بدست ہو گیا۔ بہت دھوم دھام سے سازشیں ہونے لگیں اور ایک عام کہرام تمام ملک پشاور میں مچ گیا۔ بڑے بڑے خوانین جو اپنی رانڈ لڑکیوں کا نکاح کرنا سخت عیب خیال کرتے تھے بڑے افروختہ ہوئے اور انہوں نے باہم یہ مشورہ کیا کہ تین دن کی مدت میں ان سب کو تہ تیغ کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالو۔ مجاہدین نے بھی آخروقت میں بھانپ کے جب سب سامان ہو چکا تھا اُن کے تیور پہچانتے اور اب وہ خائف ہو کر سید صاحب کو لکھنے لگے کہ یہاں یہ کیفیت نظر آتی ہے۔ سید صاحب کچھ ایسے بے پرواہ ہو گئے تھے کہ انہوں نے کچھ بھی خیال نہ کیا نہ مخبروں کی خبروں پر کچھ توجہ کی جو دم بدم یہ پرچہ گزار رہے تھے کہ آپ جلد فوج لے کے اس طرف روانہ ہوں ورنہ خاتمہ ہی ہوا چاہتا ہے۔

سید صاحب نے مطلق توجہ نہیں کی آخر نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم اعلےٰ مولوی سید مظہر علی صاحب جو اس آتش فشاں فتوے کے بانی مبانی اور اشاعت دہندہ تھے اور جنہیں سید صاحب نے بڑے اعتبار اور بھروسہ سے مقرر کیا تھا۔ سلطان محمد حاکم پشاور کے دربار میں معہ ساتھیوں کے بُلائے گئے اور فوراً ان کا سر قلم کیا گیا اور عام حکم دے دیا گیا کہ ایک ایک مجاہد قتل کیا جائے۔ ساری رات میں کل مجاہدوں کی جو بطور منتظم مختلف حصص میں متعین تھے گردنیں اُڑا دی گئیں اور نہایت بے کسی کی حالت میں ان میں سے اکثر سڑکوں پر بکروں کی طرح لٹا کے ذبح کئے گئے۔

یہ خونی خبر وحشت ناک آگ کی طرح پنجتار میں سید صاحبؒ کے گوش حقیقت نیوش میں بھی پہنچی۔ آپ نے یہ خبر گوش گزار فرما کے خون کے آنسو روئے اور ایسا صدمہ ہوا کہ کل ارادے پست ہو گئے، اور ایسی مایوسی چھائی کہ انتقام کی بھی ہمت نہ رہی۔ پیارے شہیدؒ کا دل سب سے زیادہ ٹوٹ گیا تھا اور وہ سخت حرمانی کی بھری ہوئی نظروں سے چاروں طرف تکنے لگے۔ اب کیا تھا کمر ٹوٹ چکی تھی اور پیروں کے نیچے سے زمین نکل چکی تھی ظاہر تھا کہ کئی برس خون پسینہ ایک کر کے پنجاب کے بڑے حصہ پر سکہ بٹھایا تھا اور وہ آناً فاناً میں یوں خیرباد ہو گیا۔ کثیر التعداد مجاہدین کا مارا جانا بھی قہرناک تھا اور پشاور کا ملک چھن جانا تو سب سے ہی زیادہ خونی اثر پیدا کرنے والا تھا۔ ان تمام ناگفتہ بہ غمناک صورتوں نے مولانا کو بٹھا دیا اور پھر اس شیر میں بھی یہ اُولوالعزمی نہ رہی کہ وہ اپنے دوستوں کا عوض لیتا۔ اب اس نے اپنی شکستہ دلی اور سخت مایوسی کی حالت میں اپنے کو بالکلیہ اپنے محترم پیر کے حوالہ کر دیا کہ جو کچھ یہ چاہے جو کچھ یہ کرے اس کا ساتھ دو خود کوئی بات سوچنا اور مشورہ دینے کا کام نہیں ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید صاحب مولانا شہید سے بھی زیادہ شکستہ خاطر تھے۔ آپ نے یہی بہتر جانا کہ اس ملک پنجاب کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ ہر چند لوگوں نے سمجھایا مگر آپ نے نہ مانا اور کہا جہاں میرا خدا لے جائیگا میں چلا جاؤں گا۔

جب آپ پنجاب سے ہمیشہ کے لئے ہجرت کی تیاری کر رہے تھے تو روانہ ہونے سے دو دن پہلے جمعہ کے دن اپنے کل ساتھیوں کو باآواز بلند اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا اور یہ بھی اذن دے دیا جو شخص اپنے وطن جانا چاہتا ہے بخوشی جائے اس میں میں ناراض نہیں ہوں میرے ساتھ وہی شخص رہ سکتا ہے جسے تین تین وقت کے فاقے برداشت کرنے اور برہنہ پا جنگلوں میں چلنا گوارا ہو بعض یہ سُن کے تو رخصت لے کے چلے آئے اور اکثروں نے یک زبان ہو کے یہ کہا ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

ملک سمہ والوں نے ناقابل بیان مظالم مجاہدین پر توڑے تھے اور سخت کینہ پن سے اُنہیں فریب دے دے کے ضائع کیا تھا۔ ایک شخص نے جب قافلہ مجاہدین ہجرت کر رہا تھا مولانا شہیدؒ سے کہا سمہ والوں سے تو اپنے ساتھیوں کا انتقام لو اُنہوں نے سب سے زیادہ عہد شکنی اور ظلم توڑے ہیں آپ نے ٹھنڈا سانس بھر کے فرمایا خدا منتقم حقیقی کافی ہے۔ یہ دعا یہ جملہ بارگاہ ایزدی میں قبول ہو گیا۔ آپ کو ملک سمہ چھوڑے ہوئے دو تین دن ہی گزرے ہوں گے کہ خالصہ فوج سکھاں سمہ پر آپڑی اور دیسیوں پر ایسی خونریزی کی جس کی نظیر اس ملک کی تاریخ میں کہیں نہیں ملے گی۔ اہل سمہ کے گھر جلا دیئے اور سکھوں کی جس تلوار نے ماؤں کو قتل کیا ان ہی تلواروں نے بچے بھی قتل کئے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اچھال اچھال کے تلواروں سے چورنگ اڑا دیئے گئے۔ گھر کھیت سب جلا کے خاکستر کر دیئے گئے، جب اس قدر خونریزی ہوئی تو سمہ کے باشندے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا خدا کے لئے چلئے اور ہمارے سروں پر ہاتھ رکھئے۔ اب ہم آپ سے بغاوت اور عہد شکنی نہ کریں گے۔ مولانا شہید بھی اس وقت موجود تھے۔ آپ نے سید صاحب کی اجازت سے جواب دیا، خدا ہی اپنی حکمت کو خوب جانتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری سزا یہی ہے تم نے ہم سے دغا کی اور بے گناہ مسلمانوں کا خون کیا۔ سکھوں نے اس کی تادیب تمہیں پوری دی۔ اور اسی کے تم لائق تھے اب تم جاؤ اور اپنے کام سے لگو۔ یہ سن کے وہ چلے گئے اور سید صاحب راج دواری (ملک کاغان) میں جا کے مقیم ہوئے۔ آگے جانے کے راستے برف باری سے بند ہو گئے تھے۔ مجبوراً سید صاحب کو وہیں قیام کرنا پڑا کچھ کچے پکے مکانات بھی تیار ہو گئے، اور مہاجر بآرام اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔

ناظر جب مولانا شہید کی بے مثال امنگ اور اولوالعزمی کو دیکھے گا اور بعد ازاں اس کا نتیجہ ملاحظہ کرے گا تو اُسے پیارے شہید کی زبردست طبیعت کا نقشہ بخوبی معلوم ہو جائے گا اور وہ یہ سمجھ لے گا کہ دنیا میں جتنے حکمران شمشیرزن یا مصلح ہوئے ہیں وہ سب اسی طبیعت اور بے نظیر لیاقت کے ہوئے ہیں جس کی مایوسی اور ناکامی کامیابی کے مساوی تھی اور جس نے کسی کام میں فیل ہونے پر افسوس نہیں کیا اور ہمیشہ اپنا کامل بھروسہ خداوند حقیقی پر رکھا، وہ پیارا شہید تھا جس نے ہندوستان میں عبدالوہاب کی طرح شریعت محمدی کا ٹھنڈا خوشگوار شربت ہندوستانی مسلمانوں کو پلایا اور ان کی قابل تنفر عادتوں اور رسوم کو ایسا مٹا دیا کہ آئندہ پھر کبھی اُن کی اولاد اس طرف متوجہ نہ ہوگی۔ ایسا شیر ایسا دلیر ایسا مصلح ایسا اپنی متواتر کوششوں میں کامیاب اب اس خطہ سے ہجرت کر رہا ہے کہ جس میں اس نے توحید کا بیج بویا تھا اور جس نے سکھوں کے قابل رحم مظالم سے نجات دلوانے کا بیڑا اٹھایا تھا اور جس کا بہت سا حصہ سخت خونریزی کے بعد صاف کر دیا تھا اور اب اپنے بوڑھے پیر کی ماتحتی اور اطاعت میں سرنگوں آنکھیں نیچی کئے ہوئے خاموشانہ حالت میں چلا جاتا ہے اور کچھ نہیں کہتا مگر اس کی باطنی نظریں پنجاب کے نامکمل خطہ کی طرف پڑ رہی ہیں کہ جسے وہ ادھورا چھوڑ کے جاتا ہے اور جتنی کوشش کی تھی اس کا پھل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے گا۔

ابھی چند روز کا عرصہ ہوا تھا کہ تمام پنجاب میں بجز چند حصوں کے دین محمدی کی اشاعت ہو گئی تھی اور سب نے باتفاق عہد کر لیا تھا کہ آئندہ سے قرآن وحدیث پر عمل کیا جائے گا اور ہونے بھی لگا تھا۔ مگر ان بے اعتدالیوں کی کسے خبر تھی جو عمال اور سید صاحب کے مقرر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئے ہوئے قاضی پشاوریوں پر توڑیں گے اور مولانا شہید کی ساری کوشش یوں بیکار جائیگی گو اس کوشش کا روحانی اثر پنجابیوں پر تو بہت کچھ رہا اور آئندہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائیگا نکلتا آئے گا مگر ملکی اثر کچھ نہ رہا سوا اس کے کہ ایک ویران ملک میں ان کا کچھ بقیہ نظر آتا ہے۔

روحانی اثر جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ابھی تک پنجاب کے کسی نہ کسی ضلع میں دکھائی دیتا ہے جتنے لوگ مسلمان ہیں بدعت و شرک، گور پرستی، تعزیہ پرستی نہیں کرتے۔ اور اس اکیلے خدا کی پرستش کرتے ہیں جس کا شاہد قرآن ہے اور نہیں پنجاب میں تو کوسوں بھی نظر نہ آتا تھا کہ ایک شخص بھی اللہ کا نام لیتا ہوا سنائی دیا ہو۔ سوائے غوث اور قطب کے ان کا کوئی خدا ہی نہ تھا۔

حقیقت میں یہ صحیح ہے کہ ناتجربہ کاروں کی ہمراہی ایک مدبر اعلیٰ کی لائقہ تدابیر کو بدنما لباس پہنا دیتی ہے جو کچھ پیارے شہید نے کیا اس کے کاموں کا بہت ساحصہ ہر عیب و خطا سے پاک ہے ہاں بعض بعض امور ملکی میں اس سے سخت غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن پھر بھی ان غلطیوں کا اثر اسی کی ذات تک رہا، دوسرے اس کے ساتھیوں پر نہ پڑا۔ مگر حیف صد حیف اس کے ہمراہیوں نے تو لذائذ نفسانیہ اور اپنی خردماغی سے لٹیا ہی ڈبو دی اور ایسا ستیا ناس کر دیا کہ اسے ملک پنجاب چھوڑتے ہی بن پڑا۔

ایک[1] یورپین مورخ اس افسوس ناک واقعہ کی نسبت یہ تحریر کرتا ہے۔ "سید احمد صاحب نے یہ ضرورت سمجھی کہ وہ اپنے ہندوستانی پیرواں کو اپنے فضل و کرم سے نہال کر دیں جن کا ان پر کامل بھروسہ تھا۔ پہلے آپ نے اپنے کو سرحدی لوگوں سے (دہ یکی) عشر لینے میں محدود کیا اس امر کو انہوں نے خفیف انسکراہ سے برداشت کیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم سے دہ یکی نیک کام میں خرچ کرنے کے لئے لی جاتی ہے۔ مگر جب سید صاحب کے پیروان دہ یکی سے گزر کے زیادہ لینے لگے تو سرحدی لوگ سخت برہم ہوتے اور جس کا نتیجہ سید صاحب کے لئے بہتر نہیں ہوا۔ سید صاحب کا مزاج صلح کل حاکمانہ امتزاجی

---

[1] دی انڈین مسلمان مصنفہ ہنٹر صاحب صفحہ ۱۸-۱۷۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنصر اپنے میں بہت کم رکھتا تھا بلکہ اس میں سخت تعصب اور فتنہ انگیزی استغفراللہ آمیز ہو رہی تھی جس نے اس حیرت انگیز اثر کو جو سرحدی لوگوں پر ہوا تھا آناً فاناً میں ملیامیٹ کر دیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ میری قوت زوال پذیر ہو رہی ہے۔ آپ نے اور بھی زیادہ سرحدی لوگوں پر سختی کی اور ان کے ساتھ سخت ناانسانیت کا برتاؤ کیا جس نے سرحدیوں کی اس بے نظیر محبت کی دوشیزہ نازک لڑکی کو مجروح کیا، جس نے ان پر غضب کا عجیب افسوں پھونکا تھا، آپ نے پہاڑی آدمیوں کی شادی بیاہ کی رسوم میں دست اندازی کی جو اپنی لڑکیاں بڑے بڑے امیروں کو پیسے کے لالچ میں بیاہ دیتے تھے یا یہ کہو کہ ان کے ہاتھ فروخت کر ڈالتے تھے، اور چونکہ آپ کے ساتھی غریب الوطن تھے، اور اب انہیں جوروؤں کی بھی خواہش تھی تو آپ نے ایک فرمان جاری کیا کہ جتنی کواری لڑکیاں ہیں وہ سب ہمارے لیفٹنٹ کی خدمت میں مجاہدین کے لئے حاضر کی جائیں گی، اگر ان کی شادی بارہ دن میں نہ کر دی گئی، قوم کی قوم اس اعلان سے بھڑک اٹھی اور اس نے ہندوستانی آدمیوں کو قتل کر ڈالا، سید صاحب بڑی دقت سے اپنی جان بچا کے بھاگے۔" یہ بیان ایک یورپین مؤرخ کا ہے۔ میں ان الفاظ کی تائید نہیں کرتا جو اس نے سید صاحب کی نسبت لکھے ہیں نہ مجھے اس کا پتہ لگا ہے، آیا یہ اعلان سید صاحب نے جاری کیا تھا اس کی بابت جو کچھ میں اپنے گزشتہ صفحوں میں لکھ آیا ہوں درحقیقت وہی بات ٹھیک ہے اور اس میں ذرا بھی تفاوت نہیں ہے۔ گو بعض ہمارے ہمعصر سوانح نویسوں نے اس کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا ہے، اور سوئے ادبی کے خیال نے انہیں دیانت داری سے باز رکھا مگر ہم نے اپنی ایمان داری سے جو واقعے ہمیں پہنچے انہیں بے کم وکاست یہاں درج کر دیا۔

بار بار زیادہ افسوس اس بات کا آتا ہے کہ وہی مثل یہاں صادق آتی ہے۔ "کرے ڈاڑھی والا اور پکڑا جائے موچھوں والا" مولانا شہید نے تو اس محنت اور جانکاہی سے ملک پنجاب کے اتنے بڑے حصہ کو مسلمانوں کے لئے صاف کر دیا تھا اور ناتجربہ کاروں نے چند بے اعتدالیوں سے اپنی جانیں بھی کھوئیں اور مفتوحہ ملک چھنوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ ایسا کہ تسمہ تک لگا ہوا باقی نہ چھوڑا۔ وہ عظیم الشان بہادر جس نے رنجیت سنگھ جیسے شیر پنجاب کے خونخوار پنجوں سے اتنا بڑا ملک چھین لیا تھا۔ خرد ماغ ملانوں نے اس آسانی سے اپنی جانوں کے ساتھ اُسے بھی کھو دیا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہواں باب

شہادت

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دنیا کی ناپائیداری کا المناک اور دل بجھا دینے والا خیال عجیب و غریب قوت سے تمام جہان میں پھیل رہا ہے اور ہر شخص خواہ فاضل ہو یا جاہل خود بخود اس عظیم الشان تغیر و تبدل سے جو روزمرہ اس کی آنکھوں کے آگے ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا استنباط کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے جو کچھ میں نے کیا یا آئندہ جو کچھ کروں گا چند روز میں اس کا نام و نشان تک مٹ جائے گا، اور پھر صفحہ ہستی پر شمہ برابر بھی نہیں رہنے کا وہ خیال کرتا ہے ہزاروں ہنشا ہو گئے کوئی بھی نہیں جانتا کہ کہاں تھے اور کہاں چلے گئے ۔ آنزا کہ خبر شد خبرش باز نیامد ۔

یہ پست اور فانی خیالات اس کے دل کو بجھا دیتے ہیں اور پھر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے کسی گوشہ میں عزلت گزینی اختیار کرتا ہے اور اس تنزل حالت میں اپنی زندگی گذار دیتا ہے مگر حقیقت میں یہ اس کی بڑی بھاری غلطی ہے ۔ دنیا ناپائیدار ہے مگر انسان ایک دائمی چیز کا نام ہے یہ مانا کہ ذات باری کے آگے اس کو مداومت کا درجہ حاصل نہیں ہے ۔ پھر بھی وہ اس تمام کائنات سے زیادہ دیر قائم رہنے والا ہے مگر یہ ان پاک برتر نفوس کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی لعل سی جانیں اصلاح بنی نوع اور بہبودیٔ خلائق کے لئے قربان کر دیں اور اپنا دھن من تن قوم پر قربان کر دیا ۔ گو وہ ایک مقررہ مدت کے بعد آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر در حقیقت وہ مٹتے نہیں ہیں، اور جوں جوں زمانہ گزرتا ہے اور ان کی سچی زندگی میں جان پڑ جاتی ہے یہ کیونکر سمجھ میں آ سکتا ہے کہ آفتاب اور سیارے تو لاکھوں برس سے قائم ہیں اور ابھی ان کی زندگی کی کوئی حد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں مگر انسان جو ان سے اشرف اور اعلیٰ ہے چند روز میں فنا ہو جائے اور پھر اس کا نام و نشان تک مٹ جائے۔ یہ خیال یا عقیدہ جس قدر رکیک اور خام ہے اسی قدر انسان کے لئے ایسا خیال کرنا خیرہ چشمی اور سوء ادبی ہے۔

مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب گو ہماری ظاہری آنکھوں کے آگے سے غائب ہو گئے مگر وہ اب بھی ہم میں موجود ہیں۔ ہم بعض وقت اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں مگر ان کا تصور نہیں جاتا اور ہر دم اپنے سچے محسن کی یادگار رہتی ہے۔ جو نمایاں کام مولانا شہید نے کئے وہ معمولی نظروں سے دیکھنے کے قابل نہیں ہیں بلکہ گہری اور عمیق تر نگاہیں جب تک ان معاملات میں نہ بیٹھ جائیں گی، کبھی ان کا اصلی رتبہ اور سچا ارتفاع نہیں کھلے گا۔

جب پشاور میں ملاؤں کی بعض بے اعتدالیوں نے غضب ڈھایا ہے اور سید صاحبؒ کو پنجاب چھوڑتے بن پڑی ہے۔ اس وقت پیارے شہید کے دل کی جو کیفیت تھی وہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس پر ایک ہزارواں حصہ بھی ایسی مایوسانہ حالت کا گزر چکا ہے کس شوکت سے جس حصہ پنجاب کو سکھوں کے ہاتھ سے چھینا تھا وہ چند بد دماغوں کے صدقہ میں آناً فاناً میں ہاتھ سے نکل گیا وہ امیدیں جو پشاور فتح ہونے کے بعد طبیعت میں مدت مآب ولولوں کا جامہ پہن کر اُٹھ رہی تھیں ایک خونریز دور سے سب کا خاتمہ ہو گیا۔ ایسی قاتل اور فنا کر دینے والی حالت میں کسی معمولی انسان کا زہرہ ہے کہ وہ ایک سکنڈ بھی زندہ رہ سکے اور اس کا پتہ پانی ہو کے نہ بہہ جائے۔

مگر یہ اسمٰعیل ہی کا دم تھا کہ اس نے بمقتضائے فطرت بشری حسرت بھری نگاہوں سے تو اس واقعہ جانکاہ کو دیکھا، اور ایک سرد آہ کھینچی مگر وہ صبر سے خاموش ہو رہا اور اپنے پیر کی متابعت میں اسی طرح سرگرم پر جوش بن گیا۔ گو فطرۃ کے ہنروں کا کامل نمونہ تھا مگر زمانہ نے اسے لمحہ کی لمحہ اپنی آنکھوں پر بٹھانے سے انکار کیا اور آخر اب وہ زمانہ آیا کہ وہی زمانہ جس نے انکار کیا تھا اب آنکھوں پر بٹھاتا ہے، اور آرزو کرتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل کے نام سے میں ہمیشہ کے لئے مستفیض کیا جاؤں۔

پشاور کا ہاتھ سے نکلنا تھا اور سید صاحب کے گروہ کا خاتمہ ہو جانا تھا۔ جب آپ بالاکوٹ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لے جا رہے تھے۔ رنجیت سنگھ والئے لاہور نے یہ موقع غنیمت جان کے شیر سنگھ کی سرکردگی میں بیس ہزار فوج سکھوں کی روانہ کی کہ پہاڑوں ہی میں ان کا فیصلہ کر دے اور ایک خونریز میدان کے بعد مجاہدین کی قسمتوں اور کوششوں کو انجام پر پہنچا دے۔

آپ بالاکوٹ پہنچے تھے کہ پیچھے سے سکھوں کا لشکر بھی آ دھمکا۔ جو راستہ کہ سید صاحب نے اختیار کیا تھا وہ حد سے زیادہ تنگ تھا ایک توپ بھی نہیں جا سکتی تھی دو آدمی برابر نہیں نکل سکتے تھے۔ جب سکھوں کے حملہ کی خبر ہوئی تو مولانا شہیدؒ نے پہاڑوں پر چڑھ کے دو تین مورچے بنائے اور ہر مورچہ پر قلیل تعداد آدمیوں کی مقرر کر دی۔ آپ نے خود ایک مسجد کے غرب رویہ مکان میں اپنا مورچہ بنایا تھا۔ کل تعداد مسلمانوں کی نو سو سے زیادہ نہ تھی اور پھر لطف یہ کہ سوائے توڑے دار بندوقوں کے توپ ایک بھی نہ تھی جو توپیں کہ آپ پنجتار سے لائے تھے وہ رستہ کی تنگی کی وجہ سے امرائے دہ کو دیتے آئے تھے یا اُن کے پاس امانتاً رکھ دی تھیں۔ اب صرف تلواریں اور بندوقیں رہ گئی تھیں پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ بیس ہزار فوج سے یہ آٹھ سو نو سو آدمی مقابلہ کر سکتے اور مخالفین کی آتش فشاں توپوں کا جواب دیتے۔

مولانا شہیدؒ سمجھ گئے تھے کہ بس یہ آخری میدان ہے جہاں تک ہو سکے جان توڑ کر لڑیں اور مسلمانوں کے لئے اپنی جان قربان کر دیں۔ پہاڑی بدذات قومیں روپیہ کے لالچ سے مسلمان ہو کے سکھوں سے گٹھ گئی تھیں، اور انہوں نے رستہ ہی دینے پر قناعت نہ کی بلکہ سید صاحبؒ کے ضعف کی کیفیت بھی ساری بیان کر دی، اب وہ وقت آ لگا کہ جانباز بہادر اپنی اصلی شجاعت کا جوہر دکھا کے سکھوں کے مقابلہ میں جوانمردی سے شہید ہو۔

تھوڑی دور کے فاصلہ پر سکھوں نے اپنی مورچہ بندی کی، اور اب گولہ اندازی شروع ہوئی۔ گولوں کا جواب گولیاں کسی حالت میں ممکن نہیں ہو سکتا۔ کئی گھنٹے تک تو مولانا شہیدؒ نے یہ غیر نتیجہ کوشش کی مگر جب آپ نے بندوقوں کے فیر کرنے فضول دیکھے تو مورچہ پر دو تین آدمی چھوڑ کر نشیب میں ہو کے سکھوں کے مورچہ کی پشت پر جا پہنچے، اور جوں ہی للکار کے اللہ اکبر کا نعرہ مارا، سکھ پریشان ہو کے اور مورچہ چھوڑ کے بھاگے۔ چار توپیں مولانا شہیدؒ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھ میں آئیں، آدمی سو سے زیادہ نہ تھے پھر بھی توپوں نے ہمت بندھوا دی، اور اب آپ شیر ببر کی طرح سکھوں کے لشکر کی طرف جھپٹے۔ بدقسمتی سے جب آپ حملہ کر رہے تھے ایک مسلمان نے پکار کے کہا اسمٰعیل دوڑو سید صاحب کی نازک حالت ہے، سکھوں نے گھیر لیا ہے۔ یہ سُننا تھا آپ بیتاب ہو گئے، اور سید صاحبؒ کا رُخ کیا۔ یہاں حقیقت میں اگر مولانا شہید بہت جلد اپنے کو نہ پہنچا دیتے تو سید صاحبؒ کی جان خطرہ میں پڑ چکی تھی۔

خدا خدا کر کے سید صاحب کی جان بچی ہاں وہ مورچے جو مولانا شہید نے قائم کئے تھے اُن پر سکھوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ بپھرا ہوا شیر کبھی ادھر جاتا تھا اور کبھی اُدھر جاتا تھا جس طرف رُخ کیا غل مچ جاتا تھا۔ بھاگو اسمٰعیل آیا ہے۔ رنجیت سنگھ نے شیر سنگھ سے کہہ دیا تھا جہاں تک ہو سکے اسمٰعیل کو زندہ پکڑ کے لانا۔ شیر سنگھ نے ہر چند کوشش کی مگر ممکن نہ ہوا۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ شیر ببر اور وہ بھی بپھرا ہوا شیر زندہ گرفتار ہو سکتا۔ استغفراللہ اس کے نام میں وہ اثر تھا کہ سپاہیوں کے ہاتھوں سے ہتھیار گر پڑتے تھے۔ پھر اس کو زندہ کیوں کر پکڑ سکتے۔ قصّہ مختصر یہ کہ سخت خونریزی ہوئی اور بہادر اسمٰعیل جس طرح جان توڑ توڑ کر لڑا ہے وہ حد سے زیادہ داد دینے کے قابل ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس خونریز معرکہ کا بیان نظم میں بہت مختصر طور پر کیا جائے جس سے ناظر سوانح کو کافی طور پر دلچسپی ہو۔

دم صبح چو بانگ بود خروس ۔ بنالید شہناؤ غرید کوس
دو لشکر روان گشت زاں سو چو میغ ۔ بسر خود آہن بکف تیز تیغ
شہید جوان مرد روز نبرد ۔ ہمہ بست آہنگ پیکار کرد
بچو شیر یا بجم کشد تیغ روز ۔ در آمد جوان بارُخ دل فروز
در آمد بمیدان جوان دلیر ۔ بہ نخچیر صد گور خر رفت شیر
تو امید موسے سپہ جنگ فیل ۔ روان گشت موجے ہمہ دریائے نیل
بجنگ اندر آمد زرہ سر فروش ۔ بہ کتفش سپر تیغ ہندی بدوش
بسر خود در بر زرہ بر زرہ ۔ بدستش کمندے گرہ بر گرہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمندش چو طاؤس باغ ارم — کمندش چو زلف پری خم بخم

ز سرتا بپا بود پولاد پوش — زره در بر و تیغ ہندی بدوش

بجنگاه آمد چو فیل دمان — بجالش درآمد چو شیر ژیان

بمیدان صف آراستہ شیر سنگ — بر پشت ہیونے و خونخوار جنگ

سواران سکھاں جوانان فوج — درآمد بسوئے جواں موج موج

دو لشکر دو سو صف بر آراستند — پے عزم کین ہر دو برخاستند

سواران جنگی تہمتن توان — بر پشت سمندان چابک عنان

بیک حملہ مرد نبرد آزما — دو صف صاف کردہ ز تیغ قضا

تلاطم در آمد بفوج سکھاں — کہ چوں دید آں تیغ نیشتر ژیاں

چناں راند شمشیر خارا شگاف — کہ لعلے برآورد از کوہ قاف

رمیدہ ز باران توپ و تفنگ — ز صحرا پلنگ و ز دریا نہنگ

شہید جواں مرد با صد سوار — ہمین بود در سایہ کردگار،

ہمہ کار دان و پیمبر شناس — چو ایمان خود جملہ محکم اساس

ہمہ نوجوانان ماہوت پوش — بخاکسترے جامہ آتش فروش

بدشمن کشی جملہ صاحب شکوہ — پر از کژدم و مار مانند کوہ

براہ شکاران ہمہ ودرع پوش — چو صیاد پیوستہ دامے بدوش

بطرز فسوں پیشگان وقت کار — بیک دست مہرہ بیک دست مار

گہے مہرہ از کیسہ بیرون نہند — گہے مار را بر ہوا سر دہند

شہید دلاوران رست خیز — دماغ از شہادت دل از پرستیز

بہر پایۂ مومناں را گزاشت — بہر مورچہ افسرے را گزاشت

بہر افسر اژدہا پیکرے — بہر اژدہا پیکرے لشکرے

بہر سوئے آن کندہ توپے بزرگ — چو بالائے چاہ اژدہا سترگ

چناں توپہا باچنیں تاب وتپ — بگردوں گردندہ راس وذنب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازا بر چو پیلے و آن پاتے پیل | کہ خرطوم پیلے بہالاتے پیل
تو گوئی کہ دریائے دوزخ تمام | شدہ باز بر عامیاں صبح و شام
سکھاں ہم ازاں سوئے با افسراں | بر آراستہ لشکرے ازیلاں
بے افسراں وگر بے شمار | نہ صد نے دو صد بل ہزاراں ہزار
جہاں بان و لشکر جہاں در جہاں | عناں در عناں و سناں در سناں
ہمہ تیرہ بازاں گردن فراز | بہ بہرام خونخوار سر گرم راز
بنوک سناں در فلک رخنہ گر | بہ تیر و کماں بر ہوا جاں شکر
بہ تیر و سناں جملہ شیر او ژناں | چو شیراں پر حملہ در نیسان
بر آوردہ از توپہا پیش روے | یکے آہنیں بارہ از چار سوئے
دہن کردہ وا توپہا ہم چو غاز | کہ اژدی بر آیند افعی و مار
تو گوئی نہنگان دریائے شور | گرفتند بروند آں جا بزور
کہ گوید کہ توپ افعی خفتہ است | کہ ایں فتنہ را اژدہا گفتہ است
زنند آتش ایں اژدہا پیکراں | بسوزند چوں کاہ کوہ گراں،
دفلہا چو مار و چو سوراخ مار | در وجہرہ چوں کژدم نیش دار
اشارت چنیں شد بہ سکھی پناہ | کہ حملہ کنند بر اسمٰعیل شاہ
قدم بر قدم بر برکف بکف | کمر در کمرکش بکش صف بصف
بہر ترکتازے شلنگے زدند | بہر جست و خیزے تفنگے زدند
نہاندہ کسے یک قدم پیش و پس | ہمہ ہمرو وہتنگ و ہم نفس
چناں گشتہ از ہر طرف گرم فیر | کہ دست از عناں رفتہ و پا ز نیر
نکردند در حملہ یک دم درنگ | سمٰعیل زد بانگ و اسپہ تفنگ
گہے خفتہ بر خاک مانند مار | گہے رہ گہرانیدہ چوں سوسمار
گہے راست گرخم چہ برنا چہ پیر | گہے چوں کماں گاہ مانند تیر
گہے حلقہ مانند ماہے شدہ | گہے گرد ہم چو حصارے شدہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفل بر کفل گاہ باہم چو گور ۔ پے ہمردان گاہ مانند مور
دو صد فیر کردند بر یک نفیر ۔ بر آوردہ ہم را بآہنگ زیر
ازیں سوی مسلماں طاعت گزار ۔ بکار خداوند سرگرم کار
وضو کردہ ہر یک بخوناب خویش ۔ بشوق سجودے سر افگندہ پیش
نمازے بخوں جابجا ساختہ ۔ دل از مہر و آزرم پرداختہ
گہے در رکوع و گہے در سجود ۔ گہے در قیام گہے در قعود
یکے گرم سعی و یکے در طواف ۔ یکے فدیہ گردیدہ خود در مصاف
شمردند محراب شمشیر را ۔ رساندند بر عرش تکبیر را
بہ پیکار کارے کہ تکبیر کرد ۔ نہ شمشیر میکرد و نے فیر کرد
روا رو در افتاد در این و آں ۔ یکے در سقر شد یکے در جناں
پس توپ میرفت ہر یک دلیر ۔ کہ روبہ چو باشد بدن بال شیر
عناں بر عناں و کفل بر کفل ۔ سناں بر سناں و رفل بر رفل
رفل کردہ خالے و پُر دمبدم ۔ چو اہل کرم کیسہ پر درم
بدیں رسم تو راہ پیش یتاختند ۔ بہرداد صد مہرہ بیاختند
قضا گر کسے راز پاسے نشاند ۔ قدر دیگرے را بجایش رساند
فلک بانگ بر زد کہ ہاں بیشتر ۔ پسہ بیشتر مے شدد ریش تر
قضا شد کمان و قدر گشت تیر ۔ زمیں گفت بالا فلک گفت زیر
گہے بر صف راست دیدی کہ فیر ۔ گہے جانب چپ و دیدی کہ سیر
گہے پر لیاں بانگ بر زد کہ بس ۔ گہے بر صف پیش راندے کہ پس
گر آمد بہ سیدو دلاسا نمود ۔ عیار ہنر آشکارا نمود ،
گہے بر صف ژندہ پیلاں دلیر ۔ شدے حملہ آور چو بز گلہ شیر
چناں بُد سمیل باتیغ و ترگ ۔ بد اندیش را کردہ دعوت بمرگ
سوارے ز سکھے پہ شد پدید ۔ چو مغلوب نزدیک غالب رسید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکے نیزہ میداشت غالب بشت   بنافش سپردو بر آمد ز پشت
چناں بر ہوایش ربود از سمند   کہ افغان ز سکھی سپاہ شد بلند
دو لشکر در آمیخت چوں و نور   دو دریا یکے شد چہ شیوں چہ شور
بہر لطمہ طوفانے انگیختند   بہر لمعہ برقے ہمیں ریختند
شدہ برہم از بسکہ میدان کیں   یمین گشت الیسر شد الیسر یمین
زبس تیر و ناچخ دما دم زدند   چو مژگان چہ منہا کہ برہم زدند
نہ از توپ بیمے دنے از تفنگ   نہ از اژدہا ترس دلے از پلنگ
نہ موذ چالے گزشتہ چناں   کہ از ہفت خوان رستم داستان
چو بر قلب سکھاں در آمد شکست   بہ بیکار ساقہ کشادند دست
یکے ساعقہ سنز ساقہ کشید   بساق سمعیل شاہ در رسید
در آمد سپہبد ز بالائے زین   تو گوئی قفا و آسماں بر زمین
دریغ آں نکو روئے تاباں چو ماہ   کہ بازش ندیداں خرد مند شاہ
دریغ آں نبردہ گراں مایہ گرد   کہ نادیدہ بازاں پدر را بمرد
دریغ آں شہ[1] پروریدہ نیاز   شدہ روی او باب نادیدہ باز
سرانجام کارش بکشتند زار   بداں گرم خاکش فگندند[2] خوار
دریغ آں نبردہ سوار دلیر   کہ نازش ندید آں خرد مند پیر
دریغ آں سوار گراں مایہ شیر   کہ افگندہ شد رائیگاں خیر خیر
کہ ہم چو پدر بود ہمتائے او   دریغ آں نکو روی بالائے او
چو کشتہ شد آں خوب چہرہ سوار   ز گرداں بگردش ہزاراں ہزار
بہر گوشہ برہم آویختند   ز ردے زمین گرد انگیختند
زمینہا پر از خستہ و کشتہ شد   سرا پردہ ہا نیز بر بستہ شد
درد دشت ہا شد ہمہ لالہ گون   بدشت و بیاباں ہمی رفت خون

---

[1] مراد از شاہ عبد العزیز صاحبؒ ۱۲ [2] مراد از مولوی ہندی جو پشاور میں قاضی اور عمال مقرر کئے گئے تھے ۱۲

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسوس ہے ایسا خونخوار بہادر ایسا لاثانی شجاع ایسا عظیم الشان مصلح اس مایوسی اور بے بسی کی حالت میں شہید ہوا مگر یہ وہ شہادت تھی جس کے خونی نقوش زمانہ کی پیشانی پر اب تک چمک دے رہے ہیں اور جب تک زمانہ قدیم ہے یہ سُرخ رنگ نقوش کبھی مٹ نہیں سکتے، بے اختیار زبان سے یہ ماتمی اشعار نکلتے ہیں۔

اے دل بچشم زخم حوادث فگار شو	اے از ترادش دل اشکبار شو
اے خون بدیدہ درد گزار جگر فرست	اے دم بسینہ دود چراغ مزار شو
اے لب بنوحہ نالہ جانکاہ سازدہ	اے سر بغصہ خاک سر رہگزار شو
اے خاک چرخ گرنہ توازن ز جادرائے	اے چرخ خاک گرنہ تواں شد غبار شو
اے نو بہار چوں تن بسمل بخون بغلط	اے روزگار چوں شب بے ماہ تار شو
اے ماہتاب روی بسلی کبود کن	اے آفتاب داغ دل روزگار شو
اے فتنہ باد مبع وزیداین قدر مخسپ	اے رستخیز وقت رسید آشکار شو
آہ این چہ سیل بود کہ مار از سر گزشتہ	تنہا ز سر مگو کہ ز دیوار و در گزشت

سب سے زیادہ افسوس کی یہ بات ہے کہ سید صاحب بھی اسی میدان کارزار میں شہید ہوئے گو آپ کے بعض متعلقین پر خدا کی شان سے آنچ تک نہیں آئی پھر بھی وہ وہ فضلا اس میدان میں کام آئے کہ ہندوستان کی اپنے علم وفضل کے لحاظ سے جان تھے۔ ہرچند مولانا شہیدؒ نے چاہا کہ سید صاحبؒ کو بچالوں اور اپنی جان ان پر قربان کردوں مگر ممکن نہ ہوا، باہمی جدائی کی گھڑی آن لگی تھی، اور اسے کوئی ٹالنے والا نہ تھا۔ یہ جانکاہ واقعہ بماہ مئی ۱۸۳۱ء کو وقوع میں آیا۔ (خاص بالاکوٹ میں)۔

جو لوگ بچے تھے دریائے انڈس سے عبور کرکے ستیانا میں جاگزین ہوئے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے وہاں اپنی ایک بستی بسالی اور پہاڑوں کو بھی اپنا مرید بنالیا۔ جو اب تک سوات بنیرمیں دیکھے جاتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب

عبدالوہاب علیہ الرحمۃ (نجدی) اور مولانا شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بعض یورپین کی رائے!

ابنِ عبدالوہاب جس نے دوبارہ مکہ اور مدینہ کو اسلامی شریعت کی پابندی کے لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا سا بنانا چاہا، اور آخر میں اپنی خونریز کوششوں میں کامیاب ہو کے اسلامی احکام کا پابند ہونے کے لئے ہر شخص مکی اور مدنی مجبور کیا گیا تھا۔ ملکی معاملات میں خواہ وہ کیسا ہی ضعیف العقل ہو اور اس نے کیسی ہی خطائیں کھائی ہوں مگر دین کے معاملہ میں اس کی زندگی سچے مسلمان کی زندگی کے ہم پلہ تھی۔ خلاف شریعت امور سے اُسے سخت چڑتھی اور وہ چاہتا تھا کہ نبی اکرم نے جن شرعی امور کی پابندی کی مسلمین کو ہدایت کی تھی ان کا پابند مسلمانوں کو بنا دوں۔ اب یہ اس کی غلطی تھی کہ اس نے اپنے زمانہ کی ملکی آب وہوا اور طبائع کے میلان کو نہیں دیکھا اور یکایک ان سے چاہا کہ ناگوار طریقہ میں شریعت کے احکام کی پابندی کریں، اگر وہ نبی اکرم کی مصلحت یا ربانی حکمت کو غور کرتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ قرآن کا پارہ پارہ ہو کے ۲۳ برس کے عرصہ میں نازل ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ رفتہ رفتہ اُنہیں ربانی احکام قبول کرنے اور ان سے دلچسپی لینے کا عادی بنا دیا گیا اور جوں جوں طبیعت میں شوق پیدا ہو گیا اسی کے مطابق آیتیں بھی نازل ہوتی گئیں۔

جو کچھ ابن عبدالوہاب نے مذہب اسلام کو چمکانا چاہا اور لوگوں کو موحد بنانا چاہا اور اپنی کوشش میں کامیاب ہوا، وہ نجد بلکہ تمام عرب کی تواریخ میں ایک مشہور واقعہ ہے۔

اکثر نافہم مسلمان ہو کے ان پاک نفوس کو جنہوں نے قرآن وحدیث کو صحیح ٹھہرایا ہے اور ان ہی دو مقدس چیزوں پر عمل کرتے ہیں، اور اسی کی اپنے بھائیوں کو بھی دعوت دیتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہابی کہتے ہیں اس کہنے سے وہ وہابی نہیں بن سکتے مگر اس کہنے سے اس تلخ تر دشمنی اور حسد کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اکثر نافہم پاک مسلمانوں سے رکھتے ہیں وہ اپنی نسبت اپنے پاک نبی سے کرتے ہیں اور اسی میں انہیں فخر ہے اور یہی اُن کا مایہ بساط ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ شاہ اسمٰعیل صاحب اور ابن عبدالوہاب کے مرتبہ اور اصلاح مومنین کی بے نظیر کوششوں میں کیا امتیاز قائم ہو سکتا ہے اور باہم دونوں میں کیا مناسبت ہے۔ چونکہ یہ ایک دلچسپ اور نہایت لطیف مضمون ہے، اس لئے میں ابن عبدالوہاب اور اس کے جانشینوں کی مختصر تاریخ بیان کرتا ہوں جس کی مناسبت مولانا شہیدؒ کے حالات زندگی سے بہت ہے۔

ابن عبدالوہاب ۱۶۹۱ء میں بمقام عیین (نجد میں) پیدا ہوا۔ امام حنبل کے مذہبی طریقہ پر نہایت عمدگی سے اس کے باپ نے اسے تعلیم دلوائی، جب نجد میں فارغ التحصیل ہو گیا تو مکہ مدینہ اور بصرہ میں جا کے اپنے علوم دینی کی تکمیل کرنی چاہی۔ جب اس نے اپنی آرزو کے موافق ان شہروں میں بھی تحصیل علوم کر لی تو بغداد کے عظیم الشان کتب خانہ کی مقناطیسی کشش نے ابن عبدالوہاب کو اپنی طرف کھینچا۔ جب ابن عبدالوہاب نے بغداد میں کل محدثوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا، اور اسلام کی بابت بہت سی قلمی کتابیں ملاحظہ کیں تو اور بھی اس کی سرگرم روح میں ایک تازہ جوشیلی رُوح پُھکی۔

اس کے بعد اس فاضل نے اپنے باپ کے ساتھ حج بیت اللہ کیا اور مدینہ منورہ میں حاضر ہو کے شیخ عبداللہ بن ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ ایک متبحر عالم تھا اس نے شریعت اسلامی کی اور بھی ابن عبدالوہابؒ کو تعلیم دی۔ کچھ دن تک اپنے باپ کے ساتھ حریلہ میں رہا اور جب اس کے باپ کی وفات ہو گئی وہ اپنے وطن عیین میں چلا آیا جہاں مذہبی پیشوا بنایا گیا۔ اپنے مختلف سفروں میں ابن عبدالوہابؒ نے گو بڑے بڑے فضلاء دیکھے اور اسلامی سوسائیٹیوں اور درسگاہوں کی بھی خوب دھوم دھام دیکھی مگر شریعت محمدیؐ کا پابند یا عامل بالحدیث بہت ہی کم نظر پڑا۔ اس نے مقبروں کو مزین دیکھا، اس نے ریشم اور چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال عام دیکھا۔ منشی چیزوں کا رواج بھی ہر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانی سلطنت میں ملاحظہ کیا۔ فضول شگونوں اور وہموں کا معتقد تابع لوگوں کو پایا۔ گور پرستی کی مے بڑھی ہوئی دیکھی، اور عیاشی کوئی صورتوں میں جلوہ افروز دیکھا۔ اس نے قرآن شریف اور احادیث نبویہ کو نہایت توجہ سے سمجھ سمجھ کے پڑھا تھا۔ ربانی مقاصد اس کے بخوبی دلنشین ہو گئے تھے، اور وہ اسلام اور اس کے واجب الاعتصام بانی کا مفہوم سمجھ گیا تھا بہ قرآنی مقصد اعلیٰ پر عبور اور پھر اسلامی دنیا میں یہ خلاف شریعت باتیں دیکھنے سے ایک نیا رنگ اصلاح کا اس کی طبیعت میں پیدا ہوا۔ اس کی عین خواہش تھی کہ ان مکروہ مکروہ اور ناپاک باتوں کو اور ناقابل بیان رسوم کو جو عجمیوں سے پیوند ہونے کے بعد مسلمانوں میں پڑ گئی تھیں سب کو علیحدہ کر دوں اور دودھ کا دودھ اپانی کا پانی جدا کر کے انہیں پاک صاف اور ستھرا ہوا مسلمان بنا دوں، یہ خیال غیر معمولی جوش کی صورت میں ابن عبدالوہاب کے دل میں پیدا ہوا، اور نیز اس کی تکمیل کی امنگ اٹھی۔

ابن عبدالوہاب نے سوائے قرآن و حدیث یا صحابہ کے قیمتی اقوال یا حدیثوں کے دوسرے ائمہ کی باتوں پر نہ کبھی عمل کیا نہ اپنے معتقدوں کو عمل کرنے کی ہدایت کی وہ کہا کرتا تھا جن پاک اور مبارک انفاس نے اپنی آنکھوں سے جمال احمدی دیکھا ہے، اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے مشرف ہو چکے ہیں ان کی باتوں کو قبول کرنا اور ماننا چاہیئے نہ کہ ان لوگوں کی باتوں اور استنباطی مسائل کو تسلیم کریں جو عقل کے تکے لڑا گئے، اور جنہیں نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی نہ حضور کی زبان مبارک سے انہوں نے کچھ سنا۔ اسلام کی بنا صرف قرآن و احادیث پر ہے۔ اور یہی کافی ہے جب قرآن میں موجود ہے کہ تمہارا دین کامل ہو چکا پھر دوسرے کسی نفس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ دین اسلام میں کوئی نئی تیغ پیدا کرے اور پھر لوگ اس کے استنباطی مسائل میں اس کے گروہ کے کہلائیں۔ ابن عبدالوہاب کی اس بے نظیر اور سچی سچی سیدھی سیدھی تعلیم نے عظیم الشان اثر مسلمانوں پر کیا، اور وہ غول کے غول اس کے پاس آنے لگے مگر اس کی یہ کامیابی نامساعد ثابت ہوئی۔ رئیس شہر سخت برہم ہوا، اور آخر ابن عبدالوہاب کو شہر چھوڑنا ہی بن پڑا۔ وہاں سے بھاگ کے اس نے درعیہ میں ایک رئیس اعظم محمد بن سعد کے پاس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پناہ لی۔ اس سردار نے جس کا قوی تر اثر ہزاروں آدمیوں پر پھیلا ہوا تھا۔ ابن عبدالوہاب کے اسلامی نتھرے ہوئے خیالات کو چمکایا، اور اپنی تلوار سے بھی مدد کرنے کو مستعد ہوا۔ اس نے محمد بن عبدالوہاب کی لڑکی سے شادی کر لی، خدا کی شان سے اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالعزیز رکھا گیا۔ یہ لڑکا فطرت نے عجیب دل و دماغ کا پیدا کیا تھا، وہ اپنے باپ، دادا، نانا، پرنانا سے بھی خالص محمدی دین پھیلانے میں پرجوش نکلا۔ اپنے باپ کے گزر جانے کے بعد (۱۷۶۵ء) اس نے اپنی فتوحات کی لین ڈوری جزیرہ نمائے عرب کے بہت دُور کے حصّہ تک بڑھا دی۔

عبدالعزیز صرف ایک لڑاکو اور جانباز بہادر مرد میدان جری ہی نہ تھا بلکہ ایک سچا مسلمان تھا، اور اس کو حقیقی عامل بالحدیث کہہ سکتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے جتنے احکام ہیں سب پر استواری اور زندہ دلی سے اس کا اور اس کے دوستوں کا عمل تھا اور وہ خوش تھا کہ میری وجہ سے پھر کئی صدی کے بعد دوبارہ سچا اسلام عرب میں پھیلتا جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ایک خراسانی کی چھری نے عین سجدہ کی حالت میں قبل از وقت اس کا فیصلہ کر دیا۔ یہ جانکاہ اور المناک واقعہ ۱۸۰۳ء میں وقوع ہوا۔ عبدالعزیز کے بعد اس کا بڑا بیٹا سعد اپنے باپ سے بھی زیادہ پرجوش اور مرد میدان نکلا۔ اس نے اور بھی اپنی فتوحات ملکی کو وسعت دی، اور ترکی سلطنت کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ یہ ایک نہایت ہی پاکیزہ صورت اور جمیل شکل کا نوجوان تھا۔ جیسا حسن ظاہری سے آراستہ تھا۔ حُسن باطنی سے بھی قدرت نے اُسے ویسا ہی مزیّن کیا تھا۔ علم و فضل میں جیسا اپنے وقت کا شیخ الکل تھا اسی طرح فنون جنگ میں بھی بے مثال مہارت رکھتا تھا۔

بارہ برس کی عمر میں اپنے باپ کے مذہبی جھنڈے کے نیچے خونخوار عربوں سے ایک بڑا میدان لے چکا تھا، اور اب تو اس کی عنفوان جوانی کا زمانہ تھا، اس حالت میں اس نے وہ وہ کارنمایاں کئے جو اب تک نجد کی تاریخ میں تعجب سے دیکھے جاتے ہیں۔

قرآن کا قرأت کے ساتھ خوش لہجہ پڑھنا بھی اس پر ختم تھا۔ حدیث کی چھ کتابیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریباً اسے حفظ تھیں ادھر اس کی جنگی شوکت بڑھی، اور اُدھر اُس کے علم وفضل کی دھاک نے ہزاروں عربوں کو اس کا گرویدہ بنا دیا، وہ غول کے غول آنے لگے، اور اس کے اسلامی مذہبی جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونے لگے۔

سعد نے بیس ہزار فوج سے سلیمان پاشا سے مختلف جنگوں میں پے در پے فتوحات حاصل کیں اور اس کے مذہبی پیروان یا فوج کے آگے ترکوں کی ملکی اسپرٹ کی دال نہ گلی۔ آخر ان فتوحات کے بعد اس نے سیدھا کربلائے اقدس کا رُخ کیا، اور خفیف سے مقابلہ کے بعد شہر کربلا پر سعد کا قبضہ ہو گیا۔ صدہا بلند بلند مقبرے جن پر سنہری کام ہو رہا تھا شریعت محمدی کے مطابق ڈہا دیئے گئے، اور شہدار کربلا کے مزاروں کے آرائشی سامان فوراً آگ میں جلا دیتے گئے۔ سعد کی طرف سے ڈھنڈورا پٹ گیا کہ آئندہ سے اگر کسی نے خلاف شریعت کوئی بات کی اس کی سزا قرآن وحدیث کے موافق دی جائیگی، اسی سال کے بعد اس کے پرجوش مذہبی لشکر نے مکہ پر بھی قبضہ کر لیا اور ۲۷ اپریل سنہ۱۸۰۳ء میں سعد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ طواف کے لئے کعبہ میں داخل ہوا۔

مقام کی بزرگی نے سعد کی کسی قدر وحشیانہ خونخوار روح کو ملائم کر دیا، اور اس نے صرف اس ادب سے کہ یہاں ہمارا آخرالزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوا تھا مطلق یہاں کے لوگوں کو کسی قسم کی بھی تکلیف نہیں دی۔ ہاں خلاف شریعت امور کی اصلاح کرنے کے لئے سخت ہدایت ضرور کر دی گئی مثلاً چاندی سونے کے حقے، ایرانی شال، گنگا جمنی کے ظروف، ریشمی ایرانی پوشاکیں جنہیں شریعت اسلام نے کبھی جائز نہیں ٹھہرایا تھا ایک جگہ جمع کئے گئے، اور ان سب میں آگ دے دی گئی۔ ہر شخص مجبور کیا گیا تھا کہ احکام دین کی پابندی کرے، اور تمام وہ باتیں جو نبی اکرمؐ کے زمانہ مسعود میں رائج تھیں بہت دھوم دھام سے ان کی اشاعت دی گئی۔

حقہ پینے کی ممانعت بہت سخت تھی۔ ایک دن اتفاق سے محتسب نے ایک خاتون کو جو حقہ کی حد سے زیادہ عادی تھی، حقہ پیتے دیکھ لیا، وُہ ہر چند چاہتی تھی کہ بچ کے نکل جاؤں، پر ممکن نہ ہوا، آخر وُہ پکڑی گئی، الٹے گدھے پر اُسے سوار کیا گیا اور اس کی گردن پر اس کا حقہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکھا گیا۔ اور گلی در گلی اسے پھیرا گیا تاکہ عورتوں کو سخت عبرت ہو اور پھر وہ شہر بدر کردی گئی۔ ان لوگوں کو شریعت کے قوانین کے موافق سزا دی جاتی تھی جو احکام اسلام سے انحراف کرتے تھے خواہ مرد ہو یا عورت۔ پنج وقتہ نمازیں ہر مسلمان مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ ہر مسجد میں شریک جماعت ہو جاتے اگر کہنے پر بھی کوئی سوتا ہوا نہ اٹھا تو اُسے درّہ ہوشیار کرتا شہر کی مسجدیں اب پانچوں وقت لبالب بھری ہوئی معلوم ہونے لگیں، خلفائے راشدین کے عہد مبارک کے بعد پھر یہ موقع تھا کہ معائنہ کرنے والے کی آنکھ شریعت کے احکام پر لوگوں کو خواہ دلچسپی سے خواہ طوعاً کرہاً مگر عمل ضرور ہے کرتا ملاحظہ کرے گی بازار میں کسی دوکان پر ایک حقہ یا کوئی چلم نظر نہ آتی تھی اور ذرا بھی خلاف شریعت کوئی سامان کہیں دوائی کو بھی ڈھونڈے نہ ملتا تھا۔ کیا مقدور تھا کہ کوئی اپنے گھر میں پوشیدہ رہ سکے، بازار تو بازار رہا۔

جب سعد نے اپنا پورا پورا انشا فتح مکہ کا پورا کر لیا تو اس نے سلطان ترکی کی خدمت میں مفصلہ ذیل الفاظ میں ایک خط لکھا جس میں اپنی کامیابی یا فتحیابی کی خبر دی گئی ہے وہ خط یہ ہے۔

سعد کی طرف سے سلیم کو معلوم ہو

"میں مکہ معظمہ میں ۴ محرم ۱۲۱۸ھ ہجری میں داخل ہوا۔ میں نے شہر میں بالکل امن رکھا اور کسی متنفس کو نہیں ستایا۔ ہاں ان چیزوں کو برباد کر دیا جن کی پرستش ہوتی تھی۔ میں نے ہر قسم کے خراج کو سوائے ان ٹیکسوں کے جن کی اجازت قرآن دیتا ہے موقوف کر دیا ہے۔ میں نے قاضیوں کو مقرر کر دیا ہے جو بالکل شریعت محمدی کے موافق مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں اُمید ہے کہ آپ بھی یہ سن کے خوش ہوں گے میں چاہتا ہوں آپ دمشق اور مصر القاہرہ کے حکمرانوں کے پاس حکم نامہ لکھ کے بھیج دیں کہ وہ اس پاک معبد میں خلاف شرع محمل کے ساتھ نہ آئیں، اور نہ قرنار بجاتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔ مذہب ایسی ایسی باتوں کی اجازت نہیں دیتا میں دعا کرتا ہوں خدا کی برکتیں اور رحمتیں تم پر نازل ہوں۔"

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۰۳ء اختتام پر مدینہ بھی سعد کے قبضہ میں آگیا۔ مدینہ لے کے اس کے مذہبی جوش میں یہاں تک اُبال آیا کہ اُس نے اور مقبروں سے گزر کے خود نبی اکرمؐ کے مزار کو بھی سلامت نہ چھوڑا۔ آپ کے مزار کی جواہر نگار چھت کو برباد کر دیا، اور اس چادر کو اٹھا دیا جو آپ کی قبر مقدس پر پڑی رہتی تھی۔

نو برس تک سعد نے بہت زور شور سے مذہبی حکومت کی، دن بدن عربوں میں ان کا اثر بڑھتا گیا اور فوج سال بسال زیادہ ہوتی گئی، جب ان کی قوت بڑھنے لگی تو سلطان ترکی کی بھی آنکھیں کھلیں، اور اب انہیں اپنی سلطنت کا اندیشہ ہوا کہ کہیں اس پر سعد حملہ نہ کرے۔

علی پاشا ترکوں کی فوج لے کے سلطان کے حکم سے مکہ کی طرف بڑھا۔ دو تین خونریز میدانوں کے بعد مکہ اور مدینہ فتح کر لیا گیا۔ سعد کی وفات کے بعد (۱۸۱۴ء) اس کا بیٹا عبداللہ اپنے باپ کی جگہ تخت خلافت پر بیٹھا، اور اس نے پریشان فوج کو جمع کر کے ابراہیم پاشا افسر ترکی سے مقابلہ کیا۔ لڑتے لڑتے عین میدان جنگ میں گرفتار ہو گیا۔ ابراہیم پاشا نے اسے قسطنطنیہ روانہ کر دیا۔ مسجد صوفیہ میں ۱۹ ردسمبر ۱۸۱۸ء کو اس کی گردن اڑائی گئی۔

عبداللہ کے بعد اس کا بیٹا ادھر اُدھر ترکوں کے خوف سے بھاگا بھاگا پھرا۔ آخر ریاض میں وہ بھی گرفتار ہو کے قتل کیا گیا، اس کے بعد عبداللہ کا پوتا فضل اپنے باپ کی جگہ تخت خلافت پر ۱۸۳۰ء میں جلوہ فزا ہوا، اس نے وسطے عرب میں اپنے مذہبی اثر کو بہت سرگرمی سے پھیلایا اور ریاض کو جہاں اس کا باپ قتل ہوا تھا اپنا دار الخلافہ بنایا۔ وہ یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے ۱۸۶۳ء میں یورپین مسافر پیلگریو سے ملاقات کی اور سرلوئیس پیلی لیفٹننٹ کرنیل کا بطور وکیل مکہ معظمہ استقبال کیا۔ سرلوئیس کی ملاقات کے بعد ۱۸۶۶ء میں فضل کا انتقال ہو گیا۔ اور اب اس کی جگہ اس کا بیٹا عبداللہ تخت نشین ہے۔

یہ دیکھ کر ناظر اندازہ کر سکتا ہے کہ اگر محمد ابن عبدالوہاب کے بعد پے در پے اس کے بیٹے پوتے ایک سے ایک زیادہ نہ پیدا ہوتے رہتے تو کبھی کا ان کا نام و نشان تک مٹ جاتا۔ برخلاف مولانا شہیدؒ کے نہ ان کے ساتھیوں میں ان کی زندگی میں نہ بعد ازاں کوئی ایسا سردھرا تھا کہ سکھوں سے اپنے مرشد کا انتقام لیتا یا ان کے اصول مذہبی کو خوب پھیلاتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کوشش کرتا مگر الحمد للہ کہ جو بیج مذہبی اصلاح کا مولانا اسمٰعیل صاحب بو گئے تھے، وہ پھلا پھولا بڑا ہوا، اور اس نے اپنی جڑیں لوگوں کے دلوں میں مضبوط پکڑلی ہیں جو کبھی نہیں جا سکتیں، اور جن کی نسبت ہمارا بزرگ قوم اپنی بیش بہا کتاب[1] میں یہ لکھتا ہے۔

"سنی چرچ کے جگر میں سو برس گزشتہ سے ایمان اور عمل کی مطابقت نے بہت بڑا اثر کرنا شروع کیا ہے۔ مذہب وہابیہ جس نے اپنی صورت صدی کے آغاز میں ظاہر کی اپنی روح رواں صحرا سے استنباط کرتا ہے۔ غیر مقلدی مذہب کا چشمہ انسانی قلوب کے باطنی گوشوں سے اُبلتا ہے، اور مستحکم چرچ کی سخت اور درشت مخالفت سے اپنی حفاظت کی جگہ تلاش کرتا ہے۔ یہ سخت نا انصافی اور جہالت ہے کہ ہم ایک غیر مقلد کو وہابیوں کی حدود میں محدود کر دیں وہ اس وہابیہ دائرہ میں آنے سے آزاد ہے وہ بہ نسبت اپنے مخالفین کے آپ بہت بڑے فلسفیانہ اور عقلی اصول رکھتا ہے، اس میں شک نہیں کہ سُنی چرچ کے جگر میں غیر مقلدی کی جو یہ تحریک ہوئی ہے اپنے ساتھ آئندہ خوفناک نتائج اور وعدے وعید کا مادہ مضمر رکھتی ہے"

مسٹر امیر علی جج کی آزادانہ رائے کی قدر وہ ہی شخص کر سکتا ہے کہ جسے آزادی اور انصاف سے کچھ حِصّہ ملا ہے، اگر ہم ذرا بھی توجہ کریں گے تو ہمیں کھل جائے گا جس شخص نے کئی کروڑ مسلمانوں کے جگر میں نئی تحریک پیدا کر دی اور اس کی وفات کے بعد کوئی اس کے مذہبی خیالات کی تائید کرنے والا نہ ہوا اس کے عالی رتبہ اور عالیشان درجہ کا اندازہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کی نسبت ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ سات آٹھ سو برس کی ہندوستانی اسلامی سلطنت کا اگر ہمیں یا خود اسلام کو کوئی نتیجہ حاصل ہوا تو صرف دہلی میں ابتدائے صدی میں شاہ اسمٰعیل کے پیدا ہونے سے اور سنی چرچ ہی نہیں بلکہ شیعہ چرچ کے جگر میں اصلاح کی غیر معمولی تحریک قائم کرنے سے (بھر پایا)

اب میں مفصلہ ذیل یورپین کی کتابوں سے مولانا شہید اور سید صاحب اور محمدی مذہب جسے غلطی سے وہابیہ مذہب سے پکارا گیا ہے، اس کی نسبت کچھ طول طویل آرائے کا

---

[1] اسپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی جج ہائی کورٹ کلکتہ صفحہ ۵۷۰۔ ۱۵۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کرتا ہوں جو یقیناً بہت ہی دلچسپ ہوگا۔

(۱) برک ہرڈس بدوئنس اینڈ وہابیز (برک ہرڈس صاحب کا بیان بابت بدو اور وہابیوں کے)

(۲) برانجیز بریف ہسٹری آف وہابیز (وہابیوں کی مختصر تاریخ مصنفہ برائج)۔

(۳) سرلیوس پیلس پولٹیکل مشن ٹونجد (سرلیوس پیلس کی پولٹیکل سفارت نجد میں)۔

(۴) ہنٹرس مسلمان آف انڈیا (مسلمانان ہند مصنفہ ہنٹر صاحب)۔

(۵) پیلگریوس سنٹرل اینڈ ایسٹرن عریبا (پیلگریو کی کتاب وسطی اور مشرقی عرب کے بیان میں)۔

(۶) لیڈی انس بلنٹس پلگریج ٹونجد (بیگم انس بلنٹس کا سفر نجد)۔

(۷) ڈی آر بیڈجرس امام اینڈ سید آف اومان (ڈی آر بیڈجرس کی کتاب اومان کے سیدوں اور اماموں کے)۔

(۸) بلنٹس فیوچر آف اسلام (بلنٹس صاحب کی کتاب اسلام کی آیندہ حالت میں)۔

مذکورۂ بالا کتابوں میں سے جو بہت جوش وخروش سے انگریزی میں اناپ شناپ تصنیف کی گئی ہیں اور جن میں زیادہ تر مصنفوں نے اپنے خیالات کو درک دیا ہے اور خواہ مخواہ بیچارے محمدیوں کو خوفناک صورت میں دکھایا ہے کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے ہندوستان کے مسلمان واقف ہوں کہ ان کے دوست مسیحوں کا خیال ان کی نسبت کیا ہے (وہو ہذا)۔

"اگرچہ وہابیوں کی جنگی اور ملکی قوت کا چکنا چور ہوگیا، اور سعد کے خاندان کی حکمرانی کی حدود نجد میں محدود ہو کے رہ گئیں مگر پھر بھی جو اصول مذہبی محمد بن عبدالوہاب نے بتائے تھے اب تک مساجد میں نہایت مذہبی جوش میں بیان کئے جاتے ہیں، اور ان پر خوب دھوم دھام سے وعظ ہوتے ہیں، ان جوشیلے وعظوں کی گونجیں حدود نجد ہی میں مقید نہ رہیں بلکہ انہوں نے ہندوستان کے ایک بزرگ کی بے آرام روح میں مذہبی ولولے کی نئی روح پھوک دی، جب یہ بزرگ مکہ شریف کے حج کو آیا تو اس نے وہابیوں کے بڑے فاضل سے وہابیہ مذہب کی تعلیم حاصل کی، اور محمد ابن عبدالوہاب کے اسلامی اصول کو خوب مانجھا، سید احمد رائے بریلی کے قزاق اور رہزن نے ۱۸۲۲ء حج بیت اللہ کر کے چاہا کہ شمالی ہند کو یک لخت اپنے اسلامی اصول منوا دوں۔ پیغمبر اسلام کے براہ راست

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ اولاد میں ہونے سے بر خلاف وہابیان نجد کے اس نے اپنے میں امیرالمؤمنین بننے کی ضروری صفات ملاحظہ کیں، مسلمانان ہند نے اسے سچا خلیفہ یا مہدی تسلیم کرلیا۔ انگریزی حکام کی لاعلمی میں وہ ہمارے صوبوں میں گشت لگاتا پھرا، اور بے شمار لوگوں کو اپنا معتقد بنایا۔ اس نے اپنے کارندے پٹنہ میں مقرر کئے اور پھر دہلی کی طرف رُخ کیا، یہاں خوش قسمتی سے ایک فاضل اجل محمد اسمٰعیل نامی اس کا مرید ہوگیا، اور آخر میں اپنے پیر کا ایسا والہ وشیدا ہوا کہ اس نے نئے خلیفہ کے اصول مذہبی کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام صراط المستقیم ہے

۲۱، دسمبر ۱۸۲۶ء کو اس نے سکھوں کے خلاف جہاد کا جھنڈا بلند کیا اور وسطے ایشیا کو اپنے ساتھ ہمزبان کرنے کی کوشش کی۔ حدود پشاور اور پشاور میں اس نے قیامت برپا کردی، اور رنجیت سنگھ پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام کردیا۔

جہادی جنگیں چار برس تک ہوتی رہیں جن میں سید احمدؒ ہی کو متواتر کامیابی ہوتی رہی اب وہابیہ لشکر کی قوت اور بھی خوفناک ہوگئی تھی اور وہ ابھی اور بھی بڑھتی مگر اپنے سردار کے ایک عظیم الشان جنگ میں جو شیر سنگھ سے بالاکوٹ ہزارہ میں ہوئی تھی۔ یامئی ۱۸۳۱ء میں قتل ہونے سے رک گئی۔ ہزیمت یافتہ لشکر کا بقیہ حصہ حدود سے عبور کرکے ستھیانا میں جاکے آباد ہوگیا۔ ۱۸۶۳ء کی جنگ میں برٹش گورنمنٹ نے ان کا بالکل فیصلہ کردیا، پھر بھی کوئی تین سو کے قریب انڈس کے کناروں پر پلوسی میں آباد ہیں جن کا سردار مشہور ۱۸۵۷ء کا باغی شیخ عبداللہ ہے جو ایک بہت ضعیف شخص ہے جس نے حال میں اپنی لڑکی کی شادی سابق امام پشاوری سے کردی ہے، اس شادی کی وجہ یہ ہے کہ پلوسی کا وہابیہ اثر حدود پشاور پر بھی محیط ہو جائے۔ ہنوز دیکھنے میں آتا ہے کہ وہابیہ مذہب کے لیڈروں کی غیر موجودگی سے گو جنگی قوت کا ڈھانچہ بالکل توڑ مروڑ ڈالا گیا ہے، تاہم اس مذہب کا اثر ہندوستان اور نجد میں باقی ہے اور جو دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ بہت دھوم دھام سے ہندوستان میں وہابیہ مذہب کی کتابیں طبع ہوتی ہیں، اور انہیں اشاعت کیا جاتا ہے مثلاً تقویۃ الایمان اور صراط المستقیم کتابیں جنھوں نے ہندوستانی مسلمانوں پر اپنا زبردست اثر ڈال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہابی مذہب بالکل ہمارے مذہب پروٹیسٹنٹ سے مشابہت رکھتا ہے، اس کے عقلی اور قابل تسلیم اصول پروٹسٹنٹ کے ہم پلہ ہیں - یہ لوگ اپنا ایمان قرآن وحدیث پر رکھتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں احادیث نبویہ کے مطابق کرتے ہیں - اس لحاظ سے اپنے کو اہل حدیث کے لقب سے ملقب کرتے ہیں، اور جہاں تک ان سے ہوتا ہے حدیث کی درس وتدریس میں اپنے دھن اور وقت سے مدد کرتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی سرگرمی رکھتے ہیں - وہابی اور بھی اپنے کو موحد اور دوسرے مسلمانوں کو مشرک بتاتے ہیں اور ان کے اصول مفصلہ ذیل ہیں -

(۱) وہ چار مذہبوں کے اماموں کا فیصلہ نہیں تسلیم کرتے ان کا قول ہے کہ کوئی شخص جو قرآن وحدیث کو پڑھ سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اصول مذہب کے معاملات میں اپنا فیصلا آپ کر سکتا ہے، اس لئے وہ خلفائے راشدین کی وفات کے بعد اجماع کو تسلیم نہیں کرتے -

(۲) سوائے خدا کے آدمی کے دل کا بھید کوئی بھی نہیں جانتا، نماز سوائے خدا کے نہ کسی پیغمبر نہ ولی نہ پیر شہید کی جائز ہے، اور نہ کسی پیر شہید کے ذریعہ سے خدا کی جناب میں کسی ضرورت کو پیش کرنا روا ہے -

(۳) قیامت کے دن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالی سے اپنی اُمت کی شفاعت کرنے کی اجازت یا اذن چاہیں گے - مقلدوں کا مذہب ہے کہ اذن رسولؐ خدا کو دیا جا چکا -

(۴) وہابی خلاف شریعت سمجھتے ہیں کہ کسی پیر شہید کے مزار پر روشنی کی جائے اس کے آگے جھکا جائے یا اس کا طواف کیا جائے، حتی کہ وہ یہ باتیں خود نبی عربی کے مزار کے لئے بھی جائز نہیں قرار دیتے -

(۵) عورتوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کی قبر پر جائیں اور وہاں روئیں پیٹیں، اپنے بال نوچیں اور اپنے کو نیم بسمل کریں -

(۶) صرف چار تہوار قابل تسلیم ہیں - عید الفطر، عید الاضحی، عاشورہ، لیلۃ المبارک -

(۷) مولود شریف کی تقریب کو فعل عبث جانتے ہیں جو اور مسلمانوں میں ہوا کرتا ہے -

(۸) وہ کسی مزار پر کوئی نیاز نذر نہیں چڑھاتے، نہ مراد حاصل ہونے کیلئے کلاوا باندھتے ہیں -

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) وہ خدا کے ننانوے نام اپنی انگلیوں پر پڑھتے ہیں، تسبیح کا استعمال نہیں کرتے۔

(۱۰) وہ خدا کا عرش پر قیام کرنا اور خدا کا ہاتھ ہونا جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے مجازی نہیں سمجھتے بلکہ حقیقی جانتے ہیں مگر ساتھ ہی اس کے یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں حکم لگا سکتے کہ اس کا بیٹھنا ہمارے بیٹھنے کے مساوی ہے یا اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح ہے۔ یہ بھید اپنے وہ خود ہی خوب جانتا ہے فقط۔"

یورپینس کی اس تحریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ کس قدر اپنے خیال میں دوسرے مذہب کی چھان بین کرتے ہیں مگر پھر بھی بہت سی باتیں بالکل غلط بے تحقیق ہوتی ہیں۔ مولوی اسمٰعیلؒ جو ہندوستان میں فرقہ موحدیہ کا بانی ہے، کبھی کسی نجدی شیخ سے نہیں ملا اور نہ اس نے ان کی کوئی کتاب دیکھی اس نے وہی تعلیم دی جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتی ہے۔ محمد ابن عبدالوہابؒ کی پیدائش سے پہلے محمدیت کی بنا اس کے خاندان میں پڑ چکی تھی اور جو کچھ اس نے اور اس کے خاندان نے حاصل کیا وہ اپنے ہی باپ دادوں سے۔ اسلامی دنیا میں ایک ہی خاندان ہے جسے غیر کے شاگرد بننے کا افتخار حاصل نہیں ہوا یورپینس کا یہ لکھنا کہ محمد بن عبدالوہابؒ نے ہندوستان تک اپنے مذہبی اصول کے خیالات پھیلائے محض لغو اور بے سروپا بات ہے۔

جس برے پیرایہ میں محمدیوں کو جنہیں سخت غلطی سے وہابی کہا ہے انگریز مصنفوں نے گورنمنٹ کو دکھایا ہے سخت حقارت انگیز کارروائی ہے۔ گورنمنٹ خود جانتی ہے کہ اس کی سلطنت کی برکتوں کو فرقہ اہل حدیث نے کس قدر تسلیم کر لیا ہے اور اس کے کیسے فرماں بردار مطیع اس گروہ کے لوگ ہیں ان پر کیا ہندوستان کے کل مسلمان اپنی گورنمنٹ کا ساتھ دیتے ہیں اور کبھی ان کارروائیوں میں شریک نہیں ہوتے جو گورنمنٹ کے خلاف سمجھی جاتی ہیں۔

ہنٹر صاحب نے خصوصاً جو کچھ لکھا ہے اس کا بہت سا حصہ غلط اور خیالی ہے، اگر وہ کچھ بھی اپنے غصہ کا جس میں کسی قدر خوف بھی ملا ہوا تھا ضبط کرتے تو کبھی ایسی بے سروپا اور پادر ہوا باتوں کے بنانے کا موقع نہ ملتا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب

شریعت

لفظ شریعت جس کے سیدھے معنے راستہ کے ہیں ان ہی معنوں میں ایک جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اسلامی علم الٰہی کی کتابوں کو بھی شریعت کہتے ہیں، اور کتاب کے معنوں میں لفظ شریعت کا استعمال کلام اللہ میں بھی ہوا ہے۔ جہاں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "ہر ایک کو ہم نے شریعت دی ہے"۔

احادیث اور علم الٰہی کی کتابوں میں لفظ الشرع عام طور پر قانون محمدی کے اظہار کے لئے مستعمل ہوتا ہے قرآن مجید میں اسی لفظ کے ہم معنی تورات کا عبرانی لفظ آیا ہے جس کے معنی قانون موسوی کے ہیں یا جو قانون حضرت موسےٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے علمائے اسلام کے مطابق الشرع یا قانون کے پانچ حصے ہیں۔ (۱) اعتقاد (۲) آداب (۳) عبادات (۴) معاملات (عقوبات۔

(۱) اعتقادات میں وہ چھ باتیں شامل ہیں جن پر دین اسلام قائم ہے یعنے (ا) خدا میں یقین (ب) اس کے فرشتوں میں یقین (ت) اس کی کتابوں میں (ث) اس کے انبیاء علیہم السلام پر (ج) قیامت کے دن پر (ح) تقدیر خدا پر۔ اسلامی قانون میں اسے علم العقائد سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس میں تمام تفسیری علم الٰہی کی شاخیں شامل ہیں خاص اس مضمون پر موجودہ زمانہ میں جو کتابیں زیادہ مشہور اور مروج ہیں یہ ہیں شرح المواقف مصنفہ سید شرف الدین جرجانی۔ شرح العقائد۔ مصنفہ مسعود سعدالدین تفتازانی۔

(۲) آداب میں تمام وہ تمدنی اور اخلاقی عمدگیاں شامل ہیں جن کا شاہد خود قرآن مجید اور احادیث نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے کہ اخلاص، توکل، تواضع، تفویض،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصر الاعمال، زہد فی الدنیا، نصیحت، قناعت، حب، صبر دیکھو مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۴۲۲۔

(۳) عبادات اس میں تمام وہ عبادتیں اور دعائیں شامل ہیں جو باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہیں اور جس کے پانچ ارکان ہیں (ا) تلقین مذہب (ب) نماز (ت) زکوٰۃ (ث) صوم، (ج) حج۔

(۴) معاملات میں وہ فرائض شامل ہیں جو باہمی آدمی پر دوسرے آدمی کے ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں۔ مخاصمات، امانات ان ہی حصوں میں کل معاملات دنیوی بھگتائے جاتے ہیں مثلاً تبادلہ، خرید و فروخت، ایجنسی، اشتراک، سرقہ، شادی، طلاق، مہر، دعوےٰ وغیرہ۔

(۵) عقوبات میں وہ سزائیں شامل ہیں جو قرآن و حدیث کے موافق مجرموں کو دی جاتی ہیں مثلاً قصاص، حد السرقہ، حد الزنا، حد القذف، حد الشرب، ان دو مؤخر الذکر حدوں میں اسی دروں کی سزا دی جاتی ہے۔

اسلامی شریعت کے دو عام حصہ یہ ہیں۔ علم الکلام اور علم الفقہ۔

اسلامی شریعت اور بھی دو بڑے بڑے حصوں میں منقسم ہے ایک مشروع اور دوسرا غیر المشروع جسے فارسی میں روا اور ناروا سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

مشروع کی بھی پھر پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) فرض جو احکام قرآن و حدیث میں ہیں انہیں بلا استکراہ اور بلا اشتباہ قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کا نام فرض ہے۔ اگر ان میں خفیف سا شبہ بھی ہو تو انسان دائرہ کفر میں آجاتا ہے۔

(۲) واجب جو ضروری باتیں ہیں مگر یہ مشتبہ امر ہے، آیا قرآن و حدیث میں ان کی تاکید کی گئی ہے یا نہیں۔

(۳) سنت وہ اعمال ہیں جن کی مزاولت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی تھی۔

(۴) مستحب وہ اعمال ہیں جو نبی ہاشمی اور آپ کے صحابہ نے کبھی کئے اور کبھی نہیں کئے۔

(۵) مباح جن پر عمل کرنا سزاوار ہے، اگر نہ عمل کیا جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ باتیں جو غیر المشروع ہیں ان کی بھی تین قسمیں ہیں۔

(۱) مفسد جو اعمال نہایت زبون، زہریلے اور قاتل ہیں۔

(۲) حرام وہ اعمال جنہیں شد و مد سے روکا گیا ہے۔

(۳) مکروہ وہ اعمال ہیں جو عام طور پر ناپاک سمجھے گئے ہیں۔

مشروع اور غیر المشروع کے فرق مع اُن کے تمام حصوں کے اسلامی شریعت کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں چاہے ان میں انسانی معمولی زندگی کے فرائض کا ذکر ہو چاہے خدا کی عبادت کا بیان ہو۔

اخلاقی اور تمدنی قوانین میں یہ دلچسپی سے دیکھا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مقولوں اور اعمال کی تین قسمیں ہیں جو زیادہ توجہ مبذول کرنے کے قابل ہیں۔

(۱) سنت الفعلی وہ کام جو نبی اکرمؐ نے خود کیے۔

(۲) سنت القولی وہ باتیں جن کی تاکید نبی اکرمؐ نے اپنی اُمت سے کی کہ اُن پر عمل کرنا

(۳) سنت التقریری۔ جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے کیا گیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی پروانگی آپ نے دے دی۔

میرے خیال میں ان تمام باتوں اور ہدایتوں کا تعلق ترقی و تمدن اور اخلاق کے لئے ہے۔ کیونکہ قرآن میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ ہم نے آج تیرے (محمدؐ) دین کی تکمیل کر دی، اور تجھ پر اپنی نعمتوں کو تمام کر چکے۔ اسل دین جس سے غرض ہے وہ صرف قرآن حدیث سے حاصل ہو سکتا ہے جو باتیں اس میں بیان کی ہیں سب عام فہم اور ہر متنفس کے سمجھنے کے لائق ہیں۔ ہاں صرف یہ قرآن کا بہت بڑا معجزہ ہے کہ کیسا ہی فاضل اجل قرآن پڑھے گا اسے نئی نئی باریکیاں پیدا ہوتی جائیں گی۔ اور وہ وہ ربانی نکات حل کرے گا کہ جو دوسرے کے کبھی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ غرض قرآن مجید پڑھ کے جو لذت کہ ایک جاہل کو حاصل ہو سکتی ہے وہی ایک بہت بڑے فاضل کو مل سکتی ہے۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ ان تمام باتوں کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے، جس نے احادیث نبوؐ کو زیادہ وقعت کی نظر سے نہ دیکھا، اس نے گویا نبی اکرمؐ کی جناب میں بے ادبی کی۔ خدا اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کے اقوال کے آگے تمام جہان کے فضلا کے اقوال اتنی وقعت بھی نہیں رکھتے، جتنی کوہ ہمالیہ کے آگے اپنی جسامت کے لحاظ سے ایک چیونٹی رکھتی ہے، اس لئے فرض اور سنت کا ترک کرنے والا گنہگاری سے نہیں بچ سکتا۔

قرآن وحدیث کے ساتھ اجماع بھی شریک کیا جاتا ہے۔ اس میں مسلمان باہم مختلف ہیں۔ مقلدین کا تو یہ مذہب ہے کہ چار مجتہدوں (مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، شافعیؒ، حنبلؒ) سے اجماع شروع ہوا، اور ان ہی پر ختم ہو چکا۔ اس کے مقابل میں اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد اجماع کبھی نہیں ہو سکتا۔

میرا یہ خیال ہے کہ باہمی غلط فہمی صرف تاریخ سے لاعلمی کی وجہ ہے۔ یہ سخت خیرہ چشمی اور اسلام کے ساتھ ناروا سوء ادبی ہے کہ ہم اس کا علمی جلال جس نے یورپ کی سترہ صدی تک آنکھیں منور کیں، صرف چار نفوس میں محدود کر دیں ؎

این خیال ست ومحال ست وجنوں

اگر ہم اسلامی دنیا کی تاریخ علما دیکھیں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ائمہ موصوف سے کہیں زیادہ فاضل اور عالم امام ہر صدی میں ہوئے، اور کسی نہ کسی اسلامی دار العلوم کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ ان کی کیفیت ہماری کتاب المحمد کی دوسری جلد میں مل سکتی ہے۔ اہل حدیث کا یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر تنویر سے اپنی آنکھیں منور نہیں کیں وہ کبھی اس قابل نہیں ہے کہ اجماع کی مسند پر جلوہ فزا ہو۔

اجماع کی تین بنیادیں ہیں (۱) اتفاق القولی (۲) اتفاق الفعلی (۳) اتفاق السکوتی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ایسے معاملات میں جن کا تعلق کچھ بھی مذہب سے ہے۔ صحابائے راشدین ہی کا اجماع قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ اور تمام استنباطی دینی یا تمدنی مسائل میں ہر پڑھا لکھا شخص مجتہد وقت ہے۔ چنانچہ میں مولوی اسمٰعیل کو مجتہد وقت لکھتا ہوں جس کا ثبوت کسی آئندہ باب میں تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا انشاء اللہ۔

یہ دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے کہ مجتہدوں میں ہمیشہ سے اختلاف رہا ہے اور وہ اختلافات کچھ تو قیاسات کی وجہ سے ہے۔ اور کچھ حدیثوں کا اختلاف سے پہنچنا اس کا سبب ہوا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو چار دس پانچ ہیں نہیں بلکہ صدہا مجتہدوں میں باہم اختلاف ہے ایسی حالت میں ہر شخص یہ حکم لگا سکتا ہے ایک صحیح اور دوسرا خطا پر ہوگا۔ پھر میں حیران ہوں کہ ان بدیہی اور روشن باتوں اور شہادتوں پر بھی ایک ہی مجتہد پر قناعت کرنی یا چار مجتہدوں کے علاوہ اور مجتہدوں کا قول قابل تسلیم نہ سمجھنا کتنا ظلم اور بے انصافی ہے۔

وہ خاص خاص قیمتی کتابیں جن پر مقلدین کا دار و مدار ہے مفصلہ ذیل ہیں۔ جامع المذاہب مجمع الخلافیات، نیابۃ الاحکام، عیون، زبدۃ الاحکام، کنز الدقائق جو ایک بڑی مشہور و معروف کتاب ہے خصوصیت سے اس کے بہت سے مسائل واقعی سے استنباط کئے گئے ہیں اس میں امام اعظمؒ، ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ، امام محمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ وغیرہ کے اصول مذہب کے مطابق سوالات اور فیصلے کئے گئے ہیں۔ بہت سی شرحیں مؤخر الذکر کتاب پر لکھی گئی ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں بحر الرائق مصنف زین العابدین بن نجیم المصری (۹۷۰ھ)۔ دوسری ملتقی الابحار مصنف شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی جس کی وفات ۹۵۶ھ میں ہوئی یہ اسلامی قانون کا عالمگیر مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر چاروں بڑے مجتہدوں کے اختلافات مسائل بیان ہوئے ہیں، اُن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ جھگڑے ان تمدنی معاملات میں ہیں جن پر پڑھا لکھا آدمی بحث کر سکتا ہے اور رد و قدح کرنے کا مجاز ہے۔ بہ نسبت اور فقہ کی کتابوں کے۔ سلطنت ترکی میں یہ کتاب زیادہ مستند مانی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے احکام زیادہ تر وہاں کی آب و ہوا کے مطابق ہوں گے۔ فقہ کی بے شمار کتابیں ہیں جن میں سے اکثر کا نام ہندوستان کے علماء کے کان تک نہ پہنچا ہوگا۔ وہ کتابیں جو چار مجتہدوں کے مذہبی اصول پر لکھی گئی ہیں بے شمار ہیں اگرچہ ان میں سے چند کتابیں جن میں مالکی، شافعی، حنبلی اصول کی توضیح اور بیان ہے ہندوستان میں رائج ہیں۔ وہ کتابیں جو امام مالکؒ نے لکھی ہیں ہندوستان میں ڈھونڈے سے بھی ان کا پتہ نہیں لگتا۔

امام مالکؒ کے فقہ کی دو کتابیں بہت دن ہوئے فرانس میں ملی تھیں۔ ایک کتاب بڑی عرق ریزی سے ایم وانسنٹ نے ۱۸۴۲ء میں حاصل کی تھی اور دوسری کتاب ایم پیرن کے ۱۸۴۳ء میں ہاتھ لگی تھی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب شافعی کی پہلی کتاب اصول نامی جس میں اسلامی عقائد اور ملکی آئین کے متعلقہ قوانین ہیں ایک مستند کتاب سمجھی جا سکتی ہے، اور منصور، مختصر رسائل المعتبرہ کتاب الوثائق یہ کل کتابیں شافعی فقہ میں ہیں، اُن کا فاضل مصنف ابو ابراہیم بن یحییٰ باشندہ مصر تھا (۲۶۴ھ) اور ابن حنبل اور آپ کے مقلدوں کی مصنفہ کتابیں بہت کم تعداد کی ہیں اور نادر الوجود ہیں۔

امام ابو حنیفہ صاحبؒ کے مقلد جن کی تعداد ہندوستان میں سب سے زیادہ ہے، دوسرے مذاہب کی طرح اپنے منضبط قوانین کو دو حصوں یا دو شاخوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی فقہ اور فرائض ہیں۔

وہ کتابیں جو فقہ حنفی پر تحریر ہوئی ہیں اور حنفی مذہب میں زیادہ مستند مانی جاتی ہیں مفصلہ ذیل ہیں:-

پہلی کتاب امام ابو حنیفہ کی خود تصنیف سے بیان کی جاتی ہے جس کا نام فقہ الاکبر ہے۔ اس کتاب پر متعدد شرحیں لکھی گئیں اور مختلف مصنفوں نے اس پر اپنا زور قلم دکھایا ہے جن میں سے اکثر مصنفوں کا ذکر حاجی خلیفہ نے کیا ہے۔

اس عظیم الشان مقنن قوانین کے اصول اس کے مشہور معروف شاگرد ابو یوسف اور امام محمدؒ کے ذریعہ سے بھی بہت کچھ معلوم ہوئے ہیں۔ اداب القاضی نامی کتاب جس میں مجسٹریٹ کے فرائض سے بحث کی گئی ہے مشہور ہے کہ ابو یوسف نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے۔ سوائے اس کتاب کے ابو یوسف کی اور کسی کتاب کا پتہ نہیں لگتا غالباً اُنھوں نے اس کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں تصنیف کی۔ ہاں یہ بیان کیا جاتا ہے امام محمد نے چھ کتابیں تحریر کی ہیں جن میں پانچ عام طور پر اشاعت پذیر ہیں اور جنہیں ظاہر الروایات کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) جامع الکبیر (۲) جامع الصغیر (۳) مبسوط الحنفیۃ (۴) زیادات فی فروض الحنفیۃ (۵) سیر الکبیر والصغیر نوادر (۶) امام محمدؒ کی چھٹی کتاب اگرچہ اس وقعت کی نظر سے نہیں دیکھی جاتی جیسے اور پانچ مذکور الصدر کتابیں پھر بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ اسے بڑے بڑے علما نے مستند تسلیم کر لیا ہے اور نفس کتاب کی عمدگی میں بھی کوئی شک نہیں۔

جب مذہب حنفیہ کی بنیاد پڑ چکی تو حضرت امام اعظم کے دو واجب الاحترام شاگردوں کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بعد اور بھی دو فضلا کا ظہور ہوا، جنہیں اپنے وقت کا مجتہد کہنا چاہیئے۔ اول امام زفر جو بصرہ کے قاضی القضاۃ تھے اور جن کی وفات ۱۵۸ ہجری میں اسی شہر میں ہوگئی، اور دوم حسن بن زیاد تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں فضلا امام اعظم صاحبؒ کے ہمعصر تھے، اُن کی قیمتی تصانیف کی ان مسائل میں جن میں صاحبین خاموش ہیں سند دی جاتی ہے، اور ان کے مضامین بطور اعتبار کے کوٹ کئے جاتے ہیں۔

ان مشہور کتابوں میں سے جو آداب القاضی کے نام سے لکھی گئی ہیں اور سب سے زیادہ معتبر اور مشہور ابوبکر احمد بن عمر (۲۶۱ھ ہجری) کی کتاب آداب آداب القاضی ہے حنفیہ اصول کا اختصار جس کتاب میں نہایت عمدہ طور سے ہوا ہے اس کا نام مختصر الطحاوی ہے ۳۳۱ھ ہجری میں اس کتاب کو ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی نے لکھا تھا اور اسی فاضل امام نے امام محمدؒ کی کتاب جامع الصغیر پر بھی ایک نفیس شرح لکھی ہے۔

جس نے ان تصانیف کو دیکھا ہے وہ بیان کر سکتا ہے کہ گو ان مذکور الصدر مصنفوں نے امام اعظم صاحبؒ کے اصول کو نبھایا ہے اور بہت شد و مد سے ان کی تاکید کی مگر جہاں اجتہاد میں خطا دیکھی ہے کھلم کھلا اپنے رائے دینے میں دلیری کی ہے اور کہیں یہ نقشہ نہیں دیکھا کہ تقلید کی بیبت ناک رسی اپنے گلے میں ڈال کے خاموش ہو رہے ہوں اور ایسے مسائل پر جن میں صریح طور پر خطا کا احتمال ہو سکتا ہے یا غلطی پائی جاتی ہے دیدہ و دانستہ وہاں سکوت اختیار کر کے حق سے چشم پوشی کی ہو۔ جیسا کہ اس زمانہ میں ہمارے معزز احناف کا قاعدہ ہے کہ وہ ضرور ہی حق سے چشم پوشی کرتے ہیں اور یہی پالیسی ان کی مایۂ افتخار ہے۔

مختصر القدوری مصنفہ ابوالحسن احمد بن محمد القدوری (۴۲۸ھ ہجری) ایک اور بھی حنفیہ فقہ کی لاجواب اور قیمتی کتاب ہے جس کی اب اعلیٰ درجہ کی عزت کی جاتی ہے۔ اس کتاب پر ایک بہت قیمتی شرح بھی لکھی ہے جسے الجوھرہ المنیرہ کہتے ہیں۔ ایک اور مشہور کتاب مبسوط ہے جسے شمس الائمہ ابوبکر محمد نے قید خانہ میں تالیف کی ہے۔ حنفیہ مذہب میں یہ کتاب بھی مستند مانی جاتی ہے۔ مصنف موصوف اور بھی ایک مشہور کتاب کا مصنف تھا بو المحیط کے نام سے مشہور ہے۔ اس قیمتی کتاب میں بہت سے مضامین مبسوط۔ زیادات اور امام محمد کی نوادر سے

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

لئے گئے ہیں۔ اسی نام کی ایک کتاب برہان الدین بن احمد نے لکھی ہے مگر وہ مقدم الذکر محیط سے زیادہ وقعت اور تعظیم کی نگاہوں سے نہیں دیکھی جاتی القدوری مختصر کا خلاصہ جس کا نام تحفہ للفقہاء ہے ایک عجیب کتاب ہے جس کا مصنف شیخ علاؤالدین محمد سمرقندی ہے اور پھر بعدازاں اسی کتاب کی علاؤالدین کے شاگرد ابوبکر بن مسعود نے شرح لکھی۔

ان کتابوں کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جو حکیمانہ اور علم الٰہی کے مضامین پر تحریر ہوئی ہیں جن کا نام ھدایہ، ھدایہ فی الفروع یا امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگرد ابویوسف اور امام محمد کے اصول فقہی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس کتاب کا مصنف شیخ برہان الدین علی ہے (۵۹۳ھ) جس کی شہرت اور علمی ناموری نے اس کے ہمعصروں نے اسے ممتاز بنا دیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا فقیہ مشہور تھا ھدایہ دراصل بدایۃ المبتدی کی شرح ہے جو حنفی مذہب کی جان ہے۔ ھدایہ کی نسبت حاجی خلیفہ یہ لکھتا ہے:

> "ھدایہ نے اپنی سابق کی فقہی کتابوں کو اس طرح منسوخ کر دیا جس طرح قرآن نے نازل ہو کے گزشتہ انبیاء کی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اس کے فقہی قواعد کو یاد کرے، کیونکہ زندگی میں بھی قواعد اس کی رہنمائی کریں گے۔"

ھدایہ کی کفایہ کے علاوہ اور بہت سی شرحیں ہیں جو ایسی نامور کتاب کے شایان تھیں۔ جن میں زیادہ مشہور یہ ہیں۔ عنایہ، نہایہ، فتح الکبیر۔

عنایہ، ھدایہ کی دو شرحوں کا نام رکھا گیا ہے ایک شرح کا مصنف شیخ کمال الدین محمد بن محمود ہوا ہے جس کی وفات ۷۸۶ھ میں ہوئی، یہ شرح نہایت فائدہ مند اور قابل مدح ہے۔ اس شرح میں ان کتابوں اور ان اشاروں کی تشریح کی ہے جو ہدایہ میں آئے ہیں اور ان اسرار کو کھولا ہے۔ جنہیں ہدایہ والا مضمر رکھ گیا ہے ہر فقرہ اور جملہ کی اس عمدگی سے توضیح ہے کہ شارح کی خود بخود تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اصل میں عنایہ بجائے خود ایک کتاب ہے۔ جس میں اکثر ہدایہ کے مسائل کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

شرح نہایہ حسام الدین حسین بن علی کی تصنیف سے ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر یہ برہان الدین کا شاگرد تھا۔ یہ پہلی شرح ہے جو ہدایہ پر لکھی ہے۔ اس میں قانون وراثت بھی شامل ہے جو صرف فقہ سکھاتی ہے شرح کفایہ امام الدین امیر کاتب بن امیر عمر کی تصنیف سے ہے جو اس شرح سے پہلے ایک اور کتاب غایۃ البیان لکھ چکا تھا۔ ان دونوں کتابوں سے مصنف کی شان معلوم ہوتی ہے۔ ۷۴۷ھ میں کفایہ کی تکمیل ہوئی۔ فتح الکبیر للعاجز الفقیر مصنفہ کمال الدین محمد جسے عام طور پر ابن ہمام کہتے ہیں اور جس کی وفات ۸۶۱ھ ہجری میں ہوئی ایک بے نظیر شرح ہدایہ کی ہے اور جسے کل شرحوں میں دلہن کہنا زیبا ہے۔ اس میں ایک مجموعہ فیصلجات کا بھی شامل ہے جس نے اور بھی اسے سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت کیا ہے۔

ہدایہ کی بہت چھوٹی شرح فوائد نامی حمیدالدین علی بخاری کی تصنیف سے ہے۔ جس کی وفات ۶۶۷ھ ہجری میں ہوئی، بیان کیا جاتا ہے وہ پہلی شرح ہے جو ہدایہ پر لکھی گئی ہے۔

شرح وافی مصنفہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد جسے عام طور پر حافظ الدین نسفی کہتے ہیں ایک مستند کتاب ہے اور کافی جو وافی کی شرح ہے وہ بھی ایک قابل دید کتاب ہے نسفی کا ۷۱۰ھ ہجری میں انتقال ہوا تھا۔

الوقایہ جو ساتویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ ایک اصولی کتاب ہے جو طالب علم کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ ہدایہ کے مطالب پر پورا عبور حاصل کرے۔ اس کا فاضل مصنف برہان الشریعۃ محمود ہے جس کی لاثانی قابلیت از خود ناظر کی نگاہ میں اس کی اعلےٰ درجہ کی وقعت قائم کرتی ہے۔ وقایہ کی بہت کثرت سے اس کی شرح شرح الوقایہ کے ساتھ تعلیم ہوتی ہے اور عام طور پر پڑھا جاتا ہے۔ شرح الوقایہ کا مصنف عبیداللہ بن مسعود تھا۔ جس کا ۷۴۵ھ میں انتقال ہوا شرح وقایہ میں وقایہ کا متن ایک بھڑکیلی توضیح اور تفصیلی بیان کے ساتھ شامل ہے۔ اس درجہ پر اس کی عمدگی مانی گئی ہے کہ فقہی مدارس میں شرح وقایہ کے وہ باب جن میں نکاح، مہر، طلاق کا بیان ہے خود ھدایہ سے بھی افضل شمار کر کے پڑھائے جاتے ہیں۔ وقایہ کی اور بھی بہت سی شرحیں ہیں مگر وہ ایسی مفید نہیں ہیں جیسے مذکور الصدر شرح شرح الوقایہ پر بھی ایک شرح لکھی ہوئی ہے جسے چلپی کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمدہ اور فائدہ مند شرح ہے۔ اس کا مصنف ابی یوسف بن جنید ہوا ہے جو قسطنطنیہ کے آٹھ پروفیسروں میں سے تھا۔ یہ کتاب ۸۹۱ھ ہجری میں طبع ہوئی تھی۔ اس کے بعد پھر اس کے خلاصے مختلف مطابع میں شائع ہوگئے۔

شرح الوقایہ کے مصنف کی دوسری کتاب نقایہ ہے یہ بھی ایک اصولی کتاب ہے۔ بعض وقت اسے مختصر الوقایہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ نام اس کتاب کے لئے موزوں بھی ہے کیونکہ اس میں صرف شرح وقایہ کا خلاصہ درج کیا ہے۔ نقایہ پر تین شرحیں بہت نایاب اور اعلے درجہ کی لکھی گئی ہیں گو اور بہت سی ہیں مگر یہی تین زیادہ مشہور ہیں، جن کے فاضل مصنف مفصلہ ذیل ہیں۔ ابوالمکارم بن عبداللہ (۹۰۷ھ) دوسرے ابو علی بن محمد البرجندی (۹۳۵ھ ہجری)۔ تیسرے شمس الدین محمد الخراسانی الکوہستانی (۹۴۱ھ ہجری)۔

آخری شرح کا نام جامع الرموز ہے جو بالکل کامل اور صاف ہے اور جسے ہم فقہ کی فائدہ مند کتاب کہہ سکتے ہیں۔

الاشباہ والنظائر۔ ایک مشہور و معروف اصولی کتاب ہے۔ اس کی تدوین زین الدین مصنف بحر الرائق نے جس کا ذکر بھی ہو چکا ہے کی تھی۔ حاجی خلیفہ اس کتاب کی بہت ہی تعریف کرتا ہے، اور کتنے ہی ضمیموں کا نام گناتا ہے جو وقتاً فوقتاً لکھے گئے ہیں اور اس میں شامل ہوتے گئے وہ شرحیں جو اس کتاب پر لکھی گئی ہیں ذیل میں درج ہیں۔

نور الانوار فی الشرح المنار۔ مصنفہ شیخ جیون ابن ابوسعید کی ۱۸۱۹ء میں کلکتہ میں طبع ہوئی اور عام طور پر مستند مانی جاتی ہے۔ دوسری شرح اصول الشاشی ہے جسے ایک تفصیلی یا توضیحی شرح کہنا چاہیئے۔ ۱۸۴۷ء دہلی میں یہ کتاب طبع ہوئی تھی۔

تنویر الابصار۔ مصنفہ شیخ شمس الدین محمد بن عبداللہ الغازی (۹۹۵ھ ہجری) ایک مفید اور مشہور کتاب فقہ حنفی کی ہے۔ اس نایاب کتاب کی بھی بے شمار شرحیں ہیں جن میں سے ایک شرح کا نام منح الغفار ہے جو خود مصنف کتاب کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ بھی ایک عمدہ اور قابل تعریف کتاب ہے۔

در المختار۔ جو دوسری شرح تنویر الابصار کی ہے نہایت ہی مشہور کتاب ہے۔ محمد علاؤالدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن شیخ علی نے ۱۰۷۱ھ میں اس کتاب کو لکھا تھا۔ گو یوں یہ ایک شرح ہے ولیکن بجائے خود یہ ایک مستقل کتاب ہے اور جس پر خود کئی شرحیں تحریر ہو چکی ہیں۔ درالمختار میں نہ صرف فقہ ہی کا بیان ہے بلکہ اس میں فرائض سے بھی بحث کی ہے۔ جہاں ابو حنیفہ صاحب کے مقلدین آباد ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت ہو رہی ہے اور عرب میں تو کچھ کہنا ہی نہیں جہاں اس کی حد سے زیادہ عزت کی جاتی ہے اور بہ نسبت اور فقہ کی کتابوں کے اکثر موقع پر اسی کے حوالے دیئے جاتے ہیں جتنی کتابیں ہم نے اوپر بیان کیں ان کا رواج زیادہ تر ہندوستان میں ہے گو اور ممالک مثل عراق، عرب اور عراق عجم میں بھی درس تدریس میں پائی جاتی ہیں۔ سلطنت ترکی میں ان کے علاوہ فقہ حنفی کی جو کتابیں رائج ہیں اور جن سے کم وبیش ہمارے ہندوستانی علماء عموماً اور ہمارے واجب الاحترام احناف خصوصاً ناواقف ہوں گے ان کو میں مفصل بیان کرتا ہوں تاکہ فقہ حنفی پر آزادانہ اور منصفانہ ریمارک کرنے کا مجھے موقع ملے۔ اور ہمارے بھائی مسلمان بھی (ان سے صرف مطلب ہے جو نہیں جانتے) ان سے پوری واقفیت حاصل کرلیں، سب سے زیادہ مشہور کتابیں فقہ حنفی کی جو سلطنت ترکی میں بطور ایک سند کے مانی جاتی ہیں یہ ہیں۔

ملتقی الابحار مصنفہ شیخ ابراہیم بن محمد حلبی۔ دوم درالحکام مصنفہ ملا خسرو۔ سوم قانون نامہ جزدا۔ یہ تین کتابیں جن کا عمل درآمد ترکی سلطنت میں ہوتا ہے۔ ناظر کو تعجب ہوگا امام اعظم کا ایک مذہب ہے قریب قریب اصول فقہی ایک پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوستان میں اور کتاب رائج ہو، اور ترکی ایشیا میں دوسری کتاب اور ترکی یورپ میں تیسری نوعیت کی کتاب مگر جب وہ بغور دیکھے گا اُسے معلوم ہو جائے گا کہ فقہ دراصل دیوانی فوجداری اور زیادہ تر تمدنی امور کے قواعد منضبط کو کہتے ہیں جو بمقتضائے آب وہوا اور طبائع کے تدوین کئے جاتے ہیں اور جب ان کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے پھر ان کی جگہ دوسرے قواعد منضبط کرنے یا نئے فقہ کے تدوین کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ممالک میں فقہ حنفی کی مختلف کتابیں رائج ہیں اور ان میں اور کتابوں سے جو ہندوستان میں پڑھی جاتی ہیں بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کتابیں جو وراثت کے معاملہ میں اصول حنفیہ کے موافق لکھی گئی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ مشہور اور ہندوستان میں سب سے زیادہ رائج سراجیہ ہے جسے فرائض سجاوندی بھی کہتے ہیں اس کا فاضل مصنف سراج الدین محمد بن عبدالرشید سجاوندی ہوا ہے۔ مختلف مصنفوں نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔ چالیس نام تو کشف الظنون والے نے بھی گنوائے ہیں مگر سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ کارآمد شرحوں میں شرح شریف ہے۔ جسے سید شریف علی بن محمد جرجانی نے تصنیف کیا تھا جس کی وفات ۸۱۴ھ ہجری میں ہوئی۔

دوسری نوعیت کی بھی کتابیں ہیں جن میں علم الفتاویٰ سے بحث کی گئی ہے اس علم کی کتابیں بھی بیشمار ہیں اور ان کا بہت ساحصہ فتاویٰ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ گو فتاوی کے نام کے ساتھ انہیں خصوصیت ہے پھر بھی فقہی قواعد فیصلجات کے ساتھ ان میں خوب شرح و بسط سے منضبط کئے گئے ہیں ان میں سے بعض صرف فقہ ہی کی تعلیم کرتے ہیں، اور بعض فرائض وراثت کے قواعد سکھاتے ہیں۔ بعض میں خاص خاص فقیہوں کے خاص خاص فتوے مندرج پائے جاتے ہیں۔ بعض میں مختلف مذہب کے اصول پر خوب شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے۔ اور بعض میں خاص خاص فقیہوں کی رائے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

حنفی فتاویٰ جو ہندوستان میں عام طور پر رائج ہیں مفصلہ ذیل ہیں۔

خلاصۃ الفتاویٰ۔ اسی کو بعض اوقات ذخیرۃ البرھانیہ کہتے ہیں مصنف برہان الدین بخاری مصنف محیط البرھانی یہ بھی ایک مشہور اور مستند کتاب ہے اگرچہ اتنی بڑی تو نہیں ہے پھر بھی اس میں اعلےٰ درجہ کے فتووں کا ذخیرہ پایا جاتا ہے اور اس کا بہت سا حصہ محیط سے لیا گیا ہے۔

فتاوی قاضی خاں۔ مصنفہ امام فخرالدین حسن بن منصور فرغانی جسے عام طور پر قاضی خان کہتے ہیں جس کی وفات ۵۹۲ھ ہجری میں ہوئی یہ کتاب نہایت مستند اور بڑے پایہ کی گنی جاتی ہے۔ یہ عام واقعات کے مقدمات سے لبریز ہے۔ اور اس لئے یہ بڑی عملی سودمندی کی منفعت رکھتی ہے جو بات اس میں خاص ہے وہ یہ ہے کہ جس بنا پر فتوے دیے گئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اُنہیں بدلائل ثابت کیا ہے اور خوب زور و شور سے ان پر بحث کی ہے۔

جامع الفصولین۔ اس میں دو کتابیں شامل ہیں۔ اس کا مصنف بدرالدین محمد ہے۔ جس کی شہرت ابن القاضی کے نام سے ہے (۸۲۳ھ ہجری) یہ کتاب کچھ بہت شہرت کی نہیں ہے گو عام طور پر لوگ دیکھتے ہوں۔ فتاوی الظاھریہ جس کا بہت سا حصہ خزانۃ الواقعیہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ ظہیرالدین ابوبکر محمد بن احمد بخاری کی تصنیف سے ہے (۶۱۹ھ)۔

کینۃ المنیۃ۔ مصنفہ مختار بن محمود بن محمد الزاہدای الملقب بہ نجم الدین جس کی وفات ۶۵۸ھ میں ہوئی یہ کتاب جس قدر مشہور ہے اسی قدر زیادہ مسلم ہے۔

نوردی مصنف بیاگرافیکل ڈکشنری (لغات سوانح عمری) یا تھذیب الاسماء نے جس کی وفات ۶۷۷ھ میں ہوئی ایک چھوٹی سی کتاب اسی مضمون فتاوی میں تصنیف کی ہے جس کا نام عیون المسائل المھمۃ ہے۔ سوال و جواب کے طور پر اس کی ترتیب دی ہے۔

خزانۃ المفتیان۔ مصنفہ امام حسین بن محمد جس نے ۷۴۰ھ میں اپنی اس بیش بہا کتاب کی تکمیل کی، اس میں فتاووں کا بڑا مجموعہ شامل ہے۔ ہندوستان میں یہ کتاب بہت مستند نہیں تسلیم کی جاتی۔

خزانتہ الفتاویٰ۔ مصنفہ احمد بن محمد ابوبکر حنفی جو آٹھویں صدی ہجری کے اختتام پر تیار ہوئی اس میں نادر الوجود فتاوے ہیں تاتارخانیہ مصنفہ امام عالم یہ کتاب کئی جلدوں میں تمام ہوئی ہے اور اس میں فتووں کا ایک عظیم الشان مجموعہ پایا جاتا ہے۔ اس نایاب کتاب کا بہت سا حصہ محیط البرہانی اور ذخیرہ سے اخذ کیا گیا ہے۔

فتاویٰ اھل سمرقندی۔ اس کتاب میں علمائے سمرقند کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں۔ یہ وہ عالم ہیں جن کا ذکر فتاویٰ تاتارخانیہ اور جامع الفصولین میں ہر جگہ مع ان کے فتووں کے آیا ہے۔

فتاویٰ زینیہ۔ مصنفہ زین الدین ابراہیم بن نجیم المصری مصنفہ بحر الرائق و اشباہ والنظائر ۹۷۰ھ میں اس کے بیٹے احمد نے ان کتابوں کی ترتیب دی۔

فتاویٰ النکوری۔ مصنفہ شیخ الاسلام محمد بن حسین جس کی وفات ۱۰۱۰ھ میں ہوئی۔ یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب مشہور اور مستند ہے۔

فتاویٰ حمیدیہ۔ گو یہ کتاب موجودہ زمانہ کی مصنفہ ہے پھر بھی بڑے پایہ کی کتاب ہے۔

فتاویٰ المجیدیہ۔ یہ اُن فتووں کا مجموعہ ہے جو سلطان ٹیپو کے حکم سے میسور کے علمار نے فارسی میں جمع کئے تھے، اس کتاب میں تین سو تیرہ باب ہیں۔

مسٹر نبرگٹن اپنے تجزیہ جلد ا میں اور بھی چند فتاویٰ کا ذکر کرتے ہیں جو مفصلہ ذیل ہیں :۔

(۱) فتاویٰ البزازیہ (۲) فتاویٰ نقشبندیہ (۳) مختار الفتاویٰ (۴) فتاویٰ کرخانی

آخر الذکر کی فارسی زبان میں تدوین ہوئی، جس کا مصنف صدر الدین بن یعقوب ہے اس کی وفات کے چند سال کے بعد کراخاں نے اس کی ترتیب سلطان علاؤالدین کی سلطنت میں دی تھی۔

اب ان فتاویٰ کا ذکر کیا جاتا ہے جو حنفی اصول زمانہ حال کے مطابق قسطنطنیہ میں رائج ہیں اور خصوصیت سے ان ہی پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ وھو ھذا۔

کتاب فی الفقہ القدوسی۔ مصنفہ حافظ محمد احمد قدوسی (۱۲۳۶ھ) ہیں۔

فتاویٰ عبد الرحیم آفندی۔ یہ ایک نایاب مجموعہ جگنٹ کا جو مختلف اوقات میں سلطنت ترکی میں اشاعت ہو چکا ہے، اس کی ترتیب مفتی عبدالرحیم نے دی تھی ۱۲۲۷ھ میں طبع ہوا تھا۔

جامع الاجارات۔ ایک مجموعہ فتاویٰ کا ہے جس میں صرف زراعت کے قواعد سے بحث ہوئی ہے اور اس معاوضہ وغیرہ کا بیان ہے جو اسامی زمیندار کو دیتا ہے۔ محمد عارف نے اس کتاب کو تصنیف کیا اور ۱۸۳۶ء میں یہ طبع ہوئی۔

ایک مجموعہ فتاویٰ کا پٹہ داری کے متعلق ۱۸۳۰ء میں قسطنطنیہ میں ایم ڈی ایڈلبرگ نے شائع کیا تھا، اس میں کتاب ملتقی کے مطابق فقہ کے اصول قائم کئے گئے ہیں۔

وہ فتاویٰ جن میں فقہ اور فرائض دونوں ہی باتیں پائی جاتی ہیں صرف دو ہی زیادہ ہندوستان میں مشہور ہیں یہ فتاویٰ سراجیہ اور فتاویٰ عالمگیری ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ سراجیہ میں صرف ایک بات ہی ہے کہ اس میں جو خاص فتووں کا مجموعہ ہے وہ اور دوسری کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ فتاویٰ عالمگیری میں بے شمار قانونی مقدمات کا بیان ہے۔ یہ کتاب اپنی کثیر المعنی اور قلیل اللفظ فطرت میں قریب قریب ہر مقدمہ کے ساتھ جس کی بنا حنفی اصول پر رکھی گئی ہے چسپاں ہوتی ہے اگرچہ متاخرین فقہار کی آرار کی قیمت متقدمین فقیہوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی اپنی لاثانی نوعیت سے اس نے ہندوستان میں اپنے کو محترم بنا دیا ہے۔ جس کے نام سے یہ پکاری جاتی ہے وہ پادشاہ اورنگ زیب ہے جس کا علم و فضل میں ثانی مغلیہ خاندان میں کوئی نہیں ہوا۔

اس نوعیت کی جتنی کتابیں ہندوستان میں رائج ہیں سب میں یہی کتاب عام طور پر زیادہ پسندیدہ ہے۔ ہندوستان کی طولانی سلطنت اسلامیہ میں صرف زیب النسار نے فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ فارسی میں کرایا تھا یہ وہ زیب النسار ہے جو اپنے باپ اورنگ زیب کی بہت پیاری تھی اور علم ادب میں جو اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔

جب حکومتِ مغلیہ کا دور ختم ہوا اور شیر انگلستان کا پھریرہ ہند کے جگر میں فرائے بھرنے لگا تو کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کی کونسل کے حکم سے فتاویٰ عالمگیری سے دو کتابوں جنایات اور حدود کا ترجمہ فارسی میں قاضی القضاۃ محمد نجم الدین خان نے کیا اور ۱۸۱۳ء میں شائع کیا۔ اسی سال مسٹر ہرنگٹن چیف جج صدر دیوانی عدالت کے حکم سے مولوی محمد خلیل الدین نے الدر المختار میں سے تعزیرات کا ترجمہ فارسی میں کیا اور اسے چھپوا کے شائع کیا پھر ہدایہ کا ترجمہ عربی سے فارسی میں چار بڑے بڑے علمار نے کیا مگر بدقسمتی سے اس ترجمہ سے ہدایہ کی اصلی قیمت میں فرق آگیا، بجائے اس کے کہ وہ اکثر مسائل کی توضیح جو ترجمہ کی حالت میں کی تھی بطور حاشیہ تحت میں جدا قائم کرتے۔ فاضل مترجموں نے یہ غضب ڈھایا ہے کہ متن ہدایہ میں اپنی آرا کو بھی خلط ملط کر دیا۔ اب نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدایہ والا کیا کہتا ہے اور مترجموں نے اس کے قول کی کیا توضیح کی ہے۔ کئی مقام سے ترجمہ اصلی عبارت عربی سے بھی نہیں ملتا۔ یہ ہم کہہ سکتے ہیں اور اس میں اصلاً شک نہیں کہ فارسی کا ہدایہ اصلی ہدایہ کی بالکل ہم صورت نہیں ہو سکتا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میکناٹن محمڈن لا کے پروفیسر نے دہلی میں ہدایہ کا ترجمہ اُردو میں کیا تھا اور بہت سال گزرے کہ دہلی میں طبع ہوا تھا۔ دوسرا ترجمہ ہدایہ کا کلکتہ میں اُردو زبان میں کیا گیا، اور چند سال ہوئے کہ وہ طبع بھی کر دیا گیا۔

پھر سر ولیم جانس نے "سراجی" کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا اور جب اسے ختم کر چکے تو اُسی کی شرح شریفیہ کا ترجمہ بھی اختصار کے طور پر پورا کیا۔ اور ساتھ ہی اکثر مسائل پر اپنی طرف سے کچھ حواشی بھی دیئے ہیں، جس سے فاضل مترجم کی لیاقت معلوم ہوتی ہے، اس کے بعد فتاویٰ عالمگیری کے انتخابی حصہ کا ترجمہ انگریزی میں مسٹر نیلی بیلی نے کیا۔ یہ حصہ بیع کے معاملہ میں تھا۔

ہدایہ فارسی کا جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے وارنگ ہیسٹنگ کے حکم سے مسٹر جیمس اینڈرسن نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ابھی ترجمہ پورا نہ ہوا تھا کہ آپ دول خارجہ میں کسی ملکی کام پر بھیج دیئے گئے، اور اس کی جگہ چارلس ہملٹن نے باقیماندہ ترجمہ کر کے نظر ثانی کی یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ اصلی ہدایہ عربی کو ترجمہ کرنے کے وقت کھول کے بھی نہ دیکھا گیا بلکہ اس فارسی کے ہدایہ سے ترجمہ کر لیا گیا جس کی بابت ہم ابھی لکھ آئے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ کتابیں جو فقہ حنفی کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ ایک بینظیر مجموعہ ان قوانین کا ہے جو ملکی اور کسی قدر جنگی اور زیادہ تر حسن معاشرت یا پولٹیکل اکانومی سے تعلق رکھتے ہیں گو انہیں مذہبی جامہ پہنایا گیا ہے مگر بعض حالتوں میں وہ جامہ ناموزوں ثابت ہوا ہے۔

اس وقت ہمارے آگے مذکورہ بالا کتابیں رکھی ہوئی ہیں جن میں ہم بار بار دیکھ چکے ہیں اور ان کے اختلافات پر بارہا غور کیا ہے۔ ایک عمیق نظیر جب ان اختلافی تمدنی معاملات پر ڈالی جائے گی تو معلوم ہوگا کہ یہ اختلاف ایک لازمی امر تھا جو بمقتضائے آب ہوا مسائل میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ کی آب و ہوا اور طبائع خلائق جن قوانین کی متحمل ہو سکتی تھی، ان ہی قوانین کو سمرقند کے آدمی اور وہاں کا موسم برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ تو علم سیاست مدن کے بارے میں ہوا میں کہتا ہوں مذہبی حصہ فقہ میں بھی یہی بات ہے مثلاً ہندوستان میں ہندوستانی آفتاب کی رفتار کے بموجب نمازوں کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقات متعین کئے گئے ہیں اور تمام مجتہدوں کی فقہ میں ہندی آفتاب ہی کی تقلید کی گئی ہے۔

اب ہندوستان سے ہمیں واشنگٹن کے اس حصہ میں جانے اور رہنے کا اتفاق ہوا۔ جہاں تین گھنٹے سے زیادہ آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ اس ملک میں ناچار مذہبی حصہ فقہ میں ترمیم کرنی پڑے گی نہ صرف نماز میں بلکہ وضو وغیرہ کے قواعد میں بھی تو پھر یہ بات بدرجہ اولی ثابت ہوگئی کہ فقہی مسائل جیسی ملکی آب و ہوا کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اسی طرح ہر زمانہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ ایسے شخص کے لئے جو کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے یہ افسوس کی بات ہے کہ وہ کسی امام کے اقوال کو ہمیشہ کے لئے صدیوں تک ناطق ہی خیال کئے جائے اور کبھی ان میں ترمیم و تنسیخ کرنے کا خیال بھی نہ لائے۔

امام اعظم صاحبؒ کی تصنیف سے جو کتابیں بیان کی جاتی ہیں وہ ایسی مختصر ہیں کہ اُن کے مسائل جب تک انہیں وسعت نہ دی جائے کبھی سود مند نہیں ہوسکتیں جو کتابیں کہ فقہ حنفی کی کہلاتی ہیں ان سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ ایک ایک حرف امام اعظم کا ہے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسے مجتہد کی کتاب ہے جس کا رجحان بعض مسائل میں امام صاحب کی طرف تھا۔ یہ بدیہی امر ہے کہ آج تک امام صاحب کے کسی خاص شاگرد یا معتقد نے بالکلیہ امام کے ہر مسئلہ کو نہیں تسلیم کیا۔ صاحبین بہت سی باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں گو اُنہوں نے اپنا کوئی نیا مذہب نہیں قائم کیا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ ہر شخص آزاد ہے۔ چاہے وہ کسی امام کی، ان مسائل میں جو ملک کی آب و ہوا اور طبائع کے لئے موزوں ہیں پیروی کرے مگر اس کی پیروی اس حالت میں سود مند ہوسکتی ہے جب گورنمنٹ کی طرف سے بھی ان ہی قوانین کا عمل درآمد ہو اور نہیں تو محض فضول ہے۔

ہمارے دوست مولانا شبلیؒ نے اپنی کتاب سیرۃ النعمان میں امام اعظمؒ اور ائمہ کا اختلاف رائے دکھایا ہے اور پھر ثابت کیا ہے کہ ان مسائل میں امام صاحب کی رائے کتنی ٹھیک بیٹھی ہے۔ ہم ذیل میں ان مسائل کو بلفظ نقل کر دیتے ہیں اور پھر ایک سرسری نظر اُن پر ڈالیں گے۔ (از سیرت النعمان صفحہ ۲۴۱-۲۴۰)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(امام ابو حنیفہؒ کے مسائل)	(اور ائمہؒ کے مسائل)
نصاب سرقہ کم از کم ایک اشرفی ہے۔	ایک اشرفی کا رُبع۔
اگر ایک نصاب میں متعدد چوروں کا ساجھا ہے تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔	امام احمد کے نزدیک ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔
نادان بچہ پر قطع ید نہیں۔	امام مالکؒ کے نزدیک ہے۔
کفن چور پر قطع ید نہیں۔	اور ائمہ کے نزدیک ہے۔
زوجین میں سے اگر ایک دوسرے کا مال چرائے تو قطع ید نہیں۔	امام مالکؒ کے نزدیک ہے۔
بیٹا باپ کا مال چرائے تو قطع ید نہیں۔	امام مالکؒ کے نزدیک ہے۔
قرابت قریبہ والے مثلاً چچا، بھائی وغیرہ پر قطع ید نہیں۔	اور ائمہ کے نزدیک ہے۔
ایک شخص کسی سے کوئی چیز لے کے انکار کر گیا تو قطع ید نہیں۔	اور ائمہ کے نزدیک ہے۔
ایک شخص نے ایک چیز چرائی پھر بذریعہ ہبہ یا بیع اس کا مالک ہو گیا تو قطع ید نہیں۔	اور ائمہ کے نزدیک ہے۔
غیر مذہب والے مستامن ہو کے اسلام کی عملداری میں رہتے ہیں ان پر قطع ید نہیں۔	امام شافعی اور مالک کے نزدیک ہے۔
قرآن مجید کے سرقہ پر قطع ید نہیں۔	امام شافعی اور مالک کے نزدیک ہے۔
لکڑی یا جو چیزیں جلد خراب ہو جاتی ہیں اُن کے سرقہ سے قطع ید لازم نہیں آتا۔	اور ائمہ کے نزدیک لازم آتا ہے۔

(پھر صفحہ ۲۵۰ میں شبلی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں)

(امام ابو حنیفہ رہ کے مسائل)	(اور ائمہؒ کے مسائل)
جب تک فریقین کی حالت میں استقامت	امام شافعیؒ کے نزدیک حرام نہیں۔۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو طلاق دینا حرام ہے۔	
ایک بار تین طلاق دینا حرام ہے اور اس کا مرتکب عاصی ہے۔	امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل رح کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں۔
مہر کی تعداد کسی حالت میں دس درہم سے کم نہیں ہو سکتی اس سے یہ مطلب ہے مرد کو فسخ طلاق پر آسانی سے جرأت نہ ہو کیونکہ یہ تعداد غریب و مفلس کے لئے ہے۔ جس کو اس رقم کا ادا کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے امیروں کو دو چار ہزار کا ادا کرنا۔	امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایک حبہ بھی مہر ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مرد بے دریغ بے سوچے سمجھے طلاق دینے پر جرأت کر سکتا ہے اور عورت کو بوجہ اس کے کہ تفریق کے بعد محض مفلس اور نادار رہ گئی سخت تکلیف کا احتمال ہے۔
خلوتِ صحیحہ سے پورا مہر واجب ہو جاتا ہے۔	امام شافعی کے نزدیک نصف واجب ہوتا ہے۔
جسمانی بیماریاں مثل برص وغیرہ فسخ نکاح کا سبب نہیں ہو سکتیں۔	امام شافعی اور مالکؒ کے نزدیک ان کی وجہ سے فسخ نکاح ہو سکتا ہے۔
اگر کوئی شخص مرض الموت میں طلاق دے اور عدت کے زمانہ میں اس کا انتقال ہو جائے تو عورت کو میراث ملے گی۔	امام شافعی کے نزدیک نہیں ملے گی۔
طلاق رجعی کی حالت میں وطی حرام نہیں ہے یعنی زوجیت کا تعلق ایسی معمولی بیزاری سے منقطع نہیں ہوتا۔	امام شافعی کے نزدیک حرام ہے گویا وہ بائنہ ہو چکی۔
رجعت کے لئے اظہار زبانی کی ضرورت نہیں ہر فعل جس سے رضامندی ظاہر ہو رجعت کے لئے کافی ہے، مطلب یہ ہے کہ آسانی دی جائے تاکہ رجعت بادنیٰ سامحت ہو سکے	امام شافعی کے نزدیک بغیر اقرار و اظہار کے رجعت ہو ہی نہیں سکتی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ کے نزدیک بغیر استشہاد کے رجعت صحیح نہیں ہے فقط۔	رجعت پر گواہ مقرر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔

مجھے سخت افسوس آتا ہے کہ شبلی صاحبؒ نے بدیہی مسائل کو خواہ مخواہ اُلجھانے پر اپنی عقل آرائی کی ہے اور سچی باتوں پر خاک ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ فہرستِ مسائل جو آپ نے بڑی دلیری سے پیش کی ہے ایک پیمانہ ہے مجتہدوں کے اختلاف آرا کا جس سے ایک سمجھ دار آدمی وزن کر کے دیکھ سکتا ہے کہ کس کی رائے ٹھیک ہے اور کس کی رائے نادرست ہے۔ جب وہ اس پر دل سے توجہ کرے گا تو اُسے معلوم ہوگا کہ بعض مسائل امام ابوحنیفہ کے درست ہیں تو بعض مسائل میں اور ائمہ کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے۔ مجھے تعجب یہ ہے کہ شبلی صاحب صرف ان دو چار دس بیس مسائل سے امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت کیونکر اور ائمہ پر ثابت کر سکتے ہیں۔ اجی حضرت آپ کس خیال میں گئے۔ ہزاروں کتابیں لاکھوں مسائل کے اختلاف سے بھری پڑی ہیں جب تک ان مسائل کی فہرست نہ بنے اور کوئی جج کرنے والا نہ ہو محض ناممکن ہے کہ ایک امام کی رائے کو دوسرے امام پر ترجیح دینے کی سمجھ پیدا ہو یہ اور بات ہے کہ اپنے مطلب کے دو تین اٹکل پچو مسائل لے کے امام اعظم کی فضیلت کا راگ گانے لگے۔ ایسی باتیں کچھ زیادہ وزن کی نہیں ہوتیں، اور ان میں سرتاپا چھچھورا پن پایا جاتا ہے بایں ہمہ ہم ان ہی چند مسائل پر بحث کرتے ہیں اور اپنے دوست مولوی شبلی صاحب کو دکھاتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے ثابت کرنا چاہا تھا اس میں کس قدر فیل ہوئے ہیں۔

پہلا دلچسپ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک نصاب میں متعدد چوروں کا ساجھا ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ یہ ایک زبردست اجتہادی خطا ہے۔ شریعت اسلام کے مطلق چور کی سزا قطع ید رکھی ہے پھر وجہ کیا ہے کہ ہر شخص کا جس پر چور کا اطلاق ہو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ اگر امام اعظم کا خیال صحیح ہو تو کیا قباحت لازم آتی ہے میں کہتا ہوں بڑی قباحت لازم آئے گی کبھی کوئی تنہا چوری کرنے کا نہیں جب ان کے دل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قطع کا خوف جاتا رہا پھر وہ مل مل کے دھڑاکے سے دن دیوے چوری کریں اور امام ابو حنیفہ کی بدولت صحیح رہیں گے۔

تمام دنیا کے فوجداری قوانین میں یہ بات ہرگز نہ ہوگی ایک فعل بُرا ہے اگر ایک گروہ اس کو کرے گا تو اس پر بھی وہی جرم عاید کیا جائے گا جو ایک تنہا فاعل پر کیا جاتا۔ پہلے قوانین انگریزی میں بھی یہ بات تھی کہ اگر کئی شخص ایک آدمی کو مار ڈالتے تھے تو انہیں پھانسی کی سزا نہ دی جاتی تھی۔ بلکہ وہ کالے پانی روانہ کر دیتے جاتے تھے۔ حقیقت میں یہ بڑا ظلم تھا مقتول کے ساتھ ہرگز عدل نہیں ہے کہ اس کے قاتلوں کو چھوڑ دیا جاتے، یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک ہی شخص ایک شخص کو مارے گا تو اس خیال سے کہ یہ بھید کسی پر ظاہر نہ ہو جاتے یا اپنی کم طاقتی کے خیال سے یا کسی اور وجہ سے قتل کرنے میں مقتول کو تکلیف بہت کم دے گا کیونکہ وہ یہ چاہے گا جس طرح ہو بہت جلد اس کا کام تمام کر دوں مگر جب کئی مارنے والے ہونگے تو ان کی مجموعی قوت مقتول کی طرف سے بے پروا بنا دے گی اور پھر جس طرح ان کا جی چاہے گا باطمینان اسے قتل کریں گے۔ اکثر خون کے مقدموں میں دیکھا گیا ہے کہ جہاں کئی قاتل گرفتار ہوئے ہیں۔ مقتول کی نعش سے ملاحظہ کے وقت یہ معلوم ہوا ہے کہ قتل کرتے وقت قاتلوں نے اس پر ظلم بہت کیا، ان ان حالتوں پر بھی قاتل سزائے موت سے بری کیے جاتے تھے مگر جوں جوں عدل اور عقل کو ترقی ہوئی وہ تاریک تر رائے ہمارے حکام کی جاتی رہی، اور اب یہاں تک ہو گیا ہے کہ اگر ایک شخص کو سو آدمی قتل کرتے پکڑے جائیں گے تو سو ہی کو پھانسی ملے گی۔

پھر ایسی حالت میں ہم امام ابوحنیفہ صاحبؒ کی رائے کو کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں جو نہ صرف عقل و نقل کے خلاف ہے۔ بلکہ ایسے قوانین سے امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔

دوسرا ایک اور بھی مذاق کا مسئلہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفن چور کا کفن کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹنا چاہیئے۔ مگر اور ائمہ کہتے ہیں کہ کاٹنا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ کاٹنا چاہیئے کیونکہ یہ شرعی چوری ہے اور مال وغیرہ کی چوری دنیاوی چوری ہوتی ہے۔ اگر قطع ید سے بھی زیادہ سزا ائمہ اس کی تجویز کرتے تو شایان تھا وہ باتیں جو مخرب اخلاق اور ظالمانہ ہیں اسلام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے انہیں بہت روکا ہے یہ مانا کہ مُردہ کا کفن اتارنا کسی شخص کے نقصان کا باعث نہیں ہو سکتا مگر جس کی یہ فطرت ہو کہ انسان کی ایسی حالت پر جب وہ نہ بول سکتا ہے نہ چل سکتا ہے نہ حملہ کی مدافعت کر سکتا ہے رحم نہ کرے اور اس انتہا درجہ کی مظلومیت پر بھی اسے ترس نہ آئے تو ایسا سنگدل اگر زندہ انسان کی کسی موقع پر کھال اُتارے تو کچھ بعید نہیں، ان مذہبی روایات کو جن میں موت کے بعد انسان سے پیش آنے اور کسی طرح اس کی پردہ دری نہ کرنے کا حکم ہے ۔ اگر ہم اخلاق اور تہذیب کے معاملہ میں نظر کریں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس سے زیادہ سنگ دلی کا پیشہ دنیا میں اور کوئی بھی نہ ہو گا۔ نئی ہوئی قبر کو اندھیری رات میں دوبارہ کھودنا اور ایک عصمت پناہ خاتون یا ایک پاکباز مرد کے جسم کو کفن اتارتے وقت بڑی تذلیل کے ساتھ قبر میں پلٹیاں دینا کیسا سخت اور غیر قابل معافی جرم ہے ۔ اکثر عصمت پناہ خواتین حالت جان کندنی میں یہ وصیّت کر جاتی ہیں کہ ہمارا جنازہ غروب آفتاب پر اُٹھے اور اس وصیت سے غرض یہ ہوتی ہے مبادا کسی نامحرم کی آنکھ پڑ جائے جن کی حالتِ زندگی میں یہ فطرت ہو پھر کتنے ظلم کی بات ہے کہ ان ہی کے بے جان جسم کو جس میں نہ قوت نمو رہی نہ اپنی حالت میں برقرار رہنے کی طاقت برقرار رہی اور جس کی عصمت پناہی سے خود عصمت کو بھی فخر تھا اس طرح برہنہ کیا جائے اور ذرا بھی رحم نہ آئے ۔ میرے خیال میں کفن چوری کا جُرم قتل سے دوم نمبر کا خیال کرنا چاہیئے جتنا اس جرم کی گہری فطرت پر خیال کرتے جاؤ گے اس کی مہیب صورتیں نکلتی آئیں گی، اور بعد ازاں از خود یہ یقین ہو جائے گا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹنا ظلم نہیں ہے ۔ بلکہ عین انصاف ہے، اور اسے اس کے سنگین جرم کے مقابلہ میں بہت کم سزا دی گئی ہے۔

میرا ارادہ تھا کہ ہر استنباطی مسئلہ پر بحث کرتا چونکہ طول زیادہ ہو جائے گا اس لئے مشتے نمونہ از خروارے پر اس بحث کو ختم کر کے صرف اس قدر اور بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ بہت سے مسائل میں امام اعظم صاحبؒ کی رائے بہ نسبت اور ائمہ کے عین صواب پر ہے مثلاً ایک ناسمجھ بچہ کا چوری پر ہاتھ نہ کاٹنا یا خلوت صحیحہ سے پورا مہر واجب ہو جانا وغیرہ ان مسائل میں امام اعظم کی رائے زیادہ مسلّم ہے، اور حقیقت میں بالکل صحیح ہے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ کہتا ہوں کونسا امام اور مجتہد ایسا ہے کہ جس کی رائے میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال نہ ہو یہ خیال کرنا محض فضول اور تحکم ہے کہ فلاں امام نے استنباطی مسائل میں کبھی خطا ہی نہیں کی۔ یہ ایسا بدیہی جھوٹ ہے کہ جس کی کوئی بھی انتہا نہیں۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں جب خطا اور صواب کا احتمال باقی تھا اور دینی معاملات میں سوائے وحی کے کوئی ناطق حکم نہیں دے سکتے تھے دنیا کے معاملات میں فرمادیا کرتے تھے میرے رائے پر نہ رہنا تم خود بھی خوب سمجھ لینا مبادا میری رائے پر خطا ہو اور پھر تمہیں نقصان ہو جب نبی کی یہ کیفیت تھی تو بے چارہ مجتہد یا امام کس گنتی میں ہے۔ ان باتوں کے سمجھنے کے لئے عقل زیادہ اور علم کی کم ضرورت ہے یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ تمام جہان کا فاضل ہی اسے سمجھے، نہیں معمولی پڑھا لکھا بھی سمجھ سکتا ہے۔

ے شرط انصاف ہے ہر بات میں اے بندہ نواز

مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب شہیدؒ جن پر محض تعصب اور حسد سے الزامات قائم ہوتے ہیں یہی فرمایا کرتے تھے اور آپ کا اصلی مذہب یہی تھا ان پر نہ مقلد کا لفظ عائد ہو سکتا ہے، نہ غیر مقلد کا وہ بجائے خود ایک مجتہد تھے پھر انہیں ان استنباطی مسائل کی تقلید اور غیر تقلید کرنے سے غرض کیا تھی۔ صحاح ستہ جو ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں مدون ہوئی تھیں۔ ہمارے مجتہد وقت کے سامنے کھلی ہوئی رکھی تھیں جو کتابیں فقہ کی ہم نے اوپر بیان کیں ان میں مجتہدین کے اختلافی مسائل اور مختلف آرا کا ایک پیچیدہ بھنور پایا جائے گا اور صحاح ستہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارک ملیں گے گو اختلاف کے ساتھ بھی پھر بھی ہر قوم پر قول نبی کا خیال ہوگا اور اس کے بعد درجہ تیقن پر ناظر پہنچ جائے گا۔ صدہا مسائل جو فقہ کی کتابوں میں لکھے گئے ہیں صحاح ستہ میں موجود ہیں پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ صحاح ستہ پر جن میں آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال جمع ہوں مجتہدوں کی تصنیف کی ہوئی کتابوں کو فضیلت دیں یہ سخت ناانصافی اور سوء ادبی ہوگی یہ خیال حد سے زیادہ رکیک ہے کہ امام اعظم کو ہم تمام احادیث کا حافظ بتا دیں استغفر اللہ یہ محض ناممکنات سے ہے وہ بیچارے تو پہلی صدی کے اختتام پر پیدا ہوئے تھے جنہوں نے مشکل سے نبی عربی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے شاید کسی کو دیکھا ہوگا مگر وہ صحابہ جو مدتوں تک اپنے مغز موجودات اور رحمت عالم کے ہمرکاب رہ چکے تھے انہیں خود صدہا حدیثیں یاد نہ تھیں، چنانچہ جب حضرت صدیق اکبرؓ سے دادی کے حصّہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو کونسا حصّہ دلوایا ہے۔ میں نے کبھی اس کی بابت نبی اکرم کی زبان مبارک سے کچھ نہیں سُنا، پھر آپ نے ظہر کی نماز کے بعد لوگوں سے دریافت کیا کہ اگر کسی کو دادی کے حصّہ کے بابت معلوم ہو تو بیان کرے یہ سُن کے مغیرہؓ بن شعبہ نے کھڑے ہو کے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصّہ دیا ہے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا تیرے سوا اور بھی کوئی اسے جانتا ہے محمدؓ بن سلمہ نے اس کی صداقت پر شہادت دی، حضرت ابوبکر صدیق کو اطمینان ہوا، اور دادی کو چھٹا حصّہ دلوادیا۔ جب یار غار کا یہ حال ہوا کہ اُسے بہت سی حدیثیں یاد نہ ہوں تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ چار مجتہدوں میں سے فلاں مجتہد کو تمام حدیثیں یاد تھیں۔

این خیال ست ومحال است وجنوں

مولانا شہید جنہیں خود مجتہد ہونے کا فخر حاصل تھا کبھی ان جھگڑوں میں نہیں پڑے نہ انہیں تقلید وغیر تقلید سے غرض تھی اور نہ وہ قوم میں فساد برپا کرنا چاہتے تھے ان کا منشا صرف یہ تھا کہ ہر مسلمان موحد بن جائے اور شرک وبدعت مسلمانوں میں سے نکل جائے۔ اس عجیب جوش اور نتھرے ہوئے اصلاح کے خیال نے اپنا اثر کیا اور جس قدر تھوڑی مدت میں اصلاح ہوئی وہ اپنا نظیر دلی کی تاریخ میں تو نہیں رکھتی۔

ناحق آپ کی ذات والا پر الزام قائم ہوتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا اور انہوں نے یہ کہا وہ مقلد تھے اور وہ غیر مقلد تھے یا وہ وہابی تھے نافہم اور الزام دینے والے اگر ذرا غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ تینوں الفاظ اس والا ذات پر عاید نہیں ہو سکتے جس نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ دین کی مدد کی اور خونخوار سکھوں سے اپنے بھائیوں کے خون کا عوض لیا یہ باتیں کوئی معمولی اور سرسری نظر سے دیکھنے کے لائق نہیں ہیں ان پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ کی والا شان ذات ان بیہودہ الزامات سے بہت دُور ہے جو شخص آپ کی سوانح عمری بغور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھے گا اُسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس پایہ کا شخص تھا اگر کسی سلطان کے ہاں پیدا ہوتا تو دنیا میں اشاعت اسلام کہاں تک کرتا اور اب بھی ہم تو یہی کہتے ہیں کہ توحید پرستی کی زبردست بنیاد وہ ہندوستان میں جما گیا اگر خدانخواستہ وہ پیدا نہ ہوتا تو خبر نہیں مسلمانوں کی کیا حالت ہوتی اور وہ دینِ خدا میں کہاں تک رخنہ ڈالتے۔

مولانا شہید کی تصنیفات میں شاید ایسی ایک آدھ کتاب کوئی ہوگی جس میں تقلید غیر تقلید کا اشارتاً بھی کہیں ذکر ہو اور نہیں، کل کتابیں اصلاح مسلمین میں لکھی گئی ہیں اور بُت پرستی سے مسلمانوں کو بچایا گیا ہے۔

تقلید وغیر تقلید کا ایک ایسا بھنگم مسئلہ ہے کہ اس پر کوئی سمجھ دار آدمی تو گفتگو نہیں کرنے کا سوائے وقت ضائع ہونے کے اور کچھ نتیجہ ہی نہیں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ اجتہاد امام ابوحنیفہ رح امام مالک رح امام شافعی رح امام حنبل رح پر تمام ہو گیا اور ان میں ہر ایک مجتہد بجائے خود وحی کا بازگشت بنا ہوا ہے یعنے ہر امام کا گروہ یہ کہتا ہے کہ ہمارے امام صاحب خطا سے بالکل پاک ہیں ایسے مجنون لوگوں کو ان ہی کی حالت پر چھوڑ دینا چاہیئے اور خدا سے دعا مانگنی چاہیئے کہ ان پر رحمت نازل ہو اور اس جنون سے ان کی خلاصی ہو، ایسی عقل کے لوگ بحث کرنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

مولانا شہید رح نے سبقاً سبقاً حدیث و فقہ کی کتابوں کو پڑھا تھا ان پر غور کیا تھا اور اس کی مصلحت کو بخوبی جانتے تھے ایسے شخص کی نسبت مقلد یا غیر مقلد یا وہابی کا لفظ استعمال کرنا کتنے غضب کی بات ہے بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ آپ اپنے وقت کے ایسے ہی مجتہد تھے کہ جیسے اور گزر گئے۔ دوسری حیثیت آپ میں مصلح ہونے کی تھی، اس لحاظ سے ، جہان کے مصلحوں میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ اور مورخوں نے آخر ان کا شمار مجبوراً کیا ہے۔

جب تک ہمارے علمائے دین سے یہ بساندی تقلید وغیر تقلید کے جھگڑے نہ اُٹھ جائیںگے اور سب ذاتی اغراض کو برطرف کر کے قومی منفعت کا خیال نہ کریں گے کبھی اصلاح قومی اور ترقی نہیں ہو سکتی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن فقہ کی کتابوں کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ہے انہیں بغور پڑھنا چاہتے۔ معتقدین کے نہیں بلکہ اس طرح پڑھو جس طرح اور کتابوں کو پڑھتے ہو تو اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ ان عظیم الشان بے شمار کتابوں میں کیسا عجیب اختلاف پایا جاتا ہے جس کا ہونا لازمی تھا مختلف طبائع اور خیالات جب کسی قرآن یا حدیث کے لفظ سے کوئی مسئلہ استنباط کریں گے تو ان میں اختلاف ضرور ہوگا۔ اور یہ اختلاف سبب رحمت ہے خیالات کو وسعت ہوتی ہے، طبائع بڑھتی ہیں اور دماغ میں نئی نئی ایجاد کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے مگر ان کے خیالات پر افسوس ہے کہ جو کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کی زنجیر میں اپنا پیر پھنسا کے اپنے کو بالکل مقید کر لیتے ہیں، اور ایک جگہ اٹک کے رہ جاتے ہیں، اور ان پر علم کی پُر جلال شان کچھ بھی نہیں کھلتی۔

زمانہ کی آب و ہوا ایسی درست پابندی کے موافق نہیں ہے گو ابھی ہمیں اس کا مضر اثر تکلیف نہیں دیتا مگر آئندہ موجودہ علمی حالت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اور پھر ایسا پابند کاٹ کا الو بن جائے گا اس پابندی نے ہماری گزشتہ اور موجودہ نسلوں پر جو کچھ بدنما بلکہ زہریلا اثر کیا ہے وہ سخت ہیبت ناک ہے اور اس کا نتیجہ قوم کے غارت ہو جانے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا ایسا روز بد نہ دکھائے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرھواں باب

دینِ اسلام میں سہولت

دنیا کے مذہبی تواریخ میں یہ نظارہ بھی عجیب وغریب فیکٹس سے پر ہے کہ مذہب اسلام میں جس قدر سہولت ہے کسی مذہب میں بھی نہیں ہے جہاں صاف صاف یہ حکم ہے " اپنے نفوس کو تکلیف نہ دو مگر جہاں تک ان کی وسعت ہو" پھر کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان پر فرائض دینی ادا کرنے کا اسی قدر بوجھ نہیں رکھا گیا جتنی کہ اس کی طاقت ہے۔ اسلام کی پابندی عین آزادی ہے اور مذہبوں کی آزادی عین پابندی ہے۔ نہ اسلام نے دولت مندوں کو جہنمی ٹھہرایا ہے۔ نہ راہبانہ حیات کی تعریف کی ہے نہ دنیا سے کنارہ کشی کرنا افضل بتایا ہے نہ اپنے کسی عضو کو خدا کی نذر کر دینا سکھایا ہے نہ کسی کنوئیں میں الٹا لٹک کے عبادت کرنی سکھائی ہے وہ ان تمام فضول باتوں سے ان کو بچاتا ہے اور ہمیشہ اس نے ایسا ہی کیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہمارے علماء دین اسلام کو ایسی مہیب صورت میں پیش کر رہے ہیں جسے دیکھ کے خود مسلمانوں کے دل کانپے جاتے ہیں بھلا غیر مذہب والے تو کیوں خوف کے مارے قریب آنے لگے۔

وہ پیچیدہ اور قریب قریب لاینحل مسائل جو بچارے مسلمانوں کے آگے پیش کئے جاتے ہیں اور انہیں مجبور کیا جاتا ہے کہ تم اُن کے پابند ہو قرآن اور اسلام کی نفس تعلیم سے انہیں کچھ علاقہ نہیں۔ اسلام ان فضول باتوں سے بہت دُور ہے۔ اسلام کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ چڑے چڑیا کی کہانیوں میں پابند رہے اور معمولی طرز معاشرت میں زبردستی بیٹھا چلا جائے۔ ایک شخص وضو کرنے بیٹھا اُس نے کُلّیاں کرنے سے پہلے ناک میں پانی دے لیا اس پر فتوے دے دیا گیا کہ تیری نماز اگر اسی وضو سے پڑھے گا تو ناکارہ جائے گی اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ مطلب ہوا کہ جو شخص کلیاں کرنے سے پہلے ناک میں پانی دے وہ خدا کی درگاہ میں حاضر ہونے کے قابل نہیں ہے یا جس نے تین دفعہ منہ پر پانی کے چھپکے مارنے کے بجائے چار دفعہ مارلئے وہ شخص بھی خدا کے دربار میں حاضر ہونے کے قابل نہیں ہے۔ یا جبتک ٹخنہ سے اونچا پائجامہ نہ ہو نماز درست ہی نہیں ہو سکتی یا اگر لبیں نہ کتری ہوئی ہوں تو وہ شخص مسلمان نہیں یا اگر اُس نے کسی مجتہد کے استنباطی مسئلہ پر نکتہ چینی کی یا اپنا شبہ ظاہر کیا وہ فوراً کافر بنا دیا گیا پہلے زمانہ میں تو یہ کیفیت تھی کہ غیر اسلام کو مسلمان بنانے کے لئے لاکھوں روپیہ اور جانیں ضائع ہوتی تھیں یا اب وہ زمانہ ہے کہ ہمارے علماء پُرانے مسلمانوں کو دھکے دے دے کے نکال رہے ہیں اور کافر بنائے جاتے ہیں۔ غضب خدا کا مولانا شہید جیسا پاک نفس اور اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے صرف اتنی سی بات پر کہ اُس نے یہ کہا تھا خدا کے جلال کے آگے کسی کی بھی کچھ اصل نہیں خواہ نبی ہو یا غیر نبی وہ آخرالزمان نبی جیسے ہزاروں پیغمبر پیدا کر سکتا ہے مگر یہ اس کی عادت نہیں جو وعدہ کر چکتا ہے پورا کرتا ہے صرف اس قدر لکھنے پر ایک ونڈ مچ گیا اور ہر طرف سے کفر کے فتوے دینے شروع کر دیئے اگر یہی شعار ملت اسلامیان ہیں تو سلام ہے ایسے مذہب پر اور مذہبی گروہ سے کنارہ کشی ہی بہتر ہے۔ ایسے ہی شعار ملت اسلامیان پر یہ شعر موزوں ہوتا ہے۔

شعار ملت اسلامیاں بگزار اگر خواہی　　کہ در دیر مغاں آئی و اسرار نہاں بینی

اس کے مقابل میں پیارے شہیدؒ کو دیکھا جائے کہ جب آپ عیدگاہ جانے لگے ہیں تو دوستوں نے منع کیا۔ وہ شخص یعنے امام سخت بدعتی ہے بت پرستی کرتا ہے اور تمام افعال شنیعہ کو بہتر جان کے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے اس کے پیچھے نماز کیونکر درست ہوگی آپ نے یہ جواب دیا ہے تو مسلمان بس اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔ میں کبھی تفرقہ مسلمین کا باعث نہ ہوں گا۔ آپ نے کبھی کسی شخص کو بدین نہیں کہا نہ زاہد فاسق بتانا تو کجا یہ طبیعت تھی یہ انصاف پسندی تھی اور اسلام پر یہی فدائیت تھی ایسے برتر نفوس کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہندی مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے ان میں ایک ایسے شخص کا ظہور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا جو اسلامی ہندی آٹھ صدی کی سلطنت کا خلاصہ یا خوش آئندہ نتیجہ تھا۔

آؤ ایک نظر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور صحابہ کے اعمال اور ہدایات پر ڈالیں اور دیکھیں آیا اسلام ایسا ہی سخت اور دشوار تر تھا جیسا علماء آج پیش کر رہے ہیں یا اس سے کہیں زیادہ سہل تھا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بیجا بیجا بحثوں اور غیر نتیجہ جھکندوں سے بالکل پاک تھا، آپ نے کبھی ایسی تعلیم نہ دی جو گراں گزرتی ہو، آپ کے زمانہ مسعود میں فقہا کی بحث کی طرح احکام میں بحث نہ ہوتی تھی، اور حقیقت میں اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ روحانی تعلیم جس نے عربوں کی تعلیم بدل دی اس کی کج بحثی سے بہت دُور تھی جو فقہا کے زمانہ میں کی جاتی تھی۔ کوئی شخص ارکان شروط۔ آداب کو دلیل کے ساتھ جدا جدا ثابت نہ کرتا تھا۔ نہ صورتیں فرض کرتا تھا۔ نہ فرض کی ہوئی صورتوں پر کلام کرتا تھا، نہ قابل تعریف کی تعریف بیان کرنے کی انہیں فرصت تھی۔ نہ قابل حصر کا حصر کرنا جانتے تھے۔ یہ ساری باتیں ان کے منشار عالی میں خلل انداز تھیں۔ نبی اکرمؐ وضو فرماتے تھے صحابہ دیکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے وہاں یہ بیان نہیں کیا جاتا تھا کہ وضو میں یہ فرض ہے یہ مستحب ہے۔ یہ فرضی باتیں اسلام سے بہت دور ہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں اور امام شافعی ان چار میں دو اور بھی اضافہ کرتے ہیں یعنی نیت اور ترتیب۔ امام مالک بجائے ان کے موالاۃ کو فرض کہتے ہیں۔ امام احمد حنبل کا مذہب ہے کہ وضو کے وقت بسم اللہ کہنا ضرور ہے اور اگر قصداً نہ کہا تو وضو باطل ہے یہ کج بحثیاں نفس اسلام میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔

صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے تھے اور خود بھی اسی طرح پڑھنے لگتے تھے۔ کیا مجال تھی ایسی جو کوئی بات دریافت کرتے جس سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوتا اور وقت ضائع ہوتا۔ نبی اکرمؐ نے حج کیا۔ صحابہ نے بھی اسی طرح ارکان حج ادا کئے نبی اکرمؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا نہ وضو کے چھ فرض ہیں یا چار نہ آپ نے یہ فرمایا کہ انسان بلا موالاۃ وضو کرے یہاں تک کہ اُس پر فساد یا صحت کا حکم کیا جائے۔ صحابہ اس قسم کی غیر نتیجہ چیزیں دریافت ہی نہیں کرتے تھے۔ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو رسول اللہ ؐ کے اصحاب سے بہتر ہو۔ انہوں نے تمام زمانہ نبوت میں صرف رسول اللہ ؐ سے تیرہ مسئلے دریافت کئے اور وہ سب مسئلے قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان ہی میں سے ایک یہ مسئلہ ہے تجھ سے شہر حرام میں قتال کرنے سے سوال کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے "اصحاب کبھی نبی اکرم ؐ سے ایسا سوال نہ کرتے تھے کہ جو انہیں منفعت نہ بخشے۔"

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں "ہم نے کبھی ایسا سوال نہیں کیا جس کا نفع دائمی نہ ہو۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص پر نفرین کی ہے جو ایسی چیز کا سوال کرے جو ناپید ہو۔ قاسم نے کہا "تم ایسی چیزیں دریافت کرتے ہو کہ ہم نہیں دریافت کرتے تھے اور تم ایسی چیزوں سے کاوش رکھتے ہو جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے تھے اور اگر ہم انہیں جانتے تو ہم پر اُن کا چھپانا جائز نہیں تھا۔"

عمر بن اسحٰق نے کہا "جن اصحاب رسول اللہ سے میں ملا ہوں وہ ان اصحاب رسول اللہ ؐ سے اکثر ہیں جو پہلے گزر چکے تھے۔ میں نے خوب خوب غور کے بعد بھی کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی کہ اُن سے سہولت میں زیادہ اور شدت میں کم ہو۔" عباس بن الکندی سے ایک مری ہوئی عورت کے باب میں سوال کیا گیا کہ اس کا کوئی ولی نہ تھا اس نے آزردہ ہو کے جواب دیا "میں ایسی قوموں سے ملا ہوں کہ وہ تمہاری طرح شدت نہیں کرتے تھے نہ ایسے مسائل دریافت کرتے جیسے تم دریافت کرتے ہو۔"

نبی اکرم ؐ جب مسلمانوں کو نیکی کرتے دیکھتے تھے تو اس کی تعریف کرتے تھے اور اس خوش منظر سے پھولے نہ سماتے تھے، اور جب آپ بدی کرتے دیکھتے تھے تو عام جلسہ میں عام طور پر سب کو مخاطب بنا کے بیان فرما دیا کرتے تھے۔ یہاں یہ غضب ہے اگر کسی بھائی مسلمان سے کوئی خطا ہو گئی، اس پر فوراً کفر کا فتویٰ دیا جائے گا چاہے وہ بدبخت توبہ ہی کرے، ایک دفعہ تو اُسے کافر بنا دیا جائے گا مگر بانئ اسلام نے اپنی پیاری بیٹی بی بی رقیہ کے قاتل کو جب وہ مکہ فتح ہونے کے بعد گرفتار ہو کے آیا رحم کھا کے چھوڑ دیا اور ایک بھی حقارت انگیز کلمہ نہیں کہا۔

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو ایسے جلیل القدر نبی کی تقلید کرنا چاہیے یا موجودہ زمانہ کے غصیلے اور بات بات پر منہ میں کف بھر لانے والے علماء کی۔

مولانا شہیدؒ نے ان مشکلات کو جو دین کے بارہ میں پڑ گئی تھیں دور کر دیا تھا اور مسلمانوں کو خدا کے احکام کا سچا پابند بنا دیا تھا۔ گور پرستی، تعزیہ پرستی، پیر پرستی کی شرمناک اور روحانی مضرت دہ تکلیفوں سے نکال کے اس ایک خدا کی پرستش سکھا دی تھی جس کا مصدق قرآن مجید ہے۔ آپ نے اس بیہودہ تعظیم و تکریم کو اڑا دیا تھا جو ہندوستان خصوصاً دہلی میں زیادہ رائج تھے اور سلام علیکم کہنے والے کے منہ پر تھپڑ لگا کرتا تھا۔

ممکن ہے کوئی آداب تسلیمات کورنش کے سوا کچھ اور کہہ سکتا۔ امیروں کے آگے دست بستہ کھڑے رہنا اور بات بات پر جھکنا ایک عبث اور ناجائز امر تھا جس سے شریعت غرا نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اس کی تلقین مولانا شہید بھی کرتے تھے اور دن بدن بیہودہ تعظیم کی تقلید سے لوگوں کو آزاد کرتے جاتے تھے۔

کل مومن آپس میں بھائی ہیں جہاں یہ حکم ہو وہاں پھر کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے آگے دوسرا شخص دست بستہ اس طرح کھڑا ہو جیسے وہ خدا کے آگے کھڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ " قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار " یعنے رسول اللہؐ نے فرمایا جس شخص کو یہ خوش آوے کہ لوگ اس کے آگے تصویر کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں قرار دے۔"

یہ اسلامی ہدایتیں اور روشن باتیں ہیں جو مولانا شہیدؒ نے لوگوں کو تعلیم کی تھیں وہ والا شان آخر الزمان نبیؐ جس کی پر جلال ذاتؐ نے تمام جہان کو اس کونہ سے اس کونہ تک منور کر دیا جس کی عظمت کے آگے دنیوی شہنشاہ چماروں کے برابر ہیں ایسے جلیل القدر نبیؐ نے یہ حکم کر دیا تھا کہ جب میں آیا کروں کوئی کھڑا نہ ہوا کرے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے (وقال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلعم وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذالک) کہا اصحاب کے نزدیک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ پھر بھی جب حضرتؐ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہ ہوتے تھے، اس لئے کہ اس میں حضرتؐ کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناخوشی تھی "۔ یہ صریح باتیں جب مولانا شہید بیان فرماتے تھے تو نافہم یہ الزام لگاتے تھے کہ یہ رسول اللہ کا ذرا ادب نہیں کرتے، اس نافہی اور کوڑھ مغزی نے یہاں تک ترقی کی کہ مولانا شہید پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا اور بہت دھوم دھام سے اسے شائع کیا گیا، اور اب تک اسی دماغ کے لوگ اُس پر بغلیں بجاتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں سے کچھ بھی تعجب نہ کرنا چاہیئے وہ اگر اس سے بھی زیادہ کفر بکیں تو تھوڑا ہے یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ جیسی آفتاب کی روشن کرنیں ہاتھ لگانے سے میلی نہیں ہوتیں۔ اسی طرح مولانا شہید کی ذات والا کی تابانی میں ایسے ایسے بے معنی الزامات سے کچھ دھندلاپن نہیں آتا۔ ہاں الزام قائم کرنے والوں کی ناتراشیدہ طبیعت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

اسلام کو اگر سب ادیان پر فخر ہے تو اس بارہ میں کہ اس میں سہولت بہت ہے اور جب تک صحابہ اور خلفاء کی حکومت کا دور دورہ رہا۔ سہولت جوں کی توں بنی رہی، اور جب سے کوڑھ مغز مولویوں کے ہاتھوں میں دین کی باگ آئی ہے انہوں نے کوشش کر کر کے اور جان لڑا لڑا کے اس کو مشکل سے بھی زیادہ مشکل بنا دیا بلکہ اس سے بھی کئی درجہ آگے بڑھا دیا جس پر یہ شعر صادق آسکتا ہے۔

ملنا ترا نہیں اگر آسان تو سہل ہے　　　دشوار تو یہ ہے کہ وہ دشوار بھی نہیں

یعنے ہر شخص آج اسلام کو مخاطب بنا کے یہ کہتا ہے اے اسلام اگر تیرا ملنا آسان نہ ہوتا تو یہ بات سہل تھی اور ہم اسے حاصل کر لیتے یعنے جب آسان نہ ہوگا تو مشکل ہوگا اور مشکل بات کوشش اور جانکاہی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر دشواری یہ آپڑی کہ وہ دشواری کے درجہ سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے پھر بھلا اس تک کون پہنچ سکتا ہے جو لوگ مسلمان ہیں اور پشتینی مسلمان ہیں ملانوں کی نوک جھوک سے ان کا دم ناک میں آگیا ہے صورت دیکھی اور کانپ گئے انہوں نے اول دن سے یہ سبق پڑھایا ہے کہ اگر وضو میں چار فرض تسلیم نہ کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر حیلہ شرعی نہ کرو گے تو فاسق ہونے میں تو شک ہی نہیں ہے یا اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھی تو قطعی جہنمی ہو گئے یا پکار آمین کہی تو اشد کفر کے دائرہ میں آگئے یا رفع یدین کر لیا تو جہنم کا ساتواں درجہ رہنے کے لئے ملے گا۔ اس کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ اور بہت سے قیود ہیں جن کی پابندی انسانی فطرت سے تو بہت بعید ہے۔ پھر کون
خیال کر سکتا ہے کہ اسلام ترقی کر سکتا ہے اور پھر اسے ابتدائی صدیوں کا سا زمانہ حاصل
ہو جائے گا۔

مولانا شہیدؒ نے اول ہی اول جب مسلمانوں کو ان بیہودہ قیود سے آزاد کرنا چاہا تو پہلا
غضب ناک اور کریہہ الزام جو ان پر لگایا گیا تھا وہ یہ تھا کہ نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان
میں بے ادبی کرتا ہے اس لئے یہ شخص کافر ہے کیا نبی اکرم کا یہی ادب ہے کہ نبوتؐ اور
بعثتؐ کی اصلی حقیقت کو مٹا کے ہم کیا تو ناپاک جملوں سے آپ کو یاد کریں اور ایک وہمی دلبر
کی طرح ناک بھووں زلف گردن رخساروں وغیرہ کی تعریف کریں یا ایسے جملے استعمال کریں
جو خدا ہی کی ذات کے لئے خصوصیت رکھتے ہیں ایسے ایسے ناپاک اور دائرہ کفر میں لانے
والی باتوں سے مولانا شہید نے روکا تھا ہم کہتے ہیں اگر اسی کو کفر کہتے ہیں تو ہمیں ایسے کفر
پر ناز ہے خدا کرے ہمارا دنیا سے اسی قسم کے کفر میں خاتمہ ہووے (آمین)۔

جہاں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑی شدومد سے خود منع فرمایا ہے کہ مجھے دیکھ کے
میری تعظیم کو نہ اٹھو وہاں یہ غضب کیا جاتا ہے کہ مولود کی مجلسوں میں یہ خیال کر لیا جاتا ہے
نبی اکرمؐ قدم رنجہ فرما رہے ہیں اور معاً لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں حقیقت میں اگر غور کیا
جائے گا تو نبیؐ عربی سے یہ زبردست سند ہوئی کہ آپ تو سخت تاکید فرما رہے ہیں کہ میری
تعظیم کو نہ اٹھو اور ہندوستان میں ہر جگہ زبردستی آپ کو ہر محلہ اور ہر ناپاک مکان میں ایک
مولودی کے ذریعہ بلایا جاتا ہے، اور پھر سرتاپا کھڑا ہوا جاتا ہے۔ ممکن ہے کوئی کھڑا نہ ہو
اگر ایسا کیا بس اسی وقت سے کافر مطلق ہو جاتا ہے۔ تمام ہندوستان میں ایک ہی آن میں
بیسیوں جگہ مولود ہوتا ہے یہ بڑے تماشہ کی بات ہے کہ آن واحد میں رسول اللہ کو سب جگہ
پہنچایا جاتا ہے یہ سخت گستاخی اور بے ادبی نہیں تو اور کیا ہے، اگر ہم ذرا بھی اپنے گریبانوں
میں منہ ڈالیں تو دیکھیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اپنی جانوں پر کیا غضب ڈھا رہے ہیں۔
یہ سمجھنے کی بات ہے کہ ہم ایک معمولی رئیس کو ہر بار بے تکلیف اپنے گھر پر نہیں بلا سکتے،
کیونکہ ہمیں دو باتوں کا لحاظ ہے۔ اول تو ادب اور دوسرے اس کی ناراضی جب ایک ادنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے کتے کا ہم اتنا ادب کرتے ہیں سخت غضب اور ماتم کا مقام ہے کہ شہنشاہ دنیا و دین کا ذرا بھی ادب نہ کریں۔ ہماری عقلوں پر افسوس بھلا ان افعال شنیعہ پر ہماری نجات کیونکر ہو سکے گی۔ کیا اُسی منہ سے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہیں حیف ہے کہ ہم مفخر موجودات رحمت عالم کا ذرا بھی ادب نہیں کرتے جب جی چاہا اپنے دو تین فاسق اور سخت ناپاک دوستوں کی دعوت کی جن دوستوں میں کسبیاں بھی شامل ہوتی ہیں اور ایک کمبخت نابکار مولود کہنے والے کو آٹھ آنہ اور کھانا کھلانے کی خوشخبری دے کے بلا بھیجا اور پھر اُس نے گدھے کی طرح ادھر اُدھر مُنہ پھاڑ کے کریہہ آواز نکالنی شروع کی اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی والا شان ذات میں ایسی ایسی باتوں کو آمیز کر کے دکھایا اور وہ وہ سخت تہمتیں اٹھائیں کہ سچے مومن کا زہرہ شق ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے نبی اکرمؐ جب معراج میں تشریف لے گئے ہیں تو آپ کے ساتھ چالیس ہزار فرشتے کا نوری مشعلیں لئے ہوتے تھے کبھی عرش کی دوری گزوں اور پھر میلوں سے ناپی جاتی ہے کبھی خدا کو معطل بنا کے تمام کاروبار کی کنجیاں رسول اللہؐ کے ہاتھوں میں دی جاتی ہیں، کبھی شاہ عبدالقادر جیلانی کو رسولؐ اللہ کا کارکن بنایا جاتا ہے ہمارا زہرہ نہیں ہے کہ ہم ان الفاظ کو خود بھی رسول اللہؐ کی شان میں استعمال کریں جو مولودیے اکثر کیا کرتے ہیں وہ کھانا جو مولود میں رسول اللہؐ کے نام پر پکایا جاتا ہے خدا کے نام پر اس کھانے میں سے ایک دانہ بھی نہیں دیا جاتا بلکہ جو شخص آٹھ آنے خرچ کر کے مولود کہلواتا ہے وہ اپنے حرام کار دوستوں کو بہت شوق سے کھلاتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اتفاقیہ ایسی ایک مجلس میں میرا ایک دوست جا پھنسا تھا اُس نے ایک خون آلود نظارہ کا جو مجھ سے بیان کیا روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی، اور زہرہ شق ہونے لگا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص شریف صورت سفید لباس پہنے ہوئے دسترخوان پر آبیٹھا کہیں صاحب خانہ نے اُسے دیکھ لیا اپنے دو لٹنظوں سے کہا اسے اٹھا دو وہ سخت بو نگے پنے سے اُسے اُٹھانے لگے اس نے آبدیدہ ہو کے کہا میں سید ہوں آج مجھ پر تیسرا وقت گزر چکا ہے میں نے سُنا ہے کہ مرتے وقت سُور کا گوشت بھی حلال ہو جاتا ہے۔ چلو اسی مجلس میں چل کے اپنا پیٹ بھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لو، گو اپنی تمام عمر میں کیں ناخواندہ کسی کے ہاں نہیں گیا مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ اس کی اس دردناک زاری پر بھی کسی نے توجہ نہ کی اور اس بے چارے کو بُری طرح دھکے دے کے نکال دیا اور آخر میں یہ کہا گیا ایسے بے ادب نہیں بنتے جہاں بی صاحبہ اور شہر کے رئیس وغیرہ بیٹھے ہوں وہاں دسترخوان پر نہیں آ بیٹھتے خیر تو ٹھہر جا ان کے آگے سے جو کچھ بچے گا نوکروں کے ساتھ تجھے دے دیا جائے گا۔ یہ سُن کر روتا ہوا وہ چلا گیا میرا دوست بیتاب ہو کے اُٹھ بیٹھا۔ صاحب خانہ جو کہ بڑے دوست تھے روکنے لگے کہ ہائیں حضرت آپ کہاں اور دسترخوان پر سے اٹھنا یعنے چہ اُنہوں نے صاف کہہ دیا آج سے میں تمہاری صورت دیکھنی نہیں چاہتا تم مسلمان نہیں ہو دیکھئے تم پر خدا کا کیا غضب نازل ہوتا ہے کہ تم نے ایک سید کو ذلیل کیا اپنے گھر سے بھوکا نکالا اور نبی اکرمؐ کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کیا۔

یہ سُن کے اور بھی دو تین آدمیوں نے ہمارے دوست کی ہاں میں ہاں ملائی، اب اس سید کی تلاش ہونے لگی۔ دُور دُور دیکھ آئے پتہ بھی نہ لگا ہاں تیسرے دن سُنا کہ ایک بے وارثی نعش جنگل میں پڑی ہوئی ملی ہے۔ پولیس نے تلاش کے بعد ایک چٹھی متوفی کے جیب سے نکالی اس میں یہ لکھا تھا جو پولیس کے افسر سے لے کے ہم بعینہٖ درج ذیل کرتے ہیں۔

"خود کشی کرنی اسلام میں حرام ہے مگر میں خود کشی نہیں کرتا بلکہ درحقیقت اپنے کو ایک سنگین جُرم پر سزا دیتا ہوں اور سنگین جرم یہ ہے کہ میں ایک مولود کی مجلس میں چلا گیا تھا چونکہ بھوک کا غلبہ بہت تھا اس لئے میں ناخواندہ دسترخوان پر بیٹھ گیا، صاحب خانہ نے سختی کر کے درشتی اور ناتراشیدگی سے مجھے اُٹھایا میرے مُنہ سے یہ نکل گیا کہ میں سید ہوں پھر بھی اس ظالم نے نہ مانا اور میرا ہاتھ گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا مجھے اور تو کچھ رنج نہیں ہے صرف یہ ہے کہ مجھ سے ایک سنگین جرم سرزد ہوا کہ ایسی حالت میں اپنے کو سید کیوں کہا گویا خاندان سادات کو سخت ذلیل کر دیا۔ اس جرم کو میں ناقابل معافی جانتا ہوں اس لئے اس کی سزا سزائے موت تجویز کی جاتی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔ پولیس اس تحقیق میں تکلیف برداشت نہ کرے کہ اس کو کسی نے مار ڈالا یا کسی بیماری سے مرگیا ۔ فقط "

یہ چٹھی دیکھ کے خود افسر پولیس جو لندن نژاد تھا آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور اس پر جس نے ایسے باحمیت شخص کو دسترخوان پر سے اٹھایا تھا سخت نفرین کرتا رہا اس حکایت سے یہ اندازہ ہوجائے گا کہ نبی اکرمؐ کی ان مسلمانوں کے دلوں میں، جو اپنے آگے دوسرے مسلمان بھائیوں کو کافر مطلق خیال کرتے ہیں کتنی محبت ہے اور وہ کہاں تک اس میں خدا کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں ۔ یہی لوگ نبیؐ عربیؐ سے سچا فدائیانہ عشق رکھتے ہیں، اور اسی مُنہ سے یہی رسول اللہؐ کے سچے عاشق بنے ہیں پہلے تو یہ فرض تھا کہ خدا کو واحد جاننا ۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ آخرالزمان نبیؐ تسلیم کرنا، نبیوںؑ اور ان کی کتابوں پر اعتقاد رکھنا، روز جزا کا یقین، فرشتوں کو ماننا بس جہاں کسی نے ان باتوں کو تسلیم کرلیا وہ مسلمان ہوگیا پھر چاہے وہ جو کچھ کرے گا اس کے ایمان میں کچھ فرق نہیں آسکتا گو وہ گناہ گار ضرور ٹھہرے گا، اور اس گناہ کی اسے سزا ضرور ملے گی ۔ مگر اس زمانہ میں اور بھی بہت سی باتیں بڑھانی پڑینگی تاکہ کامل مسلمان ہوسکے، کسی پیر کا مرید ہونا، کسی قبر سے حسن اعتقاد رکھنا قبروں کا طواف کرنا برسویں دن کسی بڑے عرس میں شریک ہوکے پھولوں کی چادر یا دو ایک کھانے کی دیگیں چڑھانا، ایک نہ ایک قوالی کی مجلس کرنا ۔ قوالوں کی اے وائے اے وائے پر مٹکنا ۔ گیروا کپڑے پہننا ۔ لمبی لمبی زلفیں بڑھانا، مولانا روم کی مثنوی کا قرآن کی طرح حفظ یاد ہونا، شہیدی کا سراپا رسول مقبول کا برزبان یاد ہونا، ہر قبر کو دیکھ کے اس کے آگے سجدہ کرنا، جمعرات کو مُردوں کی فاتحہ دلوا کے کسی ملانے کی نذر کرنا ۔ برسویں دن ضرور اپنے گھر میں مولود کہلوانا، اہل حدیث پر ہر نماز کے بعد دو تین تبرے بھیج دینا، رسول اللہؐ کی ذات اقدس پر نئے نئے بہتان قائم کرکے ان کا درجہ خدا تک پہنچا دینا ۔ جھوٹی اور مردود حدیثوں کو جنہیں بالاتفاق سب مردود ٹھہرا چکے ہیں رسول اللہؐ کی طرف عائد کرنا، اور بار بار زور دے دے کے یہ بیان کرنا رسول اللہؐ یہ فرماتے ہیں ۔ ہر پیر، شہید، ولی کو شفیع روز آخر اور عالم غیب سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت کی طرح یہ بھی معجزہ دکھا سکتے ہیں ۔ پیر کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ پر بیعت کرکے تمام مذہبی باتوں سے آزاد ہو جانا، شاہ عبدالقادر جیلانی کی نماز پڑھنا، ہر پیر کو رسول اللہ سے زیادہ درجہ عطا کر دینا جیسا نور الابصار والے نے اپنے پیر کی مدح میں اشعار لکھے ہیں اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ حقیقت میں یہی بات ہے اسے شاعرانہ مبالغہ کبھی نہ سمجھا جائے ان میں سے چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں۔

فروغ مشرب و ملت تمہاری ذات عالی سے
بڑھا جلوہ تمہارے فیض سے شرع محمد کا
مسیح چرخ عرفان ہے کلیم طور وحدت ہے
تعالی اللہ کیا رتبہ ہے اس ذات مفرد کا
بنائے دین و ایمان ہاتھ سے تیری ہوئے محکم
کیا معمار حق نے تم کو ارکان مشید کا
تیرے کونچہ (کوچہ) کے پتھر سے کسے امکان دعوی ہو
لبوں تک نام دشواری سے آیا سنگ اسود کا
پڑا گردش میں وہ جس سے نظر تیری پھری شاہا
ٹھکانا ہی نہیں لگتا ہے اس کے اختر بد کا
جو منکر ہے ولایت کا تری وہ منکر حق ہے
بعینہ ماجرا یہ ہے ابو جہل اور محمد کا
لکھا ہے وصف میں نے جو مری نظروں سے گزرا ہے
نہ انداز خیالی ہے نہ مضمون ہے خوشامد کا
تلطف سے عنایت کی نظر مجھ پر ہو اے شاہا
بھروسا ہے فقط مجھ کو ترے الطاف بیحد کا
غلام بارگاہ آسمان رفعت عمر عاجز
بحمد اللہ مجاور ہیں ہوا قصر زمرد کا

(از نور الابصار مطبوعہ نصرۃ المطابع دہلی صفحہ ۲۶۹)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب میں عام مسلمانوں کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ آیا ان مذکورۂ بالا اشعار کے ہر ہر مصرع سے کفر پایا جاتا ہے یا نہیں - اگر کچھ بھی حمیت اسلام باقی ہے اگر ذرا بھی امی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شرم آنکھوں میں ہے اگر کچھ بھی اثر ہاشمی گرم گرم مصفا خون کا رگوں میں باقی ہے اگر قرآن مجید اور اس کے احکام کی کچھ بھی عزت کرتے ہو تو بول اُٹھو، اے دکھن اور اُتر کے رہنے والو بول اٹھو، اے پُورب اور پچھم کے رہنے والو بول اُٹھو، اے بوڑھو جوانوں، بچو بول اٹھو، اے وہ لوگو جو دین اسلام کو حق سمجھ کے مسلمان ہوئے ہو قسم ہے تمہیں اس خدائے بزرگ کی جس نے تمہاری ہدایت کے لئے اپنا پیارا نبی مبعوث فرمایا کہ یہ مذکورۂ بالا اشعار کیا محض معمولی مسجد کے ملانے سوکھی بھگڑی کی تعریف میں موزون ہو سکتے ہیں میں کہتا ہوں تمام جہان کا بھی فاضل اجل اور ولی کامل ہو پھر بھی اس پر ان شعروں کے ایک مصرع کا بھی اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مثلاً پہلے ہی شعر میں یہ دعوے کیا گیا ہے ع

بڑھا جلوہ تمہارے فیض سے شرع محمدؐ کا

شریعتِ محمدیؐ کا جلوہ بڑھانے والا سوائے ذات خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، ایک کامل نور کامل روشنی کا جلوہ دوسری چمک سے کیا بڑھ سکے گا آفتاب کے آگے سب کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے یہ آج تک کسی کی زبانی نہیں سنا کہ آفتاب کی روشنی کی زیادہ ترقی کے باعث ستارے یا سیارے وغیرہ بھی ہیں. جو اپنی دھیمی دھیمی شعاؤں سے اسے کچھ نہ کچھ فیض پہنچاتے ہیں - استغفراللہ توبہ توبہ اس طرح شریعت محمدیؐ کی کبھی کی تکمیل ہو چکی اس میں ہرگز کوئی کسی قسم کا نقص نہیں ہے اس کی تابانی یا درخشانی کامل ہو چکی ہے بھلا اسے کوئی کیا جلوہ دے گا: قرآن میں یہ تو فرمایا گیا ہے ہم تیرے دین کی تکمیل کر چکے اور اپنی نعمت تجھے دے چکے وہاں تیرہ سدی تک شریعت محمدیؐ تاریک گڑھے میں پھنسی رہی جب ایک صاحب مسجد میں پیدا ہوئے تو انہوں نے شریعت محمدیؐ کا جلوہ اپنے فیض سے بڑھایا۔ ہائے کتنی زبردست نبیؐ عربیؐ کی توہین ہوئی ہے پھر اور لو ع

بنائے دین و ایماں ہاتھ سے تیرے ہوئی محکم

اب میں کہاں تک اس سخت کفر پر ریمارک کر کے اسے اور چمکاؤں صرف سمجھدار اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصف مسلمانوں کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔

غرض جو جو قیود کہ آج کل مسلمان ہونے کی پیش کی جاتی ہیں وہ بے شمار ہیں۔ مولانا شہیدؒ نے چاہا تھا کہ ان تمام قیود سے مسلمانوں کو آزاد کر دوں جن قیود میں کتنی بڑی سختی یہ ہے جو ہمارے پیرجی صاحب نے لگائی ہے اور وہ مفصلہ ذیل ہے ؎ جو منکر ہے ولایت کا تیری وہ منکر حق ہے، بعینہٖ ماجرا یہ ہے ابوجہل اور محمدؐ کا ؎ اب بڑی مشکل آپڑی ہے کہ مسلمان ہونے میں ایک یہ بھی شرط ہے کہ آخوندجی صاحب کی ولایت کا قائل ہو ورنہ اس کی نسبت رسول اللہ ؐ سے ایسی ہو جائے گی جو ابوجہل سے نبی کو تھی جو لوگ پہلے گزر گئے دیکھئے ہمارے پیرجی انہیں بھی مسلمان تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔

میں دریافت کرتا ہوں اگر ان اشد کفریات پر مولانا شہیدؒ نے فرمایا اور لوگوں کو اس تاریک، زندگی سے نجات دی تو اس کا صلہ وہ کفر کا فتویٰ ہوگا جو مولانا شہیدؒ پر لگایا گیا ہے اور مدت تک اس کی خوب اشاعت دی گئی گو اب مخالف بھی سر جھکاتے اور مانتے جاتے ہیں اور ان کے فاسد خیالات کی بہت کچھ اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ پھر بھی ابھی اس قسم کے لوگ باقی ہیں جن کے اشعار اوپر نقل ہوئے اور یہ کوئی معمولی صاحب نہیں ہیں بلکہ ان کے مرید پانچ چار ہزار آدمی ہوں گے جو ان کے ہر ہر قول پر جان دیتے ہیں اور نورالابصار کا ہر ہر لفظ قرآنی الفاظ کے ہم پلہ سمجھتے ہیں۔

بھائیو! اسلام ان تمام بیہودگیوں سے پاک ہے۔ توحید اسلام کا بہت بڑا رکن ہے جو پابندیاں اور قیدیں کہ اور مذہبوں میں لازمی قرار دے دی گئی ہیں اور یقین کر لیا گیا ہے کہ بغیر ان کے نجات ہی ممکن نہیں، اسلام ان تمام باتوں کو ناکارہ بتاتا ہے۔ وہ انسان کی فطرت کے موافق اسے ہدایت کرتا ہے۔ اس کے قوانین قوانین قدرت کے بالکل مشابہ ہیں اور ذرا بھی فرق نہیں ہے نفس اسلام نہیں کہتا کہ ابوحنیفہ کی اگر تقلید نہ کی تو میں اپنے میں سے خارج کر دوں گا یا شافعی، حنبلی، مالکی نہ بنے تو میرے فرزند نہیں ہو بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ خدا کو واحد جان لو، اسی کو مشکل کشا سمجھ لو، محمدؐ کو اس کا آخرالزمان نبیؐ مان لو بس بیڑا پار ہے۔ جو احکام قرآن مجید میں آگئے ہیں اور جن کا بیان حدیث نبوی میں موجود ہے اس کی پابندی کرو کیونکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ پابندی عین آزادی ہے۔ نجات کے لئے نہ کسی پیر سے بیعت کرنے کی ضرورت ہے نہ کسی وظیفہ پڑھنے اور کسی قبر پر جانے نہ کسی سے دعا کرانے کی ہر مسلمان بجائے خود ایک شیخ ہے کہ اسے مذہبی ارکان ادا کرنے میں کسی مولوی، عالم، پیر کی ضرورت نہیں ہے وہ اور مذہب کے پنڈتوں اور پادریوں کی طرح مولویوں کا مقید نہیں ہے وہ خود قرآن کے موافق اپنا جج بن سکتا ہے، اور خود ہی اپنے کو سزا دے سکتا ہے۔ یہی مولانا شہیدؒ کی تلقین تھی جن لوگوں نے سمجھ لیا یا جو لوگ سمجھتے جاتے ہیں وہ تو آرام اور اطمینان سے ہو گئے اور جنہوں نے نہیں سمجھا وہ گھبرائے ہوئے ادھر اُدھر قبروں اور پیروں کے پاس پڑے پھرتے ہیں اور پھر ان کی تشنگی نہیں بجھتی۔ اسلام اور کفر کے دو راستے کھلے ہوئے ہیں جس کو جو بھلا معلوم ہو اس پر چلے کوئی منع کرنے والا نہیں ہے مگر آئندہ زندگی میں جو کچھ جزا و سزا اس کی ملے گی وہ اپنی ہی ذات پر اٹھانی پڑے گی، اور وہی سخت عذاب درد دینے والا ہے۔ خدا ہر متنفس کو اس سے بچائے بدگمانی کو دل سے نکال ڈالو، اور اسلام کے سچے متبع بن جاؤ۔ اب میں یہاں سے پیارے شہیدؒ کی تصانیف کا ذکر نہایت اختصار کے طور پر کرتا ہوں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب

مولانا شہیدؒ کی تصنیفات، اور بعض خط!

مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحبؒ کی تصنیفات جو خاص خاص موقعوں پر نہایت ضرورت کے وقت لکھی گئیں بے نظیر یادگار شہید کی ہیں۔ آپ کی سوانح عمری کا دیکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی جو خیال آپ پر غالب آگیا اور جس کی دھن میں آپ نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صرف کر دیا اور آخر اسی میں شہید ہو گئے، ایسا نہ تھا کہ چوبیس گھنٹے روز و شب میں کوئی اطمینان کا وقت نکلتا، اور آپ کسی حجرہ میں بیٹھ کے تصنیف کی کارروائی شروع کرتے۔

فطرت نے پیارے شہیدؒ کو تصنیف و تالیف کرنے ہی کے لئے پیدا نہ کیا وہاں کام ہی ایک عظیم الشان لینا تھا جو اور کسی سے کبھی نہ ہو سکتا تھا۔ ایک دفعہ تحصیل سے فارغ ہو کے مولانا شہیدؒ کا تفسیر قرآن لکھنے کو جی چاہا تھا اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اپنے چچا جان کی خدمت میں عرض بھی کیا تھا کہ میں تفسیر لکھنا چاہتا ہوں شاہ صاحب نے فرمایا تھا بیٹا تفسیریں تو بہت سی موجود ہیں اگر تفسیر لکھنے کا ارادہ ہو تو کوئی نئی بات پیدا کرو اور اگر نئی بات نہ ہو سکے تو بے فائدہ ہے۔ مولانا شہیدؒ نے عرض کیا تھا کہ وہ کونسی بات قابل لحاظ ہو جس سے تفسیر میں نیا رنگ پیدا ہو جائے۔ شاہ صاحب نے ارشاد کیا بیٹا کچھ پرانی ادب کی کتابیں شعرائے متقدمین کا کلام اور محاورۂ عرب دیکھو اور پھر قرآنی محاورہ اور ہمعصروں کی تحریروں سے اسے تطبیق دے کے دیکھو، اسی طرح کی بہت سی نئی نئی باتیں جب تفسیر لکھنے بیٹھو گے نکل آئیں گی۔ مولانا شہیدؒ نے اسی دن سے شاہی کتب خانہ سے جتنی کتابیں ادب وغیرہ کی مل سکیں انہیں بغور پڑھا اور ان کے مطالب اور محاورات کو دل میں جگہ دی برسوں کے تعجب ہوگا کہ آپ کو دو ہزار اشعار شعرائے عرب کے نوک زبان تھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر یہ بہت درست ہے ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ فطرت نے پیارے شہیدؒ کو بنی نوع کی اصلاح اور ظالموں سے انتقام لینے کے لئے پیدا کیا تھا اسے منظور نہ تھا کہ ایسا جوہر فرد حجرہ میں بیٹھ کے تصنیف کی دھن میں کبھی ڈاڑھی نوچنے لگے اور کبھی کسی مطلب کے سوچنے کے لئے مُنہ پیٹنے لگے، کبھی زچ ہو کے دوات و قلم اٹھا کے پھینک دے۔ حقیقت میں مصنفوں کی حالت جب وہ تصنیف کرنے بیٹھتے ہیں بالکل مجنوں کی سی ہوتی ہے۔ مولانا شہید نے پانچ چھ مہینے تو اس میں صرف کئے مگر آخر کار جس رستہ پر چلنے کے لئے فطرت نے بنایا تھا وہ ہی راہ اختیار کی اور تصنیف و تالیف کا خیال تک بالکل چھوڑ دیا۔

پھر بھی جو کتابیں حسب ضرورت مولانا نے لکھی ہیں یا یہ کہو کہ ان کے بعض بعض وعظوں کا خلاصہ ہے وہ مفصلہ ذیل ہیں۔

۸ **تقویۃ الایمان**:- یہ ایک چھوٹا سا رسالہ عجیب دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے وہ باتیں جو اُس وقت مسلمانوں میں رائج تھیں اور جس سے اسلام شرک میں گھی کھچڑی ہو رہا تھا انہیں اس طرح علیحدہ کر کے دکھا دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی ایسی تردید کی کہ ہوا کا رُخ ادھر سے اُدھر پھر گیا۔

یہ لاجواب رسالہ جس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک بہت مقبولیت سے پھیلی ہے ایک عجیب جوہر ہے جس میں سچا اسلام اور ایمان اپنی تابانی دکھا رہا ہے۔ سوائے قول خدا اور حدیث رسول اللہؐ کے نہ کسی امام کا قول نقل ہے اور نہ کسی مجتہد کا نہ اپنا مطلب ظاہر کرنے کے لئے کچھ منطق و فلسفہ کا خرچ کیا گیا ہے نہ شاعرانہ جامہ عبارت کو پہنایا گیا ہے۔ سادی سادی عبارت اور چھوٹے چھوٹے جملے اور عام فہم الفاظ معمولی بول چال کے ہیں کہ معمولی پڑھا لکھا بھی بآسانی سمجھ کے اپنے دینی خیالات اس سے درست کر سکے۔ طولانی پیچیدہ اور قریب قریب لاینحل عبارت جس سے بالکل مطلب خبط ہو جاتا ہے اس میں کہیں نام کو نہیں پائی جاتی ہے بہت بڑا کمال جو اس کتاب میں رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ چھوٹے رسالہ میں تمام وہ مطالب جن سے دین اسلام صاف ہو کے اور نتھر کے شرک و بدعت میں سے نکلتا ہے بالتفصیل درج کر دئے گئے ہیں جن کا یہ مفہوم ہے کہ اگر ان پر عمل کر لیا تو دونوں جہان میں بیڑا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پار ہے میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی بات بھی ایسی نہیں چھوڑی کہ جو ہندی مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا نہ ہو اور اس سے اخلاق نہ بگڑتے ہوں اور دین میں رخنہ نہ پڑتا ہو۔ تمام وہ مکروہ بدعتیں جنہوں نے مسلمانوں کا ستیاناس کر دیا تھا اور ان کی گھٹی میں پڑ گئی تھیں اور تمام وہ شرکیں جنہوں نے قرآن و حدیث کے منشا کو بالکل پلٹ دیا تھا۔ اس خوبصورتی سے ان کی قرآن و حدیث سے تردید کی گئی جس کی مثال کوئی اور کتاب نہیں معلوم ہوتی۔ صدہا کتابیں ان مضامین میں دیکھنے میں آئیں وہ ایسی طول طویل اور ادق ہیں کہ اول تو ان کا مطلب مشکل سے کھلتا ہے اور دوسرے عام ہدایت ان سے نہیں ہو سکتی کیا ہوا اگر فی ہزار ایک شخص دشواری سے اس کی تہ تک پہنچا ایسی کتاب کا اسلامی دنیا میں عدم وجود سب برابر ہے یہ بہت درست ہے کہ اگر تقویۃ الایمان نہ ہوتی تو جو اصلاح مسلمانوں کی معاشرانہ زندگی میں ہوئی ہے کبھی نہ ہوتی اور خبر نہیں مسلمانوں پر کتنی آفتیں نازل ہوتیں اور کیا کیا غضب الٰہی اُن پر اُترتا۔ جو کچھ روشنی اس وقت ہندوستان میں دکھائی دیتی ہے اور جس سے اسلام اسلام معلوم ہوتا ہے سب اس ہی کتاب کا صدقہ ہے اب تک اس کی اشاعت چالیس پچاس لاکھ کے قریب ہو چکی ہے اور دن بدن ہوتی جائے گی۔ یہاں سے اس کی مقبولیت کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔

بڑے بڑے معرکہ کے مضامین چند ہی الفاظ میں اس طرح ادا کر دیئے ہیں اور انہیں صاف کر کے دکھا دیا ہے کہ سخت تعجب آتا ہے اور زیادہ حیرت یوں ہوتی ہے کہ جب مُلّا نے ان مضامین پر کچھ لکھتے ہیں تو صدہا صفحے سیاہ کر جاتے ہیں مگر مطلب ہی نہیں کھلتا کہ لکھ کیا رہے ہیں آئندہ کیا لکھیں گے بحث طلب کونسا امر ہے۔ مثلاً ایک مشہور و معروف مسئلہ کو پیارا شہید سادے لفظوں اس آیت قرآنی کے تحت میں یہ لکھتا ہے۔

قل ادعوا الذین زعمتم من	"کہہ بھلا پکارو تو اُن لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو سوائے
دون اللہ لا یملکون مثقال	اللہ تم کے سو وہ تو ایک ذرہ برابر بھی آسمانوں
ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض	اور زمین میں اختیار نہیں رکھتے اور نہ اُن کا
وما لھم فیھما من شرک وما	اُن دونوں میں کچھ ساجھا ہے اور نہ اُن میں سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

له منهم من ظهير ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له حتى اذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق و هو العلى الكبير۔ (سُوۡرَةُ السَّبَا)	اللہ تعہ کا کوئی بازو ہے کسی کی سفارش اس کے رُوبرو کام نہیں آتی مگر جسے وہ خود سفارش کرنے کی پروانگی عطا فرما دے یہانتک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا کہتے ہیں کہ حق اور وہی ہے بلند بڑا۔"

کسی قسم کی شفاعت پر بحث فرما کے آپ یہ تحریر کرتے ہیں (دھو ھذا)

"جو کوئی کسی نبی یا ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ تعہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اُس نے خدا کے معنے کچھ بھی نہ سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُنْ سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرئیل اور محمد صلعم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔" (از تقویۃ الایمان)

اس لکھنے پر کہ خدا محمد صلعم جیسے اور بھی نبی پیدا کر سکتا ہے خر دماغ ملاؤں میں طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا، اور اُنہوں نے اپنی بھونڈی عقلوں کے صدقہ میں جو کچھ ان کی بودی طبیعت نے گواہی دی، الٹے سیدھے رسالے لکھ ڈالے اور خدا کی عظیم الشان قدرت کو توڑ مروڑ کے اپنے تنگ و تاریک مسجد کے حجرہ میں مقید کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس رب کو جس کا قرآن شاہد ہے اتنی قدرت ہے کہ اگر چاہے تو آن کی آن میں موجود دنیا کے ہر متنفس کو محمد صلعم کے برابر رتبہ دے سکتا ہے۔ پھر بھی اس کی لا انتہا عظمت اور لازوال شوکت میں ذرا بھی تفاوت نہیں آسکتا۔ اگر اسلام مٹ جاتے اور ہر شخص ابوجہل بن جائے تاہم اس کی عالیشان عزت اور لامحدود رفعت میں ایک تل برابر بھی فرق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آسکتا نظامی کی یہ سخت اس جبار قہار کے ساتھ سوء ادبی اور خیرہ چشمی ہے کہ وہ اپنے سکندر نامہ میں خالق کون و مکان کو مخاطب بنا کے یہ کہتا ہے ؎

گناہ من از نامدے در شمار ترا نام کے بودے آمرزگار

اس سے شاعر کا کچھ ہی مطلب کیوں نہ ہو مگر ظاہر الفاظ سے سراسر بے ادبی پائی جاتی ہے۔ اگر انسان ذرا بھی غور کرے تو اسے ادنیٰ توجہ کے بعد خود ہی معلوم ہو جاتے کہ پانی کی جو صفت ہے یعنی پیاس بجھانا وہ اس میں ہر حالت میں باقی رہے گی خواہ تمام جہان اس کا استعمال کرنا چھوڑ دے اگر کوئی پانی کو مخاطب بنا کے یہ کہے کہ تیری یہ پیاس بجھانے کی صفت جب تک مسلم ہے کہ ہم استعمال کرتے ہیں اگر ہم نہ کریں تو تیری یہ صفت کبھی بھی نہ رہے۔ بے جا تبختر اور نا ملایم ناز ہے۔ اسی طرح یہ سمجھنا کفر ہے کہ خداوند تعالیٰ میں یہ قدرت ہی نہیں ہے کہ وہ محمدؐ عربی جیسے نبی پیدا کر سکے استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ اس سے زیادہ کفر بلکہ اشد تاریک تر اور غلیظ کفر ہو نہیں سکتا، ایسے ہی کم عقل لوگوں کے بہک جانے کے لئے قرآن کریم میں نبی عربی کی صاف طور پر حقیقت نبوت کھول دی گئی ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے "نہیں ہے محمد مگر رسول یا قاصد" دوسری جگہ فرمایا ہے "کہہ اے محمدؐ میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں" پھر ارشاد ہوا ہے "میں صرف ایک بشیر اور نذیر ہوں" ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے نبی اور نبوت کی حقیقت صاف طور پر کھلتی ہے۔ ان بیّن آیتوں پر نظر کرنے کے بعد بھی اپنی ناکارہ عقول کے صدقہ میں اگر ہم نبی کو معاذ اللہ خدا کے ہم پلہ ٹھہرا دیں تو ہمارا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کہاں ہو سکتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے جو قوانین قدرت منضبط کئے ہیں ان کے خلاف کرنے کی اُسے عادت نہیں ہے مثلاً اس میں قدرت ہے کہ بغیر شوہر کے ہر کنواری کے پیٹ سے بچہ پیدا کر سکتا ہے اور بغیر بادل کے پانی برسا سکتا ہے اور بغیر پانی کے ڈبو سکتا ہے اور بغیر آگ کے جلا سکتا ہے اور بغیر زبان کے بُلوا سکتا ہے اور بغیر پیروں کے چلا سکتا ہے اور بغیر تلوار کے کاٹ سکتا ہے مگر یہ ساری باتیں اس کی عادت میں نہیں ہیں وہ اپنے قوانین قدرت کے خلاف جو اس نے اول دن سے مقرر کئے ہیں کبھی نہیں کرتا نہ اُس نے آج تک کیا۔ کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں یہ قدرت نہیں ہے کہ بغیر انبیاء علیہم السلام کے مبعوث کئے دنیا کو ہدایت کا رستہ دکھا دیتا اور جہان میں کسی متنفس پر شیطان کا غلبہ نہ ہوتا مگر اس کے قوانین قدرت کے خلاف یہ ساری باتیں پڑتی ہیں، اس لئے اُس نے سب قسم کے اسباب جمع کر دیئے اور ایک ایسا باغ لگا دیا جہاں گلاب اور موتیا کے تختے بھی ہیں تو ستیاناسی کے بھی درخت ہیں جہاں بُلبلیں چہچہا رہی ہیں، بوم بھی نوبت زنی کرتا ہے، اسی طرح پیغمبر آخر الزمان کی مثل پیدا کرنے کی اس میں قدرت باقی ہے مگر عادت نہیں ہے جب اس نے نبوت کا خاتمہ ایک مقدس معصوم نفس پر کر دیا اب اسے ضرورت نہ رہی کہ پھر بھی ایک اور نبی اپنے وعدہ کے خلاف ایسا پیدا کرے اس صورت میں یہ سمجھنا کہ اس میں مثیل محمدؐ پیدا کرنے کی قوت نہیں ہے صریح کفر میں پڑنا ہے۔ یہی مراد مولانا موصوف کی ہے جس پر سخت رد و قدح کی گئی یہاں تک کہ بعض کوتاہ اندیش دور از اسلام ملانوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اس پر بھی ہمیں کچھ افسوس اور استعجاب نہ کرنا چاہیئے۔ جہاں خدا کو نہ بخشا اور اس کی بیوی اور بیٹا ٹھہرا دیا جہاں نبیؐ پر فریبی اور جادوگر ہونے کا الزام قائم کیا گیا جہاں صحابائے کبار کو غاصب ٹھہرایا گیا۔ جہاں علمائے اسلام مثلاً امام غزالیؒ اور اور علماء پر فتویٰ کفر لگایا گیا وہاں بیچارے شہید کی کیا اصل ہے۔

الحمد للہ کہ موجودہ زمانہ کی رفتار نے پُرانے ڈھکوسلوں کی جو کسی زمانہ میں وحی سمجھے جاتے تھے بہت کچھ قلعی کھول دی ہے اور دن بدن ان کی عقدہ کشائی ہوتی جاتی ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ مسجد کے تنگ و تاریک حجروں اور باڑوں کی غلیظ کوٹھریوں میں بیٹھ کے ہم جہاں کا فیصلہ کیا کریں اور ایک طرفی ڈگری دیا کریں۔ ملانوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اب ان کی اتنی ہستی بھی نہیں مانی جاتی جتنی ادنے سی ادنے خدا کی مخلوق کی ہو، اگر مسلمان اپنی اولاد کی بہتری چاہتے ہیں اور انہیں مشرک اور بدعتی بنانا نہیں چاہتے تو انہیں فرض ہے کہ قرآن کے بعد وہ معصوم بچوں کو تقویۃ الایمان پڑھائیں۔ اگر اب اُنہوں نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا چند روز کے بعد زمانہ خود انہیں مجبور کرے گا کہ وہ ایسا ہی کریں لاکھوں کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کے عرب میں بھیج دی گئی ہیں جن کو عرب سوسائٹی میں چاہت سے پڑھا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دلچسپی سے اس کے مطالب کو   ہیں جگہ دی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں زیادہ زور توحید پر دیا گیا ہے مگر قرآنی توحید میں ملانوں نے شرک کی ایسی آمیزش کر دی تھی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جدا یا علیحدہ کرنا مشکل پڑ گیا تھا مگر خدا مولانا موصوف کو جنت میں مدارج اعلیٰ عطا فرماوے کہ انہوں نے صاف صاف کھول دیا اور توحید و شرک کو بالکل علیحدہ اور جدا جدا کرکے دکھا دیا۔

تقویۃ الایمان کے دو حصے ہیں ایک تو مولانا شہیدؒ نے اپنے قلم سے لکھا ہے اور دوسرا حصہ آپ کی وفات کے بعد محمد سلطان خاں صاحب نے ترتیب دیا ہے مگر مطالب وہ ہی درج ہیں جو پیارے شہیدؒ کے ہیں یہ سمجھنا چاہیئے گویا پیارا شہید لکھواتا گیا اور محمد سلطان خان لکھتے گئے۔ اس سے بہتر نبی، ولی، پیر شہید کی حقیقت اور کسی کتاب میں کم ملے گی جیسی تقویۃ الایمان میں پائی جاتی ہے۔ ایک انمول گوہر ہے جس کی تابان شعائیں جمنا سے فرات تک پڑ رہی ہیں اور اُمید ہے کہ آئندہ باسفورس تک اسلامیوں کی فصیلوں کی سنہری قبوں اور شاخ زرین یا گولڈن ہارن کے طلائی کنگروں پر پڑیں گی۔

۲/ دوسری کتاب تنویر العینین ہے یہ کتاب دراصل اس بیہودہ شور و شر مٹانے کے لئے لکھی گئی ہے جو ملانوں میں رفع یدین کی بابت پڑا ہوا تھا ایک گروہ صرف اس فروعی اختلافی مسئلہ میں ایک دوسرے کو کافر کہتا تھا جو شخص رفع یدین کرتا تھا وہ اپنے اس بھائی مسلمان کو جو رفع یدین نہ کرتا ہو مسلمانی سے خارج جانتا تھا اس طرح نہ کرنے والا شخص کرنے والے کو کافر سمجھتا تھا۔ مولانا شہید نے اس بیہودہ شورشیں اور ہولناک غلط فہمی کو اڑا دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ کوئی شخص رفع یدین نہ کرے تو اس پر کچھ بھی گناہ نہیں ہے اور اگر کرے تو ثواب ہے کیونکہ طرفین کے دلائل اس مسئلہ میں قوی ہیں۔ اس سے زیادہ فیصلہ کرنے والا اور کون منصف جج ہو سکتا ہے؛ بھلا صریح حدیثوں کی جو مولانا نے لکھی ہیں تردید کیا ہو سکتی ہے مگر ملانوں نے اسے بھی نہ بخشا جب وہ اسلام کے برباد کرنے کے لئے آستین چڑھا بیٹھے ہوئے ہیں پھر وہ احادیث نبویہ کی تردید کیوں نہ کریں گے۔ مولانا شہید نے حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ افضل رفع یدین ہی کا کرنا ہے اور نہ کرنے والا گناہ گار نہیں میں نہیں جانتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اتنا لکھنا وہ غضب ہو گیا کہ اس کی تردیدیں ہونے لگیں اور ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ اس افسوس ناک نظارہ سے ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اسلام کی ملانوں کے ہاتھوں کیا بُری گت بنی ہے اور یہ لوگ کیسے بدنام کنندہ نیکو نامے چند ہیں۔ اب ہم رفع یدین کے بارے میں تنویر العینین سے نقل کرکے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ مولانا کی دین کے معاملہ میں کیسی دھیمی طبیعت ہے اور وہ رفع یدین کے بارے میں کن انقطاعی سموئے ہوئے انصاف پسند الفاظ میں فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

الحق ان رفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والقیام منه والقیام الی الثالثه سنة غیر مؤکدة من سنن الهدی فیثاب فاعله بقدر ما فعل ان دائما فبحسبه و ان مرة فبمثله ولا یلام تارکه۔

"حق یوں ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا تکبیر تحریمہ رکوع سے کھڑے ہونے دو رکعتوں سے تیسری کی طرف کھڑے ہونے کے وقت سنت غیر موکدہ ہے (یعنی ایسی سنت ہے جس کی تاکید نبی عربی نے نہیں فرمائی) سنن ہدی سے پھر بقدر کرنے کے اس کا کرنے والا مستحق ثواب ہوگا اگر ہمیشہ کرتا رہے گا تو اسے ہمیشہ کا ثواب ملے گا اور اگر ایک مرتبہ کرے تو ایک مرتبہ کا ثواب پاوے گا اور اس کے تارک پر ملامت نہ ہوگی۔"

اس کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مولانا شہید نے صاف طور پر انصاف لکھ دیا اس میں جھگڑا ہی نہیں رہا نہ کرنے کو جی چاہے رفع یدین نہ کرے عذاب نہ ہوگا ہاں اگر مولانا شہید یہ لکھتے کہ نہ کرنے والے کی نماز نہ ہوگی یا وہ جہنم واصل ہوگا تو اعتراض کرنے کی بھی جگہ ہوتی اور جب مسلمانوں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا پھر کیوں اتنا غل وشور مچاتے ہیں اور ناحق دریدہ دہنی کرکے اپنی شرافت کے پترے کھولتے ہیں۔

خدا نے ہمیں اس لئے علم نہیں دیا ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی تکفیر کے فتوے خواہ مخواہ مرتب کریں، اور اپنی علمی تلوار سے ان کے گلے کاٹیں بلکہ ہمارے یہ علمی ہتھیار غیر اسلام کے لئے ہیں۔

میں دریافت کرتا ہوں آج تک کسی ملّا نے عیسائیوں کے مقابلہ میں بھی کتاب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیف کیں اور ان کی زہریلی تصانیف کا بھی رد لکھا یا سوائے مسلمانوں کی تردید کرنے کے انہیں کچھ آتا ہی نہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ پادریوں نے بہت سی کتابیں مسلمانوں کے خلاف تصنیف کی ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری ایسے بڑے پیرایہ میں جھوٹی جھوٹی باتوں کے ساتھ طبع کئے ہیں جن کے دیکھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جاہل مسلمان اپنے دین میں مشتبہ ہو جاتے ہیں ان کی تردید بھی آپ نے لکھی تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں قابل خطاب نہیں سمجھتے وہ اجہل من الناس ہیں ملانوں سے ایسی اُمید ہی رکھنی فضول ہے وہ آمادہ ہیں اور بہت مستعدی سے آمادہ ہیں صرف قرآن وحدیث کی تردید کرنے ہیں کوئی مسلمان کتاب لکھے ضرور اس کی تردید کریں گے اور اگر حمیت نے زیادہ زور مارا تو کفر کا فتویٰ اس پر دے دیں گے یہ مسلمانی رہ گئی ہے۔ اور یہ ایمان ہے۔ ادھر تقویۃ الایمان کے رد چھپ رہے ہیں اور ادھر تنویر العینین کے مگر یہ توفیق نہ ہوگی لاؤ ان الزاموں کو بھی اُٹھا دیں جو عیسائی لاعلمی یا ہٹ دھرمی یا تعصب سے رسولؐ عربی کی معصوم ذات پر قائم کرتے ہیں ایسی تردید کو جہالت سمجھ رکھا ہے۔ قرآنی تردید کو علم خیال کر رکھا ہے ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ دارد حافظ   وائے گر از پسے امروز بود فردائی

مجھ سے ایک بوڑھے شخص نے خدا اس پر رحمت کرے یہ روایت بیان کی تھی کہ جب محمد اسمٰعیل نے تنویر العینین لکھی ہے تو آپ پہلے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں لے کے حاضر ہوئے اور عرض کیا چچا جان آپ اسے ملاحظہ فرمالیں تو پھر میں اس کی اشاعت دوں۔ شاہ صاحب نے بغور اس چھوٹے سے رسالہ کو ملاحظہ فرمایا، آپ فرط انبساط سے بیخود ہوگئے، اور مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے اسی سرخوشانہ حالت میں اپنے نوجوان پیارے بھتیجے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا تو نے جو کچھ لکھا وہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ کوئی شخص اس کی تردید نہیں کر سکتا، حقیقت میں اس چھوٹے سے رسالہ کی عمدگی میں شک نہیں جو شخص مسلمان بن کے اس رسالہ کو دیکھے گا اسے طرفین کے قوی دلائل کو وزن کرنے اور ان سے ایک نتیجہ اپنے لئے پیدا کرنے کا اچھا موقع مل جائے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴/ تیسری کتاب آپ کی صراط مستقیم ہے گو وہ سید احمد صاحبؒ کے نام سے منسوب ہے مگر دراصل پیارے شہیدؒ ہی کی لکھی ہوئی ہے جیسا کہ ہنٹر اپنی کتاب دی انڈین مسلمان صفحہ ۶ میں لکھتا ہے کہ "مولانا اسمٰعیلؒ نے اس کتاب کو فارسی میں تالیف کیا اور مولوی محمد عبدالجبار کانپوری نے اس کا ترجمہ اُردو میں کیا یہ کتاب یا رسالہ جس میں سید احمد صاحبؒ کے مقولے ہیں، تصوّف اور نصائح سے بھرا ہوا ہے۔ عبارت کی عمدگی پر مؤلف کو جس قدر ناز ہو وہ کم ہے جس مقام سے کتاب کو اُٹھا کے دیکھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کا دریا بہہ رہا ہے الفاظ کی بندش اور عبارت کی چستی سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اسی قدر مطالب کی عمدگی سے مؤلف کی شان معلوم ہوتی ہے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ اس رسالہ کے ہر مضمون سے میں متفق ہوں تاہم اس کا بہت سا حصہ قابل مدح اور عمل ہے جس کا اختصار ہم درج ذیل کرتے ہیں (وھو ھذا)

دعائے محبت و اُلفت با خدائے عز وجل ہر کس میکند لیکن حقیقت آن کم یاب است بلکہ نایاب حقیقت محبت اُلفت آنست کہ باوجود کمال ایمان و اعمال و علم و عقائد او در ہر باب و اجتناب از معاصی و سیئات بر تبر علیا اگر اورا مصائب و بلیات آں چناں رسد کہ جان و مال و اولاد و زوجہ و قوم و آبروی او را فرا گیرد و بہ بدترین امراض مبتلا گردد و دریں بلیات جان دادہ بعذاب شدید آن عالم گرفتار شود ہرگز پارہ از حرفِ شکایت در خاطر خطور نکند آرے التجا و زاری و نیایش و بیقراری از عدم تحمل آن مصائب بحضور خداوندی بسبب فرط اعتقاد و عموم رحمت و مغفرت ہر قدر کہ کند و بہتر و بجا بلکہ مقتضائے کمال ایمان آنست فاما مفہوم شکایت را نسبت بآن ذات پاک در وہم و خیال جا ندہد بلکہ آنرا بالکل بقصور حال مآل و نقصانیکہ در استعداد ازلی اوست نسبت کند۔ وما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم و يعفوعن كثير را بمين حال خود شمار دو ہمیں امر باعث حصول مقام صبر و منصب رضا بالقضا باشد و یقین کند کہ وی مستحق سخت تر عذابے بود از انچہ بوی رسید و موافق استحقاق وی نیست و عفو آن عفو غفور است کہ بآن درجہ عذاب کہ مکافی قصورش باشد ابتلا نفرمودہ وہمیں، امر باعث صدر اعلائے انواع شکر کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درعین بتلاء بلا باد ہجوم مصائب است میگردد و بالجملہ انسان را ہیچ حقیقت قابل آن نیست کہ درصورت توجہ کرم الٰہی تصور معنی قدر دانی اللہ تعالیٰ کند و درصورت توجہ سخطش او تعالیٰ را ناقدر دان پندار وچہ او را ہیچ قدری نیست کہ بسبب آن اللہ تعالیٰ را بقدر دانی و ناقدر دانی خود خیال کند" فقط

اس عبارت سے اندازہ ہوگا کہ صبر و شکر و رضائے الٰہی میں پیارے شہید کی کیا راتے تھی اور اس نے اپنے بلند مبارک خیال کو کس پُر اثر عبارت میں ظاہر کیا ہے۔ عبارت کے پڑھنے اور ہر ہر جملہ پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا راقم وہی شخص ہے جو صبر و شکر و رضائے الٰہی میں ڈوبا ہوا ہے اور بیخودانہ سرخوش حالت اور عالم وجد میں اس کی زبان سے یہ دلوں میں گھر کرنے والے الفاظ یا جملے سرزد ہوں۔

انسان کی طبیعت کا آئینہ اس کی تحریر اور تقریر ہوتی ہے۔ بالغ نظر ہر تحریر اور تقریر سے پہچان سکتی ہے کہ جو کچھ مصنف لکھتا ہے آیا اس کی طبیعت کی بھی یہی کیفیت ہے یا اس میں محض تصنع ہے بعض تحریریں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن سے صاف طور پر یہ ہویدا ہوتا ہے کہ مصنف کا دل قلم کے ساتھ موید نہیں ہے دل کچھ اور کہتا ہے طبیعت کچھ اور گواہی دیتی ہے قلم کچھ اور کہہ رہا ہے مگر پیارے شہید کے وہی زبان پر تھا جو اس کے دل پر تھا اسی لئے جیسا اُس کی زبان میں اثر تھا اُسی قدر اُس کی تحریر میں اثر تھا۔ اُس کی آنکھوں کی زبردست اور قوی تر مقناطیسی کشش غضب کی پرزور تھی جس سے نگاہیں ملائیں اور اسے اپنا گرویدہ بنالیا۔ بالجملہ یہ کتاب سید احمد صاحب کی بڑی یادگار ہے جو ان ہی کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہر شخص ان ہی کی مصنفہ سمجھ کے اسے پڑھتا ہے اور اپنی اپنی فہم کے مطابق اس سے دلچسپی لیتا۔

۱۱۴ چوتھی کتاب منصب امامت ہے یہ ایک ۱۱۴ سو چودہ صفحہ کا رسالہ نہایت لاجواب اور اعلےٰ درجہ کا لکھا گیا ہے یہ ایسی ضروری کتاب ہے جس سے حقیقت نبوت حقیقت امامت اور ولایت کی اصلی حالت معلوم ہو جاتی ہے وہ لوگ جو نبوت و امامت و ولایت وغیرہ کو گڈمڈ کرنے کے عادی ہیں اس رسالہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے کیا کیا مدارج ہیں اور کن کن اعلیٰ صفات میں خداوند تعالیٰ نے انہیں افضل اور ممتاز اپنی جمیع مخلوق سے بنایا ہے وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر خوش آئندہ اور ناروا الزام جو پیارے شہید کی بابرکت ذات پر مفسدین دین اسلام نے قائم کئے ہیں کہ یہ انبیار کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا اور انہیں اپنی طرح ایک آدمی کہتا ہے اس رسالہ سے سب کے دندان شکن جواب مل سکتے ہیں بشرطیکہ معترض ہاتھ میں لے کے اس بیش بہا رسالہ کو دیکھیں اور سمجھیں کہ جس جلیل القدر شخص کی نسبت ہم بے بنیاد بہتان جوڑتے ہیں اس کی مرتفع ذات اس سے بہت دُور ہے اس میں شک نہیں کہ نبوت وخلافت وامامت وغیرہ کی حقیقت جہلار کبھی نہیں جان سکتے وہی نفوس جانتے ہیں جنہیں خداوند تعالےٰ اپنی ودیعت سونپتا ہے جاہل کٹ ملا کیا جانیں کہ حقیقت نبوت کیا ہے۔ ان کا اعتراض کرنا سراسر نادانی اور کج فہمی ہے۔

ہم رسالہ منصب امامت پر خود کوئی رائے قائم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے جب کتاب ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے پھر ضرورت کیا ہے کہ ہم اٹکل پچو رائے زنی کریں جس سے خصم کی ہرگز کامل تشفی نہ ہو۔ مناسب ہے کہ بعض مقام ہم منصب امامت کے نقل کرکے اس بات کا انصاف کہ انبیار علیہم السلام کی نسبت مولانا شہید کا کیا خیال تھا ناظرین پر چھوڑتے ہیں اور انہیں بے جا اور نامعقول اعتراضوں اور پیارے شہید کے روشن عقائد میں جو وہ معصومین کی نسبت رکھتا تھا حکم بناتے ہیں اُمید ہے کہ آئندہ سے پھر کوئی ایسی نابکار اور دوراز عقل نکتہ چینیاں کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔

ماخوذ از رسالہ منصب امامت
در بیان حقیقت ولایت

باید دانست کہ انبیار علیہم السلام را در معاملات روحانی وکمالات انسانی بہ نسبت عموم ناس اعتباری باشد کہ حضرت رب الارباب قابل خطاب اند وحامل کتاب باشارات غیبی مامور اند وبشارات لاریبی مسرور پرورش یافتہ بستان تکریم اند وتربیت یافتہ دبستان تعلیم سربلندان مجالس تعظیم اند۔ ودانش مندان مجالس تفہیم مخزن اسرار احکام اند ومورد انوار الہام منور بنور بوارق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکوت اند و موئد بظہور خوارق ناسوت بنور ایقان و حکمت معمور اند و در بحر اجتناب و خشیت مغمور بکمال محبت و موالات موصوف اند و بادراک لذت مناجات مشغوف در مقام حب فی اللہ راسخ القدم و در معرکہ بغض فی اللہ صاحب علم در ابواب خضوع بغایت ہوشیار اند و در آداب خشوع نہایت تجربہ کار در شدت خوف در جالسان سیماب در اضطراب اند و بقوت و محو و فنا مثل شبنم در آفتاب در تعظیم رب کریم بغایت مؤدب اند و در معاملۂ رضا و تسلیم نہایت مہذب و در تبتل و تجرید چست و چالاک اند و در توکل و تفرید مطہر و پاک در قطع علائق نفسانی بیباک اند و در قلعہ وساوس شیطانی سفاک بر طہارت فطرت مجبول اند۔ و در عبادت رب العزت مشغول۔ آتش محبت حق در دل افروختہ اند۔ و غیر حق را سر بسر سوختہ در زہد و قناعت بے بدل اند و در صبر و استقامت ضرب مثل۔ در کل مشکلات فہم ممتاز اند و در سر انجام محبت ہمت بلند پرواز مخزن عقل و علم اند، و معدن عفو و حلم، مجمع خلت و دفا اند و منبع عفت و حیا، بر کافۂ خلائق رحیم اند۔ و در مراعات علائق کریم یگانہ ہر بیکار اند۔ و ہمای ہر خانہ در پے ہر گزیدہ دوان اند، در پس ہر گزندہ سر گردان انیسان سخاوت اند و بہار گلستان سماحت شیران بیشۂ شجاعت اند و دلیران میدان شہامت در است باز ند سیر چشم دشمن نواز۔ در مکارم اخلاق یگانہ آفاق اند و بر نسبت طالبین حق عاشق و مشتاق ہمین است مقصود از ولایت دریں مقام۔

از ہمیں بیان واضح گشت کہ مرتبۂ ولایت را سہ شعبہ است اول معاملات صادقہ مثل الہام و تعلیم و تفہیم غیبی و حکمت۔ دوم مقامات کاملہ مثل محبت و خشیت و توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت و زہد و قناعت و تفرید و تجرید سوم اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت و وفور شفقت و حلم و حیا و محبت و وفا و صدق و صفا و سخاوت و شجاعت و امثال ذلک پس گویا منصب ولایت را ازیں سہ شعبہ مرکب توان گفت ہر چند ایں ولایت جمیع خواص عباد اللہ را حاصل میشود چنانچہ کریمہ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون الذین آمنو وکانوا یتقون براں دلالت میدارد لکن ولایت ایں کبار رنگے دیگر میدارد بیانش ایں کہ حق جل و علا او وکمال بس عظیم از خزانہ خاص خود بایشان عطا می فرماید و آن ہر دو را در تمامی کمالات مذکورہ جاری و ساری میننماید پس ہر کمال ایشاں برنگے دیگر می برآید ممتاز از کمالات اولیاء دیگر اول عبودیت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

است وثانی عصمت معنی عبودیت آنست کہ ایشاں را باوجود اتصاف باین کمالات نقصان ذاتی خود دائما ملحوظ خاطر میماند واین کمالات رامثل لباس مستعار می انگارند ومشابہ تقبل لیل ونہاری شمارند۔ دائما بمحض فضل رب العالمین نظر می دارند وبہر حال شکر او بجا می آرند۔ و گاہے خودرا ازحد بندگی نمی کشند وہمیشہ راہ تادّب می روند وادنائے مراتب گستاخی وشوخ چشمی ہرگز روا نمی دارند۔ ونوعی ازناز وتبختر بخیال نمی آرند۔ ازسکر شطح نپراراند وازشورش و مستی دست بردار۔ ہمیشہ رابندگی پوئید۔ وزیادت سرافگندگی می جوئید۔ علی الدوام تضرعات عبودیت میدارند نہ ادعای تصرفات الوہیت بلسان خاک خاموش اند نہ مثل آتش درجوش در مقام تجرید وتفرید ازبندگان الٰہی متنفر نشوند۔ وحقوق ذوی الحقوق تلف نکنند۔ ودر مقام توکل براہ مستان لایعقل نمروند وطریقہ تادب راکہ عبارت از رعایت اسباب است بالکل از دست ندہند وبنابر شوق لذت مناجات ازگم گشتگان بادیئے ضلالت دامن نکشند بلکہ تخلل اوقات مناجات روا دارند وبہدایت ایشان ہمت برگمارند ودر مقام حسن خلق مداہنت در دین متین ومساہلت دراحکام رب العالمین گوارا نمی کنند وہرگز بایں راہ ناروا نمی روند۔ و در مقام سخاوت وسماحت اسراف راراہ ندہند ودر مقام شجاعت وشہامت تابع جوش وغضب نشوند۔ پس گویا کہ افعال واقوال ایشاں ازاقتضائے اخلاق کاملہ ایشان صادر نیست بلکہ درمحض اطاعت رب العالمین است وبس مثلاً اگر کسی راچیزی می بخشند ہرگز بمقتضائے سخاوت جبیلہ خود نمی بخشند بلکہ تامل می فرمایند کہ اگر رضای رب العالمین باین بخشش متعلق آنست فی الفور آنرا برروی کاری آرند والا ازاں نہایت نپراراند واگر در مقامی مقدمہ کارزار و جنگ وپیکار برپا میکنند بنابر مقتضائے شجاعت خود برپا نمی کنند بلکہ اگر رضائے نزلائے خود دراں می بینند داد شجاعت دراں مقام میدہند والا پہلو تہی کردہ براہ خود می روند۔ وہمچنیں در سائر امور قیاس باید کرد۔ پس گویا کہ بظاہر کمالات مذکورہ بلسان دانہائے تسبیح متعدد ومتکثیر است فامادر حقیقت ہمان رشتہ عبودیت ہمہ رایک سلک گردانیدہ۔ ومعنی عصمت آنست کہ آنچہ بایشان تعلق میدارد اقوال وافعال وعبادات وعادات ومعاملات ومقامات و اخلاق واحوال آں ہمہ راحق جل وعلیٰ از مدار غلت نفس شیطان وخطا ونسیان بقدرت کاملہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود محفوظ میدارد و ملائکہ حافظین بر ایشان می گمارد تا غبار بشریت دامن پاک ایشاں را نہ آلاید و نفس بہیمی بہ بعضے مکنونات خود امر نفرماید و اگر احیاناً چیزے کہ خارج از قانون رضائی حضرت حق باشد از ایشان بطریق شذو ذو ندرت صادر می گردد فی الفور حافظ حقیقی ایشاں را کشاں کشاں براہ راست می آرد و ایں ولایت مذکورہ کہ رنگین باشد برنگ عبودیت و عصمت آں را ولایت النبوۃ میگویند پس ولایت النبوت غیر منصب نبوت ست چہ منصب نبوت مخصوص است بانبیاء و ایں ولایت النبوۃ اگرچہ بالاصالت در انبیاء یافتہ می شود فاما بعضے اکابر اولیا را ہم بہ تبعیت انبیاء ازاں یقینے بدست می آید چنانچہ دلائل این دعوی از کتاب و سنت عنقریب مذکورہ خواہد گردید" فقط۔ (از صفحہ ۵۷)

امام بمنزلہ فرزند سعادت مند رسول است و سائر اکابر امت و اعاظم ملت بمنزلہ ملازمان خدمت گزار اند و فدویان جان نثار پس چنانکہ تمام اکابر سلطنت و ارکان مملکت العظم شہزادہ والاقدر ضرور ست و توسل باو واجب موازنہ خود باو علامت نمک حرامی ست و اظہار مفاخرت بر دامارت بدانجامی ہم چنیں تواضع و تذلل ہر صاحب کمال بحضور او باعث سعادت دارین است و شمردن علم و کمال خود روبروئے جالب شقاوت نشانتین یگانگی باو یگانگیست با رسول و بیگانگی ازو بیگانگیست از رسول خصوصاً درین مقام کہ منصب نیابت پیغمبر ہم از جانب حکیم علی الاطلاق باو مفوض گردید پس حالش در ضمن ایں تمثیل باید فہمید کہ از مقربان بادشاہی امیرے باشد بغایت جلیل القدر مقرب درمیان حصار دربار مامور بر خدمات عمدہ قائم بر مناصب عالیہ و اورا فرزندی باشد بغایت سعید شائستہ حضور پادشاہی و قابل تفویض خدمات در لیاقت و ہنر مشابہ پدر خود و ہمراہ پدر خود آمد و رفت بہ بارگاہ پادشاہی میدارد و عزت و اعتبار در نگاہ بادشاہ و در حصار آں بارگاہ بادشاہی جدی بدست آوردہ کہ منصب نیابت پدر خود باآواز حضور سلطانی مفوض گردید پس اگر کسے از رفقائے پدر او باو راہ مساوات خواہد پیمود و بر منصب خود در مقابلہ او تفاخر خواہد نمود ہم نمک حرامی بہ نسبت آقائی خود کہ آں امیر کبیر است باو عامد خواہد شد و ہم عتاب سلطانی برو متوجہ خواہد گردید ہمچنیں سرکشی در و تابی از امام وقت گستاخی ست بہ نسبت او و مساوات اوست بہ نسبت رسول و اعتراض مخفی است

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برحلیم علی الاطلاق کہ ایں چنیں شخص ناقص را منصب نیابت آنچناں شخص کامل عطا فرمودہ بالجملہ تقرب الی اللہ تبرک توسل ایشاں خیالی ست پر اختلال و وہمی ست سراسر باطل و محال۔

بے عنایات حق و خاصان حق　　گر ملک باشد سیہ گردد ورق

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حب علی حسنۃ لا یضر معہا سیئۃ وبغض علی سیئۃ لا تنفع معہا حسنۃ قال علیہ السلام الا ان مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجا ومن تخلف عنہا ھلک رزقنا اللہ وسائر المسلمین حب اھل البیت ۔ واتباعھم بل حب جمیع ائمۃ الھدی واتباعھم اٰمین یارب العالمین ۔

اس فاضلانہ تحریر کے دیکھنے کے بعد کون شبہ کر سکتا ہے کہ جو کچھ مخالفت سے مولانا شہید کی نسبت لکھا گیا ہے وہ کس قدر ناروا اور بے جا ہے ۔ آپ نے اس عزلت گزینی کی جو بنی نوع سے دلی نفرت پیدا کرنے کی پہلی منزل ہے اور جس کا حدوث بالکل قانون قدرت کے خلاف ہے پوری قلعی کھول دی آپ نے صاف طور پر فرما دیا کہ انتہا درجہ کی رذیل انفاس اور بدترین ناس سے بھی نفرت نہ کرنا چاہئے بلکہ مناجات چھوڑ کے ان کی ہدایت میں سرگرم ہونا چاہیئے ۔ موجودہ اور کسی قدر گزشتہ زمانہ میں ولی اور فنا فی اللہ اسے جانتے تھے جو ترک دنیا کے نام سے مخلوق خدا پر سنگ باری کرے اور اگر کوئی مسلمان اس کے پاس جائے تو اس پر نگاہ ڈالتے ہی لاحول پڑھ دے اور تھوتھو کر کے اپنا حجرہ بھر دے گزشتہ دو تین صدیوں میں ہندوستان بھر میں یہ شان ولایت اور فنا فی اللہ ہونے کی کامل شہادت سمجھی جاتی تھی اگر یہ بھی قبول کر لیا جائے کہ تارک دنیا درحقیقت پہنچا ہوا فقیر ہے اور وہ جبکہ خدا کی یاد میں ہر وقت رہتا ہے اس لئے اسے آدمیوں کی صورت سے نفرت ہوتی ہے تو بھی ہم اس پہنچے ہوئے ولی اللہ کو یہ کہیں گے کہ یہ خود غرض ہے ذاتی نفع پر اس کی نظر ہے اور خواہشات نفسانیہ میں اس قدر محو ہے کہ ہمدردی بنی نوع کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں آتا ۔ خدا مولانا شہید کے جنت میں مدارج بلند کرے کہ آپ نے صاف طور پر کھول دیا کہ ایسا شخص جو مسند امامت پر جلوہ افزا ہے ایسا شخص جسے منصب امامت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ولایت کے حاصل کرنے کا افتخار حاصل ہو چکا ہے اُس پر واجب ہے کہ ترک مناجات کرکے گمراہوں کی ہدایت میں مصروف اور بنی نوع کی ہمدردی میں اپنا دھن من تن قربان کر دے۔ اور ہر دم اس کی زبان پر یہ جاری ہو نہ صرف زبان پر بلکہ اس کی عملی زندگی میں ہر ہر قدم پر یہ پایا جاتا ہو۔

علم و ہنر و سیم و زر و جان و دل ما   وقف ست ہمہ بہر ہواخواہی احباب

کسی زمانہ میں ولیوں اور بڑے بڑے جید صوفیوں اور بڑے بڑے مولویوں کو چھوئی موئی کا درخت بنا رکھا تھا کہ ادھر کسی کا سایہ پڑا یا ذرا کسی نے ہاتھ لگا دیا بس وہ مُرجھا کے رگر پڑا لوگوں نے کیا سمجھ رکھا تھا انہوں نے خود ہی اپنے کو چھوئی موئی بنا رکھا تھا بنی نوع کی صحبت سے اُنہیں سخت نفرت تھی اور وہ اپنی عظمت ایسی قابل نفرت فعل سے جانتے تھے۔

یہ اب تک غلط فہمی سے مشہور ہے کہ مولانا اسمٰعیل ولیوں وغیرہ کو کچھ نہ سمجھتے تھے مگر تحریر بالا کی شہادت سے تمام وہ اعتراضات جو ناحق اس ذات والا پر کئے جاتے ہیں دُور ہو جائیں گے اور اُمید کی جاتی ہے کہ آئندہ پھر کسی کو خیالی اعتراضات کرنے کی پُرغلط دلیری نہ ہوگی۔

منصب امامت کی نسبت ہنٹر لکھتا ہے کہ سید احمد صاحب کی امامت منوانے کے لئے مولانا شہید نے تصنیف کی تھی مگر میں کہتا ہوں اگر وہ منصب امامت کو بالاستیعاب دیکھتا تو اسے اس کہنے کا موقع نہ ملتا یہ بیش بہا رسالہ درحقیقت کوئی خصوصیت اپنے میں نہیں رکھتا عام طور پر نبوت خلافت ولایت کے ادق مضامین پر کوئی بحث کرتا تو اسے صدہا اجزا سیاہ کرنے پڑتے پھر بھی شاید مطلب صاف طور پر نہ کھلتا۔ مولانا شہید نے چند اجزا میں طولانی مضامین اور غیر محدود مباحث کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں اس طرح ادا کر دیا گویا کچھ بڑا کام ہی نہ تھا ہر جملہ جو تین چار الفاظ سے زیادہ کا نہ ہوگا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل سے ڈھل کے نکل رہا ہے۔

منصب امامت کو لو اور اسے بغور دیکھو۔ فکر کرو اگر درحقیقت تمہیں ان مضامین سے کچھ بھی مذاق ہوگا تو سمجھ جاؤ گے کہ یہ چھوٹا سا رسالہ اپنی نوعیت میں اپنا ثانی نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا۔

یہ نہایت کمال کی بات ہے کہ جہاں نبی کی صفات بیان کی ہیں وہاں اس کے فرائض منصبی سے بھی اطلاع دے دی ہے۔ تاکہ صفات کی فرائض منصبی کے ساتھ تطبیق ہو سکے۔

پانچویں کتاب ہنٹر نے اپنے رسالہ صفحہ ۶۷ میں مولانا موصوف کی تصنیف سے تذکرۃ الاخوان لکھی ہے میں نے ہرچند اس کتاب کو تلاش کیا مگر مجھے نہیں ملی خبر نہیں ہنٹر صاحب کے ہاتھ یہ کتاب کہاں سے لگ گئی تھی بہرحال اگر اس کتاب کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس میں کچھ نصیحتیں ہوں گی۔

۶/ چھٹی کتاب ایضاح الحق نامی مولانا موصوف کی تصنیف سے بیان کی جاتی ہے۔ ہنٹر نے اس رسالہ کا اپنی کتاب میں کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ ان رسائل کے علاوہ آپ کی خاص تصوف میں اور بھی کئی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کی میں زیارت کر چکا ہوں اور بعض کو میں نے دیکھا بھی نہیں خیر اب میں اس بحث کو ختم کر کے ایک نہایت دلچسپ امر کی طرف ناظرین کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہنٹر صاحب نے ایک کتاب اس نام کی "ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں پر از روئے ایمان کے ملکہ معظمہ سے بغاوت کرنی فرض ہے" تصنیف کی تھی اور جس کے شافی اور دندان شکن جواب سر سید نے لندن کے انگریزی اخبارات میں طبع کرائے اور پھر وہ کل مضامین ایک رسالہ کی صورت میں جو ۱۱۵ صفحے کا ہے دو کالموں میں جس میں ایک کالم انگریزی کا اور دوسرا اردو کا ہے طبع ہو گیا جسے دیکھ کے ڈاکٹر صاحب نے اپنی رائے اور خیالات کو واپس لیا اور اپنی تحریر پر پشیمانی ظاہر کی۔ میرے خیال میں اب اس قسم کی بحث کرنے کا زمانہ ہی جاتا رہا۔ ۱۸۷۲ء میں ذرا لوگ ان باتوں کو غور سے پڑھتے تھے نیا نیا غدر ہو چکا تھا، اور بدقسمتی سے بے گناہ مسلمانوں پر الزام لگایا گیا تھا اس لئے بعض صاحب بہادر بھی اپنی گورنمنٹ میں اپنی مشرقی واقفیت اور مشرقی تجربہ عظیم کا ڈپلومہ لینے کے لئے نئی نئی باتیں گھڑ کے گورنمنٹ کو دکھاتے تھے اس سے انہیں بحث نہ تھی کہ مخلوق خدا کا ایک بہت بڑا حصہ تباہ ہو جائے گا۔ ان کو تو صرف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رض تھی کہ لنڈیوں کی آنکھوں میں ہم ایک بہت بڑے مشرقی علم وہنر اور زبان اور حالات سے
تف کار کہلائے جائیں ۔ گورنمنٹ پوستین نہیں ہے جب چاہا لٹا دیا اور جب چاہا اٹھا کے
ھادیا وہ ان باتوں کو خوب سمجھتی ہے اسے ایسے زہریلی تحریروں کا کامل علم ہے ۔ میں پرانے
ھگڑے کو چھیڑنا اور بے نتیجہ تقریر کرنا پسند نہیں کرتا صرف اتنا ضرور لکھوں گا جب ڈاکٹر
ہنٹر صاحب کا یہ حال ہے کہ تنویر العینین کو جو رفع یدین کے بارے میں لکھی گئی ہے اور
تقویۃ الایمان کو جو شرک و بدعت کے رد میں لکھی گئی ہے ۔ صراط مستقیم کو جس میں سوائے
ایک جگہ کے ہر جگہ ترک دنیا کا ذکر ہے ۔ جہاد کی روح مسلمانوں کے تنوں میں پھونکنے والی
کتابوں کی فہرست میں اپنے رسالہ مذکور صفحہ ۷۶ میں درج کر دیا ۔

ایں کار از تو آید و عالم چنیں کند

تقویۃ الایمان اور تنویر العینین میں ایک جملہ بھی جہاد کی طرف نہیں اشارہ کرتا اب اس
تعصب اور اندھے پنے کا کیا علاج کہ ان مذہبی کتابوں کو بھی جہاد کی کتاب کہا جاتا ہے اور
جہاں آپ سخت تحیر سے لکھتے ہیں " اب تک برٹش عملداری میں یہ کتاب عام طور پر بکتی ہیں "
میں کہتا ہوں اگر ایسی ہی سمجھ کے لوگوں کے ہاتھ میں مظلوم مسلمانوں کی جانیں ہوتیں تو یہ تو
کبھی کا پیس ڈالتے خدا ہماری روشن دماغ گورنمنٹ کو اس کے کاموں میں برکت دے کہ
جب تک وہ ایک معاملہ کی خوب تحقیقات نہیں کر لیتی اس میں ہاتھ نہیں ڈالتی ورنہ ایسے
آتشین عنصر تو کبھی کے اسلامی پرانے شکستہ ڈھانچہ کو توڑ مروڑ ڈالتے ۔

اتنا بڑا محقق اس اولوالعزمی سے تو اتنے بڑے اہم مسئلہ میں رائے دینے اٹھا مگر
اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ جن رسائل کو میں جہاد کے رسالے کہتا ہوں اگر خود پڑھا ہوا نہیں ہوں
تو لاؤ کسی نابالغ مسلمان بچہ سے پڑھوالوں ، گھنٹہ دو گھنٹے میں مضامین رسائل کے بارے میں
اطلاع ہو جاتی ۔ وہاں تو غرض گورنمنٹ کو مسلمانوں کی طرف سے بھڑکانے اور صریح دھوکا
دینے کی تھی اس لئے ہر حق بات سے عمداً چشم پوشی کی الحمد للہ کہ سرسید کی زبردست تحریر
نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھا دیا اور ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمی تعصب یا
دھوکا دہی کی نیت گورنمنٹ اور تقریباً تمام تعلیم یافتہ حصہ لندن میں ظاہر ہو گئی ، اب مجھے کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور ہے کہ میں نئی طرز پر بحث کروں ڈاکٹر صاحب پشیمان ہو چکے گورنمنٹ ڈاکٹر صاحب کی غلطیاں تسلیم کر چکی پھر اب زیادہ لکھنے کی ضرورت ہی کیا رہی ۔ اس قدر جو میں نے لکھا بھی تو صرف اس لئے کہ مولانا شہید کی جن کتابوں کی بابت میں نے لکھا اور ان پر مختصر ریمارک کیا ہے اس کا ذکر ہنٹر صاحب نے بھی کیا ہے اس لئے مجھے ضرور ہوا کہ میں اپنے ناظر سوانح کو ہنٹر کی فاش غلطی پر بھی مطلع کردوں اور دکھا دوں مغربی بعض محققوں کی یہ شان ہے کہ جو کچھ ان کے جی میں آتا ہے ۔ اپنی غلط منطقی و پیچیدہ عبارت میں اٹکل پچو لکھ مارتے ہیں اور واقعات کو ایسی عمدہ عبارت آرائی میں بیان کرتے ہیں کہ محض کذب بھی صدق بن جاتا ہے ہاں بصر کی نگاہ چاہے وہ کذب کا کذب ہی رہے ۔

بزیر جامہ نہاں کردۂ برص لیکن بچشم اہل بصیرت برہنہ می آئی

اس کے بعد میں مولانا شہیدؒ کے بعض خطوط بعینہ درج کرتا ہوں گو میرے پاس خطوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا مگر اُنہیں ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور صرف ان ہی چند خطوط پر اکتفا کیا جو ناظر سوانح کی کچھ نہ کچھ دلچسپی کا باعث ضرور ہوں گے جتنے خطوط کہ مختلف سرداروں، حکمرانوں اور مولویوں کو سید احمد صاحب کی طرف سے لکھے گئے وہ کل خطوط دراصل مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب ہی کے قلم کے لکھے ہوتے ہیں اور وہ ابھی ایک کتاب میں طبع بھی ہو گئے ہیں مگر میں دو خط وہ ہی نقل کرنا چاہتا ہوں جن میں اول یہ جملہ ملتا ہے از اسمٰعیل بخدمت فلاں میرے خیال میں دو ہی خط کافی ہوں گے ۔ پہلا خط یہ ہے ۔ (وھو ھذا) ۔

از مولانا محمد اسمٰعیلؒ بنام میر شاہ علی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ از بندہ ضعیف محمد اسمٰعیل بخدمت معدن غیرت ایمانی منبع حمیت اسلامی مقبول بارگاہ رب قوی مخدومی میر شاہ علی سلمہ اللہ تعالیٰ بعد از سلام مسنون و دعائے اجابت مقرون واضح آنکہ ۔ نامۂ نامی و رقیمہ گرامی متضمن بر کلامیکہ فیمابین صادقین و منافقین واقع گردیدہ رسید مضامین مندرجہ واضح گردید جزاکم اللہ خیرا ۔ آنچہ نگارش

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرموده بودند که مضامین سوال وجواب را منقح گردانیده وآنرا کسوت تالیف رساله پوشانیده ارسال باید داشت مخدوما حقیقت امر این است هر چند که تحریر وتقریر هم دریں مقدمات نوعی از جهاد است فاما این ضعیف بلکه سائر حاضرین ایں مقام در امری مشغول اند که تقریرات وتحریرات را دراں امر اصلا گنجائش نیست حال مامردم به نسبت حال ایں تحریر وتقریر مشابه حال شخصے است که به نفس ادائے صلوٰة مشغول است به نسبت کسے که تعلیم مساعی صلوٰة می نماید پس هر چند تعلیم مساعی صلوٰة هم از جمله مقدمات صلوٰة است فاما حال ادائے نفس صلوٰة مانع است از اشتغال به تعلیم مساعی صلوٰة کسیکه حال مجاهدین را مشاهده نماید بالیقین بداند که مسلک قیل وقال وبحث وجدال خواه حق باشد خواه باطل دیگر ومسلک ایں مردم دیگر۔ مسلک اول از جنس مسلک علما است ومسلک ثانی از جنس مسلک سپاهیان وشتان بینهما۔ حالانکه دریں مقام چند کلمه تحریر کرده مے شود آنهم بر خاطر فاتر بس گران است فاما بنا بر پاس خاطر عاطر نوشته مے شود که در انعقاد امامت جناب امیر المؤمنین بر قانون حدیث وکلام وفقه اصلا شبه نیست وآنچه مخالفین از جنس قبائح بآنجناب یا باتباع آنجناب نسبت می نمایند پس اولاً اینکه آنچه بذات آنجناب نسبت میکنند آن همه سراسر باطل ست واز دسمه صدق عاطل وآنچه برفقائے آنجناب نسبت می نمایند پس اکثرے ازاں هم مطابق واقع نیست بر تقدیر تسلیم پس قبح رفقائے امام هرگز در امامت آں قادح نیست چنانچه قبح اتباع هرگز در نبوت نبی الشان قدح نمی تواند کرد ونیز بر تقدیر تسلیم آنچه بذات آنجناب هم نسبت میکنند پس پُر ظاهر است که آنهم در ثبوت امامت بالقار آن اصلا قادح نیست چه منتهائے آن قدح در مراتب ولایت است وثبوت مراتب ولایت اصلا در شروط امامت نیست بلکه فسق وظلم هم سبب زوال امامت بعد ثبوت آں هرگز نمی تواند شد چنانچه در احادیث متواتره عبارات اسلاف واخلاف وفقهائے متکلمین برآں دلالت می دارد وبالجمله مدار کلام به همیں در امر است اول ثبوت امامت بعد ازآں عدم زوال آن بسبب اعتراضات مسطوره۔ اما مقدمه اولیٰ پس بیانش آنکه طریق ثبوت امامت را از کتب حدیث وکلام وفقه تفتیش باید کرد ودریں مقدمه روایات قوی از ضعیف وراجح را از مرجوح تمیز باید داد وبعد ازاں خلاصه مضمون قوی راجح که درباب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریق انعقاد امامت است منقح کردہ در ذہن ملحوظ باید داشت و بعد ازاں تامل باید کرد کہ در مانحن فیہ آن امر منقح محقق است یا نہ ہر چند حقیقت الامر در امثال این مقدمات بمشاہدہ منکشف می گردد کہ لیس الخبر کالمعاینۃ حدیثی است ماثور وشنیدہ کے بود مانند دیدہ مثلی است مشہور اما بنا بر آنکہ مشاہدۂ حال بہ نسبت غائبین مفقود است پس انکشاف حال بر سبیل اجمال بہ نسبت ایشان از اطلاع بر اخبار این مجمع اخبار ہم بقدر ضرورت می تواند شد بنا بر آنکہ یک قطعہ پرچۂ اخبار اطلاع معہ چند قطعات کواغذ دیگر کہ مشارح قطعہ مذکور مے تواند شد بخدمت ارسال داشتہ شد تا بوجہ من الوجوہ حقیقۃ الحال منکشف گردد پس ہر کہ دریں مقدمہ بخوبی تامل خواہد کرد لابد انعقاد امامت آنجناب اذعان خواہد نمود اما مقدمہ ثانیہ پس آں را ہم از کتب حدیث وکلام وفقہ تفتیش باید نمود کہ کدام کدام امر باعث انعزال امام باشد از منصب امامت خود و این بحدّی در بارگاہ آنجناب بعید است کہ کس از کفار مکہ وغیرہ از ادعائے وجود این قبائح در ذات آنجناب نمی تواند کرد بالجملہ چوں امامت آنجناب ثابت گردید ہیچ امرے کہ باعث انعزال آنجناب از منصب امامت باشد یافتہ نشد پس اطاعت آنجناب بر کافۂ مسلمین واجب گردید ہر کہ امامت آنجناب ابتداء قبول نکند یا بعد القبول انکار نماید پس ہمو نست باغی مستحل الدم کہ قتل او مثل کفار (مراد از سکھاں) عین جہاد ست وہتک او مثل ہتک سائر اہل فساد عین مرضی رب العباد چہ امثال این اشخاص بحکم احادیث متواترہ از جملہ کلاب زنقار وملعونین اشرار اند این است مذہب این ضعیف درین مقدمہ پس جواب اعتراضات معترضین نزد این ضعیف ہمین ضرب بالسیف است نہ تحریر وتقریر اما آنچہ ذکر می نمایند کہ برای مقابلہ اہل شوکت مماثلہ ایشان در شوکت ضروری است پس میگویم اولاً ایں کہ ایں مقدمہ مذکورہ ممنوع است بلکہ سعی در تحصیل معنی شوکت بقدر استطاعت خود کافی است مماثل شوکت مخالفین باشد یا نباشد قال اللہ تبارک وتعالے واعدوا لھم ما استطعتم (ولم یقل) واعدوا لھم مثل ما اعدوا لکم۔

وثانیاً آنکہ معنی وجود شوکت ایں نیست کہ در جسم امام قوتے بہم رسد کہ ہماں وقت دولت مخالفین را برہم زند و بذات خود تمام جنود عساکر ایشاں را ہزیمت دہد بلکہ معنیش ہمیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

است کہ جماعات موافقین ہمراہ او بجدی مجتمع شوند کہ باعتبار ظاہر عقل مدافعت مخالفین بقوت ایشان می تواند کرد و مراد از اجتماع این نیست کہ در ہر آن گرداگرد او ایستادہ مانند بلکہ معنش ہمیں ست کہ ایشاں را بذات او علاقہ بہم رسد کہ مقتضائے آں علاقہ در حق ایشان اطاعت احکام او باشد مثل علاقہ نوکری در عرف سلاطین و علاقہ قرابت و برادری در عرف افاغنہ و در عرف شرع ہمیں علاقہ بیعت را اعتبار فرمودہ اند پس چنانکہ صاحب شوکت در عرف سلاطین ہمونست کہ جمع کثیر از نوکراں داشتہ باشد و در عرف لفاغنہ ہمانست کہ جمع کثیر از نوکراں داشتہ باشد ہمچنیں در عرف شرع امام صاحب شوکت ہمانست کہ جمع کثیر از مسلمین بر دست او بیعت امامت بجا آوردہ باشد چہ علاقہ بیعت نزد شارع اقوی است از علاقہ نوکری و قرابت پس جناب امام ہمام را شوکت شرعیہ بالفعل بجدی حاصل است کہ بمراتب اقوی است از شوکت مخالفین چہ سرداران پشاور کہ صاحب عساکر و جنود و توپ و شاہین اند و خوانین سوآت و ہنزو سمہ و ہمہ خواص و عوام ایشان و پایندی خان تنولی بیعت امامت بر دست آنجناب بجا آوردہ اند و شمار این اشخاص بہ لکھوکھا میرسد پس لابد شمار عساکر آنجناب بجدی خواہد رسید کہ شمار جنود کسے از مخالفین ہر گز بان حد نمی تواند رسید فاما اینکہ بعضے از ایشان نکس بیعت نمودہ و حق آن اطاعت است بجا نیاوردند پس محتمل ست کہ دیگراں ہم ہمیں معاملہ پیش کنند پس این معنی اصلا در شوکت شرعیہ قدح نمی تواند کرد چنانکہ بسیاری از نوکراں نمک حرامی میکنند و در بد خواہی آقائی خود میکوشند پس احتمال است کہ دیگراں ہم ہمیں معاملہ پیش کنند پس چنانکہ این احتمال در شوکت عرفیہ سلاطین قدح نمیکند پس ہم چنیں آں احتمال در شوکت شرعیہ ائمہ قدح نمی تواند کرد۔

ثالثاً آنکہ مماثلت شوکت باشوکت جمیع مخالفین از کفرۂ شرق و غرب اصلا مراد نیست والا امامت، ہیچ امامی از سابقین و لاحقین ثابت نگردد پس مماثلت باشوکت ہمیں مخالفین مراد باشد کہ بالفعل مقابلہ با ایشان (یعنے باسکھاں) در پیش است و در ما نحن فیہ این قدر شوکت البتہ متحقق است کہ مماثل شوکت ناظمان چھچھ و ہزارہ و پکھل میتواند شد اگر مماثل شوکت راجہ رنجیت سنگھ نباشد و کدام کش باشان خبر دادہ کہ جناب امام ہمام بہمیں جمیت قلیلہ عزم لاہور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میدارند بلکہ شب و روز از دیار جمیعت مسلمین و ترقی شوکت ایشان مساعی بلیغہ بجامی آرند و عروج شوکت اسلامیہ تدریجاً امید میدارند و این امر اصلا مستبعد الوقوع نیست بلکہ در انقلاب ملل و دول ہمیں سنت اللہ جاری است کہ ضعیفے از ضعفار احاد الناس مثل نادر شاہ و رنجیت سنگھ وغیرہ سرمی برآرد و آہستہ آہستہ از رفقا جماعتے بہم می رساند و قوتے و شوکت تدریجاً بدست می آرد حتی کہ سلطنت سلاطین عظام و مملکت خوانین ذوی الاحتشام برہم میزند چہ بلا بے انصافی است کسے کہ محض برائے طلب دنیا کمر بستہ باشد در حق او گمان فتح و نصرت نمایند و برہمیں گمان رفاقت او اختیار کنند و کسے کہ محض للہ و فی اللہ و ابتغاءً لوجہ اللہ برائے نصیرت دین حق مستعد گردد در حق او اصول یعنی فتح و نصرت مستبعد می پندارند و آنرا از جملہ اوہام بعیدہ شمارند و اشکالات رنگا رنگ و اعتراضات گوناگون بر وارد گردانند و خود رفیق او نشوند بلکہ عوام مسلمین را از رفاقت او متنفر گردانند و آخر شدہ نوبت بایں حد رسانند کہ در برہم زدن کاروبار جہاد وسعی ناشکور بجا آرند الا لعنۃ اللہ علی الظالمین الذین یصدون عن سبیل اللہ و یبغونہا عوجا۔ آنکہ سلمنا حصول شوکت قویہ شرط اقامت جہاد با اہل شوکت باشد و آنجناب را شوکت بالفعل حاصل نیست۔

لیکن می پرسم کہ طریق حصول شوکت برائے امام وقت چیست آیا شوکت بایں طریق حاصل میشود کہ شخصے از شکم مادر خود معہ عساکر و جنود و سائر سامان جنگ بیرون برآید تا وقتیکہ بر اقامت جہاد مستعد شود پس ہمان وقت فی الفور از غیب الغیب تمام عساکر و جنود و سائر سامان جنگ باو عطا شود این نہ گاہی شدہ و نہ گاہے شدنی است بلکہ طریقش ہمان ست کہ چنانچہ نصب امام بزمۂ کافۂ مسلمین فرض است و مداہنت در آن موجب معصیت ہمچنیں تحصیل معنی شوکت ہم برائے امام وقت بر ذمۂ ایشان فرض است کہ کل جماعات مسلمین از ہر سو دوان نزد او جمع شوند و ہر کس از ایشان بقدر استطاعت خود در تحصیل سامان جنگ کوشش نمودہ اسباب آن بقدر طاقت خود بدست آوردہ بحضور امام وقت حاضر گردانند و لہذا در کریمہ اعدوا لہم ما استطعتم۔ جاھدوا باموالکم وانفسکم خطاب بعموم سلف متوجہ گردید نہ بخصوص بائمہ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس ہر کہ میگوید کہ شوکت امام شرط جہاد است و شوکت مذکور در ما نحن فیہ متحقق نیست پس اورا لازم کہ اول خود تپاید و بقدر استطاعت خود سامان جنگ ہمراہ آرد و انتظار مشارکت دیگرے دریں امر اصلا جائز نیست۔

پس در آنچہ در امر جہاد تعویق و تعطیل واقع میشود وبال و نکال آن ہمہ برگردن قاعدین متخلفین است بمشابہ آنکہ نماز جمعہ بر ہر کس واجب است و او بدون جماعت متصور نہ و انعقاد جماعت بدون امام ممتنع پس اگر کسے در خانہ نشستہ انتظار ایں معنی کشد کہ وقتیکہ امام قائم خواہد شد و جماعت مجتمع خواہد گشت ہماں وقت من ہم حاضر خواہم شد پس لا بد نماز جمعہ فوت شود آنکس عاصی و آثم گردد۔

چہ نزول امامی از ارواح مقدسہ و جماعتی از جماعات ملائک برائے اقامت جمعہ ہر گز واقعہ شدنی نیست بلکہ طریقش ہمانست کہ ہر کس از خانہ اگرچہ تنہا باشد بیرون برآید و در مسجد رود اگر جماعت مجتمع باشد شریک ایشان شود والا در ہمان مسجد بہ نشیند و انتظار دیگرے نماید نہ اینکہ مسجد خالی بیند بخانۂ خود باز گردد کہ انعقاد جماعت و اقامت جمعہ ہر گز بایں وجہ نخواہد شد۔

ہمچنیں لازم کہ ہر کس اگرچہ تنہا و ضعیف و قلیل الاستطاعت باشد بمجرد استماع آواز دعوت امام از خانۂ خود بدو و جان خود را معہ ہر قدری از سامان جنگ کہ میسر باشد در مجمع مسلمین رساند تا قیام جہاد صورت بندد۔ نہ ایں کہ جان خود را از سلک عباد اللہ برکشیدہ در زمرۂ عباد الاجوفین (یعنی بندہائی شکم) داخل گرداند و این رکن رکین دین متین را گزاشتہ در کاسہ لیسی اغنیاء متمردین و مرج سائی نسواں ناقصات الدین مشغول شود سبحان اللہ حق اسلام ہمیں است کہ بیخ رکن اعظم او را برکشند و کسے کہ باوجود ضعف و ناتوانی غیرت ایمانی و حمیت اسلامی در سینۂ او جوش زند و ملام و مطعون سازند بیشک آن قوم از جملہ مجوس یا سکھ یا ہنود اند کہ با ملت محمدیہ عداوت میدارند وماذا بعد الحق الا الضلال دیا کہ مقتضائے محمدیت ہمیں بود کہ اگر کسے بطریق لہو و بازی ذکر جہاد بر زبان می راند قلوب مسلمین از استماع آن بستان گل شگفتہ می گردید و بستان سنبل سرسبز می شد و اگر از بلاد دور دست ہم آوازۂ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام جہاد بگوش ہوش اہل غیرت اسلامی می رسید فی الفور دیوانہ وار در دشت کوہسار میدوید بلکہ مثل شہباز می پرید۔ آیا امر جہاد باوجود این عظیم شان از پایۂ تعلیم و تعلم مثل کتاب الحیض والنفاس ہم ساقط گردید۔

مناسب ہمیں است کہ این اہوائے نفسانی و وساوس شیطانی را از دل دور گردانند وغیرت ایمانی وحمیت اسلامی را بجوش آرند ومردانہ وار در مجمع مجاہدین درآیند و در نشیب و فراز زمانہ کہ بر ایشان مے گزرد مصابرت درزند وخیالات دور دراز کہ از عقل اسباب پرست سر بر می آرند دست بردارند وآں را از اوہام خبر بزہ شمارند علائق دینیہ دنیویہ کہ مانع استعجال این امر باشد از ہم باشند۔

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار بگزارند خم طرۂ یارے گیرند

ودر حدیث شریف وارد گردیدہ: ان لقلب ابن اٰدم بکل واد شعبۃ فمن اتبع قلبًا تشعب کلھا لم یبال اللہ بای راد ھلکہ ومن یتوکل علی اللہ کفی بہ الشعب ومخاطب این کلام سیادت پناہ سید محبوب علی وامثال ایشان از طالب حق ہستند کہ دین وایمان را ہم در جنس صفات محمودہ می شمارند نہ مولوی نصیر الدین وامثال ایشان کہ بسبب بلادت طبع وغباوت فہم منتہائے مقصود ایشان ہمیں قیل وقال وبحث وجدال است نہ تفتیش حقیقت واکتفار کنہ مقال وقتیکہ این ضعیف با این ہر دو بزرگ در شاہجہان آباد ملاقات میداشت حال ہر کس از ایشان بر ہمیں منوال بود کہ نگارش کردہ شد اما فی الحال اگر حال ایشان منقلب گردیدہ باشد بر آن اطلاع نمی دارم وآں را از ممکنات عقلیہ مے شمارم۔ والسلام مع الاکرام

دوسرا خط

از: مولانا محمد اسماعیل بنام مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی

بعد از سلام محبت التیام واضح آنکہ کاغذیکہ مشتمل بر سوال وجواب مردمان پشاور بود بسمع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقدس رسانیدم آں جناب درجواب آں بس تحقیقاتی لطیف و تدقیقاتے بغایت نظیف ارشاد فرمودند اما این فقیر را از ملاحظہ کاغذ مذکور چناں واضح گردید کہ مردمان مذکور باصلاً از زمرۂ علماء نیستند کہ قابلیت خطاب دارند یا مکابرین اند کہ مقصود ایشان تحقیق نیست بلکہ محض فتنہ انگیزی است بناءعلیہ نوشتن تحقیقات مذکورہ بظاہر ضائع می نمود لہذا چند طلبہ علم درمیان خود بطریقے گفتگو می نمایند برہموں طریق کاغذی نوشتہ ارسال خدمت عالی کردہ شد انشاء اللہ تعالےٰ بملاحظہ سامی خواہد رسید لاکن دریں مقام تامل باید نمود کہ دریں جا دو مقدمہ ست یکے اثبات ارتداد مفسدین مخالفین و تفریع اباحت قتال و ملکت اموال ایشان کردہ شود قطع نظر از آنکہ ایں معنی مبنی برارتداد ایشان است یا بر دیگر سبب یا مختلف کہ بہ نسبت بعضے ارتداد ثابت شدہ باشد و بہ نسبت بعضے بغی و نسبت بعضے سبب دیگر ہر چند طریق اول ہمو نست محقق و منقح نزد ما زیرا کہ مفسدین مذکورین را با ضعفار فی الواقع از جنس مرتدین بلکہ از جنس کفار اصلی می شمارم و ایشاں را از قبیل کفار اہل کتاب می دانیم۔ چنانچہ اہل کتاب جملۃً بکتاب ایمان می آوردند و بما جاء من عند اللہ علی سبیل الاجمال اذعان می کردند اما عند التفصیل بعضی را قبول میکردند و بعضے را قبول نمی کردند کہ آیۂ کریمہ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض دو کاشف حال ایشانست و ہمیں مذہب مرکب را از ایمان و کفر مشربت یہود و نصرانیت می دانستند و آنچہ از فضائل و مناقب یہود و نصارےٰ در توریت و انجیل مذکور بود جاہائے خود را محل مناقب مذکورہ می شمردند حق جل و علی در رد ایشان این آیت فرستاد۔

قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ قل اتخذ تم عند اللہ عھدا فلن یخلف اللہ عھدہ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون ۔ بلیٰ من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون ۔ پس چوں تفصیل درباب قبول بعضے احکام باعث تکفیر ایشان گردید و ایمان اجمالی ایشان برکرہیچ بکار نیامد ہمچنیں این مفسدین ہم اگرچہ اجمالا لما جاء بہ الرسول ایمان می آرند اما بسیاری از احکام شرعیہ قبول نمی دارند و بسیار زیرا کہ از منہیات شرعیہ بطریق استحلال بعمل می آرند مثلاً بلا تکلیف تزویج

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مافوق الاربع میکنند و آں عقد زنا را نکاح می نامند و آں را در اعلان و تشہیر و عقد مجالس و محافل طرب و تقسیم ولائم و اظہار مبارک بادی مثل نکاح میکنند و اولاد متولدین را از ہمیں زنا مثل اولاد نکاح در باب استحقاق اموال و ریاست و در دیگر علائق می شمارند مثلاً فرزند و دختر زنائی را مثل فرزند و دختر نکاحی و پدر و جد زنائی را مثل پدر جد و برادر و برادر زادہ زنائی را مثل برادر و برادر زادۂ نکاحی و عم و عم زادہ نکاحی می پندارند و ہمچنیں در ابطال مواریث دختران و تقسیم ازواج میت درمیان برادران و دیگر رسوم جاہلیت مثل کفار سابقین عمل میکنند لاکن این قانون کفر را بشابہ قوانین شرع بلکہ ازاں واجب الاتباع ترمی دانند و بر ترک آن درمیان خودہا آں قدر ملامت می کنند و تارک آں را آں قدر مطعون می سازند کہ بر تارک شرع عشر عشیر آن طعن متوجہ نمی کنند و در لبس حریر و شرب خمر انقدر بیباکی می کنند بلکہ تفاخر بریں امور قبیحہ بحدی می دارند کہ حاجت بیان ندارد بالجملہ آنچہ ایں مفسدین بسیاری را از احکام شرعیہ قطعیہ مثل خواب فراموش کردہ اند کہ اگر تفصیل آں کردہ شود کتابے بس طویل مرتب گردد کہ ہر جملہ ازاں در تکفیر آنہا دلالت خواہد نمود۔

لکن از آنجا کہ این طریق بغایت طویل است و قیل وقال مکابرین را در آں بسیار مجال بنا بر علیہ طریق ثانی کہ نہایت مختصر است اختیار باید کرد۔

پس میگویم کہ حضرت امیر المومنین را باین مفسدین دو معاملہ درپیش گردیدہ یکے معاملہ آتمان ازئی و دیگر معاملہ ہنڈ کہ ہمان معاملہ بجنگ یار محمد خان و لشکر کشی سلطان محمد خان و جنگ مایان رسیدہ اما معاملہ آتمان ازائی پس بیانش آنکہ در ممالک سرداران پشاور بلاشک انواع ظلم و فسق و رسوم جاہلیت آشکارا بود و تا حال موجود است و ہر مملکتے کہ مشتمل بریں مفاسد بود لشکر کشی بر آں مملکت امام را جائز است و زیر و زبر کردن آن مملکت موجب ثواب چنانچہ امیر تیمور در باب قتال با اہل ہندوستان ہمیں استفسار نمودہ بود و علماء کبار کہ حضار آں زمان بودند فتویٰ دادہ اند چنانچہ نقل استفسار مذکورہ و اسامی علماء مجیبین برائے ملاحظہ و معائنہ جناب منسلک خط ہذا است اما دراں تامل باید فرمود کہ بعضے ازاں رسوم کہ در استفتائی مذکور نوشتہ است اگر بحضور صہادر ممالک پشاور متحقق بناشد فاما اگر بعض ازاں بعینہا متحقق باشد و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعضے دیگر از رسوم جاہلیت در عوض آن رسوم مفقودہ موجودہ باشد پس آنہم در ثبوت حکم مذکور کافی است چہ مدار حکم خصوصیت رسوم مذکورہ نیست بلکہ مدار آن انتشار مطلق ظلم و فسق و اشتہار مطلق رسوم جاہلیت است خواہ عین آں رسوم مذکورہ باشد خواہ مثل آن واما تقدیم ہنڈ پس میگویم کہ خادیخان بیعت امامت بر دست حضرت امیر المؤمنین بہ اشتہار بعمل آوردہ بود چوں از اطاعت آنجناب منحرف گردیدہ بر مکان محفوظ خود کہ عبارت از قلعہ ہنڈ است اعتماد نمود واستعانت بکفار کرد و بر مخالفت حضرت امام ہمام کمر بست پس آں جناب او را سزای او رسانیدند و مال اورا تقسیم فرمودند بلکہ سلاح وخیول اور اعتدال حاجت استعمال فرمودند و دیگر مال اورا حبس کردہ بنا بر حفاظت بر مجاہدین تقسیم کردند نہ بنا بر علیک لہذا قاعدہ تقسیم غنیمت را دراں رعایت نفرمودند کہ خمس آں جدا کردہ وباقی را علی السویہ بر جمیع غازیان بطریق پیادہا وسوارہا تقسیم فرمایند ونیز ورثاء اورا بار بار ترغیب فرمودند کہ بیائید۔ واطاعت قبول کنید تا اموال مورث بشما بدہیم اما آن اشقیا ہرگز باطاعت امام وقت گردن نہ نہادند بلکہ درباب نفی وفساد تقلید ہماں باغی کردند وایں مقالہ سراسر موافق روایت فقہ است قال شارح الوقایۃ البغاۃ قوم مسلمون خرجوا عن طاعۃ الامام دعاھم الی العود وکشف شبھم فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالھم بداء ویحبس مالھم الی ان یتوبوا ویستعمل سلاحھم وخیلھم عند الحاجۃ۔

اما آنچہ عذر میکنند کہ خادیخان امامت قبول کردہ بود باز بیعت تامہ صحیح نکردید سبحنک ھذا بھتان عظیم این سفہا ایں قدر حیائی دارند کہ ایں چنیں کلام بیہودہ بر زبان می رانند ضلع یوسف زئی در تمام عالم بباغیان ملقب است کہ گاہے اطاعت کسے از سلاطین ہم قبول نہ کردہ اند چہ جائے اطاعت سرداران پشاور کہ فی الحقیقت سلاطین اند نہ کسے ایشان را از جملہ سلاطین می شمارد بلکہ در خانہ خود ہم گاہے ادعائے سلطنت نہ کردہ اند چہ جائے اقامت است بالجملہ ایں کلام بے ہودہ اصلا قابلیت جواب ندارد۔

آمدیم بر سر اصل مقصود کہ بعد از واقعہ ہنڈ یار محمد خان بلا داعیہ شرعی وعرفی بلکہ بہ محض عناد ذاتی واشارت رئیس الکفار ابتدائے لشکر کشی کرد و بر مخالفت حضرت امیر المؤمنین کمر بست

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اما اینکہ ایں قید بلاوجہ شرعی بود پس ظاہر است کہ بنا بر انتقام باغی سر امام کمر بستن سراسر خلاف شرع است اما ایں کہ بلاوجہ عرفی بود پس بیانش آنکہ درمیان یوسف زئی و درّانی ملک افغانی اصلاً معروف نیست بسیار از مردمان یوسف زئی از دست میمن زئی وکدون و ترکان کشتہ شدہ اند وگاہے کسے از درّانیاں بملک یوسف زئی کرہ بستہ۔

بالجملہ یار محمد خان بلاشک دریں مقدمہ بادی بالظلم بود قتل بادی بالظلم و اخذ مال او بلکہ قتل جمیع عسکر بادی بالظلم و اموال جمیع عسکر او و انواع تصرف دراں از استعمال بیع و تقسیم ہمہ در شرع جائز است چنانچہ اخوند چالاکی رحمۃ اللہ در رسالہ غروبہ ناقلاً عن فتاوی الغرائب فرمودہ المسلم اذا کان بادیا بالظلم فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین۔ و یجوز اخذ مال البادی بالظلم والتصرف فیھا۔ پس ازیں روایت واضح گردید کہ قتال یار محمد خاں باتمام رسید پس بعد مدتی سلطان محمد خان باز بلاوجہ شرعی لشکر کشی کردہ۔ جمع را از ساکناں سمہ بلاوجہ زیر و زبر کردند پس ایشان دریں نوبت بادی بالظلم گردید چہ برائے انتقام بادی بالظلم کمر بستند و نیز افاغنہ مذکورین را محض بلاوجہ ایذا رسانیدند کہ ایشان نہ قاتلان یار محمد خان بودند و نہ دوستان حضرت امیر المومنین بلکہ در زمان فتنہ یار محمد خان ایشان بدل وجان دوستاں ایشان بودند۔ پس بلاشک سلطان محمد خان بادی بالظلم شدند و مستحق قتل و نہیب گردیدند۔ اما چون بہ تقدیر الٰہی ایشان عازم پشاور شدند بہ لشکر مفسدین در اثنائے راہ بحکم آکہ بسزائے خود رسید و چوں باز اظہار توبہ کردند بہ تحر و قول ایشان اعتماد فرمودہ و بر تعظیم ظاہر ہمیں لفظ کہ ایشان باین کلمہ تکلم کردند کہ ما شرع را قبول کردیم و نظر فرمودہ مراجعت نمودند اصلاً معلوم نیست کہ در کدام مقدمہ ازین مقدمات سر موئے تجاوز ہم از حدود شرع شریف واقع گردیدہ چہ جائے کہ این جہال زبان طعن بحدی کشودہ کہ نوبت تکفیر رسانیدہ اند نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا۔

"و اما آنچہ مردمان پشاور میگویند کہ بعد زمان برکت نشان آں حضرتؒ اصلاً اتفاق تحقق نیست و دریں باب تمسک بموجب حدیث مشکوۃ می نمایند پس باید دانست انچہ در مشکوۃ دریں باب واقع است آں حدیث نیست بلکہ اثر است قول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومضمونش ہمیں است کہ حضرت ممدوح فرمودند:"

"کہ جز این نیست کہ در زمانہ پیغمبر بود فاما امروز کفر است یا ایمان "

پس اگر این اثر را محمول بر ظاہر میکنم پس لازم می آید تعارض درمیان این آخر و درمیان آیات بسیار واحادیث بے شمار کہ دربیان علامات منافقین وارد گردیدہ و بزمانے خاص مقیدہ نشدہ مثل قولہ تعالٰے۔ بشر المنفقین بان لھم عذابا الیما الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین "

پس ازیں آیت معلوم شد کہ مدار نفاق بر دوستی کفار است تخصیص بر ہیچ زمانہ ندارد وقولہ تعالیٰ " ان المنٰفقین یخٰدعون اللہ تا ھٰؤلاء۔ پس ازیں آیت معلوم شد کہ ہر کہ فریب باز باشد ودر ادائے صلوٰۃ تکاسل کند ودر عبادت ریاکند واکثر اوقات او در غفلت گزارد وذکراللہ کمتر کند پس ہمونست منافق در ہر زمان کہ باشد وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم " ایۃ المنافق ثلثۃ۔ اذا حدث کذب واذا ائتمن خان واذا عاھد اخلف پس ازیں حدیث معلوم گردید کہ ہر کہ بدروغ گوئی وبخیانت در امانت وبہ نقض عہد عادت کردہ باشد پس ہمونست منافق ودر بعضے روایات وارد شدہ " وان صلی وان صام " پس معلوم شدہ کہ باوجود ادائے صلوٰۃ وصوم بوجود علامات مذکورہ منافق می شود۔ ونیز در روایتے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم از حال حضرت مہدی اخبار فرمودہ اند ایں کلمہ واقع گردید۔ حتی یصیر فسطاطین فسطاط ایمان لا نفاق فیہ وفسطاط نفاق لا ایمان فیہ پس معلوم شد کہ در زبان حضرت امام مہدی ہم منافقین بسیار باشد پس تخصیص بزبان اول باطل گردید لابد کلام حضرت فاروق را تاویلے باشد مطابق آیات واحادیث مذکورہ پس میگویم کہ معنی کلام حضرت ممدوح این است کہ در دل این شخص تکذیب دین حق موجود است وایں معنے بالیقین معلوم باشد وبازبا او معاملہ مسلمین کردہ شود ودر احکام ایں امر تخصیص بزبان پیغمبر بود کہ علام الغیوب احوال قلوب منافقین را بر پیغمبر خود بروحی اظہار می فرمود ومؤمنین را بالیقین معلوم می شد کہ ایں شخص منافق است باوجود ایں ہیچ قولی وفعلے کہ موجب تکفیر او باشد بظاہر ازو صادر نشدہ باشد پس بحسب ظاہر با او معاملہ مسلمین می کردند حالانکہ او را

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالیقین از اہل جہنم می دانستند چنانچہ عبداللہ بن ابی و اتباع او کہ تکذیب ایشان در دعوے ایمان در قرآن مجید نازل گردیدہ قال اللہ تعالیٰ اذا جاءك المنافقون۔ تا ۔ لکاذبون۔

باوجودیکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم باوی معاملہ مسلمین می فرمودند مثلاً بہ بینونتہ زوجہ او حکم نفرمودہ بتحریم ذبیحہ او نیز امر نفرمودند وبعد از فوت نماز جنازہ براو اداکردند وغسل تجہیز وتکفین او مثل سائر مسلمین نمودند ودر مقابر مسلمین اورا مدفون کردند ومتروکہ را بوراث اودادند حالانکہ بالیقین آنجناب وسائر مسلمین را الی یومنا ھذا معلوم است کہ شخص مذکور مخلد فی النار بود پس ایں مختص بود بزبان پیغمبر کہ حال قلوب بوجہے آشکارا میگردید فاما بعد ازاں زمان پس تاوقتیکہ ہیچ علامتی از علامات نفاق از منافق صادر نمے گردد پس حال او کسے را معلوم نیست ووقتیکہ صادر گردید کافر مطلق شد حکم کفر براو جاری گردید پس بعد ازاں زمان انسان یا کافر است یا مسلمان امری دیگر در علم نیست پس منافق ثابت النفاق کافر است واز جملہ کفار است ومنافق مستور الحال در اجزای احکام از مومنین پس معنے قول حضرت ممدوح چنیں باشد زیادہ ۔ والسلام مورخہ ۵ رجمادی الاول ۱۲۴۶ھ ہجری ۔ فقط

اس کے بعد ہم وہ فتوے درج کرتے ہیں جو مولانا ممدوح نے اپنے خط سے نقل کرکے اپنے دوست مکتوب الیہ کے پاس بھیجا تھا ۔ بلفظہ اس فتوے تیموری کی نقل درج ہے ۔

استفتاء امیر تیمور در باب نہیب شہر دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ چہ فرمایند علماء دین محمدی وفقہائے شرع مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اندریں مسئلہ کہ شہرے از شہر ہائے مسلمانان کہ آں جا والی وقاضی وعلما وسادات ہستند و فسق وفجور وامور نامشروعہ باعلان واظہار کنند ودواری سازند وخاتون خوبصورت وچہرہ را آشکارا کردہ دکان کردہ آں جا بنشانند وروز وشب آں جا زنا کنند وروز ودر جاہائے ایشاں را بحضور مسلمانان وعلماء ومفتیان باویل ودف ونائے احضار کنند وتغنی فرمایند [illegible] عورات معینہ را آشکارا در مردان ودستان ومغدان ومستورات [illegible] شوند

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہر مہمانی (دعوت) کہ بر وفق سنت محمدی است چنانچہ ولیمہ بعد شب نکاح و عقیقہ ہفتم روز
از ولادت نکنند بلکہ برعکس آن بر مشابہت رسم کفار ہند پیش از نکاح چند روز مہمانی کنند
وشب ششم (چھٹی سے مطلب ہے) از ولادت چنانچہ رسم کفار ہند است عورت را غسل
دہند و مزامیر و مغنیہ را احضار کنند و تمام رسوم باطل کفار را اعانت کنند و اگر مسلمانے
بر وفق دین محمدی ایشاں را منع کند نشوند وہم برآن مصر باشند و گویند کہ ہمچنیں طائفہ مفسدہ
در سوم باطلہ این کار میسر نمی شود این محض کفر است و نیز دکان ہا را میان چار سوے بازار بنا
کنند و آشکارا آنجا جمیع چیز جائزہ و ناجائزہ فروشند و خوکاں را آشکارا در آبادی شہرہا دارند
و آن شعار کفر است و نیز در بازار ہا وضرابہا (شراب خانے) و گذر ہائی آب (گھاٹ) شتگارا
(عاملان محصول چنگی) تعیین کنند و باجہا (محصولات) در آنہا بخلاف شرع انور و منع نمایند تا از
تجار و غازیان و رعایا و اہل سوق ظلم و تعدی شدہ تمام مالہائے ناحق بستانند وآں را حق
خود دانند واز بعضے محل آنچہ من حیث الشرع می آید چنانچہ تجزیہ و جنس غنائم آنرا بر شوت بگذارند
و آں را جزو احسان تصور کنند و برآن ثواب دانند و نیز بعضے مستحقان از اہل کفار از اہل علم
و جہل و عمل را صد چند کفایہ زیادہ بدہند واز بعضے حق دراں بای مقدار کہ کفایت اوست
باز دارند و نیز عہدہ دراں بعد کفایہ از بیت المال چنانچہ قاضی و محتسب و امیر شحنہ و رئیس و
کوتوال اخذ رسومات و عقدانہ و بیجلات کنند وآن ناحق را از ہوائے نفس و جہل مستحق حق
خود دانند واین کفر است و نیز مردان لباس ابریشمی و انگشتری زرین (سونے کی) بہ تفاخر بر
خلاف سُنّت بر مشابہت کفار پوشند و بند دستار بر خلاف سُنّت بشابہت اغنیاء بر بندند
و چوں ایشاں را از آن منع کنند گویند کہ مایان غازیان ہستیم ممنوعات شرعی بر ما مباح است
ہم دراں مغر باشند واین سبب زوال ایمان است پس اگر پادشاہ قاہر ہر کہ در دنیا باشد
و بر ایشان ثبوت می شد این کارہا می کنند واین رسوم باطلہ کہ از شرع دور و بہ تکفیر نزدیک است
می پردازند و انسان منع نشوند وہم براں کار مصیر باشند براین بادشاہ قاہر با ہر واجب است
بلکہ فرض است کہ برای اعزاز دین محمدی لشکر ہا کشند و بآن مسلماناں بہ تیغ محاربہ نمایند و
ایشان را بکشند و زنان و فرزندان ایشاں را امیر نمایند وآن ولایت را خراب سازند تا آن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسوم باطلہ بالکلیہ برافتد و دین محمدی اعزاز پذیرد و تا بلاد ہائے دیگر خلق انتباہ شود و مسلمانان دیگر کہ ازین نوع میکردند تنبہ شوند و ازاں باز مانند۔ آن بادشاہ قاہر باہر درین کار مثاب باشد عنداللہ العظیم یا نہ۔ اجابوا جواب باشد واللہ اعلم دستخط و مہر عبدالرشید ابن قطب الدین الہروی محمد بن ظاہر البخاری الماوراء النہری۔ عبدالعزیز بن قطب الدین الہروی علی بن عبدالکریم الاصفہانی شیخی بن جنید الکوفی۔ ابوبکر بن ابی القاسم البغدادی من کتاب الفج العمیق عبدالجبار بن یوسف النجاز۔ یوسف بن محمد السمرقندی۔ احمد الہروی مظفر بن منصور البلخی نظام الدین بن تاج الہروئی۔ فقط۔

ہمارے مولانا ممدوح کے ان دو خطوں اور اس استفتاء سے جو آپ نے اپنے دلائل جہاد قوی کرنے کے لئے پیش کیا ہے صاف ہویدا ہوتا ہے کہ آپ کا عملی زندگی احکام شریعت کے دائرہ میں گزارنے کا خیال کتنا واثق اور کس درجہ استوار تھا۔ کن کن باتوں کو ناجائز اور کن کن اعمال کو جائز قرار دیتے تھے جو پیارے شہید کی سوانح عمری کو بغور دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ بچپن سے وقت وفات تک جس شخص کی زندگی بالکل احکام نبی کی متابعت میں گزری وہ شخص اسمٰعیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پوتا تھا۔

ہم نے جس غرض سے یہ سوانح لکھے ہیں گو اس کے سمجھنے والوں کے لئے وہ عمیق تر ہے مگر ظاہراً ہمارا منشا بہت بڑا یہ ہے کہ اس بزرگ قوم اور رکن اسلام کی نسبت بعض مسلمان اپنی نادانی یا غلط فہمی یا ہٹ دھرمی یا بیجا تعصب سے جو سوء ظن رکھتے ہیں وہ بالکل مٹا دیا جائے اور پبلک کے سامنے اس کے ذاتی جوہروں کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جائے کہ پھر اس کے قبول کرنے میں دشمن کو بھی چارہ نہ ہو، اور اس برتر نفس کی سچی شان عالم پر ظاہر ہو جائے۔

میں نے جہاں تک ممکن ہوا اس بزرگ کے حالات کو اختصار کا جامہ پہنایا ہے ورنہ اگر اس کے حالات اور بھی زیادہ مفصل لکھے جاتے تو اس جیسی چار کتابیں تیار ہو جاتیں بہرحال ناظرین کی طبع کا خیال کر کے یہ سوانح عمری نہایت اختصار سے لکھی گئی ہے۔ اور اس کا انصاف پبلک پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کے لکھنے سے میری غرض واہ واہ سننے اور اپنی تعریف میں لوگوں کو رطب اللسان دیکھنے کی ہرگز نہیں خدا گواہ ہے اور اسی کی گواہی کافی ہے۔ صرف غرض یہ ہے کہ ہمیں اس بزرگ قوم کی سوانح عمری سے پورا علم ہو جس نے اپنا دھن من تن قوم پر قربان کر دیا اور اس پر ایسا احسان کیا کہ وہ قیامت تک اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

خوف تھا کہ اگر ایسے جلیل القدر واجب الاحترام شہید کی کوئی یادگار قائم نہ ہوئی تو ضرور ایک نہ ایک دن زمانہ اسے بھلا دے گا۔ پھر سے نئی زندگی پیارے شہید کو ملی اور قرآن کا وہ فیصلہ کہ شہید ہمیشہ زندہ رہتا ہے بالکل صادق آگیا۔ مجھے اپنی اس جانکاہی پر نہ کچھ فخر ہے نہ ناز ہے، نہ میں قوم سے اس کا کچھ صلہ چاہتا ہوں کیونکہ یہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میرا فرض تھا میں نے پورا کر دیا پھر قوم پر یا کسی پر احسان ہی کیا ہوا خدا سے اگر ہے تو صرف یہ دعا ہے کہ قوم میں یہ کتاب مقبولیت کا جامہ پہنے اور مسلمان اسے دلچسپی سے پڑھیں آمین ثم آمین۔

اس کے بعد دوسرا حصّہ شروع ہوتا ہے جس میں عالی جناب حضرت سید احمد صاحبؒ کی مختصر سوانح عمری ہیں۔ چونکہ دونوں پیر و مرید کا زندگی کا بہت سا زمانہ یکساں اور ایک ہی حالت کا گزارا ہے یعنے ابتدائے جنگ سے شہادت تک جو حالات قلمبند ہو چکے ہیں وہ دونوں ہی پیر و مرید پر صادق آتے ہیں اس وجہ سے یہ دلچسپ نہ ہوگا اگر بہ تبدیل الفاظ سید صاحب کی سوانح عمری میں بھی وہ ہی باتیں درج کی جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حالات زندگی میں وہ باتیں درج کی جائیں جو نہایت عجیب و غریب ہیں اور جن سے اس محترم سیّد کی روشن ضمیری اور لاثانی شرعی زندگی کا سچا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا سیّد احمد صاحبؒ کی

سوانح حیات

پیدائش — طفولیّت — تعلیم

مولانا سید احمد صاحب بریلویؒ جنہوں نے سرحدی جنگی تاریخ میں بہت بڑا نام پایا بماہ محرم الحرام ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان بہت بڑا نامور اور عالم مشہور تھا۔ سید محمد عرفان صاحب آپ کے والد بزرگوار تھے جن کی شرافت ایمان داری اور علم کی اہل بریلی قدر کرتے تھے۔ آپ کے نانا سید ابو سعید ایک فقیر طبعیت بزرگ تھے جن کی محتاط زندگی اور اتقا پرہیزگاری نے نہ صرف ان کی شہرت کو بریلی کی چار دیواری یا حدود میں بند رکھا بلکہ دور دور آپ کے تقدس اور پاکی کی ناموری نے آپ کے خاندان سادات کی بزرگی میں اور بھی جان ڈال دی۔ دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سیّد ابو سعید سید احمد صاحب کے نانا کو خاص اور اصلی سیّد اور واجب الاحترام جانتے تھے۔ اسی طرح بزرگ سید کے حقیقی چچا سید ابو النعمان نے قرب و جوار کے مسلمانوں کی تسخیر قلوب میں سب سے زیادہ ناموری حاصل کی تھی۔ غرض بزرگ سید جس پر ہمیشہ تاریخ کی روشنی چمکے گی اس معزز خاندان میں پیدا ہوا۔

شریعت محمدیؐ کے مطابق جب آپ کی عمر کچھ مہینے اوپر چار برس کی ہوئی حسب معمول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتب میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے بٹھا دیا گیا مگر یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ اس بچہ نے تعلیم کی طرف اپنی توجہ مطلق مبذول نہیں کی۔ بچپن کے حالات گو کسی ایسے سلسلہ سے ہمیں نہیں پہنچے کہ ہم انہیں بے وکاست یقین کر لیں پھر بھی ہمیں جو کچھ تحقیق ہوا ہے جس کے صدق و کذب کا خدا کو علم ہے۔ ہم یہاں درج کرتے ہیں امید ہے کہ ہمارے ناظر سوانح کو دلچسپی ہوگی۔

سید احمد صاحبؒ کا بچپن معمولی کھلنڈرے بچوں کی طرح نہیں تھا گو کوئی نئی بات ہمیں نہیں معلوم ہوتی۔ پھر بھی دہشت آمیز تفکر بچپن ہی سے آپ کو لاحق رہتا تھا۔ مسکینی غریبی، کم بولنا، آہستہ سے بات کرنا۔ یہ تمام صفتیں جو بچہ میں بہت کم دیکھی جاتی ہیں بزرگ سید میں موجود تھیں۔ واجب الاحترام سید یتیم نہ تھا مگر اس کی غیر معمولی مسکینی اور ہر بات پر بجا و درست کہنے اور گردن نیچی کر کے جواب دینے نے اس کو ناظر کی نگاہ میں یتیم بچوں کی طرح ثابت کر دیا تھا۔

عموماً وہ ناز بھرے جملے جو چھوٹے بچے اپنے والدین سے کرتے ہیں وہ بات بات میں مچل جانا۔ قدم قدم پر اٹکھیلیاں کرتے ہوئے چلنا، اپنے والدین کو ناز بردار سمجھ کے ان کی گودی میں لوٹ جانا۔ ہر خواہش کو بہت آزادی بلکہ خود احسان رکھ کے اُن کی خدمت میں پیش کرنا اور اگر ان سے پوری نہ ہو سکے تو ضد کر کے اس کی تعمیل پر مجبور کرنا۔ کھلنڈرے بچوں کی طرح بستہ کو ادھر اُدھر چھپا کے اپنے ہم عمروں کے ساتھ باغوں کی سیر کو نکل جانا وہ ناز بھری خوشنما ہٹیں جو عموماً بچے والدین سے کرتے ہیں ان پر مصر ہونا۔ غرض یہ تمام معمولی باتیں جنہیں عموماً ہر بچہ غیر معمولی رنگ میں اپنی ٹوٹی ہوئی زبان اور اپنی بھولی بھولی صورت سے پیش کیا کرتا ہے۔ بزرگ سید میں کوئی بات بھی ایسی نہ تھی۔ وہ ہمیشہ خاموش رہتا تھا اور اس کی یہ خاموشی کوئی ربانی نکات اپنے میں مضمر نہیں رکھتی مگر اس کی حلیمی مزاج کی صاف شہادت دیتی ہے۔ اس نے کبھی کسی بات پر مچل کے اور ضد کر کے والدین سے کوئی چیز نہیں مانگی۔ اور نہ کبھی بستہ اپنی نانی دادی کے ہاں رکھ کے پڑھنے سے کبھی رفوچکر ہوا۔ جہاں تک ہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بچپن کے حالات پر غور کرتے ہیں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں یہ ضرور خیال میں آتا ہے کہ اس کی زندگی سو دو سو بلکہ ہزار دو ہزار بچوں میں نئی طرز کی تھی یہ تعجب سے نظر کیا جاتا ہے کہ بزرگ سید بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجہ کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا اسے تعلیم دینا بے سود ہے کبھی کچھ آئے جائے گا نہیں میں ذہن کی بابت کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا۔ صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ سید کی بچپن میں کیا پوری عنفوان جوانی میں بھی لکھنے پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع نہ تھی۔ آپ کا خاندان گو کسی زمانہ میں اعلیٰ درجہ کا دولت مند اور صاحب اقتدار تھا مگر زمانہ کی نابکار اور خوش آئندہ رفتار نے دولت کے لحاظ سے بہت ہی محدود کر دیا تھا۔ بزرگ سید کی پیدائش اور بچپن میں پھر بھی غنیمت تھا کہ عزت سے گھر بیٹھے روٹیاں کھاتے تھے مگر جوں جوں بزرگ سید بڑا ہوتا گیا دولت کی کمیاب تصویر آنکھوں کے آگے گردش لگاتے لگاتے غائب ہونے لگی اور شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ صرف ایک پرچھائیں سی نظروں کے سامنے رہ گئی اور باقی خیال ہی خیال اصلی صورت کا دل و دماغ میں جاگزین رہا۔

سید کی لکھنے پڑھنے کی طرف اس قدر بے توجہی اس کے بزرگ باپ کے دل میں اپنی فلاح اور معزز کنبہ کے نام کو برقرار رکھنے نے مایوسی کی طرف پھیر دیا۔ والدین خواہ غریب ہوں یا امیر ان کی بوڑھی آرزوئیں اپنے ہونہار نوجوان بچوں کی کوششوں پر موقوف ہوتی ہیں۔ اگر وہ دولت مند ہوئے تب بھی اپنا نام بلند ہونا اپنے بچوں سے چاہتے ہیں، اور جو وہ امیر نہ ہوئے تو پھر یہ خواہش رہتی ہے کہ جب ہمیں ہمارے ہاتھ پیر جواب دلاویں گے تو ہمارے نوجوان بچے پرورش کریں گے۔ اور جب بوڑھے والدین اپنی ہونہار اولاد کے اطوار اس قسم کے دیکھتے ہیں جن سے کسی بات پر مطلق امید نہیں بندھتی تو ان کی حرمانی و مایوسی اور شکستہ خاطری سخت آفت ناک ہوتی ہے اکثر بار غم نہ اٹھا کے قبل از وقت جان بحق تسلیم ہو جاتے ہیں اور بعضے سسکتے رہتے ہیں مگر ان کی زندگی نہایت دردناک طریقہ سے کٹتی ہے۔ یہی کیفیت بزرگ سید کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدین چچا وغیرہ کی تمی انہیں کچھ اس بات کی تو پروا نہ تھی کہ یہ بڑا ہو کے ہمارا کفیل بنے گا بلکہ انہی یہ خیال تھا کہ جو نام ہم نے پیدا کیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے علمی عزت حاصل کی ہے اس کی بدلیاقتی کہیں اُسے خیرباد نہ کر دے ضرور تھا کہ بزرگ سیدؒ کے والدین اور چچا ماموں کو یہ خیال ہو یہ عام مسلمہ مسئلہ ہے کہ بچے کے پیر پالنے ہی میں نظر آتے ہیں کو پیارے اور معزز سید کی پیشانی بچپن سے تاباں تھی اور ایک قیافہ شناس نظر کے لئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشین گوئی کرتی تھی مگر ایسے نظر باز کہاں تھے جو بزرگ سید کی طفولیت کی سکوت خیز صورت سے کوئی پیش گوئی کر سکتے۔

غرض جب پیارا سیدؒ مکتب میں بٹھایا گیا ہے تو اس نے قرآن مجید عمدہ طور پر پڑھ لیا اور بہ نسبت اور بچوں کے اسے یاد بھی خوب تھا استاد بہت خوش تھا اور تعریف کیا کرتا تھا کہ کبھی یہ بچہ اپنے سبق یاد کرنے پر گھُرکی اور مار نہیں کھاتا۔ گھر میں ہر متنفس خوش تھا اور سید کو ذہان طباع اور پڑھنے کا شوقین سمجھتا تھا مگر جب قرآن ختم ہو چکا اور کریما خالق باری وغیرہ کی نوبت آئی تو بارہ حکم نادار کا مضمون تھا۔

کریما کا پہلا مصرع خاصہ دعائیہ ہے مگر یہ بھی بزرگ سید کو تین دن میں یاد ہوا تھا اس پر بھی کبھی کریما بھول گئے تو کبھی بہ حال ما کو دل سے محو کر دیا۔ اب تو میاں جی کے ہوش اڑے کہ قرآن پڑھنے میں تو یہ بڑا ذہین تھا کتاب میں اسے کیا ہو گیا۔ بہتیرا سر پٹکا اور مغزپچی کی بزرگ سیدؒ کے کان پر جوں بھی نہیں رینگی۔

یہ نہیں تھا کہ پیارا اور واجب الاحترام سیدؒ سبق یاد کرنے میں محنت نہ کرتا ہو اور شرارت سے ڈھیٹ بنا خاموش بیٹھا رہتا ہو نہیں وہ بخوبی محنت بھی کرتا تھا۔ میاں جی کے کہنے کے موافق مکتب کے وقت کی بھی پابندی کرتا تھا اس پر بھی اسے یاد نہ ہوتا تھا اس کے ذہن اور یادداشت کا یہ اتار چڑھاؤ دیکھ کے یہ خیال آتا تھا کہ جیسے چلتی گاڑی میں کوئی روڑا اٹکا دیتا ہے اور پھر وہ بیلوں کی طاقت سے بھی نہیں چلتی سوائے اس کے اس پر انتہا درجہ کا زور لگایا جائے تو پتہ دو چار انچ زمین سے رگڑا کھاتا ہوا بمشکل آگے بڑھے گا یہی کیفیت بعینہ بزرگ سید کی تھی جب وہ ایک ایک جملہ کو گھنٹوں بچے جاتا تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تب کہیں کسی قدر یاد ہوتا تھا اور دوسرے دن تماشا یہ تھا کہ وہ بھی چوپٹ جب یہ کیفیت ہوئی تو والدین اور میاں جی کی تنبیہ بڑھنے لگی اور گھر کی جھڑکی آنکھیں نکالنے سے گزر کے مار پیٹ پر نوبت پہنچ گئی۔ اس سے بھی والدین کی آرزو پوری نہ ہوئی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں قفل لگ گیا ہے اور یہ کسی طرح کی تنبیہ سے بھی نہیں پڑھ سکتا تو ناچار ہو کے پڑھنے سے اٹھا لیا اور زیادہ جبر کر کے معصوم جان کو گھلنے نہ دیا۔ کیونکہ اس چند مہینے کے عرصہ میں پیارا سید دبلا اور زرد رو بہت ہو گیا تھا اسے خود ہی اپنی طبیعت کی اس غنچہ دہنی کا بڑا رنج تھا اور تنبیہ والدین وغیرہ کو بہ نسبت اور بچوں کے زیادہ معلوم کرتا تھا۔ جس بچہ میں قوت ممیزہ زیادہ ہوتی ہے وہ ماں باپ کی یا اُستاد کی معمولی گھُرکی کی بھی برداشت نہیں کر سکتا اور اس کے دل پر خاص اثر ایسا پڑتا ہے کہ بعض وقت ہم نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی جان پر کھیل جاتا ہے۔ قانون عقل کے بموجب عقلا نے اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے کہ بچہ کو کبھی سزائے بدنی نہ دے اس کی پرورش اس ڈھنگ پر کرے کہ وہ اپنے کسی بزرگ کا خوف اور ادب ملحوظ رکھے ورنہ جھڑکی گھُرکی تو اسے بے غیرت بنا دے گی اور مار پیٹ اسے ڈھیٹ کر دے گی جہاں یہ دو عیب بچہ میں آگئے بس پھر وہ کسی کام ہی کا نہیں رہا اب اگر اسے تعلیم بھی دی جائے گی پھر بھی وہ اخلاقی اور تمدنی ترقی نہیں کر سکتا۔ الحمد للہ کہ بزرگ سید کے ہوشیار اور عقلمند والدین نے چند روز کے بعد ناگوار تنبیہہ اور ناروا تقیید سے مطلق آزاد کر دیا اور اسے طبیعت پر چھوڑ دیا کہ چاہے جو کچھ کرے اسے اختیار ہے۔

بزرگ سیدؒ جیسا کہ ہم ابھی لکھ آئے ہیں کھلنڈرا نہ تھا جب اسے کامل آزادی مل گئی اپنے گھر میں رہنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا اختیار کیا، کئی برس یوں ہی گزر گئے گو وہ قرآن سمجھتا نہ تھا کیونکہ اسے بامعنی قرآن ملکی دستور کے موافق نہ پڑھایا گیا تھا پھر بھی بچپن کی معصوم طبیعت پر کلام اللہ کے ہر ہر لفظ کا ایسا زبردست اثر پڑتا تھا کہ وہ بعض وقت بے اختیار رونے لگتا تھا جب سید ابو النعمان صاحبؒ نے یہ دیکھا کہ میرے کم عمر بھتیجا کو قرآن پڑھنے اور اس سے موثر ہونے کا بہت کچھ مذاق ہے۔ اور اس کے دل پر ربانی کلام کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت بڑا اثر پڑتا ہے تو انہوں نے قرآن شریف کے معنے پڑھانے شروع کئے۔ پڑھانے کے ارادہ کو انہوں نے چند روز کے لئے ملتوی کر دیا۔ انہیں خیال تھا ناحق میری مغز پچی ہوگی وقت الگ ضائع ہوگا اور کچھ نتیجہ نہ نکلے گا یہی اور لوگوں نے بھی کہا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ معصوم سید کی طبیعت میں ربانی کلام سمجھنے کا پورا پورا مذاق حاصل ہے اور دوسری کتابوں کو اس کی طبیعت قبول نہیں کرتی یہ حکمت کا بھی ایک مسئلہ ہے کہ جب ایک جگہ پر ایک چیز رکھی ہوئی ہے اس کی جگہ دوسری نہیں آسکتی مثلاً جہاں چھاؤں ہے۔ وہاں دھوپ نہیں آسکتی جہاں نور ہے وہاں تاریکی دخل نہیں پاسکتی اور علیٰ ہذا القیاس پیارے سید کی طبیعت پر قرآنی نقوش اپنے پورے ضبط اور زور سے منقش ہو چکے تھے پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ خالق باری اور کبریا کے اشعار اس کے لوح دل پر نقش ہوتے۔ ہماری ان باتوں کو سرسری طور پر پڑھ کے ناظر خلجان میں پڑ جاتے گا اگر کوئی منصف مزاج ہوا تو اپنی سمجھ کی کوتاہی سمجھ کے اپنی ڈاڑھی نوچنے لگے گا یا جلدی جلدی منہ پر ہاتھ پھیرنے لگے گا اور جو کوئی غیر منصف ہوا تو منصف پر تبرے بازی کرے گا اور کہے گا اسلام میں بڑے بڑے علماء گزر گئے انہیں علاوہ قرآنی علم کے بہت کچھ علوم دینی اور دنیوی سے حصہ ملا تھا پھر یہ کلیہ غلط ہوگیا مگر میرا مطلب یہ نہیں ہے میں یہ کہتا ہوں کہ جس طبیعت میں صرف ربانی الفاظ قبول کرنے کی قابلیت ہو وہ دوسرے الفاظ قبول نہیں کر سکتی۔ خدا کی بخششیں ہیں اپنی مخلوق کو طرح طرح کے ہنروں اور علوم سے سربلند کرتا ہے کسی کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے اور کسی کو کسی بخشش سے سرفراز کرتا ہے اس میں کون دم مار سکتا ہے اور کس کا زہرہ ہے جو اُس کی حکمت بالغہ پر نکتہ چینی کرنے کا خیال بھی لائے۔ اور کبھی سرسری طور پر کسی قسم کا وہم اپنی طبیعت میں پیدا کرے۔

یہ ہم نہیں بتا سکتے کہ بزرگ سید کا جوہر کن کن آسمانی عنصروں سے بنا ہوا تھا ہاں یہ ہم اس کی لائف دیکھ کے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا خیر اندیش بھولا محتاط زندگی رکھنے والا اور مسلمانوں کی ہر بات پر اعتبار کرنے والا تھا۔

یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کے ضمیری جوہر بچپن سے ایسے ہی چمک دار اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاباں تھے اور ان ہی صفات سے موصوف ہو کے اس نے اپنے چچا سید ابوالنعمان سے آخر کار قرآن مجید کو دوبارہ بامعنے پڑھا۔

قرآن مجید کا بامعنے پڑھنا بزرگ سید کو نئی زندگی کی طرف رہنمائی کر کے لے گیا۔ پہلی حالت کسی قدر بدلتی ہوئی معلوم ہونے لگی اور چہرہ پر بھی نیا رنگ جلوہ دے گیا۔ پہلے طبیعت میں سکوت سکون خاموشی سلامتی تھی اور اب اُس کی جگہ جوش اور وحشت نے اپنا جلوہ کیا۔ بزرگ سید گھر میں زیادہ بیٹھنا اچھا نہ سمجھتا تھا بلکہ اب وہ بازاروں میں گشت لگانے اور ادھر اُدھر لوگوں سے ملنے اور اکثر باتوں پر اپنی عمر کے مطابق انہیں نصیحت کرنے میں اپنا وقت صرف کرنے لگے وہ رہبانی زندگی کو اچھا نہ سمجھتا تھا اب اسے قرآن مجید کے معنے پڑھ کے یہ یقین ہو گیا کہ انسان دنیا میں ذاتی اغراض میں پھنسے رہنے اور ذاتی نفع کو ملحوظ خاطر رکھنے کے لئے پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ منشائے باری انسان کی پیدائش سے صرف یہ ہے کہ وہ بنی نوع کی خدمت کرے اور خدا کی مخلوق کی بہتری اور ترقی دینے میں جملہ کوشش عمل میں لائے۔

اب دماغ کی وہ کیفیت بھی نہ رہی تھی کہ کوئی بات سوائے کلام اللہ کی آیت کے یاد نہ رہتی ہو بلکہ اس کے خلاف زبانی ہر علم و فن کی صدہا باتیں یاد ہونے لگیں پہلے ضمیر میں یہی قابلیت تھی کہ وہ ربانی آیت کے آگے دوسرے اقوال کو قبول نہ کر سکے مگر اب بمقتضائے فطرت انسانی اس میں اور باتوں سے دلچسپی لینے اور ان سے نتیجہ نکالنے کا مذاق بڑھ گیا۔ اور ہر سوسائٹی میں شریک ہونے اور اس سے کوئی عمدہ بات اپنے لئے پیدا کرنے کا مادہ آگیا۔

اس عرصہ میں کہ آپ کی عمر پوری سترہ برس کی بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ شفقت بھرے باپ کا یوں گزر جانا ایک فرمانبردار مطیع بچہ کے حق میں بہت سخت ہوتا ہے مگر خدا کے احکام اور منضبط قوانین قدرت میں کس کو چارہ ہے سید صاحب کو رنج تو بہت ہوا ہو گا مگر دُھن ایک نئی لگی ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ جس طرح ہو اپنے غریب بھائیوں کو مدد دی جائے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدہ ماجدہ ہنوز زندہ تھیں اور آپ کے ماموں بھی موجود تھے جو گھر کے اخراجات اور انتظامات کے کفیل بن سکتے۔ جوش ہمدردی نے تمام کنبہ کی غیر معمولی محبتوں کو دل سے محو کر دیا۔ اور اب نوبت بایں جا رسید کہ آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا جس طرح ہو سکے کچھ تحصیل کروں اور اپنے بھائیوں کو اس سے مدد پہنچاؤں۔

سفرِ لکھنؤ

اس عرصہ میں آپ مختلف شرفا کے حلقوں میں ملتے ملاتے رہے ایک دن چند ہم عمروں میں یہ مشورہ ہوا کہ کچھ تحصیل علمی اور زری کے لئے باہر چلنا چاہیئے۔ وطن میں پڑے رہنے سے کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا ان کے دل میں یہ خیال سفر غیر معمولی طریقہ سے اٹھا ؎

وطن میں سست اور کاہل پڑے رہنے سے ہے خوشتر
کہ چل کے دیکھیں دنیا کے ذرا حیرت فزا منظر

وہ آمادہ ہوتے کہ ادھر اُدھر پھر کے کچھ تلاش معاش کریں اور دنیا میں سربلندی پیدا کریں اس مشورہ میں سید صاحب بھی شریک تھے۔ آپ روزگار کے تو خواہش مند نہ تھے ہاں صرف یہ چاہتے تھے کہ ایک غیر معمولی آگ جو میری طبیعت میں بھڑکی۔ اس کی کسی طرح تسکین ہو۔

سید صاحبؒ کے سوا اور جتنے آپ کے دوست تھے اپنے زمانہ کے موافق لکھنے پڑھنے اور دو چار ہنروں میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ سید صاحب حافظ قرآن نہ تھے گو بہت سی آیتیں آپ کو یاد ہو گئی تھیں، اور آپ نہایت خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔

اٹھارہ انیس برس کی عمر ہو گی کہ آپ اول ہی بار بریلی سے روانہ لکھنؤ ہوئے، اس سے محض بے خبر تھے کہ شیعہ سنیوں سے کیسا برتاؤ کرتے ہیں، اور ان کے بے جا تعصب کی کیا کیفیت ہے۔

ابھی تک سید صاحب کو شیعہ اور سنی کے تمام دکمال جھگڑے کا بھی علم نہ تھا۔ وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہی نہ تھے کہ شیعوں کے اصول مذہبی کیا ہوتے ہیں اور سنیوں کے ارکان مذہبی کیا ہیں صرف نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، قرآن پڑھنا، نبی اور اُس کے چار صحابہ کو برحق سمجھنا اسی طرح اور بھی دو چار باتیں یاد تھیں جو معمولی لکھے پڑھوں کو یاد ہوتی ہیں اور وہ بیچارے زیادہ مذہبی پیچیدگیوں سے نہ خود واقف تھے نہ ان کے اور دوست۔

غرض بخیر و عافیت سید صاحب معہ اپنے پانچ چھ ساتھیوں کے لکھنؤ پہنچے، اس وقت لکھنؤ پورے عروج پر تھا۔ شیعوں کی قوت سلطنت اور قوت تعصب کا پورا تنت تھا اور تمام ان کی مذہبی باتیں خوب چمک مار رہی تھیں۔

جب یہ چھ سات آدمی لکھنؤ پہنچے ہیں تو انھوں نے پہلے سرائے میں قیام کرنا بہتر سمجھا۔ سید احمد صاحب کے والد اور چچا کے کئی دوست یہاں موجود تھے مگر آپ نے گوارا نہ کیا کہ کسی پر جا کے ڈھیا دوں۔

سید صاحبؒ کو ذاتی طور پر روزگار کی ذرا بھی خواہش نہ تھی آپ کی غیر محدود آرزوئیں اور ضمیری غیر معمولی جوش نوکری سے سرد نہ ہو سکتے تھے، ان کے لئے ایک ایسے بھی معلم کی ضرورت تھی جو انہیں اطمینان کا جامہ پہنا کے دوسرے عملی راستہ پر لگادے۔ سید صاحب نے فی الحال اپنے دوستوں کو تلاش روزگار میں جانے کی اجازت دی اور آپ بھی لوگوں سے ملنے اور سیر دیکھنے کے لئے ادھر اُدھر پھرنے لگے۔

افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ بیچارے ساتھیوں کو سخت ناکامی ہوئی جس جگہ وہ جاتے تھے پہلے ان سے یہ سوال کیا جاتا تھا کہ شیعہ ہو یا خارجی (خارجی شیعوں کے ہاں سنیوں کو کہتے ہیں) اگر اس نے کہہ دیا کہ میں شیعانِ علی میں سے ہوں اور اپنے بزرگوں پر دو تین تبرّے بھی اس نے بھیج دئے تو اس پر یہ سوال کیا جاتا تھا کہ تمہیں گانا ناچنا کیسا آتا ہے۔ کہاں تک ایک بیجڑے سے پھکڑ بازی کر سکتے ہو، اور کہاں تک ایک برہنہ زمانے کے ساتھ سربازار ننگے پھر سکتے ہو۔ مسخرے پن میں کیا صفت رکھتے ہو آیا روتے کو ہنسا دوگے اگر یہ سب باتیں آتی ہیں تو اپنے استادوں کا نام بتاؤ تاکہ اطمینان خاطر ہو اور پھر زمرہ ملازمین میں نام لکھ لیا جاوے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عموماً ہر خواہان ملازمت سے زیادہ تر یہی سوالات کئے جاتے تھے اگر کوئی شخص ان فنون بے غیرتی اور طبلہ سارنگی میں اول نمبر ہوا وہ تو مصاحب خاص بنالیا گیا اور جو اس میں کوتاہی ہوئی تو اُسے یہ کہہ کے ٹال دیا جانور پیدا ہی کیوں ہوا جب یہ باتیں نہیں آتیں مسخرے سے کہو کہ زندہ ہی کیوں رہتا ہے جناب امیر کی قسم جس میں یہ صفتیں نہیں وہ مُنہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔

یہ خیالات تھے جہاں سید احمد صاحبؒ اور آپ کے دوستوں نے پہلے پہل قدم رکھا شیعان لکھنؤ کی جو کچھ کیفیت تھی ہم کسی طرح بھی صاف نہیں لکھ سکتے۔ ہماری تہذیب اور قانون انگلشی اجازت نہیں دیتا کہ شیعان لکھنؤ کی معاشرت کا سویں ایک حصہ بھی بیان کیا جائے۔ لطف یہ ہے کہ جتنی ان کی حالت اخلاقی، تمدنی، مذہبی لحاظ سے خراب تھی اسی قدر ان کا تعصب سُنیوں کے پامال کرنے اور ان بیچاروں کو الٹی چھری سے ذبح کرنے کے لئے بڑھا ہوا تھا۔ جب سید صاحب ایک امیر کے ہاں گئے ہیں تو اس امیر نے پہلا سوال یہی کیا تھا کہ آپ خارجی ہیں یا شیعان علی میں سے ہیں یہ دونوں الفاظ آپ کے کانوں میں بالکل نئے تھے خارجی کا کبھی نام بھی نہ سنا تھا گو شیعہ کے لفظ سے پوری شناسائی تھی مگر شیعان علی کا جملہ ابھی تک کان میں نہ پڑا تھا۔ آپ بڑے پریشان ہوئے کہ جو کچھ اس نے سوال کیا ہے خبر نہیں اس کے کیا معنے ہیں بہرحال یہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ نئے لغات میں مذہب کی بابت دریافت کرتا ہے آپ نے صاف جواب دیا میں مسلمان ہوں نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا پورا ایمان ہے۔ قرآن کو کلام الٰہی سمجھتا ہوں اور شب و روز میری تلاوت میں رہتا ہے۔ امیر نے سید احمد صاحب کی جب یہ تقریر سنی تو وہ اپنے دل میں بہت خوش ہوا، اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ بھولا بھالا نوجوان ہے ضرور مومن یعنے شیعہ بن جائے گا اس نے یہ کہا کہ میاں صاحبزادہ اگر تم اپنی نیک چال چلنی کی ضمانت دو تو ہم تمہیں اپنی مصاحبت میں ملازم رکھتے ہیں سید صاحب کو یہ سن کے کچھ مایوسی سی ہوئی اور امیر کی ناتراشیدہ طبیعت پر افسوس کر کے کہا کمبخت تو بڑا نا سمجھ ہے مسلمان اور وہ بھی سید کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہم پردیس میں کس کی ضمانت لائیں خدا ہمارا سچا ضامن ہے۔ سید احمد صاحبؒ کی یہ سرگرم اور انقطاعی تقریر سن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے خوش ہونے کے رنجیدہ ہوا، اور اس نے اپنی خباثت ذاتی سے یہ جملہ کہا سُنّی نہ کبھی سچ بول سکتا ہے اور نہ کبھی سید ہو سکتا ہے۔ اگر سید صاحب کے دوست آپ کو ذرود کتے تو ضرور آپ شیعہ امیر کی پوری گت بناتے گو اپنا پھر کچھ ہی درجہ کیوں نہ ہوتا آنکھوں میں آنسو بھر کے واپس چلے آئے۔

زمانہ بھر کی ناہنجاریاں لکھنؤ کو اس زمانہ میں حاصل تھیں وہ باتیں جن سے ہر زمانہ اور ہر عصر میں ہر قوم اور قوم کے ہر فرد نے نفرت کی ہے وہ لکھنؤ والوں کو شیر مادر کی طرح حلال اور ضروری تھیں۔

بارہ خوبصورت دوشیزہ لڑکیاں ایک علیحدہ محل میں بارہ اماموں کی بیویاں بن کے رکھی جاتی تھیں۔ اور اگر ان لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کے ہاں ناجائز طریقہ پر کوئی اولاد ہوتی تھی تو وہ صاف کہہ دیتی تھی شب کو بارہ اماموں میں سے فلاں امام میرے پاس آیا تھا یہ بات فوراً یقین کرلی جاتی اور جب بچہ پیدا ہوتا اس کے آگے سجدے کئے جاتے اور خبر نہیں اُسے کس درجہ کا معبود مانا جاتا تھا۔

نصیر الدین حیدر اور واجد علی شاہ وغیرہ کی پندرہ پندرہ سو بیویاں تھیں ظاہر ہے کہ ایک شخص ہرگز اتنی عورتوں کے بوجھ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ نواب صاحب اپنی دس بیس بیویوں کے سوا پہچانتے بھی نہ تھے کہ یہ ملازمہ ہے یا میری بیوی ہے ایسی حالت میں کہ نواب صاحب نے اپنی بیوی کی صورت نہ دیکھی اور اولاد ہوگئی اور پھر نواب صاحب کو خبر ہوئی اور بیگموں کے جام دربار میں اس بچے والی بیگم سے سوال کیا گیا کہ تیرے ہاں یہ بچہ کہاں سے ہوا تو وہ صاف طور پر بڑی دلیری سے یہ کہتی تھی کہ حضور نے بھی اب یہ طریقہ برتا ہے جو بات کرتے ہیں تجاہل عارفانہ کے بغیر کرتے ہی نہیں۔ خود خواب میں آکے سرفراز لونڈی کو کیا اور جان بوجھ کر دریافت فرماتے ہیں کہ یہ بچہ کس کا جنی حضور یہ آپ ہی کا غلام ہے یہ سنتے ہی نواب صاحب خوش ہو جاتے اور اپنی بیداری اور خواب کی یکساں حالت پر آگاہی پا کے اپنی روشن ضمیری کے قائل ہوتے تھے۔ ہر امیر زادے، وزیر زادے کا برہنہ مادر زاد عورتوں کے ساتھ ناچنا اور خلاف فطرت انسانی اور خلاف قوانین قدرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے باتیں کرنا انتہا درجہ کی ایک تبذل قوم کا دنیا میں نقشہ کھینچنا ہے۔ ہم نے اپنے دیباچہ میں محمد شاہی دربار کی جو کیفیت لکھی ہے اس سے بھی لکھنؤ کی حالت بیس تھی، اس تمام بدتہذیبی اس تمام غلیظ فحش اس تمام عظیم بے غیرتی اور لاثانی بیحیائی اس تمام خلاف فطرت دلیری پر ایک بڑا غضب یہ تھا کہ یہ لوگ پیشوایان دین کو گالیاں دینا اپنی نجات کا سبب جانتے تھے۔ ایک دن ان تمام باتوں پر اطلاع پا کے سید احمد صاحبؒ نے ایک شیعی بچہ سے دریافت کیا آخر ان افعال شنیعہ کی کوئی حد بھی ہے خدا کا ذرا بھی خوف اور قرآن شریف کے روشن احکام کی ذرا بھی پرواہ نہیں رہی مرنا بھی سمجھ رکھا ہے یا نہیں یہ سن کے شیعی بچہ نے جھنجلا کے جواب دیا ہمیں اپنے مذہب پر اسی لئے تو بڑا ناز ہے کہ چاہے ہم اس سے بھی زیادہ افعال قبیحہ کریں ہمیں ایک لٹکا ایسا آتا ہے کہ وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ سید احمد صاحبؒ نے حیرت زدہ ہو کے دریافت کیا گیا کہ آپ مجھے بھی وہ لٹکا بتائیں گے جو ان کبیرہ گناہوں کو اس آسانی سے دھو دیتا ہے، اس نے بلا تامل تبرے کی طرف اشارہ کیا، اور چند پا بیانہ ناھذب باتیں بکنے بھی لگا جس کا مُنہ سید احمد صاحبؒ نے فوراً مسوس دیا اگر دو تین رہ گیر نہ چھڑا دیتے تو سید صاحبؒ کو اس قدر غصہ آیا تھا کہ وہ اُسے مار ڈالتے۔

ہمارے بھائی شیعوں کا یہ طریقہ تھا یہ معاشرت تھی یہ خیالات تھے یہ مذہب تھا جناب امیر کی قسم ان کا تکیہ کلام تھا اور اب تک یہی حالت ہے معاشرت میں یہی کمبخت جناب امیر کی قسم کھاتے ہیں شراب کا پیالہ ہاتھ میں اور جناب امیر کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ چانڈو کی نلی اوندھے لیٹے ہوئے پی رہے ہیں، اور حضرت علی رضہ کی قسم کھا رہے ہیں۔ چرس کا دم یا افیم کا انٹا نگل کے جھومتے جاتے ہیں اور جناب امیر کی قسم کھائی جا رہی ہے جن کی یہ تہذیب اور یہ معاشرت ہو اُن کی نسبت ہم کیا رائے دے سکتے ہیں اور کیونکر ہمیں امید ہو سکتی ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ اصلاح پذیر ہوں گے۔

سید احمد صاحبؒ نے جب تمدنی، اخلاقی، مذہبی خیالات کو ناگفتہ بہ حالت میں دیکھا اور ملاحظہ کیا کہ شریعت غرا کو یہاں پیروں سے کچلنے کی کوشش کی جا رہی ہے نہ مجتہد کو دنیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مافیہا کی کچھ خبر ہے نہ شاہ کو معلوم ہے کہ میری عملداری میں کیا ہو رہا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی امت سے یہ لوگ بدکرداری میں بڑھ گئے تھے آپ کو یہاں کا قیام سخت ناگوار گزرا۔ سید احمد صاحب کو نہ دولت کی خواہش تھی نہ وہ شیعہ بن کے دربار میں کوئی عہدہ لینا چاہتے تھے نہ انہیں دولہا بننے کا شوق تھا۔ آپ کی عین خواہش یہی تھی کہ میرے ساتھیوں کی کچھ ناخن بندی ہو جائے اور پھر میں کسی ایسے رہنما کی تلاش کروں جو میری تسکین کا باعث ہو اور یہ غیر معمولی آگ جو میری طبیعت میں بھڑکی ہے کسی خوش آئندہ پاک جوش میں بدل جائے۔

سید احمد صاحبؒ کی اسی اثنا میں اپنے ایک بزرگ سید سے ملاقات ہوئی جو آپ کے والد کا بہت بڑا دوست تھا وہ سید احمد صاحبؒ کو دیکھتے ہی اپنے گھر لے گیا اور بڑی خاطر و مدارات کے بعد لکھنؤ آنے کا سبب دریافت کیا، آپ نے ساری کیفیت بیان کر دی اور جو کچھ لکھنؤ کی بابت سنا تھا اور لڑکے سے گفتگو اور رہشت مشت ہوئی تھی سب دہرا دی وہ بزرگ سید مسکرا کے کہنے لگا جو کچھ تم نے سنا ہے وہ بہت کم ہے یہاں تو اس سے بھی زیادہ یہ ہوتا ہے کہ ماں بہن بیوی میں دن بدن تمیز اٹھتا جاتا ہے۔ روزمرہ دو تین اسی قسم کی باتیں میرے کان میں پڑتی ہیں۔ پیارے سید احمد صاحب یہ شیعوں کی سلطنت ہے اگر تمہیں یہاں رہنا ہے تو غصہ کو ضبط کرنا پڑے گا اور جو تم ایسی باتوں کو ضبط نہیں کر سکتے ہو خدا کے لئے یہاں رہنے کا ارادہ نہ کرنا اس پر تم یہ ضرور سوال کرو گے کہ ایک مسلمان کی یہ حمیت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے بزرگوں کی نسبت گالیاں سنے اور کچھ نہ کہے تم بھی عجب سرد دل مسلمان ہو کہ تم پر بالکل اثر نہیں ہوتا تو اصل بات یہ ہے یہ لوگ پردیسی کو بہت ستاتے ہیں اور چونکہ پردیسی کا کوئی سلسلہ نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی پشت پناہ ہوتا ہے وہ بے چارہ یہاں آکے اور اپنے کو سُنی کہہ کے سخت پریشانی اٹھاتا ہے اور ہم تو سرکاری عہدہ دار ہیں سو دو سو آدمی ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ دو ہزار فوج پر میں افسر بھی ہوں کسی کی مجال نہیں کہ ہمارے آگے صحابہ کی شان میں کوئی نامہذب کلمہ کہہ سکے بھائی اگر تمہارا یہاں رہنے کا ارادہ ہے تو تم اپنے دوستوں کو لے کے میرے ہاں چلے آؤ۔ پھر نہ تمہیں ناشائستہ جملے سُننے پڑیں گے، اور نہ کفر آمیز ریمارکس سے تمہارا دل دکھے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بزرگ سید کی یہ محبت آمیز اور نصیحت سے بھری ہوئی باتیں سید احمدؒ نے بغور سنیں اور اپنے دل سے سوال کیا "کیا تو راضی ہے کہ ایسے کفرستان میں جہاں کی آب و ہوا میں ارتداد فسق و فجور کی بو آتی ہے تجھے رکھا جائے یا تو جب خوش ہوگا کہ تجھے یہاں کی آب و ہوا سے نجات دی جائے گی۔" دل نے جواب دیا مجھے ایک ایک گھڑی ایک ایک دن اور ایک ایک دن ایک ایک سال ہو رہا ہے جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے چل دو۔" جب دل نے بہت زور شور سے یہ شہادت دی تو آپ اپنے دوستوں کو اس بزرگ سید کے حوالہ کر کے اور ان کی ناخن بندی کی سفارش کر کے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔

سفرِ دہلی

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ سید صاحب میں اول دن سے خدا کی مخلوق سے ہمدردی کرنے کا مذاق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ کچھ بیان نہیں کیا جاتا۔ اپنے بھائیوں کی بُری حالت اور ناروا معاشرت پر بزرگ سید نے ہمیشہ خون کے آنسو بہائے ہیں اور حتی الوسع ان کی مدد بھی کی ہے۔ ساتھ ہی اس ہمدردی کے عزت بھی بہت بڑی تھی آپ کبھی نہ چاہتے تھے کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں یا اپنے کو پیرزادہ مشہور کر کے کسی سے کچھ اینٹھوں یا اپنے آباؤ اجداد کی بزرگی اور پیری بیان کر کے کسی کا مال ماروں اگر کوئی ذرا بھی احسان کر دیا کرتا تھا تو آپ تمام عمر اس کے مطیع بن جاتے تھے اور اس سے ایسے محجوب رہتے تھے کہ کبھی آنکھ ملا کے بات نہ کرتے تھے۔

یہ زمانہ جب آپ نے اپنا وطن چھوڑ کے لکھنؤ کا غضبناک منظر دیکھا ہے اور اب دہلی کی طرف قدم اٹھایا ہے۔ انتہا درجہ کا پُر شباب تھا۔ بایں ہمہ بزرگ سید کی پاک روح عنفوان جوانی کی بھول بھلیوں سے ابھی بہت دور تھی جوانی کے زمانہ کی وہ تاریکی جس میں کچھ نہیں دکھائی دیتا اور انسان بالکل اندھا ہو جاتا ہے۔ بزرگ سید کو نور بن گئی تھی۔ غیر معمولی اُمنگیں اور غیر خوش آئندہ جوش جو عین عنفوان جوانی کا جزو اعظم اور اصل الاصول ہیں بزرگ سید کی ذات مقدس سے بہت دور تھے گو یہ کسی کو نہ معلوم تھا نہ اور کوئی امید کر سکتا تھا کہ عمر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوانی کے وعدے وعید ایک نہ ایک دن پورے کرے گی اور ان عجیب ولولوں کا خاتمہ خوش آئندہ دکھائی دینے لگے گا یہ وہ ولولے تھے جو خاص خاص طبائع میں اُٹھتے ہیں اور انہیں ملکہ انسانیت کہتے ہیں۔ انسانیت کے مدارج اعلیٰ پر پہنچنے کے لئے یہ ایک سیڑی ہے جسے غلطی سے علی گڑھ والے سرسید ملکہ نبوت کہتے ہیں اور آخر اس غلطی نے انہیں یہاں تک گمراہ کیا کہ وہ نبی عربی کے مقابلہ میں یہ کہنے لگے بشپ چندر سین پیغمبر ہندوستان ہے (معاذ اللہ) اس کے معنے یہ ہیں کہ جب ایک بددین پیغمبر ہند بن گیا تو میں اپنے کو مسلمان نبی کہتا ہوں اور خاندان سیدات سے بھی بعض اوقات نسبت کر لیتا ہوں میں کسی نہ کسی زمانہ میں زندگی میں یا بعد ازاں پیغمبر ہند ضرور بن جاؤں گا۔

غرض سید احمد صاحب میں نوعمری ہی سے ایک ایسا ملکہ تھا کہ جس نے انہیں قوم کی اصلاح کی طرف پورا رجوع کر دیا تھا اور وہ اس حالت میں بھی کہ نہایت بے سروسامان تھے غربار کی مدد کرنے میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔

جب آپ لکھنؤ سے روانہ ہونے لگے ہیں تو آپ کے والد کے دوست نے ایک گھوڑا سواری کو اور کسی قدر زر نقد دیا، آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں تکلیف دینے نہیں آیا ہوں فقیر آدمی ہوں مجھے کیا ضرورت ہے کہ مَیں سفر میں گھوڑا رکھوں مگر اس بوڑھے شخص نے بمنت ہاتھ باندھ کے گھوڑا اور زر نقد حوالہ کیا۔ سید احمد صاحب اس پر سوار ہو کے دہلی کی طرف روانہ ہوتے۔ آپ نے کانپور تک پہنچ کر ابھی قیام نہ کیا تھا کہ گھوڑا اور روپیہ چار مصیبت زدہ اشخاص کو دینا پڑا جن میں ایک مریض ایک زخمی اور دو بہت بوڑھے تھے اور جن پر تین دن بے آب و دانہ گزر گئے تھے۔

سید احمد صاحب اپنا کل سامان دے کے بہت خوش ہوئے اور یہ سمجھ کے کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ میری یہ چیزیں ان کے کام آئیں اپنی بے سروسامانی اور پیادہ پائی کا کچھ بھی خیال نہ تھا۔ اور آپ نہایت سرخوشانہ حالت میں دہلی کی طرف قدم زن تھے جب آپ دہلی روانہ ہوئے ہیں پوری بیس برس کی عمر تھی۔ اس عمر کی ناپختگی اور ناتجربہ کاری جو انسانی فطرت کا اس زمانہ عمر میں لازمی جوہر ہے کس بدنما صورت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا ہے اور کیسے کیسے جھٹکے دے دے کے ایک قابل اور تجربہ کار انسان بناتا ہے۔ اس عمر میں معمولی خوشی ایک عجیب و غریب شادمانی ظاہر ہوتی ہے اور خفیف سی تکلیف کا مہیب اثر طبیعت پر خوفناکی سے پڑتا ہے بے سوچے سمجھے ہر بات کرنے کو جی چاہتا ہے اور اگر کوئی باز رکھنا چاہتا ہے تو سخت ناگوار گزرتا ہے۔ طبیعت میں خود پسندی اور تحکم بہت بڑھ جاتا ہے اور اپنی ہر بات تمام جہان سے بہتر دکھائی دیتی ہے کبھی دل گوارا نہیں کرتا کوئی بوڑھا شخص نصیحت کرے یا دل کی کسی خواہش سے باز رکھے خودنمائی اور بے جا تبختر سن بلوغ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور تیس برس تک اس کا زور بہت رہتا ہے۔ اور آخر چالیس برس میں کم ہوتے ہوتے بالکل جاتا رہتا ہے یہ خاص نوجوانی کے زمانہ کی خاصیتیں ہیں۔ جو بالعموم انسانی طبائع میں ایک حد تک اٹھتی ہیں اور اس سے کم طبائع منزہ ہوتی ہیں ان کم طبائع میں سید احمد صاحب کی بھی یہ طبیعت تھی آپ میں مسکینی حلیمی، رقت، کسی بزرگ یا بچہ کی عمدہ بات کو فوراً تسلیم کر لینا کسی بے نوا کی خدمت کرنا خدا کے غضب سے ہر وقت ڈرنا ہر ایک سے جھکنا خود فروشی کی بو بھی نہ ہونی اپنے کو ناچیز اور ہیچ جاننا یہ ساری باتیں موجود تھیں۔ اپنا گھوڑا اور زر نقد دینے کے بعد پا پیادہ اور وہ بھی برہنہ پا سفر کرنا پڑا کبھی ایسا اتفاق پڑا نہ تھا سخت تکلیف سید احمد صاحب کو ہوئی چند پیسے بچے تھے جو کسی قدر بھوک میں مدد کر سکتے تھے ورنہ پیارے اور محترم سید کی تو یہ بھی خواہش تھی کہ اگر ان پیسوں اور کمبل کا بھی کوئی حاجت مند مل جائے تو ابھی اس کے حوالہ کر دوں۔

عموماً سنا گیا ہے کہ رستہ میں آپ مسافروں کی خدمت کرتے جاتے تھے اور ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک ضعیف شخص کو تیرہ میل اپنے کندھے پر بٹھا کر اس کے گھر پہنچایا تھا۔

جس کی یہ عجیب و غریب فطرت ہو اس کی نسبت ہنٹر جیسا مغربی عالم ناشائستہ الفاظ استعمال کرے، افسوس ہے ان باتوں سے قائل کی نہیں بلکہ اس قوم کی تہذیب اور شائستگی معلوم ہوتی ہے۔

رستہ طے کرتے کرتے پیر چھلنی ہو گئے تھے اور تلووں سے خون بہنے لگا تھا، جب یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیفیت ہوئی تو آپ نے ایک سرائے میں قیام کر کے کچھ دن وہاں رہنا چاہا اور ارادہ کیا جب تک پیر اچھے نہ ہو جائیں گے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤں گا۔

سرائے کی مہترانی نے نوجوان سید کو اس بے سروسامانی کی حالت میں دیکھا شباہت سے سیادت کے آثار نمایاں دیکھے۔ طباق سے چہرہ اور سرخ و سفید گورے رنگ اور فراخ نمایاں پیشانی سے جو آئینہ کی طرح چمک دیتی تھی وہ پہچان گئی کہ یہ نوجوان ہے تو امیر زادہ شاید والدین سے ناراض ہو کے چلا آیا ہے۔ مہترانی کو یہ کامل یقین ہو گیا از خود اس کے دل میں آیا کہ اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ تلوؤں سے خون بہتا دیکھ کے وہ آبدیدہ ہو گئی اور سید احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کے اس نے یہ عرض کیا۔ حضرت اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کے تلوؤں کے زخموں پر دوائی لگا دوں، یہ کل تک بالکل اچھے ہو جائیں گے آپ نے انکار کیا اور کہا آپ ہی اچھے ہو جائیں گے جب اس نے بہت اصرار کیا تو مجبور ہوئے اور اس سے دوائی لگوائی، حقیقت میں وہ دوائی ایسی مجرب تھی کہ لگاتے ہی ٹھنڈک پڑ گئی اور شام تک وہ زخم پھریرے ہو گئے، پھر مہترانی نے کھانا پکا کے حاضر کیا سید احمد صاحب نے فرمایا بی مہترانی میرے پاس پیسہ بھی نہیں ہے کہ میں تمہیں اس کا معاوضہ دوں گا میں ایک غریب الوطن شخص ہوں تم ایسے شخص کی خاطر مدارت کیوں کرتی ہو کہ جس سے تمہیں کچھ بھی وصول نہ ہو۔ مہترانی کے دل پر اس تقریر نے اثر کیا وہ بلائیں لے کے کہنے لگی واری جاؤں اس حقیر مہمان داری کو قبول کر لینا ہی میرے شرف کا باعث ہو گا میری کوٹھری میں آپ کا خوش و خرم رہنا میرے ہاتھ دولت لگنے کا حکم رکھتا ہے۔ سچ ہے خدا اپنے پیارے بندہ کو تکلیفیں دے دے کے آزماتا ہے مگر ان تکلیفوں میں اسے ہلاک نہیں ہونے دیتا نہ ایسی مصیبت میں پھنساتا ہے کہ اس کے کامل یقین میں کچھ فرق آ دے۔

سید احمد صاحبؒ نے مہترانی کی یہ ہمدردانہ تقریر سن کے خدا کا شکر ادا کیا اور دعا کی کہ اسے اس قدر روپیہ اس کے عوض میں عطا کیجو کہ یہ نہال ہو جائے یہ دعا فوراً قبول ہوئی اور اسی شب کو اس کی اندر والی کوٹھری کی دیوار گری اور ایک ہنڈیا اشرفیوں سے بھری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی برآمد ہوئی۔ مہترانی نے کبھی اشرفیاں خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ اتنی دولت ہاتھ آنے سے پھولی نہ سمائی وہ سیدھی وہ ہنڈیا لے کے سید احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا ماجرا عرض کیا۔ اشرفیوں کی ہنڈیا دیکھ کے اور اس کی کیفیت سن کے آپ کو دو خوشیاں ہوئیں ایک اپنی دعا کی مقبولیت کی اور دوسری مہترانی کی نیک نیتی کی آپ نے نہایت اولوالعزمی سے وہ ہنڈیا اسی مہترانی کو اٹھا کے دے دی، اور کہا جا خدا تم تجھے نصیب کرے۔ ہر چند اس نے اصرار کیا آپ نے صاف کہہ دیا اس سے زیادہ اگر تو کہے گی تو تیری سرائے میں سے چلا جاؤں گا۔ آخر وہ ناچار ہوئی اور خاموشیانہ ایک محفوظ جگہ پر وہ ہانڈی رکھ آئی۔ بعد ازاں جب آپ دوبارہ لکھنؤ کو آئے ہیں اور راہ میں یہ معرائے آئی ہے تو مہترانی معہ اپنے دو جوان جوان بیٹوں کے جو سفر اول میں نوکری کے متلاشی کہیں نکل نکل کے چلے گئے تھے مرید ہو کے ہمراہ قافلہ ہو گئی اور جس دن سید احمد صاحب معہ اپنے جلیل القدر مریدوں کے شہید ہوئے ہیں وہ بھی ایک خونخوار سکھ کی تیغ براں کی شکار ہو کے سید صاحب کی پہلو بہ پہلو پڑی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

القصہ یہاں بآرام پانچ چھ دن تک سید احمد صاحبؒ رہے اور بعد ازاں دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ پیشتر اس کے کہ میں آپ کا دہلی پہنچنا لکھوں اوپر والی بات پر مختصر سا ریمارک کرتا ہوں جو وساوس اور بے نتیجہ شبہات کو دل سے دھوئے گا مہترانی کے لئے سید احمد صاحبؒ کا دعا کرنا اور فوراً اس کا مقبول ہو کے ایک نتیجہ پیدا کر دینا ایک ایسے شخص کو جو قوانین قدرت کا سبق شب و روز جپتا رہتا ہے خلجان میں ڈال دے گا بہتر ہے اس کا اطمینان اسی کے خیال کے مطابق کر دیا جائے۔ دیوار میں سے اشرفیوں کی ہنڈیا کا نکل آنا نہ عجیب بات ہے نہ کوئی غیر ممکن امر ہے۔ کسی نے رکھی ہوگی اب دیوار ٹوٹی نکل آئی چنانچہ ایسا ہر شہر میں اکثر ہوتا رہتا ہے۔ اب دعا کا قبول ہونا ایک باریک بات منوانی رہ گئی، میں کہتا ہوں اگر نوجوان سید احمد دعا بھی نہ کرتے جب بھی وہ ہنڈیا وقت معینہ پر دیوار ٹوٹنے سے گر پڑتی مگر طبیعت میں ایک قوت اور مقناطیسی کشش ایسی ہوتی ہے کہ غائبانہ اس کا تعلق فوراً اس سے ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کے حدوث کا زمانہ اس کے باطنی قوی فوراً اسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتا دیتے ہیں گو اس سرگوشی کی خبر اسے مطلق نہ ہوتی پھر بھی اس کے مُنہ سے وہ ہی نکلتا ہے جو ہونے والا ہوتا ہے یہ انسان کی ہر حالت میں نہیں ہوتا کہ کسی دور دراز غائبانہ چیز کے حدوث کی خبر بہ سبب کشش قلبی کے اس کے باطنی قوی کو ہوا اور ان باطنی قویٰ کی خبرت کا اثر اس کے دل پر ایسا پڑے کہ اسے یہ تو نہ معلوم ہو کہ کوئی مجھے آگاہ کرتا ہے بلکہ از خود بے ساختہ اُس کے مُنہ سے نکل جاتا ہے کہ فلاں چیز ہونے والی ہے اور وہ قطعی ہو جاتی ہے اسی کو پیش گوئی کہتے ہیں اور یہی الہام ہے مگر ایک وہ پیشین گوئی ہے جسے انگریزی میں پروفیسی کہتے ہیں یہ خاص پیشگوئی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور ان میں عام آدمیوں سے یہ ملکہ زیادہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام باطنی قوئے کے افعال کا پورا علم رکھتے ہیں اور جس طرح ظاہری دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اسی طرح باطنی عالم کو بھی اپنی آنکھوں سے نظر کرتے ہیں اور اس کے دیکھنے میں انہیں کوئی تکلیف نہیں کرنا پڑتا مجھے امید ہے کہ سید احمد صاحب کی قبولیت دعا کے اظہار کے لئے یہ فلسفیانہ ریمارک کافی ہوگا۔

غرض خدا خدا کر کے آپ دہلی میں داخل ہوئے۔ دہلی کا یہ زمانہ گو دین اور شریعت محمدیؐ کے لحاظ سے سخت بد تر حالت میں تھا پھر بھی مسافر نوازی غربا پروری بہت تھی اور خصوصاً شاہ عبدالعزیز صاحب کا گھر تو ہر مسافر کے لئے وقف تھا۔ یہاں تک کہ پادری یعنی مسیحی فرقہ کے پیشوا بھی یہیں آکر قیام کرتے تھے۔ اور ان کی خاطر و مدارت ایک قابل تسکین طریقہ پر ہوتی تھی۔

جب آپ فرحاں و شاداں دہلی میں داخل ہوئے تو اسی سفری حالت سے سیدھے شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا سارا روشن چہرہ غبار آلود ہو رہا تھا۔ سیاہ بالوں پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ کپڑے پھٹے ہوئے اور میلے ہو گئے تھے۔ پیر برہنہ تھے، بایں ہمہ سرخوشانہ حالت کی تازگی چہرہ پر جلوہ دکھا رہی تھی۔ لبوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں۔ پھر بھی دم خم وہ ہی باقی تھا۔ سفر کے ناگوار مصائب جب آپ نے شاہ عبدالعزیز صاحب کی صورت دیکھی ہے یک لخت شادابی میں بدل گئے تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جنہیں زمانہ بھر کے علوم و فنون کا ایک کامل مجموعہ کہنا چاہیے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت دیکھتے ہی تاڑ گئے کہ اس چہرہ پر جس رنگ کی تابانی ہو رہی ہے وہ غیر معمولی ہے آپ اس نوجوان بچہ کی تعظیم کو اُٹھ بیٹھے اور معانقہ کر کے اپنے پاس بٹھایا اور تمام حالات دریافت کئے۔ جب سید احمد صاحب کے والد اور چچا کا نام سُنا آپ نے دوبارہ سید احمد صاحبؒ سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ اب تو میرا تم سے تعارف نکل آیا تم ایسے شخص کے بیٹے ہو جو اپنے وقت کا غوث اور قطب تھا۔ اس کا دنیا سے بے علاقہ ہو کے زندگی بسر کرنا اور زہد و عنا میں اپنی تمام عمر گزارنا ہنوز لوگوں کو یاد ہے، اور وہ اسے اسی سبب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان معمولی باتوں کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے آرام کرنے اور کھانا تناول کرنے کا حکم دیا۔ اور اپنی مسجد میں قیام کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

جب کئی دن سید احمد صاحبؒ کو دہلی میں آئے ہوئے گزر گئے اور سفر کی تکان بالکل اُتر گئی تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا میاں صاحبزادہ بہتر ہوگا اگر آپ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دو گے۔ سید احمد صاحبؒ اپنی طبیعت کا مذاق بخوبی جانتے تھے انہیں علم تھا کہ مجھے ہر گز کتابی سبق یاد نہ ہوگا مگر اس خیال سے انکار نہ کیا، شاید شاہ صاحب اس طریقہ سے پڑھائیں جس سے سمجھ میں آنے لگے اور خود بخود طبیعت میں سمجھنے اور کتاب کے پڑھنے کا مذاق آ جائے۔

سید احمد صاحبؒ کا عین منشا یہی تھا کہ کسی طرح میں لکھ پڑھ کے فاضل اجل بن جاؤں مگر طبیعت کے رجحان کو کیا کرتے کہ اس طرف رجوع ہی نہیں ہوتی تھی۔ یہ سید احمد صاحبؒ کی اول درجہ کی خاطر منظور تھی کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود درخواست کی ورنہ تمام عراق عرب اور عراق عجم۔ ایران شام وغیرہ سے اسی اشتیاق میں لوگ چلے آتے تھے۔ کسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے کچھ پڑھیں، سید احمد صاحبؒ نے اپنی خوش نصیبی جانی اور آرزو کی کہ میرا دل کتاب خوانی کی طرف رجوع ہو تاکہ میں بھی شاہ صاحب ممدوح کے زمرۂ تلامذ میں گنا جاؤں مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا وہ کچھ اور سامان کر رہی تھی اور کسی اور چیز کی تیاری میں مشغول تھی اسے یہ ہر گز منظور نہ تھا کہ بزرگ سید اپنے کئی بیش قیمت سال کتابی حروف شناسی میں صرف کرے بلکہ جو مادہ یا جو ہر فطرت نے سید احمد صاحب کو بخشا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا وہ مطالب ربانی اور مقاصد نبوی سمجھنے اور انہیں اپنے ذہن میں تہ نشین کرنے کے لئے کافی تھا۔

جب سید احمد صاحب نے شاہ صاحب ممدوح کی درخواست کو قبول کر لیا تو آپ نے ایک ایسا تخلیہ کا وقت تجویز کیا جس میں کوئی دوسرا طالب علم نہ ہو اور نہ خصوصیت سے تعلیم دی جائے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے وقت کے فرد اکمل تھے، اور ان کا فرد اکمل ہونا ڈاکٹر ہنٹر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ڈاکٹر ہنٹر کیا تمام عرب روم اور قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام نے بھی تسلیم کر لیا تھا کہ شاہ عبدالعزیز جیسا اپنے باپ شاہ ولی اللہ کے بعد کوئی دوسرا ماہر علوم وفنون پیدا نہیں ہوا۔ آپ کو جیسا علوم دینیہ پر عبور تھا، اسی طرح علوم عقلیہ مروجہ پر پوری دست گاہ حاصل تھی۔ قیافہ شناسی میں جس کا موجد سقراط حکیم ہے۔ شاہ صاحب کو کامل دخل تھا اور آپ صورت دیکھتے ہی اس قدر ضرور پہچان جاتے تھے کہ یہ طالب علم غبی ہے یا ذہین ہے اور اس کا کس قسم کا مذاق ہے۔ طبیعت میں صلاحیت ہے یا کرخت پن ہے یہ ملکہ عموماً ان ہی انفاس میں ہوتا ہے جن میں فطرت کی باطنی قوتوں میں درک اور اس کے پوشیدہ یا ان دیکھے جوہروں کا کسی قدر علم ہو۔

یہ باریک باتیں اور ادق مضامین سرسری طور پر عبارت کو پڑھنے اور لفظی بحث میں پڑ جانے سے سمجھ میں نہیں آنے کے جب تک ان علوم سے کسی قدر واقفیت نہ ہو جن کی بابت ہم ذکر کر رہے ہیں۔

اسی بنار پر شاہ عبدالعزیز صاحب نے پہچان لیا تھا کہ اخذ مطالب اور ان سے از خود موثر ہونے کی سید احمد میں غیر معمولی قوت ہے، ایسا شخص اگر باقاعدہ تعلیم پائے تو اس کے علم وفضل کا کیا ٹھکانا ہے۔ اور گزشتہ زمانہ میں جن لوگوں نے ایسا جوہر ذاتی رکھ کے تعلیم پائی ہے انہیں آج حکیم کے نام سے یاد کرتے ہیں اور انہیں اپنے وقت کا بہت بڑا ریفارمر (مصلح) تسلیم کرتے ہیں۔

ایسی طبائع جن میں مطالب ربانی اخذ کرنے اور ان سے موثر ہونے کا کامل مادہ ہوتا ہے۔ کتاب خوانی کی طرف رجوع نہیں ہوتیں۔ ہر چند کوشش کی جاتی ہے کہ ان کا مذاق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب خوانی کسی طرح بڑھ جائے مگر وہ ایک ایسی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہوتی ہیں کہ اسے توڑ کے باہر نکل آنا اور خلاف عادت کرنا ایک کٹھن کام ہے۔

عموماً لوگ یہ خیال کریں گے کہ جن میں کتابی تعلیم نہ دی گئی وہ لاکھ کچھ مقاصد فہمی کی قابلیت رکھتے پھر بھی وہ ایسا لائق نہیں بن سکتا جیسا کتاب خواں مجھے اس خیال اور ایسی سمجھ والوں پر تاسف آتا ہے میں اس بات کا ہرگز قائل نہیں ہوں میں کبھی اس شخص کو فاضل نہیں کہہ سکتا کہ جس نے تمام جہاں کی کتابیں تو پڑھ لی ہیں مگر جو کچھ پڑھا تھا اس سے کچھ حاصل کیا نہ پڑھی ہوئی باتوں سے اپنی ذاتی یا قومی فائدہ بخش تدابیر کا ایک سلسلہ پیدا کیا۔ ایسا نفس جس نے معمولی تعلیم پا کے بہت کچھ حاصل کر لیا اور بہبودی قوم کی وہ صورتیں قائم کیں کہ جن پر ایک زمانہ عش عش کر گیا۔ سابق الذکر سے کہیں افضل ہے۔ اس کے علاوہ فیثاغورث سقراط اور اس کے شاگرد افلاطوں وغیرہ حکما پر خیال کیا جائے کہ ان حکما نے کونسی کتابی تعلیم پائی تھی اور کونسی الف بے تے شروع سے پڑھی تھی اور کب الف کے ابن ابی ابی حرمت ابن ابی باچا تھا انہیں صرف زبانی تعلیم ملی تھی۔ انہیں جانے دو اپنے اسلامی علماء کو لو مثلاً امام ابو حنیفہ امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کونسی کتابی تعلیم حاصل کئے ہوئے تھے جن کے علم وفضل کا آج تک ڈنکا بج رہا ہے۔ اور صدیوں کے گزر جانے کے بعد بھی ان کے نام لیوا کروڑوں مسلمان موجود ہیں یہ سب زبانی تعلیم پائے ہوئے تھے کتابی تعلیم نہ انہیں نہ ان کے بڑے بڑے اساتذہ کو ملی تھی گو شاہ عبدالعزیز صاحب پہچانتے تو بخوبی تھے کہ سید احمد میں کتاب خوانی کا مذاق بہت کم ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی خیال تھا اگر میری وجہ سے مذاق بڑھ گیا تو یہ اپنے وقت کا شیخ الکل ہوگا۔ اسی خیال سے آپ نے کتابی تعلیم دینی شروع کی گئی مہینے تک پڑھایا مگر کچھ حاصل نہ ہوا، سید احمد صاحب کی طبیعت بھی زچ ہو گئی اور شاہ عبدالعزیز صاحب بھی بولا گئے نتیجہ یہ ہوا کہ جب سید احمد صاحبؒ کتاب لے کے بیٹھتے تھے تو ترمرے سے آنکھوں میں پھرنے لگتے تھے جیسا اکثر ضعیف دماغ والوں کو یہ مرض عارض ہوتا ہے مگر ہم سید احمد صاحب کی دماغی بیماری یا ضعف کی طرف اشارہ نہیں کرتے بلکہ ناظر سوانح کی توجہ اس ناقابلیت دماغ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سید احمد صاحب کو اول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن سے حاصل تھی ۔ ہزار طرح کی کوشش کی کہ سید احمد صاحب کو کچھ آجائے مگر دل ہی نہ لگا۔ آخر شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی کتابی تعلیم سے رخصت دی اور بزرگ نوجوان سید کو زیادہ مجبور نہ کیا۔

پھر آپ نے اجازت دے دی کہ قرآن خوانی اور حدیث کے پڑھنے کے وقت آپ موجود ہوا کریں، سید احمد صاحب نے اس کی بھی بجا آوری کی، اور آپ ان طلبہ کے حلقہ میں جو تفسیر وحدیث پڑھتے تھے شریک ہونے لگے یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا ہوا، اور آپ کو اکثر حدیثیں اور تفسیر قرآن کا بہت سا حصہ نوک زبان ہوگیا۔

اس سے زیادہ کتاب خوانی سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے یہ ہم ابھی لکھ آتے ہیں کہ آپ میں مقاصد ربانی سمجھنے اور ان سے موثر ہونے کی امتیازیہ قوت حاصل تھی پھر جو کچھ حدیث و قرآن سمجھ کے آپ کو فائدہ حاصل ہوا وہ معرض تحریر میں نہیں آسکتا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بہت خوش ہوتے اور محترم نوجوان سید کی قرآنی اور نبوی مطالب کا یہ مذاق دیکھ کے پھولے نہ سمائے اور کہنے لگے الحمدللہ تمہیں یہاں آنے سے اس قدر تو فائدہ ہُوا کہ آج تم اپنے ہم وطنوں میں بآزادی پند ونصائح کر سکتے ہو چند سوانح نویسوں نے افسوس ہے کہ سید احمد صاحبؒ کی وہ وہ باتیں بیان کی ہیں جس سے ان کی اصلی شان بھی مٹ گئی ان کے سوانح کا دیکھنے والا کبھی کسی انسانی صفت پر خیال نہیں جما سکتا کہیں تو اس پارسا نیک مرد کو نعوذ باللہ نبی بنا دیا ہے۔ کہیں اس کی تمام حرکات سکنات کو مافوق الفطرت کا جامہ پہنایا گیا ہے ۔ کہیں ان میں وہ قوت بخشی گئی ہے۔ جو ایک دیو میں بھی نہیں ہوسکتی ۔ کہیں ان کے بول سے ایک عظیم الشان کھیت کو جلایا گیا ہے۔ کہیں ان کے لئے آسمان سے حلوے کا طباق اتروایا گیا ہے ۔ کہیں میلہ ہنود میں لے جا کے انہیں بیہوش کیا گیا ہے اگر خود سوانح نویس خیال کر لیتے اور دین اسلام کے واجب الاعتصام بانی کے انہیں سوانح عمری یاد ہوتے تو وہ کبھی ایسی مضحکہ خیز اور طفلانہ باتیں اس بزرگ سید پر عاید کرکے اس کی اصلی ذاتی لیاقت اور اصلی جوہر کو نہ مٹا دیتے۔

جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سنگ دل قریشوں کے خوف سے غار ثور میں پوشیدہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے، اور آپ کے ساتھ آپ کا پیارا محترم ساتھی صدیق اکبر تھا تو وہاں تین دن تک خلیفہ اعظم کی صاحبزادی دونوں نبی اور آپ کے صحابی کو کھانا پہنچا آتی تھیں۔ کسی حدیث یا اثر یا آیت یا روایت یا تاریخ میں ہم نے تو دیکھا نہیں کہ ملوے مانڈے کا کوئی طباق غیب سے اترا ہو یا ہمارے سچے برحق ہادی حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو عین بت پرستی اور کفر و ارتداد کی رسوم دیکھ کے کبھی غش آیا یا اگر غش آنا عصمت اور اذعان قلبی ہے جیسا کہ ایک سوانح نویس نے لکھا ہے تو انبیاء علیہم السلام کو بدرجہ اولٰے ہونا چاہئیے اگر ایک اُمتی بسبب اپنی عصمت یا اذعان قلبی کے بت پرستی کی رسمیں دیکھ کے بیہوش ہو سکتا ہے تو اس کے مقابلہ نبی کو تو مر جانا چاہیئے۔ اس لئے وہ سر تا پا معصوم ہوتا ہے۔

کبھی سید احمد صاحب کی ٹوپی سے بقعۂ نور اڑایا جاتا ہے حالانکہ نہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نہ آپ کے چار صحابہ میں سے کسی صحابہ کے عمامہ یا کلاہ سے نور کا بقعہ کبھی اڑا۔ اگر یہ فوق الفطرۃ باتیں ایک ادنیٰ امتی کی وجہ فضیلت ہو سکتی ہیں تو خود نبی اور اس کے صحابہؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے اور بھی درجہ فضیلت ہو سکتی ہیں۔

مگر نہیں اسلام ان فرضی فوق الفطرت باتوں کی تردید کرتا ہے۔ اس نے رہبانیت اور اس کے باطل کرشموں کا بطلان کیا ہے وہ ان مداری کے کھیلوں کو برُا بتاتا ہے جن سے جاہل اور سادہ لوح بدمعاشوں کے پھندہ میں پھنس کے اپنا روپیہ اور عزیز وقت صرف کر دیتے ہیں اور سوائے پشیمانی کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔

میں کہتا ہوں اگر سید احمد صاحب کے سوانح عمری میں صرف ان مذکور الصدر باتوں کا تذکرہ ہو جن سے نبی آخر الزمان کی ذات مقدس بہت مستبعد تھی تو پڑھنے والا سید احمد صاحب کو کیا سمجھے کیا خیال کرے آیا انہیں قطب سمجھے غوث جانے یا نبی کہے اور کیونکر ان کی اعلیٰ قابلیت کا نقشہ ناظر سوانح کے ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

جب ان کے سوانح نویسوں اور بعض سادہ لوح ساتھیوں نے ناحق بزرگ سید کی ذات پر یہ گھڑی ہوئی باتیں عاید کیں اور بے فائدہ اپنی تراشی ہوئی گپیں اس کے سر چپکیں اس بزرگ ذات کی غیر معمولی فضیلت اور افضلیت بڑھانے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہم اُسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریفارمر (مصلح) اور خالص سید کہیں ریفارمر کا لقب کچھ ادنےٰ لقب نہیں ہے یہ وہ لقب ہے جو ہر نبی اور صحابی کی ذات پر عاید ہو سکتا ہے لقب تو ایک ہے مگر اس کے مدارج مقرر ہیں کسی نے ایک عظیم الشان گروہ کی اصلاح کی اور اس اصلاح کا موجد بن گیا، کسی نے اس رخنہ کو مٹایا جو اس کی اصلاح میں بعض ناقابل طبائع کی وجہ سے پڑ گیا، سابق الذکر ریفارمر دی گریٹ یعنے مصلح اعظیم اور آخر الذکر محض مصلح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ناظر سوانح اس اصلی قابلیت کو جو ہم نے بزرگ سید کی ظاہر کی اور ان فوق الفطرت صفات کو جو دوسرے سوانح نویسیوں نے اس پر عاید کیں صاف طور پر سمجھ سکتا ہے، اور اسے صدق اور کذب کا پورا علم ہو سکتا ہے۔

سید صاحب ۱۲۲۱ھ بماہ ربیع الاول دہلی میں داخل ہوئے تھے اور ۱۲۲۳ھ بماہ محرم الحرام قرآن و تفسیر و حدیث کے بہت سے حصہ سے واقف ہو کے اپنے وطن مالوفہ کو تشریف لے گئے۔

دو برس میں سید صاحب کی قابلیت روحانی میں بہت فرق آگیا تھا۔ پہلے آپ نے صرف قرآن پڑھا تھا اور اب ربانی مقاصد کو بہت کچھ سمجھ لیا تھا پہلے صرف اس قدر جانتے تھے کہ ہیں مسلمان ہوں اور اپنی ہمدردانہ طبیعت سے مومنین کی حتے الوسع خدمت بھی کرتے تھے مگر اب آپ پر سچے مسلمان کے فرائض بخوبی روشن ہو گئے تھے۔ آپ پر یہ بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ انسان کی پیدائش کا کیا منشا ہے اور سمجھ دار مسلمان کو کس طرح اپنی عملی زندگی گزارنی چاہیئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صدہا حدیثیں اور ان کا اصلی مقصد نوک زبان ہو گیا تھا اور ہر ہر حدیث کا اثر بہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ کی عاملہ معاشرت میں گھل مل گیا تھا۔

جب قرآنی اور نبوی احکام کے نقوش آپ کی لوح دل پر پورے نقش ہو چکے تو آپ کی باطنی اور ظاہری حالت نے بالکل پلٹا کھایا جیسا عظیم الشان تغیر آپ کی باطنی حالت میں ہوا اسی قدر ظاہری حالت میں بھی ہو گیا۔ دل کی کیفیت ہی اور ہو گئی۔ زبان اب کچھ اور ہی کہنے لگی تھی۔ آنکھیں کسی اور ہی امر کی شہادت دیتی تھیں اُن کا رنگ ہی دوسرا ہو گیا تھا۔ وہ لال لال ڈورے جو قلبی حرارت کی بعض آنکھوں میں تصدیق کرتے ہیں اور سید احمد صاحب کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی بڑی تیز تیز آنکھوں میں بچپن ہی سے پڑے ہوئے تھے اب ربّانی روشنی نے انہیں اور بھی چمکا دیا۔ وہ طبیعت ہی نہ رہی، وہ باتیں ہی نہ رہیں۔ اب صرف یہ دھن رہنے لگی کہ جو کچھ خدا و رسول کا حکم ہے اس کی استواری اور نیک نیتی سے پابندی کی جائے۔ ہم خوشی سے دیکھتے ہیں کہ سید احمد صاحبؒ کی زندگی اب سے شرعی زندگی آخر وقت تک رہی۔ اس سے زیادہ ایک مسلمان کی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ سچا متبع شریعت ہو اور دل میں خواہش ہو کہ ہر مسلمان جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور اسلام کے احکام پر عمل درآمد نہیں کرتا احکام ربانی کا پورا کاربند ہو جائے۔

اس سے زیادہ سید احمد صاحبؒ کو اور کیا شرف مل سکتا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر حتی الوسع پورا پورا عمل کرتے تھے، اور آپ کا اوڑھنا بچھونا بھی روشن ہدایتیں تھیں۔

جو لغو اور بے بنیاد کرامتیں ان کے جاہل اور سادہ لوح معتقدوں نے ان کے ذمہ لگائی ہیں اگر وہ واقعی صحیح ہوتیں تو منصب امامت میں جو خصوصیت سے مولانا شہیدؒ نے اپنے پیر سید احمد صاحبؒ کے لئے لکھی تھی کچھ نہ کچھ ضرور تذکرہ کرتے۔ جہاں انہوں نے صیغہ غائب میں سید احمد صاحبؒ کے اوصاف بیان کئے ہیں وہاں ضرور ایسی کرامتوں کا ذکر کرنا تھا جو اب دیکھنے میں آتی ہیں اور کئی سوانح نویسوں نے جن کا اعادہ کیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اگر ان میں ایک بات بھی سچ ہوتی تو مولانا اسمٰعیل صاحب اپنی کسی کتاب میں یا اپنے کسی رقعہ میں ضرور اس کا خصوصیت سے تذکرہ کرتے جو رقعہ ہم نے مولانا شہیدؒ کا گزشتہ صفحوں (حصہ اول) میں نقل کیا ہے۔ اس میں سید احمد صاحبؒ کی امامت اور اوصاف کا تذکرہ ہے ایسے مقام پر ضرور بالضرور خصوصیت سے ایسی کرامات بھی پیارے شہید کو درج کرنی تھیں جس سے زیادہ ثبوت امامت کی حاجت نہ رہتی نہ منطقی دلائل اور فلسفیانہ طرز بیان کی ضرورت پیارے شہیدؒ کو داعی ہوتی بالجملہ جب اپنے وطن بریلی میں پہنچے ہیں تو اپنے مکان میں جا کے نہ ٹھہرے بلکہ ایک مسجد میں قیام کیا یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ مکان ہوتے ساتے مسجد میں کیوں قیام کیا۔ اس سے اتنی بات ضرور ہویدا ہوتی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جب کہ نبی اکرم سے زیادہ تعلق دن بدن بڑھتا جاتا تھا اس لئے مسجد کے ایک حجرہ میں قیام کرنا گھر میں قیام کرنے کی نسبت زیادہ انسب خیال کیا گیا خیر کچھ ہی ہو غرض سید احمد صاحب نے مسجد ہی میں قیام کیا۔

آپ کا ورد شب و روز قرآن و حدیث کا وعظ رہتا تھا جو کچھ شاہ عبدالعزیز صاحب سے زبانی سیکھ کے آئے تھے اسے حاضرین کے آگے اس خوبی اور عمدگی سے ادا کرتے تھے کہ لوگوں پر خیال سے زیادہ اثر ہوتا تھا یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ زبانی نصائح کا پبلک پر اتنا اثر نہیں پڑتا جتنا ناصح کی عملی زندگی ڈالتی ہے میں کہتا ہوں اگر کل مسلمانوں کی عملی زندگی درست ہو جائے تو آج تمام عالم مسلمان ہو جائے۔ تاریخ اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ جس طرح دعاۃ اسلام نے اپنی عملی زندگی کا اثر ڈال کے ممالک چین، جاوا، جزائر، میلے، جاپان میں لاکھوں بلکہ کروڑوں کو مسلمان کیا واعظوں نے کبھی ایسی کارگزاری نہیں دکھائی۔

سید احمد صاحبؒ کے چونکہ اعمال قابل توصیف تھے اور آپ کی عملی زندگی حقیقی شرعی زندگی ہو گئی تھی، اس لئے لوگوں پر آپ کے افعال کا زیادہ اثر پڑنے لگا اور وہ ایسے معتقد ہوئے کہ مرید بننے کی آرزو کی۔

انجیل شریف میں لکھا ہے کہ "نبی اپنے شہر میں نبی نہیں مانا جاتا" یہ بہت صحیح اور حکیمانہ مقولہ ہے۔ اپنے وطن میں انسان کی جیسے کہ چاہیئے قدر نہیں ہوتی اور یہ تسلیم کر لیا گیا ہے جب انسان غیر ملک میں جاتا ہے اس کی عزت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اسی مسئلہ کے ثبوت میں ایک مشرقی شاعر کا یہ شعر بھی بہت عمدہ ہے ؎

اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک   لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کے

یہ بالکل صحیح ہے روزمرہ ہماری آنکھوں کے آگے اس کی تصدیق ہوتی رہتی ہے مگر کلیتہً میں اسے ہرگز تسلیم نہ کروں گا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا خاندان گو اہل قلعہ بعض اوقات اپنی ناہنجاری اور شومئ طالع سے زیادہ قدر کی نگاہ سے بہ نسبت گور پرست پیروں کی نہ دیکھتے تھے پھر بھی تمام شہر کے عوام اور خواص ہندو اور عیسائی واجب التعظیم اور تمام جہان میں بغیر کہیں کے آئے گئے نیک نامی اور بزرگی کا ڈنکا بج رہا تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پھر بھی کہتا ہوں کہ عملی زندگی درست ہونی چاہیئے۔ لاکھ کچھ پہلے مخالفت ہوگی پھر بھی اپنا پرایا آخرکار اپنے سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔

سید احمد صاحب کی غیر معمولی تعظیم ان کے ہم وطنوں نے کی ہمیں اس بات کا اور بھی ثبوت دیتی ہے کہ وطن میں بھی عزت کی جاتی ہے گو اس کے لئے زمانہ دراز کی ضرورت اور صبر واستقلال ہمت اور جوانمردی کی حاجت ہے۔

غرض جب سید احمد صاحب کو آپ کے ہم وطنوں نے مجبور کیا کہ آپ ہم سے بیعت لے لیں اور ہمیں اپنا مُرید بنالیں آپ نے انکار کیا اور فرمایا مسلمان کو خدا و رسول کی مریدی کافی ہے جھوٹ نہ بولو، کسی کو دھوکا نہ دو، اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کا نقصان نہ کرو۔ پس یہی مومنیت ہے۔ اگر تم کسی پیر کے مُرید بھی ہوگئے اور تم نے یہ باتیں بھلا دیں تو وہ مریدی کچھ فائدہ نہ دیگی اور مرید ہونے پر تم نے مذکورہ باتوں پر نیک نیتی سے عمل کیا پھر تمہیں نہ کسی پیر کی ضرورت ہوگی نہ کسی ولی کی تم اپنے آپ پیر بنو اور اپنے نفس سرکش کو اپنا مرید بناؤ اس سے بیعت لو کہ وہ پھر اپنے کو شیطانی وساوس کا تتبع نہ کرے۔ بس یہی صورت نجات دارین کی کافی ہے۔

ہمارا فاضل عبدالقیوم بریلوی جس کی قلمی تحریرات سے جس میں سید احمد صاحب کے بعض بعض حالات درج ہیں ہم نے یہ بیان نقل کیا ہے وہ ہمارا اطمینان کرتا ہے کہ جو باتیں میں نے تحریر کی ہیں وہ چشم دید بھی ہیں۔ اور سید صاحب کے معتبر دوستوں سے سُنی ہوئی بھی ہیں۔ اس مصنف نے سید احمد صاحب کے خاندان کا ذکر کیا ہے اور بڑی بڑی کرامتیں آپ کے آباؤ اجداد کی نہایت رنگ آمیزی سے بیان کی ہیں مگر یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے۔ باوجودیکہ مصنف کتاب کرامات فوق الفطرت کا قائل معلوم ہوتا ہے۔ پھر بھی اس نے سید احمد صاحب کی ان کرامتوں کا جن سے ہمارے ہمعصر سوانح نویسوں کے صفحہ سیاہ ہو رہے ہیں کہیں بھی تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ بجائے اس کے پارسا، متقی، پرہیزگار، صائم الدہر، سچا، نیک بخت، شیریں کلام، خلیق، خود فروشی اور خود نمائی سے کوسوں دُور ان ان صفتوں سے بریلوی نے سید احمد صاحبؒ کو یاد کیا ہے۔ ہم اس کے ساتھ بالکل ہمزبانی کرتے ہیں۔ حقیقت میں ان صفتوں کا سید احمد صاحب میں بہت بڑا حصّہ تھا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے تو آپ نے ہر درخواست مریدی پر یہ فرمایا جو ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ اور جب عوام الناس نا سمجھ لوگوں میں آپ کی بزرگی اور روشن ضمیری کی دھوم مچی تو غول کے غول آنے لگے اور مرید بننے کی جھڑا جھڑ درخواستیں ہونے لگیں۔ آپ کی عبادت میں بھی لوگوں کی کثرت سے خلل آنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اور ایک دن بطرف مالوہ یہاں سے چل کھڑے ہوتے۔

یہ اور بھی تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ کسی رشتہ دار یا کسی معتقد سے ایک پیسہ یا فاتحہ یا نیاز، نذر کا کھانا نہ لیتے تھے۔ کچھ رومال کاڑھا کرتے تھے اور انہیں بازار میں فروخت کر کے اپنی گزر کرتے تھے جو کچھ بچتا تھا وہ خدا کی راہ پر دے دیتے تھے۔ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد حاضر ہوتے تھے اور عصر کی نماز تک دست بستہ بیٹھے رہتے تھے، اسی طرح اپنے اور بزرگوں سے کسی خاص وقت ملتے رہتے تھے، اور باقی وقت عبادت اور پند و نصائح میں صرف ہوتا تھا۔

سفر مالوہ اور ملازمت

اسی اثنا میں اس مضمر جوہر نے جو آپ کی طبیعت میں گندھا ہوا تھا اور جس کی خبر ہنوز آپ کو بھی نہ تھی زور کیا۔ یکایک آپ کا دل ہمہ اشتہ ہو گیا اور مصمم یہ قصد ہو گیا کہ سپاہیانہ زندگی اس وظیفہ وظائف کی زندگی سے اچھی ہے۔

سید احمد صاحبؒ کو نہ پیر بننے کا شوق تھا نہ اپنے کو کرامتی مشہور کرنے کی آرزو تھی آپ ان باتوں سے بہت گھبراتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تعظیماً بیٹھیں اور دو زانو گردنیں نیچی کئے ہوئے صورتِ بت بن جائیں۔ ان تمام تکلیف دہ باتوں سے بچنے کے لئے آخر آپ نے سپاہیانہ زندگی گزارنی انسب اور اولیٰ خیال کی۔

اس میلان طبع میں بھی بڑے بڑے راز پوشیدہ تھے خداوند تعالےٰ کو اپنے جس بندہ سے اس کی زندگی کے کسی آئندہ زمانہ میں کام لینا ہوتا ہے تو وہ پہلے ہی اسے ان صفات سے آراستہ کرتا ہے جو اس کام میں ضروری ہوتی ہیں۔ جبکہ آپ کو سکھوں کے مقابلہ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے تیار کرنا تھا۔ اس لئے یہ ضروری امر تھا کہ آپ فن سپاہ گری سے بھی بخوبی واقف ہو جائیں سید احمد صاحب خود خداوند تعالیٰ کی اس حکمت کو نہ سمجھتے تھے انہیں کیا خبر تھی کہ آئندہ مجھ سے کیا کیا کام لینے ہیں انہیں کیا معلوم تھا کہ ایک معمولی سوار کی زندگی سے میری زندگی ایک بادشاہ کے برابر ہو جائے گی۔ فی الحال آپ پر فرض تھا کہ آپ اپنی میلان طبع کی متابعت کریں یعنے کوئی ایسی صورت نکالیں جس سے سادی زندگی سے سپاہیانہ زندگی ہو جائے۔

آپ بماہ جمادی الثانی ۱۲۲۴ھ اپنے متعلقین سے رخصت ہو کے رائے بریلی سے روانہ ہوئے جب شہر کے باہر نکلے ہیں تو یہ خیال آیا کہ کہاں جانا چاہیئے اور کس جگہ نوکری کرنی زیبا ہے۔ عمر پوری یا ایک آدھ مہینہ کم زیادہ چوبیس برس کی تھی، چہرہ پر شباب خیز حسن اور اس کے ساتھ پرہیز گاری کی سُرخی پوری جلوہ دے رہی تھی، سینہ چوڑا اور ہاتھ پیر سڈول تھے گردن بہت ڈبل تھی کہ پیچھے سے گردنا معلوم ہوتا تھا۔ کلائیاں چوڑی چکلی اور مضبوط تھیں۔ چہرہ کا نقشہ اسی قدر لطافت سے بھرا ہوا تھا جس طرح رنگ ارغوانی کا جوبن شادابی سے پُر تھا آنکھیں نکیلی اور لمچھوئی تھیں، پتلی پتلی گہری گہری سیاہی اور اس میں عقل و دانش کے نور کی جھلکی معمولی ناظر کی نگاہ میں چکا چوند کرتی تھی، مگر مبصر پہچان سکتا تھا کہ یہ چمک جو اس نظرے برآمد ہوتی ہے فطرت کی کاریگری کا جس طرح اعلےٰ نمونہ ہے اسی طرح یہ ایک ایسے خوش آئندہ سانحہ کی منتظر ہے جس کی طرف بہت دنوں سے اشارہ کر رہی ہے اور جو ایک نہ ایک دن ضرور ہونا ہے۔ آپ کے دونوں کندھے ذرا اُٹھے ہوتے تھے۔ سینہ کا چوڑا پن چالیس سالہ ہونے کی شہادت دیتا تھا۔ حالانکہ چہرہ کی نازک تناوٹ اور گلناری کی پر بہار چوبیس ہی برس کی تصدیق کرتی تھی۔ قد نہ بہت لمبا تھا نہ ٹھگنا تھا بلکہ خیر الامور اوسطہا کا سچا نقشہ کھینچتا تھا۔

آپ کی فی زمانتا اگرچہ پرائیویٹ زندگی تھی پھر بھی چہرہ پر مدبری اور شہسواری کے آثار پائے جاتے تھے۔ صورت کی مجموعی حالت گویا تھی کہ گویا وہ کسی اہم معاملہ کی طرف نہایت سنجیدگی اور متانت سے نگران ہے اور ایک ایسے پیچیدہ معاملہ میں تفکر کر رہی ہے جس کی عقدہ کشائی اسی کی توجہ پر قدرت نے موقوف رکھی ہے۔ آپ نہ خود رئیس تھے نہ رئیسانہ اب تک آپ کی زندگی بسر ہوئی تھی، پھر بھی چہرہ کا ہر رنگ ریاست کا خاکہ اُتارتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ مسیں بھیگنے لگی تھیں ۔ اور سبزہ کا بھی آغاز ہو گیا تھا ۔ صورت پر گو مسکینی، حلیمی، سنجیدگی انفعال ناچارگی، خوف ادب ہویدا تھا مگر ساتھ ہی ان رنگوں کے پہلو بہ پہلو شجاعت ، نڈر دلیری ، بیباکی ، دریادلی ، آزادی ، بے خوفی صاف صاف عیاں تھی ۔ اس حسن خداداد پر انکسارانہ طبیعت کا ہونا اور بھی غضب ڈھا رہا تھا ۔ دل میں وہ غیر معمولی غیر خوش آئندہ جوشوں کے ابھار کا نوجوان کی طرح مادہ مضمر تھا مگر خدا کا خوف اور اس کی شرم ڈراتی تھی ۔

جس نے ان تمام بے محابا آرزوؤں اور غیر نتیجہ جوشوں کو اندر ہی اندر دل میں ایسا ملیامیٹ کر دیا تھا کہ وہ پھر ساری عمر بھی نہ ابھرے ۔

جب کہ اسلام اور اس کے روشن اصول نے بہت کچھ باطنی اور ظاہری حالت پر افسوں پڑھ کے مار دیا تھا اس لئے آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ غیر اسلام کی ملازمت کر کے مسلمانوں پر تلوار اٹھاؤں ۔ طبیعت کی اس پر جوش حالت نے امیر خان پنڈاری کے لشکر کی طرف جو مالوہ پر پڑا تھا رہنمائی کی ، اور آپ نے وہاں جا کے سواروں میں ملازمت اختیار کی ۔

امیر خان کے لشکر کی کوئی باقاعدہ تنخواہ نہ تھی کسی ریاست پر چھاپہ مارا ، اگر وہاں سے کچھ ہاتھ لگ گیا تو باہم تقسیم ہو گیا نہ ہاتھ لگا لشکر میں فاقہ کشی ہو رہی ہے ۔ لٹیروں کی سی کیفیت تھی ، کبھی جے پور پر حملہ کر کے یہاں زلزلہ ڈال دیا اور کبھی جودھ پور پر جا دوڑا وہاں ایک ہلکم مچا دی ۔ زیادہ تر راجواڑوں ہی سے لڑتا رہتا تھا کیونکہ ان سے کچھ ہاتھ ہی لگ جاتا تھا اس نے جان کر کبھی انگریزی مفتوحہ ممالک پر حملہ نہ کیا ہاں کسی راجواڑے کی حملہ آوری سے اسے روکا گیا تو اس نے انگلش سے بھی شمشیر بازی میں دریغ نہ کی مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا ۔ ایسی بھی خواہش کئی بار کی گئی کہ اس شیر نیستان کو گرفتار کر لیں مگر یہ ممکن نہ ہوا ۔ اس مختصر کیفیت سے یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ امیر خان کے سپاہیوں کی زندگی جس قدر خطرناک رہتی تھی اس قدر چاق و چست اور شمشیر زنی میں بسر ہوتی تھی جو سپاہیانہ قالب کی سچی روح ہے

جب سید صاحبؒ نے سواروں میں نام لکھوایا ہے تو آپ امیر خان کے آگے پیش کئے گئے وہ دیکھ کے بہت خوش ہوا ، اور اس نے یہ کہا اگر اپنی جان کھپا کے محنت کی اور اپنی جوانمردی کے جوہر دکھائے تو میں آپ کو ایک ہزار فوج کا افسر بنا دوں گا جس کے آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سوا اس کے اور کچھ جواب نہ دیا خدا ایں سب قدرت ہے۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ناصح کی زبانی پند و نصائح سے اس کی عملی زندگی لوگوں پر زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ سید احمد صاحبؒ کی عمدہ زندگی ایسی پر اثر تھی کہ فوج میں بھی کثرت سے لوگ آپ کے مرید ہو گئے بیعت نہیں کی بلکہ دل سے معتقد ہو کے بزرگ جاننے لگے، آپ کی صداقت اتقا، عبادت، خوش خلقی، شیریں زبانی ایسی تھی جس نے زبردستی لشکر کو آپ پر مائل کرا دیا۔ یہاں تک کہ امیر خان نے بھی آپ کے اتقا پرہیزگاری کی کیفیت سن کے اپنے اپنے باڈی گارڈ کا افسر بنا دیا۔ اور پھر آپ کی ہر حالت پر غور کرنے لگا۔ اس عرصہ میں روشن ضمیری کو اس قدر ترقی ہوئی کہ آپ کبھی کبھی ظاہرا اسباب کی طرف نگاہ کر کے کسی آئندہ واقع کی پیش گوئی کر دیتے تھے، اور بارہا یہ دیکھا گیا ہے کہ آپ کی پیش گوئی نے کبھی دھوکا نہیں کھایا اور وہ معاملہ ہو کے ہی رہا۔ معمولی آدمی کے آگے ایسی ایسی پیش گوئیوں کا ہونا اور پھر پورا ہونا ایک بہت بڑی بات ہوتی ہے اور وہ ایسے شخص کو خبر نہیں کیا کا کیا سمجھنے لگتا ہے۔ مگر ہوشیار اور ان بھیدوں کا واقف جانتا ہے کہ صفائے قلب سے طبیعت میں ایک ملکہ ہو جاتا ہے کہ ظاہر اسباب دیکھ کے اس آئندہ نتیجہ کی پیش گوئی کر دی جائے، اور پھر وہی ہو رہے۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو تمام لشکر میں ایک دند مچ گیا، اور ہر شخص آپ کو ولی سمجھنے لگا۔

اس عرصہ میں دو تین گڑھیاں بھی آپ نے بڑی بیباک دلیری اور خطرناک شجاعت سے ہلہ کر کے فتح کیں اور حملہ کرتے وقت امیر خان اپنے آقا سے کہہ گئے تھے کہ ان گڑھیوں کی فتح میرے ہی دست قدرت پر تقدیر ہو چکی ہے۔ معمولی عقول کے آگے تو یہ تین تین شہادتیں ولی سمجھنے کے لیے بہت ہی کافی ہیں۔

جب پے درپے یہ باتیں سید احمد صاحب سے ظہور پذیر ہوئیں پھر تو امیر خان نے اپنا مشیر مقرر کر لیا، اور کوئی کام بغیر آپ کے مشورہ نہ کرتا تھا۔ ساتھ ہی ان کامیابیوں کے جو سید صاحب کو حاصل ہوئیں یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ نے اس ترقی پر بھی اپنے فرائض کے انجام دینے سے پہلوتہی نہ کی یعنے قرآن و حدیث کا وعظ برابر رہتا تھا اور کبھی کوئی فقرہ کسی حالت میں ایسا زبان پر نہ آتا تھا جس سے پہلے قال اللہ یا قال رسول اللہ نہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ دیا جاتا ہو۔ اس مستعدی اور زبانی پند و نصائح کا عملی شرعی معاشرت کے ساتھ یہ اثر ہوا، کہ امیر خان معہ اپنے کل بھائی بندوں اور اولاد کے سچا محمدی بن گیا، اور اس نے تمام ناروا باتوں سے توبہ کی جب لشکر نے یہ کیفیت دیکھی وہ بھی پورا محمدی بن گیا، اور ارکان اسلام کے ادا کرنے میں بڑی سرگرمی کرنے لگا۔ اکثر لشکری شراب خواری اور افعال شنیعہ میں گرفتار تھے سب کی بری عادتیں شریعت کے دو جھنڈیوں سے چھڑوا دیں اور ہر ایک شخص کو پاک باز مسلمان بنا دیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کرامت کیا کم ہے کہ ایک شخص نے پچیس تیس ہزار لشکر کی حالت کو معہ اس کے امیر کے بدل دیا اور ہر ایک کو شریعت محمدی کو سچا متبع بنا دیا۔

اگر ہم میں کچھ بھی عقل ہے تو ہم خیال کر سکتے ہیں کہ انسان کی ذات خود ہی ایسے بلند مرتبہ کی ہے کہ اسے بزرگ بنانے کے لئے نہ کسی کرامت کی ضرورت ہے نہ خرق عادت کی اس کے مقدس اور مرتفع ذات کے آگے خرق عادت اور کرامتوں کی پوشاکیں نہایت میلی کچیلی اور بدنما ہیں۔ اس کی ذات والا میں ایسی ایسی حیرت افزا کرامتیں پوشیدہ ہیں کہ جس پر بڑے بڑے حکما مطلع نہیں ہو سکتے تمام جہانوں کو تو تحقیق کر کے چھان ڈالا مگر انسانی ذات و صفات کی تحقیق و تفتیش میں حکما کا ہر طبقہ ابھی تک بہت پیچھے ہے۔

انسان کائنات کے سر پر کھڑا ہوا ہے۔ ہم اس کی سربلند ذات کے جلال اور تمکنت کا نہایت ہی خفیف اور کم مقدار میں اندازہ کر سکتے ہیں ہم اس کی نہایت ہی سادہ ہستی اور ہیولائی صورت کی عجیب و غریب قوتوں اور فائق تر تکمیلات کی ترتیب اور باقاعدہ ترکیب کی تعریف کرتے ہیں ہم صرف اس عاجزانہ کمتر درجہ کے اس نمو کے سرچشمہ کو دیکھ سکتے ہیں جہاں سے انسان نکلا ہے یعنے بیج کی ظاہری الفاظ میں صفت و ثنا کر لی جس میں سے کہ یہ پودا، پھوٹا ہے مگر جب ہم ان فطرتی قوتوں کے پاس آتے ہیں جو انسان کو نیچر کی طرف سے ودیعت کی گئی ہیں وہاں ہم ساکت ہو جاتے ہیں اور اس بلند مقام پر ہماری عقل کی کچھ بھی پیری نہیں چلتی وہاں تک کسی خیال کی پہنچ ہی نہیں ہے، اور ہمارا تعجب سوائے سکوت کے کچھ کام نہیں کر سکتا۔

انسان بغیر کسی تطبیق یا مشابہت کے فطرت کا نہایت قوی اور ممتاز حصہ ہے، اور اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مرتبہ کی بزرگی کی اس کے موافق ہرگز عزت نہیں ہوسکتی۔ کوئی چیز ہو جب تک اس پر بہت بڑا وقت محنت کا صرف نہیں ہوتا کبھی اس کی قیمت نہیں بڑھتی مگر افسوس یہ ہے کہ اس تسلیم کرنے پر بھی اور اس مسلمہ مسئلہ کو مان کر بھی انسان کی مطلق قدر نہیں ہوتی ۔ ہزاروں لاکھوں برس اس کو موجودہ شائستہ حالت میں لانے کے لئے صرف ہو گئے ہیں تاکہ زندگی کی قیمت سمجھ کے اس سے بہبودئے خلائق کے اعلیٰ تر نتائج نکال سکے اور یہ صرف اس سے زیادہ تر غیر محدود صبر اور وسیع مدت کا سبب ہے جو ہم نے لا انتہا زمانہ تک بھگتی ہے، اور اس عرصہ کا تحمل کیا ہے۔

انسان کی بے پایاں قوتوں کا ہم کیونکر ادراک کر سکتے ہیں ۔ ہمیں ہرگز ہنوز تمیز حاصل نہیں ہوا ہے کہ ہم موت اور زندگی کی پُرزور قوتوں کو دیکھیں سمجھیں اور ان پر غور کریں کہ یہ کیونکر ہیں اور ان میں کیا فطرتی بھید مضمر ہیں پھر بھی اس کی ذات کی عجیب وغریب بزرگی اور لا انتہا جلال پر نظر کرنے سے اب تک جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کائنات کا لب لباب ہے۔ جب حقیقت میں خود انسانی ذات کو اتنی سربلندی خدا کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے افسوس ہے اسے بزرگ بنانے کے لئے کہیں اس کے لئے حلوے کا طباق آسمان سے اتروایا جاتا ہے۔ کہیں اس سے ہزاروں من کا درخت حمالوں کی طرح اٹھوایا جاتا ہے۔ اور کہیں اس کے بول سے کھیت کے کھیت مخالفوں کے جلائے جاتے ہیں استغفر اللہ توبہ توبہ۔

۱۲۳۱ھ تک سید احمد صاحب امیر خان کی ملازمت میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرادی اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر بعد ازاں دئے گئے اور جن پر آج تک امیر خاں کی اولاد حکمرانی کرتی ہے دینے طے پائے تھے لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحبؒ کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا، اور اُس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب سید احمد صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اُتارا تھا آپ نے اُسے یقین دلادیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لئے بڑا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کے لئے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔ انگریزوں کی قوت دن بدن ترقی پذیر ہے اور تمام قومیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پے در پے تنزل کرتی جاتی ہیں۔ تمہارے بعد فوج کو کون سنبھالے گا، اور عظیم الشان لشکر انگلشیہ کے مقابل میں کون میدان جنگ میں لا کے جمائے گا۔ یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آگئی تھیں، اور اب وہ اس بات پر رضامند تھا کہ گزارہ کے لئے کچھ ملک مجھے دے دیا جائے تو میں بآرام بیٹھوں۔ امیر خاں نے ریاستوں اور ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا۔ آخر ایک بڑے مشورہ کے بعد سید احمد صاحبؒ کی کارگزاری سے ہر ریاست میں سے کچھ کچھ حصہ دے کے امیر خان سے معاہدہ کر لیا۔ جیسے جے پور سے ٹونک دلوایا اور بھوپال سے سرونج اسی طرح سے متفرق پرگنے مختلف ریاستوں سے بڑی قیل وقال کے بعد انگریزوں نے دلوا کے بپھرے ہوئے شیر کو اس حکمت سے پنجرہ میں بند کر دیا۔

یہاں ایک بات قابل نوٹ ہے اور وہ یہ ہے کہ سید احمد صاحب تقریباً سات برس تک امیر خاں کی ملازمت میں رہے۔ اس عرصہ میں آپ کو بارہا مختلف جنگوں میں جانے اور توپ و بندوق و تلوار سے کام لینے کا موقع پڑا ہوگا کہیں کسی کے ساتھ آپ نے حملہ کیا ہوگا تو کہیں سرکش گاؤں کو لوٹا کھسوٹا ہوگا۔ غرض ساری ہی باتیں جن سے جنگ و غارت تعبیر ہو سکتی ہے۔ عمل میں آئی ہوں گی۔ اس بنا پر ڈاکٹر ہنٹر سید احمد صاحب پر ناحق غارت گری کا الزام قائم کرتا ہے چنانچہ اپنی کتاب انڈین مسلمان کے صفحہ ۱۱ میں یہ تحریر کرتا ہے "اس نے (یعنے سید احمد صاحب نے) اپنی زندگی ایک سوار سے مشہور قزاق (یعنے امیر خان پنڈاری) کی ملازمت میں شروع کی، اور مدت تک مالوہ کے بار آور افیم کے گاؤں یا کاشت کو برباد کرتا رہا" پھر اسی صفحہ میں آگے چل کے لکھتا ہے "ایسی حالت میں کہ جب سکھوں کے بدتر نظم ونسق نے پڑوسی مسلمانوں کو بولا دیا تھا سید احمد صاحب نے قزاقی کا پیشہ چھوڑ کے عاقلانہ طور پر اپنے کو وقت کے مطابق بنایا اور ۱۸۱۶ء میں مذہبی علوم پڑھنے کے لئے دہلی کے مشہور و معروف ڈاکٹر (یعنے شاہ عبدالعزیز صاحب) کی خدمت میں حاضر ہوا"

اس تحریر سے ڈاکٹر ہنٹر کی اصلی معاملات سے بے خبری اور خیالی پلاؤ پکانے اور ایک معاملہ پر فرضی رائے قائم کرنے کا پورا حال کھلتا ہے، اول تو قزاق کے نام سے سید احمد صاحب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو متہم کرنا سراسر بیجا ججمنٹ کی طرف خیال پھیرتا ہے دو باتیں ہیں اول تو ڈاکٹر صاحب کو جب انہوں نے ان واقعات کے لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ہوگا حالات ہی نہیں معلوم تھے۔ دوسرے ان کی ابتدائے تحریر سے یہ بات صاف مترشح ہوتی ہے کہ وہ جس طرح ان سے ہوسکے گا مسلمانوں کو باغی بنانے اور گورنمنٹ کو ان کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ ختم کتاب تک انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ اُن کی ۲۱۸ صفحے کی کتاب غلطیوں کے انبار سے جیسے بھری ہوئی ہے اسی طرح بیجا تحکم اور غلط منطق کی ہر جگہ جھلکی پائی جاتی ہے۔ کاش اگر کچھ بھی انصاف ہوتا تو وہ مظلوم مسلمانوں کو ایسا متہم نہ کرتے۔

دُوسرا سفر دہلی

جب سید احمد صاحبؒ نے اپنی زندگی کا ایک حصّہ سپاہیانہ معاشرت میں صرف کرلیا اور ساتھ ہی دل کھول کے اپنے مذہبی فرائض کی بھی انجام دہی کرلی تو پھر آپ نے دہلی کی طرف رجوع کیا۔

یکایک امیرخان کی ملازمت سے ترک تعلق کر کے دہلی کی طرف رخ کرنا مغلق بھید کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی کُنہ کو ہر شخص نہیں پہنچ سکتا۔ فطرت کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ جس کام کے لئے آپ کو بنایا تھا آپ اس کے قابل ہوگئے ہیں تو از خود طبیعت نے اس عظیم الشان کام کا چارج لینے کے لئے دہلی بُلا لیا۔

جب آپ دہلی میں تشریف لائے تو شاہ عبد القادر صاحبؒ مترجم قرآن مجید و برادر حقیقی شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی مسجد میں مقیم ہوئے۔ امیرخاں کی ہفت سالہ ملازمت نے آپ کی ولایت کی دھوم بڑے زور شور سے تمام قرب و جوار میں پھیلادی تھی اور دوسرے بڑی بات یہ تھی کہ آپ نے شاہ عبد العزیز صاحب کے مدرسہ میں ہزاروں روپیہ لشکر میں سے چندہ کر کے بھجوایا تھا۔ دہلی تک آپ کے اتقاء پرہیزگاری اور سب سے زیادہ صاحب باطنی ہونے کی آوازیں لوگوں کو چوکنا کر رہی تھیں۔ یہاں مولانا شاہ اسمٰعیل صاحبؒ نے جو کچھ دھوم مچا رکھی تھی اس کا ذکر مولانا ممدوح کی سوانعمری میں ابھی دیکھ چکے ہو۔ ادھر شاہ اسمٰعیل صاحب کسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے رہبر کی تلاش میں تھے کہ جس کی متابعت میں حسب دلخواہ سکھوں سے عوض لیا جاتے۔ ادھر سید احمد صاحب کو ایسے ایک مدبر کی ضرورت تھی کہ جو جیسا فاضل اجل ہو اسی قدر لڑاکو مرد میدان بہادر اور مدبر سلطنت ہو خدا کی قدرت دونوں برتر نفوس کی خواہشیں پوری ہوگئیں۔ اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے مل کے یہ پڑھا۔

دیر باش اے وقت تو خوش وقت ما خوش کردہ

شاذوے چندانکہ پند بروز مانت انقضار

ادھر شاہ اسمٰعیل صاحبؒ اور مولانا عبدالحی صاحب نے بیعت کی اور ادھر تمام شہروں میں سید احمد صاحب کا ایک دنکا مچ گیا۔ دہلی سے پٹنہ تک لوگوں کا دن بدن حسن اعتقاد بڑھتا جاتا تھا اور ہر شہر سے ہزاروں روپیہ اور خود لوگ چلے آتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے حکم دیا کہ آپ بطور خود آس پاس کے شہروں میں وعظ فرماویں۔ چنانچہ سید احمد صاحبؒ بمجرد حکم اپنے پیر و مرشد کے روانہ ہوئے، اور دُور دُور اپنی خوش بیانی کی دھوم مچادی۔ چار برس کے عرصہ میں نوجوان سید نے ہزاروں کو اپنا مرید بنالیا، اور ایک عجیب روح لوگوں کے دلوں میں محمدی مذہب کی پھونک دی۔ سب نے شرک و بدعت سے توبہ کی، اور سچے عامل بالحدیث بن گئے۔

اس عرصہ میں ایک بار اور بھی سید احمد صاحب کو اپنے وطن میں جانے کا اتفاق ہوا، کیونکہ آپ کے بھائی کا انتقال ہوگیا تھا چند ماہ تک اپنے وطن میں رہے، اور پھر پٹنہ اور کلکتہ کے سفر میں روانہ ہوئے، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب ہمراہ تھے۔ یہاں ایک شخص عبدالرحیم نامی دہریہ رہتا تھا جو شاہ عبدالعزیز صاحب کا بھی شاگرد تھا۔ اور مذہبی علوم میں بھی کامل مہارت رکھتا تھا مگر اسے خدا سے انکار تھا اس لئے مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ اسے عبدالرجیم کہتے تھے۔ اس سے بھی دو تین مناظرے ہوئے گو وہ ساکت تو ہوگیا مگر اپنے دہریہ پنے سے باز نہ آیا۔ کلکتہ میں جب مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے، اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کسی طرح واجب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔

سید احمد صاحبؒ نے سکھوں پر جہاد کرنے کے لئے روپیہ جمع کرنے کے واسطے مختلف شہروں میں خلیفہ مقرر کئے ان کا یہ کام تھا کہ در قصبہ اور گاؤں بگاؤں وعظ کہتے پھریں، اور سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے روپیہ جمع کریں۔ چندہ جمع کرنے والوں کا دار الخلافہ پٹنہ کو سمجھنا چاہیئے، جہاں سب سے زیادہ گرمجوشی سے چندہ جمع ہوا تھا، اور بنگالہ کا ایک حصہ اپنی جان اور دھن قربان کرنے کو آمادہ تھا۔

ابھی مجاہدین اور روپیہ جمع ہونے کے لئے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی۔ اس نظر سے یہ بہتر سمجھا گیا کہ حج بیت اللہ ہی کر آنا چاہیئے۔ جب تک سید صاحب کے خلفا چند اور آدمی جمع کرتے رہیں گے۔

چنانچہ یکم شوال ۱۲۳۶ھ بروز عید الفطر بعد ادائے نماز عید بریلی سے بارادۂ حج روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمرائیوں کی تعداد معہ عورتوں اور بچوں کے چار سو سے زیادہ نہ تھی۔ اس قافلہ کا خرچ کچھ سید صاحب کے ذمہ تھا اور بعض مال دار لوگ اپنے آپ کفیل تھے مگر سید صاحب نے فرما دیا تھا کہ ہم سارے قافلہ کا خرچ اٹھائیں گے۔ کوئی شخص ایک پیسہ بھی نہ خرچ کرے آئندہ وقت پر دیکھا جائے گا۔

یہ کہنا محض غلط ہے کہ حج پر روانہ ہونے کے وقت سید صاحب کے پاس کل تین سو روپے تھے، اور انہیں بھی تقسیم کر دیا تھا اور پھر چھ سات روپے رہ گئے، اور آپ ان ہی چھ سات روپوں پر بے محابا مکہ شریف کو چلے جانے پر تیار تھے۔ ان مضحکہ خیز اور لایعنی باتوں کے لکھنے سے کیا حاصل۔ ہمارا معزز مصنف بریلوی ساٹھ ہزار روپے اور بہت سا جواہر لکھتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ ہوگا کوئی سید احمد صاحب خدانخواستہ مجنون تو تھے ہی نہیں کہ چھ سات روپیہ پر چار سو آدمیوں کو حج بیت اللہ کرانے کے لئے لے کے چلے تھے نہ انہیں علم غیب تھا کہ رستوں میں ضرورت کے موافق تیار ہو جائے گا ایسی موہوم امید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یں ناکامی اور کامیابی دونوں ہی باتیں ہوتی ہیں۔ عقلمند جب کوئی کام کرتا ہے اس کا سامان سب درست کر لیتا ہے مگر یہ اس کی شان عبودیت ہے کہ پھر بھی اپنی کامیابی خدا ہی کی عنایت خاص پر چھوڑتا ہے۔ رستہ میں ہر مشہور مقام پر سید احمد صاحب کی دعوت زر نقد سے بھی ہوئی اور یوں بھی طرح طرح کے کھانے کھلائے گئے۔ یہاں تک کہ آپ بخیرو عافیت بمبئی کے بندرگاہ پر پہنچے۔

سید احمد صاحبؒ کا حج بیت اللہ

جس وقت آپ بمبئی پہنچے ہیں صدہا آدمیوں کا ہجوم رہ گیروں کا استعجاب بڑھاتا تھا بہت سے تماشائی تھے اور بہت سے محض صورت دیکھنے کے لئے آئے تھے اور بہت سے ایسے بھی تھے کہ جو سید احمد صاحبؒ سے بیعت کرنے کے بھوکے تھے۔ چند روز تک آپ بمبئی میں رہے صدہا آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر عہد واثق کیا یا پچن دیا۔ آئندہ سے ہم شرک و بدعت کو ترک کر کے وحدت پرستی کریں گے۔ اور شریعت محمدی کے خلاف ایک کام بھی حتی الوسع نہ ہوگا۔

جو کچھ اصلاح سید احمد صاحبؒ نے کی حقیقت میں خدا انہیں اس کا بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ ہزاروں کو مسلمان بنا دیا، اور ان کی لوح دل سے وہ خیالات فاسد بالکل دھو دئے، جنہوں نے انہیں راہ حقیقت سے بھٹکا کے ظلمت کدہ کی طرف متوجہ کر رکھا تھا۔

پھر بخیرو عافیت آپ جہاز پر سوار ہوئے، اور جہاز نے مکہ معظمہ کی طرف لنگر اٹھایا۔

یہاں بھی سید صاحب کے جھوٹے ہواخواہوں نے غضب ڈھایا ہے۔ انہیں عالم غیب بنانے اور کلیم اللہ کا لقب دلوانے میں کوئی کمی نہیں کی حالانکہ سید احمد صاحب پورے پورے تبع شریعت تھے اور ان سے کبھی بھی کوئی فعل جہاں تک ہم خیال کر سکتے ہیں اور ہمارا علم ہے خلاف شرع سرزد نہیں ہوا چہ جائے کہ وہ عالم غیب ہونے اور کلیم اللہ بننے کا دعوے کرتے۔ اس متقی ذات سے یہ بہت بعید تھا۔ ان کے جھوٹے ہواخواہ لکھتے ہیں کہ ایک کشتی میں جب اسباب بہت لالد گیا تو سید احمد صاحب کو غیب سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشتی ڈوب جائے گی اور خدا نے بھی کہہ دیا میں اس کشتی کو ڈبو دوں گا یہ معلوم کرتے ہی سید صاحب نے اس پر نشست فرمائی اور کچھ اسباب بھی اس میں سے نکلوا لیا۔ ادھر سید احمد صاحب بیٹھے اور ادھر خداوند تعالیٰ کا فرمان آگیا کہ اب ہم اس کشتی کو نہ ڈبوئیں گے۔ بھلا ایسی باتیں لکھ کے کسی بزرگ قوم کے ساتھ ٹھٹھہ کرنا ہے یا اس کو بنانا ہے یا یہ غرض ہے کہ اس کے اصلی اصلی اور سچے سچے حالات ظاہر نہ ہوں ہم یہ کہتے ہیں اور ہمیں اس پر ناز ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آئندہ لمحہ میں کیا ہوگا۔ نابکاروں نے حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان عظیم اٹھایا، اور بمقتضائے فطرت انسانی رسول اللہ کو بھی شبہ واقع ہوا، اور آپ اصلی معاملہ کی تہ تک نہ پہنچ سکے۔ دو ڈھائی مہینے یہی کشمکش رہی۔ آخر وحی اتری اور اس نے صدق اور کذب کا فیصلہ کر دیا کہ اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل پاک ہیں اور جو بہتان آپ پر اُٹھایا گیا ہے محض بے بنیاد ہے پھر ہم کیونکر تسلیم کریں کہ آپ کے بارہ سو برس کے بعد ایک امتی میں وہ شانِ غیب دانی ہوگی کہ معاذاللہ آپ کو خود بھی نصیب نہ تھی۔ ہماری اسلامی روشن شریعت اور بخاری کی یہ حدیث جو رسول اللہ کو غیب دان جانے کافر ہے، اور جسے ام المومنین بی بی عائشہ نے روایت کیا ہے بار بار ہمیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ہم کسی کو بھی حشر تک غیب دان نہ مانیں اگر درحقیقت کبھی اس کی رائے کسی معاملہ میں ٹھیک بھی آکے واقع ہو اور جو کچھ اس نے پیشین گوئی کی ہے وہ صحیح بھی نکل آوے یہ اتفاقی حوادث جو شب و روز ہمارے سامنے ہوتے رہتے ہیں ان کا یہ حدوث کبھی نہیں بند ہوتا اور ایسا اکثر ہوا ہے کہ ایک معمولی شخص نے کسی معاملہ کی نسبت کچھ کہا اور وہ فوراً ہو گیا اب اس سے یہ سمجھ لینا کہ اسے غیب کا علم ہے۔ شریعت محمدیؐ کو پاؤں سے روندنا اور اس کے ساتھ سخت بے ادبی کرنا ہے۔ سید صاحب جنہوں نے اپنی صاف باطنی سے ہزاروں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، ایک پاکباز صادق الوعد نفس تھے انہوں نے نہ کبھی کوئی کرامت دکھائی نہ کرامت دکھانے کا وعدہ کیا وہ پیمبر کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے تھے اور ان کی خواہش یہ تھی کہ بدعت و شرک کو چھوڑ کے لوگ خالص محمدی بن جائیں۔

سید صاحبؒ بخیر و عافیت جدہ میں پہنچے۔ ہم اس بحری سفر کا حال لکھ کے ناظرین کا وقت نہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یں گے کیونکہ اس سفر میں وہی معمولی حوادث بحری پیش آئے جو عام طور پر آیا کرتے ہیں وہ
ہی شروع ہی شروع چکروں کا آنا۔ استفراغ کا ہونا۔ طوفان کی دہشت انگیز موجوں کا نیچے
کے درجہ میں جبراً چلا آنا اور مسافروں کا اسباب بھگو دینا۔ کبھی طوفان کے خوفناک بھنور میں
جہاز کا پھنس جانا اور چوبیس چوبیس گھنٹے کے بعد اس سے نجات پانا بھی معمولی باتیں تھیں
جو سید صاحب کو سفر میں پیش آئیں ہاں نئی بات یہ ہوئی تھی جدہ تک پہنچتے پہنچتے دو تین جانیں
تلف ہو گئی تھیں، حاملہ عورتوں کے ہاں بچے ہو گئے تھے، اور ایک حمل بھی گر پڑا تھا۔ یہ بھی
نہایت معمولی باتیں ہیں جو شب و روز جہازوں پر ہوتی رہتی ہیں مطلب یہ ہے کہ صحیح و سالم
سید صاحب معہ اپنے مریدوں شاہ اسمٰعیل صاحب وغیرہ کے جدّہ پر اُتر پڑے۔ ابھی تک جدّہ
میں یہ خبر مشہور نہ ہوئی تھی کہ سید صاحب تشریف لائے ہیں۔ اسی وجہ سے سید صاحبؒ کو بہت
آرام ملا، اور لوگوں نے چپٹ کے زیادہ تکلیف نہ دی، مگر مکہ شریف میں پہلے ہی سے یہ خبر مشہور
ہو گئی تھی کہ سید صاحب معہ مولوی اسمٰعیل کے آتے ہیں وہ لوگ سخت مخالفت پر آمادہ تھے
کیونکہ دیہاتیوں سے خونخوار جنگیں ہو چکی تھیں اور وہابیوں کے پابندی شرع کے احکام نے
مکہ اور مدینہ والوں کو چھوا دیا تھا وہ سخت خائف تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ سید صاحب کو معہ
مولوی اسمٰعیل گرفتار کر لیں چنانچہ جب آپ مکہ شریف میں داخل ہوئے ہیں چار ترک سوار
پہنچے، اور سید صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپ کو شریف مکہ یاد فرماتے ہیں۔ سید احمد صاحبؒ
سیدمع شریف مکہ کے پاس پہنچے۔ مولانا شہیدؒ اور مولوی عبدالحیؒ وغیرہ چند علماء ہمراہی میں
تھے۔ شریف مکہ صورت دیکھتے ہی اٹھ بیٹھا اور سب سے بخندہ پیشانی معانقہ کیا اور اپنے برابر
بٹھا کے چائے وغیرہ منگائی پھر مطلب کی باتیں ہونے لگیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب مجیب تھے
گھنٹہ بھر تک کامل باتیں رہیں جب اس کا پورا پورا اطمینان ہو چکا تو اس نے دوبارہ اٹھ کے
سید صاحبؒ اور آپ کے دوستوں سے معانقہ کیا اور خاص اپنے ہاں سارے قافلہ کو مہمان
رکھا ہر چند سید صاحبؒ نے فرمایا بھی کہ آپ اتنا بار کیوں اٹھاتے ہیں مگر شریف مکہ نے نہ
مانا اور ایام حج تک اپنے ہی ہاں رکھا یہ ضرور تھا کہ روزمرہ کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی عرب
رئیس دعوت کرتا رہتا تھا اور جو کچھ خاطر مدارات ہوتی تھی اس کا اندازہ وہی شخص بخوبی کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے جو ہمراہ ہوگا۔ میں قیام مکہ معظمہ کے حالات بیان کر کے ناظر کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ آپ قیام مکہ اور سفر مدینہ میں خوش و خرم اور صحیح و سالم رہے اور کسی قسم کی آفت آپ کے کسی ساتھی پر نہ آئی۔ مرض وغیرہ کی طرف سے بھی آپ کا قافلہ پاک تھا۔ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کرنے کے بعد آپ وطن واپس پھرے۔

سیّد صاحبؒ کی واپسی وطن

حج بیت اللہ میں نجدی لوگ بھی آپ سے آ آ کے ملے تھے۔ اور اپنی لڑائیوں کا ترکوں کے ساتھ تذکرہ کرتے تھے۔ اس پر پادری ہیوجیز صاحب یہ تحریر کرتے ہیں کہ عبدالوہاب کے جانشینوں نے وہابیت کے اصول سید صاحب کو تعلیم کئے اور انہیں بتا دیا کہ مذہبی روح لوگوں میں پھونکنے کے بعد یہ کامیابی ہوتی ہے اور یوں ملک ہاتھ لگتے ہیں (از ڈکشنری آف اسلام) میرے خیال میں پادری صاحبؒ کا یہ لکھنا محض غلط ہے۔ خبر نہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عیسائیوں میں اکثر مصنف ایسے دیکھنے میں آئے کہ جب وہ کسی مشرقی خصوصاً اسلامی معاملہ پر رائے زنی کرتے ہیں تو وہ کچھ ایسا خیال ہوتا ہے اور اس کی بنا محض ہوا پر ہوتی ہے کہ جو اصل واقعہ سے بہت ہی مستبعد ہوتا ہے۔ مستبعد کیا کبھی تعلق بھی نہیں ہوتا۔ بھلا کہاں سید صاحب کا نجدیوں سے تعلیم حاصل کرنا اور ان سے شرعی مسائل سیکھنے۔ مولانا محمد اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ۔ علما آپ کے ہمراہ ایسے تھے کہ جن کے برابر نجد بھر میں ایک شخص بھی عالم نہیں تھا ایسی لغو اور لایعنی باتیں دیکھ دیکھ کے مغربی مصنفوں کی دن بدن قدر گھٹتی جاتی ہے اور اگر اب یہ کوئی بات صحیح بھی لکھتے ہیں اس میں بھی غلطی کا اشتباہ ہوتا ہے۔ ایک صاحب بہادر یہی لکھتے ہیں کہ سید احمد نجدی تھا اور پوشیدہ رائے بریلی میں آ کے کچھ دن رہا اور پھر یہ مشہور کر دیا کہ میں بریلوی ہوں تاکہ لوگ غیر ملک کا سمجھ کے مجھ سے بھڑکیں نہیں بھلا اس صریح جھوٹ کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔ ناظرین نے محققوں کے سرتاج ڈاکٹر ہنٹر صاحبؒ کی لاثانی تحقیقات دیکھ لی، اور ساتھ ہی اور یورپینس کی بھی تفتیش پر نگاہ کر لی کہ ایک سے ایک زیادہ محقق ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا یہ منشا نہیں ہے کہ ہر انگریز مصنف جھوٹ اور بناوٹی باتیں لکھتا ہے۔ میں عام پر اس لئے حکم لگانا نہیں چاہتا کہ میں نے ان سب کی کتابیں نہیں دیکھیں۔ ہاں اسلام اور بانئے اسلام کی نسبت جتنی کتابیں میں دیکھ چکا ہوں ان میں فیصدی ایک کتاب بشکل صحیح نکلے گی ورنہ ہر کتاب میں جھوٹ کا انبار لگا ہوا ہے کسی مصنف پر تعصب ایسا چھایا ہے کہ وہ اصل واقعات کو معلوم ہونے پر بھی غتر بود کر گیا۔ کسی مصنف کے ہاتھ کوئی ایسی قصہ کہانی کی کتاب لگ گئی جسے کوئی پڑھا لکھا مسلمان مستند نہیں سمجھتا، اور اس نے دار و مدار اسی پر کر لیا، اور اسی کو اپنا اتھارٹی بنا لیا کسی نے انگریزی مؤرخوں سے یا اردو غلط بعض تراجم سے اپنی کتاب کے صفحے سیاہ کر دیتے۔ ایک میور صاحب بڑے محقق ہیں انہوں نے بھی اکثر جگہ وہ زہر اُگلا اور وہ غلط بیان کیا ہے کہ ان کے علم اور دانش پر افسوس آتا ہے۔ اسی طرح سید احمد صاحبؒ اور مولوی اسمٰعیل کی نسبت جتنی رائیں دی گئی ہیں ان میں لب لب غلطیاں بھری ہوئی ہیں۔ سب سے زیادہ ان پر افسوس آتا ہے کہ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں (معاذاللہ) کذب کو جگہ ہو سکتی ہے مگر انگریز کے ہاتھ کا لکھا ہوا کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا خدا ان پر رحم کرے، اور انہیں ہدایت کا رستہ دکھائے۔ سید احمد صاحبؒ جب جدہ سے روانہ بمبئی ہوئے ہیں تو آپ کے دل میں پہلا خیال یہ آیا تھا کہ دیکھئے جنہیں میں مقرر کر آیا ہوں انہوں نے حسب دلخواہ کارگزاری کی یا نہیں۔ مگر الحمد للہ ان لوگوں نے سکھوں پر جہاد کرنے کے لئے چندہ اور آدمی جمع کرنے میں بہت زیادہ کام دیا۔ اور ایک عام تحریک تمام ہندوستان اور خاص کر ملک بنگالہ میں پھیلا دی جب آپ بمبئی تشریف لائے ہیں تو آپ کے ایجنٹ استقبال کے لئے بندرگاہ پر جمع تھے۔ خوشی کے نعرے بلند ہوئے، اور مرحبا و صد مرحبا کی صدائیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔

جتنا اثر کہ پٹنہ اور کلکتہ مدراس وغیرہ میں سید صاحب کا تھا بمبئی میں نہ تھا یہاں آپ نے چند روز قیام کیا، اور آپ نے ایجنٹوں کے مشورہ سے ایک بار اور بھی پٹنہ کلکتہ وغیرہ کا دورہ لگانا شروع کیا جس جا۔ سید صاحب تشریف لے جاتے تھے لوگ یک زبان ہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے یہ کہتے تھے۔

گر بر سر و چشم من نشینی نازت بکشم کہ نازنینی

سید احمد صاحبؒ اس سفر میں خاص اس شخص سے بیعت لیتے تھے جو جہاد پر سکھوں کے مقابلہ میں جانے کے لئے مستعد ہو۔ چنانچہ ہزار بارہ سو آدمیوں نے بھی دیا اور عرض کیا جس وقت حضور کا حکم ہوگا ہم سرحد پر پہنچ جائیں گے۔ روپیہ بھی بکثرت جمع ہوگیا تھا اور دن بدن ہوتا چلا جاتا تھا اور ایک نئی تحریک اودھ۔ ممالک مغربی شمالی اور بنگال میں پھیل ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

جب مہیب تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہیں ہماری سلطنت میں تو رخنہ نہ پڑے گا اور موجودہ اس میں تو کسی قسم کا خلل آ کے واقع نہ ہوگا اس نظر سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا وہاں سے صاف جواب آگیا، ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں اور حقیقت میں بات بھی یہی تھی۔ بھلا مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلش سے کیوں سروکار ہونے لگا تھا جہاں وہ اپنے دین کے ارکان بخوبی ادا کر سکتے تھے اور کرتے تھے انہیں تو لبریشن (یعنی مذہبی آزادی) بخوبی حاصل تھی وہ صرف دشمن دین و ایمان سکھوں سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے، اور ان کا ارادہ صرف سکھوں ہی سے اپنے مظلوم بھائیوں کا انتقام لینا تھا جن کے قابل رحم مظالم کا بیان ہم مولانا شہیدؒ کی سوانح عمری میں بیان کر چکے ہیں۔

اس دوسرے گشت کے بعد سید صاحب معہ چند دوستوں یا اپنے مریدوں کے ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ اپنے وطن میں علی الصباح داخل ہوئے۔ بعض دوستوں نے فدویت نامے پیش کئے، اور بعض نے قصائد پڑھے، اور بعض نے ایڈریس دیئے ایک عجیب سماں بندھ گیا۔

سید احمد صاحبؒ نے عام طور پر دھڑا کے سے اپنے مریدوں کو ہر شہر میں یہ اجازت دے دی کہ سکھوں پر جہاد کرنے کے وعظ ہوں۔ اکثر شہروں میں وعظ ہونے شروع ہوتے گیا تو لوگوں کے دلوں میں تحریک پھیل رہی تھی، اب عام طور پر ظاہر ہونے لگی اور سید صاحبؒ نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے۔ سید احمد صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الٰہ آباد کی معرفت لیفٹننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیفٹننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عمل داری میں امن میں خلل نہ پڑے۔ ہمیں کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں۔ یہ تمام بیّن بیّن ثبوت صاف صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں ہی کے لئے مخصوص تھا۔ سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مخاصمت نہ تھی۔ مولانا شہید کے سوانح عمری میں تمام جنگوں کا حال مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان کا اعادہ کرنا صرف محض اور تحصیل حاصل ہے اس لئے میں کچھ اور خاص باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں جن سے سید صاحب کی ذات کو خاص تعلق ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان کو بھی بہت کچھ اس کے ساتھ لگاؤ ہے۔

یہ ذرا توجہ سے سننے کی بات ہے کہ سید احمد صاحبؒ نے جب سکھوں پر جہاد کا ارادہ کیا ہے تو ان کے پاس چار سو سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ ہر شخص جسے جنگی معاملات سے کچھ بھی آگاہی ہے یہ دلیری اسے مضحکہ خیز اور مجنونانہ معلوم ہوگی۔ رنجیت سنگھ شیر پنجاب کی جنگی قوت کی دھاک تمام ہندوستان پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کسی سے دبتا نہ تھا۔ سرکار انگریزی کو کابل کا جب رستہ دیا ہے جب روپیہ محصول زمین کا لے لیا گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی رنجیت سنگھ کی ایک بڑی فوجی قوت تسلیم کر لی تھی، اور ساتھ ہی اس کے افغانستان پر دو تین فتوحات حاصل ہونے کے بعد اور بھی اس کا نصیبہ چمک گیا تھا، اور اس کی فوجی قوت کی دھاک بحیرہ ہند کی موجوں سے دست و گریبان ہو کے بحر ظلمت کے راستہ سے لندن تک پہنچی اور وہاں سرکار کمپنی کو پریشان کر دیا تھا۔ ایسے زبردست حکمران کے مقابل میں سید صاحبؒ کا چند ایسے آدمیوں کا لے جانا جن کے باپ دادا نے نہ کبھی تلوار ماری، نہ انہوں نے خود بچپن ہی سے ایسی مشق کی، نہ فنون جنگ کے ماہر، نہ سامان جنگ پاس، نہ رسد کا انتظام، نہ پشت پناہی کے لئے کوئی حکمران، محض امید موہوم پر پنجاب پر معدودے چند کے ساتھ حملہ آور ہونا اور دلیری سے ادھر ادھر پھرنا یہ ساری باتیں بظاہر دیکھنے والے کو چھچھورے پن اور طفلانہ اٹکھیلیوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ وزن کی نہ معلوم ہوں گی۔ مگر نہیں جب اس ارادہ کی فطرت پر غور کیا جائے گا تو سید احمد صاحبؒ کی صائب رائے کا پورا پورا اندازہ ہو جائے گا۔

۔آپ نے ہندوستانیوں میں جوش پھیلانے میں جو کامیابی حاصل کی تھی اس سے یہ پایا جاتا تھا بلکہ آپ کو بخوبی اطمینان ہو گیا تھا کہ ہم ایک کام کو شروع کریں لوگ روپیہ اور آدمی برابر بھیجتے رہیں گے چناں چہ خیال آپ کا بہت صحیح تھا۔ بے شک برابر مدد جاری رہی اور جب تک آپ کی شہادت کی خبر نہ آئی جوش ہی ٹھنڈا نہ ہوا۔ مگر جب ہم اور بھی زیادہ غور سے دیکھتے ہیں اس بات پر بھی سید صاحب کا زیادہ بھروسہ نہ تھا بلکہ مولانا شہید کے مشورہ سے یہ پورا یقین کر لیا گیا تھا اور ظاہری اسباب بھی اس امر کے موید تھے کہ سرحدی رئیس اور عوام آدمی سکھوں کے تلخ تر تعصب اور بے جا طور پر اذیت دینے اور توہین اسلام کرنے سے رنجیت سنگھ کی گورنمنٹ سے نہایت بددل ہو رہے ہیں انہیں کوئی سردار اس وقت ملنا چاہیئے وہ یک دل ہو کے رنجیت سنگھ کی اطاعت کا جوا کندھے پر سے اتار ڈالیں گے۔ پھر ہمیں خاطر خواہ کامیابی ہوگی یہ خیال سید احمد صاحب کا بہت ہی ٹھیک تھا اور اس میں انہیں کامیابی بھی ہو جاتی، اگر اُن کے عمّال بے اعتدالی نہ کرتے اور یک لخت انہیں مجبور نہ کرتے کہ وہ ناگوار طور پر پابندی شریعت کریں یہ میں نہیں کہتا کہ سید احمد صاحب کے عمّال ہی کا سراسر قصور تھا نہیں سرداران سمہ اور پشاور کی زر دوستی اور بے ایمانی میں کوئی شک نہیں۔ انہوں نے رنجیت سنگھ کے ہاتھ پشاور فروخت کر کے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی قسمت بے رحم دشمن اسلام سکھوں کی مٹھی میں سونپ دی تھی۔ ایک ہاتھ سے تو تالی بجنی مشکل ہے۔ پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ سید احمد صاحب اور مولانا شہید نے تو اپنی جانبازیوں کا ایک اعلے درجہ کا نمونہ پیدا کر کے جہان کو دکھا دیا، اور ایسے معاملہ میں مسلمانوں پر کسی قسم کی زیادتی بدنیتی سے نہیں کی مگر عمّال کا خیال اپنا سا کیونکر بنا سکتے تھے اور انہیں پولٹیکل دماغ کیونکر دے سکتے تھے۔

یہ خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ جس جوش وخروش اور امنگ سے سید صاحب نے جہاد کا ارادہ کیا تھا اس سے زیادہ عجیب ولولوں اور غریب جوشوں سے خدا کی راہ میں جان دے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی، مذہبی انتقامی جوش سکھوں کے مقابلہ میں آخر دم تک جوں کا توں بنا رہا۔ اور ہمارا بار ھویں صدی کا ریفارمر اپنی قوم پر جاں نثار ہو گیا۔

بعض واقعات کا ذکر۔ سید صاحب کی شہادت

سید احمد صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے علاوہ اس دیرینہ تعلق کے جو آپ کے بزرگوں سے تھا بڑا تعلق محمدی ہونے اور اس اہم اور خونخوار معاملہ کی طرف قدم اٹھانے کا تھا۔ شاہ عبد العزیز صاحب کو تو طلبہ کے پڑھانے اور مختلف مسائل پر فتوے دینے سے فرصت نہیں تھی۔ ہاں آپ کے عالی قدر خاندان کے اور لوگ چندہ جمع کرنے اور سید صاحبؒ کو روانہ کرنے میں سرگرم تھے چنانچہ جب سید صاحب یاغستان میں تھے تو مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید احمد صاحبؒ کو بذریعہ ہنڈی روانہ کیا تھا۔ وہ کسی باعث سے نہیں پہنچا تھا اس پر نالش کی گئی تھی، اور پھر روپیہ وصول کر کے دوبارہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا اس کی بابت سید صاحبؒ یہ تحریر فرماتے ہیں۔

از امیر المومنین سید احمد بخدمت بابرکت صاحبزادہ والا تبار مولانا محمد اسحاق صاحبؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلمہ اللہ تعالیٰ بعد از سلام مسنون و دعائے اجابت مقرون واضح آنکہ بتاریخ دہم ماہ رمضان ہنڈی مبلغ ہفت ہزار و نہصد و پنجاہ روپیہ رسید لیکن بجز پرچہ کاغذ یک خرمہرہ ہم نرسید موجبش دریافت نیست لازم کہ بسبب تعویق آں بر نگارند۔ زیادہ والسلام مع الاکرام۔

اس سے یہ بات صاف ہویدا ہوتی ہے کہ سکھوں کے مقابلہ میں تمام ہندوستان (خاص ہندوستان سے مطلب ہے) کے سربرآوردہ لوگ کیسے آمادہ تھے اور کس جوش سے چاہتے تھے کہ مظلوم مسلمانوں کا ان سے انتقام لیا جائے۔ جتنا روپیہ دہلی سے مجاہدین کے لئے پہنچتا تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کسی شہر سے اتنا نہیں پہنچا۔ ساتھ ہی اس کے ایسے عنصر بھی دہلی میں موجود تھے کہ جنہوں نے حامیانِ دینِ اسلام کی شہادت کی خبریں سن کے خوشی منائی، اور جامع مسجد میں مٹھائیاں تقسیم ہوئیں اور نامعقولیت سے غلیظ اشعار موزون کئے گئے، اگر پولیس کامل بندوبست نہ کرتی تو آٹھ دس آدمیوں کا دہلی میں اسی دن خون ہو جاتا۔ ایک شاعر نے تاریخ شہادت مولانا شہید نہایت غلیظ اور ناپاک الفاظ میں لکھی تھی اور چند بدمعاشوں نے اس کی اشاعت بھی دینی شروع کی تھی کہ مولانا شہید کے دوستوں کو خبر ہوئی۔ وہ ہتھیار بند شاعر کے مکان پر پہنچ گئے اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیا، شہر میں ایک دند مچ گیا، آخر پولیس بھی آگئی بڑی منت و عاجزی کے بعد انہیں باز رکھا گیا۔ شاعر نے توبہ کی اور مسودہ ان کے سامنے چاک کر ڈالا۔ اس چاک کرنے سے پہلے اس کی متعدد نقلیں ہو چکی تھیں ایک نقل پر ہماری نظر بھی پڑی تھی۔ سوائے مادر خواہی اور کافر و مرتد بنانے کے اور کچھ بھی شعروں میں موزوں نہیں کیا گیا ہے، اس لئے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ میں ان اشعار کو نقل کر کے اپنی کتاب کی تہذیب بگاڑوں اور مسلمانوں کو جدا تکلیف دوں۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور آپ کا کل خاندان اور اس خاندان کے کل معتقد سید احمد صاحبؒ سے ہمدردی کرتے تھے، زبانی نہیں بلکہ عملی۔ مولوی محبوب علی صاحب کو شاہ صاحب نے ہی روانہ فرمایا تھا، انہوں نے وہاں جا کے اپنے ملانی دماغ کے صدقہ میں وہ گل کھلایا جس کا ذکر پہلے حصہ میں ہو چکا، غرض اس والا تبار خاندان نے جہاں تک ہو سکا روپیہ اور آدمیوں سے مدد دینے میں کوتاہی نہیں کی۔ اور یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ جس کام کے لئے سید احمد صاحبؒ اور مولوی اسمٰعیل صاحبؒ نے کمر ہمت باندھی ہے وہ بجا ہے درست ہے واجب ہے لازم بلکہ فرض ہے۔ جو خیال سید صاحب کا تھا یا جو آرزو سید صاحب نے کی تھی وہ پوری ہو گئی تھی یعنی لاکھوں آدمی شریعت محمدی پر چلتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ آپ کی ہرگز ملک گیری کی خواہش نہ تھی نہ یہ غرض تھی کہ میں سلطان یا شاہ یا حکمران بنوں، بلکہ اصلی مقصد یہ تھا کہ جس طرح ہو بدعت و شرک مٹ جائے اور بس جب سید صاحبؒ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے ہیں اور آپ مکہ شریف بخیر و عافیت پہنچے ہیں تو آپ نے ایک طول طویل خط

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا چند فقرے اس میں اس قسم کے ہیں جن سے معمولی عقول اس کے مطلب کو نہیں پہنچ سکتیں اور وہ ان فقرات کے ظاہری معنی لے کے یہ سمجھتی ہیں کہ درحقیقت سید صاحب خدا سے مثل حضرت موسیٰ یا اور انبیاء علیہم السلام کی باتیں کیا کرتے تھے جبکہ میں محققانہ طور پر لکھ رہا ہوں اور یہ بھی میرے پیش نظر ہے کہ ایک دن مجھے اپنے قہار خالق کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنی کل تحریرات کی جواب دہی کرنی پڑے گی اس لئے میرا فرض ہے کہ جو کچھ میں لکھوں ایمان اور خوش نیتی سے انصافاً تحریر کروں اور اس پر نازاں ہوں یہ میں نہیں کہتا کہ میری ہر رائے صحیح اور بے خطا ہو گی بلکہ میرا یہ دعوےٰ ہے کہ جو کچھ میں نے اور تمام اسلامی دنیا کے علماء نے قرآن و حدیث سے مطالب استنباط کیے ہیں اور اس سے سمجھے ہیں اس کے مطابق میں بھی اپنی رائے دوں اور خدا سے التجا کروں کہ میری رائے مقبول اور صحیح ہو۔

سید احمد صاحب اپنے خط میں یہ تحریر فرماتے ہیں :-

ذریکہ از ولٹو روانہ شدیم و درکشتی ہا سوار می شدیم چناں مفہوم گشت کہ کشتی فلانے ازیں کشتیہا غرق خواہد شد و دراں کشتی از اسباب مردم بار شدہ بود برائے ایں فقیر کشتی دیگر غیر آں معین شدہ دانستم اگر تقصیر کسے خواہد بود پس من ہم بوجہے ہرچند غفلتے شدہ باشد وراں تقصیر شالم آمادگی سواری خود دراں کشتی نمودم از جانب غیب ارشاد شد کہ الحال آنرا غرق نخواہم کرد۔

اس فقرہ سے عام آدمی یہی سمجھیں گے کہ خدا نے سید احمد صاحب سے باتیں کیں، مگر یہ بات ہرگز نہیں ہے اصل یہ ہے کہ جب انسان بالکلیہ خداوند کریم پہ اپنا بھروسہ کرتا ہے اور سوتے جاگتے چلتے پھرتے بیٹھتے اُٹھتے سوائے احکام باری تعالیٰ کی تعمیل کے اور کچھ خیال نہیں رہتا تو اس کا دل ہی وہ آئینہ ہو جاتا ہے کہ جو بات خیال میں آتی ہے وہ از خود بھی سمجھنے لگتا ہے کہ خدا نے میرے دل میں یہ بات ڈالی اور عموماً ایسے ہی خیالات سے وہ پیشین گوئیاں بھی کرنے لگتا ہے۔ جو کام اس کی محنت سے پورا ہوتا ہے یہی کہتا ہے کہ خدا نے پورا کرا دیا۔ ظاہرا کشتی کی حالت جب اس میں سے اسباب نکال لیا گیا ڈوبنے کی نہ تھی اس لئے سید صاحبؒ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انبیاء علیہم السلام کا ناطقہ بند ہوگا وہاں کسی ولی، پیر، شہید کی کیا مجال کہ دم بھی مار سکے۔ ہر شخص کو اپنی پڑی رہے گی کس کی سفارش اور کس کی شفاعت یہ سب ہمارے آخر الزمان نبی صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم سے کرائیں گے اور بس۔

شیعوں نے جس طرح علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا اور نہیں جانے کیا کیا مان رکھا ہے اس طرح ہمارے بھائی سُنیوں نے غوث وغیرہ کو اپنا مشکل کشا سمجھ رکھا ہے۔ ایک طور پر شیعہ اچھے رہے کہ اگر اپنی ناہنجاری، بدکرداری اور شامت اعمال سے اپنا مشکل کشا کسی بندہ اللہ کو بنایا بھی تو پھر بھی حضرت رسول اللہ ؐ کے چہیتے اور جلیل القدر صحابی حضرت علی ہی کو بنایا۔ اس کے مقابل میں سنیوں کو اگر نقل کرنی تھی تو حضرت ابوبکر صدیق اکبر رض یا حضرت عمر رض یا حضرت عثمان رض کو بنانا چاہیئے تھا اور یہ خوب سمجھ لیا جائے کہ اگر غوث الاعظم اور بیس ہزار برس زندہ رہ کے کرامتیں حاصل کرتے تو بھی ان جلیل القدر صحابہ کی بزرگی اور تقدس کا $\frac{1}{100}$ حصہ بھی حاصل نہ کر سکتے۔ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی کی سوانح عمری دیکھو اور سمجھو کہ وہ کیسے بزرگ، متقی اور عابد تھے۔ ان کی انکسارانہ زندگی اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ انہوں نے کبھی نہ خواہش نہ کی ہوگی کہ بعد ازاں لوگ بڑھا بڑھا کے نبی سے گزار کے خدا سے نہ جا بھڑائیں۔ ان کی تالیفات اور ملفوظات دیکھو بدبخت وا ب در توبہ باز ہے۔ باز آؤ باز آؤ شاہ صاحب کو مثیل خدا نہ بناؤ، اس کے نام کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نہ پڑھو وہ بھی تمہاری طرح ایک آدمی تھا، اگر درحقیقت وہ نیک صالح اور سچا مسلمان تھا تو خدا اس پر رحمت کرے گا۔ اس کا عابد ہونا خدا کے آگے ہمارے لئے کوئی حجت نہیں رکھتا۔

جن کی حضرت رسول اللہ ؐ جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ سوا ان کے کل مومنین کا جنتی ہونا مشتبہ امر ہے یعنی ہم قطعی طور پر یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ فلاں شخص جنتی ہے یا دوزخی تو پھر ان کو شفیع بنانا کیونکر جائز ہوگا۔

اسی طرح بعض نافہموں کو سید احمد صاحبؒ کی اصلی شان مٹا کے اور اس بزرگ کے تمام کارناموں پر خاک ڈال کے اس کو کرامتوں کی پرانی اور دقیانوسی بھول بھلیوں میں پھنسا دیا ہے اور خرق عادات کے دیرینہ ڈھیر کا ایک برقع اس کے منہ پر ایسا اڑھا دیا ہے کہ جس سے اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اصلی قابل دید ہستی اور حقیقت چھپ گئی۔

میں نے جو کچھ سید احمد صاحب کی بابت لکھا ہے اگر پڑھنے والا آنکھیں کھول کے پڑھے گا اور اس کی طبیعت میں کچھ بھی انصاف ہوگا اور اس کی آنکھوں میں تحریر سے مصنف کی خوش اور غیر خوش نیتی کے تاڑ لینے کا مادہ ہوگا تو وہ سمجھ لے گا کہ بزرگ سید کی اصلی سوانح عمری تو یہی ہے اور اُس کی اصلی حالت تو یہاں بیان ہوئی ہے اور ڈھکوسلے بازی وہ میرے سوانح نویسوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ چاہے اس سے دلچسپی لے اور چاہے اس سے اپنی تسکین کرلے۔

نواب وزیر الدولہ موجودہ حکمران ٹونک کے دادا صاحب ایک سیدھے سادے اور صاف مسلمان تھے ان کا سید احمد صاحب پر بڑا اعتقاد تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت جنت آشیانی امیر خان صاحب بہادر کو جو کچھ عظمت کمپنی کی نظر میں ہوئی وہ سب سید صاحب ہی کا طفیل تھا میں اس سے انکار نہیں کرتا ممکن ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ ایک بزرگ قوم کی دُعا بعض وقت قبول ہوجاتی ہے اور معًا اس کا نتیجہ برآمد ہو جاتا ہے مگر یہ کتنے بڑے ظلم کی بات ہے کہ ایسے شخص کو ہم خدا سے جا بھڑائیں، اور اسے ادنٰے ادنٰے کاموں میں اپنا سفارشی بنا کے لے چلیں۔

یہی بہت بڑی وجہ تھی کہ وزیر الدولہ کو جب کہ اعتقاد تھا، اور لوگوں کو جو ان کے ہمراہی وغیرہ سے واپس آتے تھے دربار میں نواب صاحب کی نگاہوں میں وقعت پیدا کرنے کی اور کوئی صورت ہی نہ تھی سوا اس کے کہ اُن کے غائبانہ پیر کی مدح سرائی کی جائے اور ایسی ایسی کرامتیں اس بزرگ سید کے سر چیپکی جائیں جن سے اس کی ذات بالکل مبرّا تھی۔

وزیر الدولہ اپنے غائبانہ پیر کی نئی نئی کرامتیں سُن سُن کے خوش ہوتے تھے ، اور جن مسلمانوں نے کرامتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان آنکھوں پر وزیر الدولہ کے لب پہنچتے تھے یعنے وہ بوسہ دیتا۔

سید صاحب نے ایک خط نواب وزیر الدولہ بہادر والئے ٹونک کے نام لکھا ہے اس میں مجاہدین کے لئے نواب صاحب سے چندہ طلب کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ مولانا محمد اسحاق صاحب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس اگر روپیہ پہنچ جائے گا تو وہ یہاں تک پہنچا دیں گے اور ساتھ ہی اس کے خط میں یہ بھی مرقوم ہے کہ مولانا اسحاق صاحب نے پہلے روپیہ لینے سے اسی لئے انکار کیا تھا کہ اس وقت انہوں نے یہاں تک بھیج دینے کا کوئی وسیلہ بہم نہ پہنچایا تھا ورنہ وہ فوراً لے کے روانہ کرتے اس کے آگے نواب کو یہ تحریر کیا ہے کہ اس بات سے آپ مطمئن خاطر رہیں ان تمام باتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ نواب ٹونک نے براہ راست روپیہ بھیجنا مناسب نہ جان کے مولانا شاہ محمد اسحٰق کے ذریعہ سے بھیجنا چاہا تھا جب کہ اس وقت ان کے پاس کوئی روپیہ روانہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا، انہوں نے انکار کر دیا تھا اور جب انہوں نے یہ سنا ہوگا کہ مولانا صاحب نے ذریعہ بہم پہنچا لیا ہے، اور اس پر سید صاحب کا بھی خط پہنچا ہوگا تو ضرور دس بلیس ہزار روپیہ سے مدد کی ہوگی جس کا شکریہ رقم کی تصریح نہ کرکے سید صاحب نے اپنے خط میں شکریہ ادا کیا ہے۔

سید احمد صاحبؒ نے پے درپے سکھوں پر جہادوں میں جو کچھ کامیابی حاصل کی وہ درحقیقت مولانا شہید کی وجہ سے تھی جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے مگر جب پنجاب کا مفتوحہ حصہ مولویوں کے قبضہ میں آگیا جنہیں جہانداری سے ایسا ہی بیر ہے جیسا چمگادڑ کی آنکھوں کو آفتاب کی روشنی سے اور مولانا شہید اور سید صاحب ان سے بہت دور کے فاصلہ پر مقیم ہوتے پھر کیا تھا۔ دونوں بزرگوں کی سالہا سال کی محنتوں کو خاک میں ملا دیا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کی شہادتیں بھی وہیں ہوگئیں گو ان کی شمشیر بازی کا تو کچھ بھی نتیجہ اس وقت ہماری آنکھوں کے آگے نہیں ہے مگر ان کے قیمتی اور پُر اثر وعظوں کی گونجیں اٹک سے لے کے جمنا تک اور جمنا سے بنگالہ تک ہنوز اسی زور شور سے گونج رہی ہیں اور جو کچھ ہدایت کی روشنی اس خطے میں پھیل رہی ہے وہ بھی ان ہی بزرگوں کا طفیل سمجھنا چاہیئے۔

آخری معرکہ جہاں سید صاحبؒ اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ شہید ہوئے ایک عجیب حسرت ناک تھا جسے دیکھ کے چشم فلک سے بھی خون کے آنسو ٹپک رہے تھے بظاہر یہ ایک شاعرانہ مبالغہ ہے مگر حقیقت امر یہ ہے کہ میں نے چشم فلک آفتاب کو نہیں قرار دیا ہے بلکہ اسلام کے معصوم بچہ کو چشم فلک سے تعبیر کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بے مثال آرزوئیں اور اُمیدیں جو دو بزرگوں کے دلوں میں بہت برسوں سے اُٹھ رہی تھیں ان کا کامل طور پر خون ہو چکا ہے۔

ہزارہ کے قریب مجاہدین کا پشاور میں شہید ہونا اور یہ وحشت ناک خبر سن کے سید صاحب کا یہ فرمانا کہ اب ہم اس ملک پنجاب سے ہجرت کرتے ہیں کبھی بھی اس طرف نہ آئیں گے۔ سمجھنے والوں کے لئے یہ ایک بھالا ہے جو کلیجہ میں لگا اور پشت سے پار ہو کے نکل گیا۔ آپ کی شکستہ خاطری کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ ہاں اس سے اندازہ کچھ ہو سکتا ہے کہ اتنی جانکاہی کے بعد اتنا بڑا حصہ ملک فتح کرے اور اس کے دوسرے ساتھی اپنی نادانی سے کھودیں۔

بالاکوٹ کا ملک ہے فجر کے دس بج چکے ہیں۔ فطرت کا مزاج غیر معتدل اور افسردہ ہے۔ آفتاب کا روشن گردہ غلیظ غبار سے اس طرح تھرتھرا کے نکلا ہے گویا کوئی مہ جبیں تیغ بکف ہو کے عاشق کے قتل کرنے کے لئے مقتل میں آتا ہے۔ سامنے کے پہاڑوں پر ادھر اُدھر بہت دُور کے فاصلہ پر شیر سنگھ جنرل افواج سکھاں کی پلٹنیں پڑی ہیں۔ پہاڑوں کے نشیبی جانب دلدل ہے جس کا دشوار گزار راستہ دکھلائی دیتا ہے۔ سکھ چیرہ دست اور خوں خوار بنے ہوئے ہیں ان کے چہرے بشاش اور ترو تازہ ہیں۔ ہر سکھ تازہ دم ہے۔ انہیں مسلمانوں کی شکستہ حالی اور بے سروسامانی کی خبریں پہنچ چکی ہیں۔ وہ اُن کی زار حالت سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں۔

ان کی خوشی کا کیا عالم شراب میں اور اپنی قوی سلطنت اور شیر پنجاب کی قوت کے گھمنڈ پرست ہیں اور اس وقت جہان میں اپنا ہم پلّہ اُنہیں کوئی بھی نہیں دکھائی دیتا۔ ان کے مقابل میں مولانا محمد اسمٰعیل اور سید صاحبؒ نے شکستہ دل مصیبت زدہ مسلمانوں کو مختلف مقامات میں مورچہ باندھے ہوئے کھڑے کئے ہیں اور صرف ایک اللہ کے نام پر اپنی جان دینی ثواب جانتے ہیں۔ وہ بیشک افسردہ ہیں لیکن ان کی افسردگی سکھوں کی تازگی پر داغ رکھتی ہے، وہ بے شک بے سروسامان ہیں مگر ان کی بے سروسامانی سکھوں کے سازو سامان کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہی وہ بمقتضائے فطرت انسانی اپنی شمشیر زنی کی کوششوں میں کامیاب ہونے کے بعد ناکام ہو کے گو کسی قدر افسردہ ہیں مگر شہادت کا سرخوشانہ خیال اُن کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوی دل اور مرد میدان ہونے کی شہادت دے رہا ہے۔

سید احمد صاحبؒ اپنے باڈی گارڈ کے بیچ میں کھڑے ہوئے اپنے بہادر جنرلوں کی مختلف مورچوں پر جانبازیوں کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ قبضہ شمشیر ہاتھ میں ہے۔ میان توڑ کے پھینک دیا ہے۔ آنکھوں میں سُرخ سُرخ ڈورے تیزی سے آئندہ خونی واقعہ کی شہادت دے رہے ہیں۔ چہرہ سے خوفناک بشاشت جس میں جنگ کی آرزو ملی ہوئی ہے۔ جلوہ دے رہی ہے کبھی آپ مسکرا کے باتیں کرتے ہیں اور کبھی اپنے ساتھیوں کو دلاسا دیتے ہیں۔ اس شیر ببر کی صورت پر ذرا بھی ہراس نہیں ہے بلکہ ایک ایک لمحہ جو گزر رہا ہے۔ اس نڈر بہادر پر شاق گزر رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ سکھوں پر تنہا ٹوٹ پڑے مگر اپنے ساتھیوں کی زندگی خطرہ میں پڑنے سے خوف معلوم ہوتا ہے، اور اس ارادہ کو فی الحال ملتوی کیا جاتا ہے۔

(مولانا اسمٰعیلؒ کا جنگ کی حالت میں بار بار اپنے محتشم اور پیر کو یہ آوازیں دینی (حضور اطمینان رکھیں اتنے مورچے فتح کر چکا ہوں اب شیر سنگھ کو بھگایا۔ ایک بے خطر دلیر کی یہ کڑاکے کی صدا جو تلواروں کی کھچاکھچ اور بندوقوں کی ٹھائیں ٹھائیں میں سے ہو کے آتی تھی۔ مجاہدین کے دل اور بھی قوی کرتی تھی، اور ان میں نئے طرز کی زندہ دلی کی ایک تازہ روح پھونکتی تھی۔

مولانا شہید سید صاحب کے باڈی گارڈ کے افسر سے کہہ گئے تھے کہ جب تک میں کہلا کے نہ بھیجوں یہاں سے ایک قدم نہ آگے بڑھانا نہ پیچھے ہٹانا۔ اور کل مورچوں میں جنگ ہو رہی ہے۔ سید صاحب اپنے پیارے مُرید کی جانبازی چشم قدر سے ملاحظہ فرما رہے ہیں، اور پے در پے مورچوں کا فتح کرنا انہیں بہت کچھ شاداں اور فرحاں بنا سکتا تھا مگر اس یقین کو کیا کرتے جو برابر شہادت کی بشارت کی فرحت بخش خبر دے رہا تھا۔

یہ خونی موقعہ سخت دلگداز تھا۔ سید صاحب کے وہ ساتھی یا مُرید جو اول دن سے خوشی اور غم میں ساتھ رہے تھے اور کبھی زمانہ کی جفاکاری اور دردناک مصائب کا ان پر کچھ اثر نہ پڑا تھا، اور جو سکھوں سے اکثر میدان لے چکے تھے، اور جنہوں نے مختلف جنگوں میں بہت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ نام پایا تھا وہ اب ایک ایک کر کے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے تھے۔ اس جتھے کی تفریق ہونے والی تھی جو سید صاحبؒ اور مولانا شہیدؒ کی ذات سے قائم تھا وہ شیرازہ درہم برہم ہونے والا تھا جس کے بندھن مدت میں جا کے بندھے اور مضبوط ہوئے تھے۔ جس کی حالت زار پر زمانہ عنقریب یہ نوحہ پڑھے گا۔

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط　　دامان باغبان کف گل فروش ہے
یا صبحدم جو دیکھئے اگر تو بزم میں　　نے وہ صراحی جام نہ جوش و خروش ہے
داغ فراق حسرت شب کی جلی ہوئی　　اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

گھنٹے گزرتے گئے اور آخر جنگ ہوتے ہوتے پورے چار بج گئے۔ باہم کوئی فیصلہ ہنوز ہوتا ہوا دکھائی نہ دیا۔ یہاں تک تاریکی کی چادر نے سب کو اور بھی چند پہر کی آرام لینے کے لیے مہلت دی۔ مجاہدین کو یہ یقین ہو چکا تھا ہمارا خون اسی سرزمین پر گرایا جائے گا، اور اب ہم آگے نہیں جا سکتے۔ سکھوں کے جنرل شیر سنگھ کو ایک ہی دن کی جنگ میں اپنی فوج پر یہ بھروسہ نہ رہا تھا کہ وہ کل بھی مجاہدین کے مقابلہ میں اسی سختی و خونخواری سے اور سینہ سپر ہو کے جنگ کر سکے گی۔ یہ قاعدہ ہے کہ ایک خوف دو طرف ہوتا ہے۔ بایں ہمہ طرفین کے بہادروں کی تلواریں میان میں لوٹ رہی تھیں کہ کسی طرح جلدی صبح ہو تو ہم اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیں۔

صبح ہوئی۔ آفتاب ایسی تیزی اور چمک سے اپنا کرنوں والا تاج پہن کے نکلا آج آفتاب کا چہرہ دیکھنے والوں کو اور بھی زیادہ خوفناک معلوم ہو رہا تھا انہیں یقین تھا کہ آج ہی ہماری اور سکھوں کی قسمتوں کا فیصلہ قطعی طور پر ہو جائے گا۔

جب آتش کارزار گرم ہوئی اور ہر طرف جنگ چھڑ گئی، توپوں، بندوقوں اور تلواروں کی دھواں دھار آوازیں آنے لگیں تو سید صاحب نے بھی تیور بدلے اور دو دو ہاتھ کرنے کی آمادگی ظاہر کی، آپ نے اپنے باڈی گارڈ کو حکم دیا کہ بدھر میں جاؤں میرے ساتھ تم بھی کود پڑنا بھلا اس کہنے کی کیا ضرورت تھی وہ لوگ تو اس لئے موجود ہی تھے مگر اس قدر کہنے میں ایک بھید بہت بڑا یہ تھا گویا آپ اپنی شہادت کی خبر دے رہے تھے۔ ابھی آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی ملاحظہ فرما رہے تھے کہ کس مورچہ پر حملہ کروں اور کیونکر شیر سنگھ کا سر کاٹ کے لاؤں کہ اتنے میں یہ غضب ناک نظارہ دکھائی دیا کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کا جھنڈا ایک سکھ کے ہاتھ میں تھا یہ دیکھتے ہی آپ بیتاب ہوگئے۔ اور اُس بے تابی سے جھپٹ پڑے کہ پھر یہ خبر نہ رہی کہ میں کیا ہوں میرے ساتھ کتنے آدمی ہیں، اور جن پر میں حملہ کر رہا ہوں وہ تعداد میں کتنے ہیں۔

سید صاحبؒ قلبِ لشکر میں نہ پہنچے تھے کہ ایک گولی آپ کی ٹانگ میں لگی آپ گولی کے صدمہ سے جھک رہے تھے کہ ایک گولہ صاف آپ کی باڈی گارڈ میں سے آپ کو اڑا کے لے گیا جس سے بولائے ہوئے مجاہدین کو یہ معلوم ہوا کہ سید صاحب مجسم آسمان پر بُلالئے گئے اور دوبارہ تشریف لائیں گے بہت سے لوگوں کا یہ بھی مقولہ ہے کہ سید صاحب کے ساتھ مولانا محمد اسمٰعیل بھی آسمان پر چلے گئے۔ مگر یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں کی نعشوں کو شناخت کرا کے نہایت عزت کے ساتھ اُنہیں بالاکوٹ ہی میں دفن کرا دیا۔ مولانا شہیدؒ کی قبر تو موجود ہے، اور سید احمد صاحبؒ کی قبر حضرت موسےٰؑ اور حضرت علیؓ کی طرح مشتبہ ہے۔

یہ جانکاہ واقعہ بروز جمعہ بوقت ظہر بتاریخ ۲۴ ماہ ذیقعد ۱۲۴۶ھ مطابق مئی ۱۸۳۱ء کو وقوع میں آیا۔ جب سید صاحب اور آپ کے اکثر جانباز مرید شربتِ شہادت سے سیراب ہو چکے تو بے چارے مسلمان اپنی جانیں بچا کے بھاگے مگر بدقسمتی پورے طور سے اُن کے سروں پر منڈلا رہی تھی وہ ایسے بے اوسان ہو گئے تھے کہ اُنہیں یہ تمیز نہ ہو سکتی تھی کہ جہاں ہم چل رہے ہیں یہ گھاٹی ہے یا دلدل ہے۔ اناپ شناپ بولاہٹ میں جس طرف جس کا سینگ سمایا جا نکلا۔ بہُت دلدل میں گر کے شہید ہوئے، اور بہُت سے تنگ گھاٹیوں اور پہاڑی رستوں میں سخت مظلومانہ حالت میں سکھوں کا شکار ہوئے، اور جن بے چاروں کی زندگی تھی وہ ادھر اُدھر پہاڑوں میں چھُپ گئے۔ اس عظیم الشان کام کی وہ ابتدا تھی یہ انتہا ہے۔ ہمیں ایسے ایسے بزرگ انفاس کی بے نظیر کوششوں اور لاثانی جانکاہیوں سے جو اُنہوں نے قوم کے لئے کیں بہت کچھ سبق لینا چاہیئے۔ اگرچہ اس وقت نہ ہمارے ہاتھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں تلوار ہے، نہ تلوار پکڑنے کا موقع ہے۔ پھر بھی ان ہمتوں، جرأتوں اور اُولوالعزمیوں کو ہم کیوں کھوتے ہیں جو تلوار کے ساتھ الزامی ہوتے ہیں اور ہمیں بھی بخوبی حاصل تھیں یہ سب جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی نہیں رہنے کا مگر ہمیشہ وہی شخص زندہ رہتا ہے جس نے قوم کے ساتھ کچھ احسان کیا۔ میں نہیں جانتا کہ قوم کی اصلاح کرنی اور اُس کی بہتری کی تدابیر میں مشغول ہونے سے ہمیں کونسی چیز روکتی ہے۔ اب میں اپنی اس کتاب کو ختم کرتا ہوں اور اپنی اس جانکاہی کا قوم سے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ سے صلہ چاہتا ہوں جو یقیناً بہتر ہے، صلہ دینے والا۔

تمت

۱۹۶۷

المكتبة الرحمانية
۹۹۔۰۰ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر.....02237.....